دانشنامه شیعیان کشمیر

جلد اول

تذکرہ علماء

تالیف

سید محسن حسینی کشمیری

ناشر:

مرکز احیاء آثار برصغیر (شعبہ کراچی)

نام کتاب:..........................دانشنامہ شیعہ در کشمیر (تذکرہ علماء)
تالیف:..........................سید محسن حسینی کشمیری
جلد : .... اول
تعداد صفحات : ۵۷۳
چاپ:..........................بار اوّل
سال:..........................۲۰۱۱ء مطابق ۱۴۳۲ھ
ناشر:..........................مرکز احیاء آثار بر صغیر (مآب)
تعداد:..........................۱۰۰۰
ہدیہ:..........................۵۰۰ روپے

نوٹ

فون: ۰۰۹۸-۲۵۱-۸۸۴۸۷۴۶ موبائل: ۰۰۹۸-۹۳۵-۹۳۶۰۷۹۴
ای میل: maab1431@yahoo.com

مالی تعاون

الصراط اسلامک نیٹ ورک

بسم الله الرحمن الرحيم

فليس حياة الذين بالسيف و القناء

فا◌ٔقلام اهل العلم ا◌ٔمضي من السيف

زنده بودن دين با شمشير و نيزه نيست

قلم‌هائي دانشمندان از شمشير برانتر است

اصطلاحات کتاب

۱۔ب: بعد

۲۔ج: جلد

۳۔ح: حدوداً

۴۔ص: صفحه

۵۔م: متوفی

۶۔ھ ق: ہجری قمری

۷۔ھ ش: ہجری شمسی

انتساب

میں اپنی اس ناچیز کاوش کو اُن مردان علم کہ جنہوں نے اپنی جوانی کی مست راتوں کو تحصیل علوم آل محمد کے لیے اور اپنے بڑھاپے کی پر سکون راتوں کو تشہیر علوم آل محمد کے لیے وقف کیا تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں علوم آل محمد کے ذریعے انسانیت کی عرج ثریا تک رسائی حاصل کر سکیں۔

اور اُن تمام شہیدان راہِ حق کہ جنہوں نے اپنے خون سے شجرہ طیبہ یعنی مذہب حقہ کی آبیاری کی ہے۔ خصوصاً ناصر قرآن وعترت امام المتکلمین فقیہ اہل بیت شہید راہ حق **حضرت علامہ مرزا محمد کامل کشمیری ثم دہلوی** (۔۱۲۳۵ھ۔ق) کے نام نامی کہ جنہوں نے تراث اہل البیت علیہم السلام کی حفاظت اور نگہداشت کے لیے ان گنت زحمتیں برداشت کیں اور اپنی پُر برکت زندگی آثار آل محمد کی نشر و اشاعت اور مخالفین مذہب حقہ کے شبہات کے جوابات کے لیے وقف فرمائی۔ علماء اعلام شیعہ میں سے بالعموم اور کشمیر کے علماء میں سے بالخصوص یہ اعزاز انھیں کو حاصل ہے کہ برصغیر میں رد شیعیت میں لکھی جانیں والی سب سے پہلی مفصل کتاب (تحفہ اثنا عشریہ) کا سب سے پہلے ۱۲ جلدوں میں مفصل ترین جواب بنام (نزھۃ اثنا عشریہ) لکھ کر دشمن کو مبہوت اور دوستوں کو مسرور کیا، دشمن اس کتاب کا جواب تو نہ دے سکا البتہ اپنی پرانی عادت کے مطابق اس عاشق اہل بیت علیہم السلام کو شہید کر دیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

فہرست

فصل اول
آٹھویں صدی ہجری کے علما

فصل دوم

نویں صدی ہجری کے علماء

فصل سوم

دسویں صدی ہجری کے علماء

فصل چہارم

گیارہویں صدی ہجری کے علماء

فصل پنجم

بارہویں صدی ہجری کے علماء

فصل ششم

تیرہویں صدی ہجری کے علماء

فصل ہفتم

چودہویں صدی ہجری کے علماء

فصل ہشتم

پندرہویں صدی ہجری کے علماء

فصل نہم

ان علماء کے حالات ہیں جن کے سنوات وفات نہ مل سکے

فہارس

کتابیات

حرف ناشر

تذکرہ نویسی ایک ایسا حساس موضوع ہے کہ جس کے ایک ایک حرف کو صاحب تذکرہ بڑی فکر و نظر کے بعد پوری ذمہ داری کے ساتھ لکھتا ہے۔ صاحب تذکرہ کو تذکرہ کے دوران بعض اوقات ایسے مراحل پیش آتے ہیں کہ جن میں اس کا علم و ایمان امتحان کی گھڑیاں گذار رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس موقعہ پر اسے بعض اوقات بعض مطالب کو نقد کرنا پڑتا ہے اور بعض اوقات اس شخصیت کی تعریف و تمجید ،اور بعض اوقات اس پر جرح کرنی پڑتی جس کے بارے میں یہ تحریر لکھی جارہی ہیں۔

تو ضروری ہے کہ انسان ان مراحل میں انصاف کے دامن کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ نہ بے جا نقد وجرح ہو اور نہ ہی بے جا تعریف۔ یہ بات نسبتاً اس وقت اور آسان ہوتی ھے کہ جب انسان کسی ایک شخصیت کے بارے میں مختصر یا مفصل کتاب لکھ رہا ہو۔ لیکن اگر تذکرہ تک نگاری سے نکل کر جمع نگاری کے مرحلے میں ہو تو مسئلہ اور بھی نازک بن جاتا ہے۔

کیونکہ اس کتاب میں ایک ہی صنف کی متعدد شخصیات کا تذکرہ کرنا ہے اور مخصوصاً وہ شخصیات اگر علماء اعلام و مذہبی راہنما ہوں تو صاحب تذکرہ کے کاندھوں پر ذمہ داری کا بوجھ مزید بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں ایک دو نہیں بلکہ سیکڑوں مذہبی راہنماؤں کا تذکرہ ہے۔ لہٰذا اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ صاحب تذکرہ نقد و تعریف کے مقام پر دیکھ بھال کر قلم اُٹھائے۔ کسی کی تعریف بہت زیادہ اور کسی کی کچھ نہیں۔ کسی پر انتقادات کی بارش اور کسی کو مقام نقد و جرح ہونے کے باوجود معصوم عن الخطاء معرفی کرنا۔ یہ روش جہان پر علم و انصاف کا خون بھانے کے مترادف ہے وہاں پر خود صاحب قلم اپنا اعتبار کھو بیٹھتا ہے۔ لہٰذا اس موضوع پر قلم اُٹھانے سے قبل یہ تصمیم لینا ضروری ہے کہ تذکرہ کس قسم کا ہوگا: اس لیے یہاں پر اجمالاً تذکرہ نویسی کی اقسام ذکر کی جارہی ہیں

اول: تاریخی گذارش منتقل کرنا؛ یعنی جس شخصیت کے بارے میں جو کچھ لکھا جارہا ہے۔ اس کا نام، ولدیت، مقام تعلیم و تعلم، اساتذہ، آثار، خدمات، تلامذہ کتب کہیں کہیں پر ضروری توضیحات؛

دوم: تذکرہ مع تبصرہ (کبھی کبھی)؛ اس تذکرہ میں عموماً قلم روان چل رہا ہوتا ہے لیکن بعض اوقات کچھ افراد اور کچھ کتب ایسی زیر بحث آجاتی ہے جن پر صاحب قلم اثباتاً یا نفیاً تبصرہ کرتا ہے اور اپنی نظر دیتا ہے۔

سوم: تذکرہ مع تحلیل (پورے تذکرہ میں): ایک دفعہ شخصیت کے آثار و افکار کی تحلیل ہے اور ایک دفعہ شخصیت کی سماجی واجتماعی زندگی کی تحلیل ؛اور اسکے مثبت و منفی پہلوں پر نقد و بر سی ،

ان تینوں قسم کے تذکرہ نویسی کے لیے ہر ایک کی اہمیت کے پیش نظر خاص ذوق و خاص قسم کے اہل قلم کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ان تینوں قسموں میں سے قسم سوم یعنی تذکرہ مع تحلیل اچھا خاصا مشکل و درد سر ایجاد کرنے والا کام ہے۔تک نگاری کی حد تک تو اس قسم کے بعض تذکرے موجود ہیں، لیکن ابھی تک کوئی خاص تذکرہ جمع نگاری کی صورت میں اس قسم کا ہماری نظر قاصر سے نہیں گذرا۔ اور نہ ہی ایسے تذکرہ کے بارے میں شنید ہوئی ہے۔

لیکن اگر کوئی صاحب قلم اس کام کا متحمل ہو اور انصاف کے دامن کو ہاتھ سے نہ جانے دے تو ایک بہت بڑی خدمت ہے۔

البتہ قسم دوم و سوم کے تذکرے عربی ، فارسی ، اردو میں موجود ہیں۔ مثلاً نجوم السماء ، تکلمہ نجوم السماء ، تذکرہ علماء محققین ، مکارم الآثار ، فوائد رضویہ (فارسی میں) اور مطلع انوار ، تذکرہ بی بہاء (اردو میں) طبقات اعلام الشیعہ و تراجم الرجال (عربی میں) کسی حد تک ضروری توضیحات کے علاوہ تاریخی گذارش ہے۔

لیکن مفاخر اسلام ،ازآقای دوانی ، (فارسی) اعیان الشیعہ ، (عربی) تذکرہ علماء امامیہ پاکستان (اردو) تذکرہ کی قسم دوم سے تعلق رکھتے ہیں یعنی تذکرہ کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی اثباتاً و نفیاً تبصرہ بھی موجود ہے۔

یہ توضیح اس لیے ذکر کی گئی ہے کہ اگر کوئی صاحب تذکرہ نویسی میں ذوق رکھتے ہوں تو پہلے سے ہی خوب سوچ لے کہ میں نے کس قسم کا تذکرہ لکھنا ہے۔ تاکہ تعادل برقرار رہے،

دانشنامہ علماء کشمیر

جیسا کہ ہم نے عرض کیا ہے کہ تذکرہ نویسی بہت مشکل و بہت ہی اہمیت کا حامل ہے اور اس مشکل واہمیت کی توضیح بھی دے دی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ کام فقط موضوع کے اعتبار کے لحاظ سے ہی مشکل نہیں ہے۔ بلکہ اگر یہ کام پہلی مرتبہ کیا جارہا ہو۔ تو اس کی مشکلات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ان سب مشکلات کے سینے کو چر کر منزل مقصود تک کشتی کو لے جانا فقط بلند ہمت اور ارادے میں محکم افراد کا کام ہے اور اگر کام مذہب کی خدمت کے عنوان سے کیا گیا ہو تو کام بتاتا ہے کہ صاحب کام کو خدا کی ذات پر بہت بھروسا ہے۔ دانشنامہ علماء کشمیر بھی انہیں اہم کاموں میں سے ایک ہے کہ جو اپنے موضوع کے اعتبار سے پہلا کام ہے۔

لہٰذا ہزار مبارک کے مستحق ہیں ہمارے نوجوان محقق برادر سید محسن کشمیری زید عزہ کہ جنہوں نے نوجوانی کے اس عالم میں اپنی سیادت کا زندہ ثبوت دیتے ہوئے۔ ۲۰ سال کی کم عمر میں اس عظیم او رانتہائی مشکل کام کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اُٹھایا کہ جس کے سامنے بڑے بڑے شہسوار گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

اس نوجوان محقق نے کشمیر کے شیعہ علماء کے ان حالات و آثار کو کہ جو سیکڑوں کتب میں انوار پراکندہ کی طرح بکھرے پڑے تھے سالوں کی عرق ریزی کر کے جمع کیا اور بعض کو علماء کے ورثاء کے دروازے کھٹکا کھٹکا کر جمع کیا۔اور پہلی مرتبہ شیعہ علماء کا تذکرہ محققین اور عاشقین علم وعلماء کے سامنیں پیش کر کے اس خلاء کو احسن وجہ پورا کیا ہے، اس قسم کا اس طریقے سے کام احساس مسؤلیت جاننے اور توفیق الٰہی کے شمول کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

البتہ اس بات کا حقیقی فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ وہ خود کتاب کوپڑھ کر بتائیں کہ موصوف اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ خداوند کریم ہمارے اس نوجوان محقق کو مزید خدمت کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔اور ملت کے دیگر نوجوانوں کو بھی اس سید زادہ کی طرح خدمت دین کرنے کا جذبہ عنایت ہو۔

مقام شکر ہے کہ خداوند کریم نے علماء کشمیر کے اس تذکرہ کو چھاپنے کا موقع مرکز احیاء آثار بر صغیر کو نصیب فرمایا ہے،

مرکز احیاء آثار بر صغیر بہ روز ولادیت باسعادت دختر پیغمبر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ۲۰ جمادی الثانی، ۱۴۳۲ھ ـ ق کو رسمی طور پر وجود میں آیا ہے۔ جس کا اساسی ترین ہدف بر صغیر کے محسنان اسلام کے آثار کو زندہ کرنا ہے۔ یہ احیاء چند طریقوں سے ممکن ہے۔ جن میں سے چاپ کتب، اہم ترین طریقہ ہے، چاپ کتب کے حوالہ سے بزرگ مرحوم علماء اعلام کی مذہبی کتب کو اولویت ہے۔

البتہ اگر کتاب تذکرہ یا فہرست کتب کے عنوان سے ہو تو پھر زندہ اور مرحوم کی قید نہیں ہے۔ باالفاظ دیگر زندہ شخصیات میں سے فقط ان کی کتب یہ مرکز نشر کرے گا کہ جو تذکرہ یا فہرست کے عنوان سے تحریر کی جائیں گی اور باقی مذہبی موضوعات میں سے فقط مرحوم علماء اعلام کی اہم ترین مذہبی کتب کو اولویت ہو گی۔ دانشنامہ علماء کشمیر اسی راستے پر پہلا قدم ہے۔ اور اس سلسلہ میں ہم تمام اہل قلم سے اپیل کرتے ہیں کہ اپنے وطن اپنے علاقہ اپنے اساتذہ حتیٰ اپنے خاندان یا اپنے ابا واجداد کے حالات زندگی (اگر ان کا تعلق علماء شیعہ سے ہو) اور اسی طرح انکی کتب کی معرفی پر مشتمل کتب ورسایل تحریر فرما کر دنیا کے سامنے انہیں اور انکے آثار کو زندہ کریں، اگرچہ خدا کی بارگاہ میں وہ زندہ ہیں، یہ مرکز آپکی اس جیسی کاوش کو چاپ کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے حاضر ہے، بشرط کہ آپکی یہ کاوش مستدل ومستند ہو،

السلام علیکم

الاحقر الفانی طاہر عباس اعوان

مسؤل مرکز احیاء آثار بر صغیر (مآب)

تقریظ

آیت اللہ استاد سید مرتضیٰ رضوی کشمیری دام ظلہ صاحب ''مع رجال الفکر فی القاھرہ''

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام علي اشرف الانبياء محمد بن عبدالله خاتم النبيين.

و بعد فقد اطلعني الاخ الفاضل السيد محسن الحسيني الكشميرى حفظه الله و ابقاه و من جميع الشرور وقاه علي كتابه القيم و اثره الخالد المسمي به دانشنامه شيعه در كشمير اسال الله ان يحفظه و يرعاه انشاء الله.

حرره الاقل الاحقر

السيد مر تضي الرضوى عفي عنه

في اليوم الخامس و العشرين

من شهر ربيع الاول ١٤٣١ هجرى

تقریظ

محترمی سید محسن حسینی کشمیری کی کتاب "دانشنامہ تشیع در کشمیر" جلد اول دیکھنے کا اتفاق ہوا ان حروف کا راقم چونکہ خود تذکرہ نویس ہے اور اُن مشکلات سے واقف ہے جو اس سلسلے میں اُٹھانی پڑتی ہیں۔ اس نوجوان نے اس کام کو جس عقیدت اور تحقیق کے ساتھ کیا ہے، قابل ذکر ہے اس کتاب میں ۲۳۶ علماء کے حالات اور ان کے آثار انتہائی محنت اور تحقیق کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں اور اس علاقے کے حوالے سے کام کرنے والے محققین کی مشکلات کو آسان کر دیا ہے۔

اللہ سبحانہ تعالی طول عمر عنایت فرمائے اور مزید کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائے میں خود بھی اس طرز کے کام کرنے والوں کا خادم ہوں۔

سید حسین عارف نقوی

حال وارد قم (ایران)

۳۰ جون ۲۰۱۰۔

پیش لفظ

جسٹس حکیم امتیاز حسین صاحب

مجھے خوشی ہے کہ سید محسن ہمدانی نے علمائے امامیہ کشمیر پر تحقیقی مواد جمع کیا ہے اور اب اسے تذکرہ کی شکل دے کر شائع کرنے جا رہے ہیں۔ یہ کتاب اُن عظیم ہستیوں کو ایک خراج ہے جنہوں نے نہایت ہی نامساعد حالات میں اس وادی میں دین حق کا چراغ روشن کیا اور پھر اپنے لہو سے اس کے لُو کی حفاظت کی۔ محسن صاحب خداداد صلاحیت کے مالک ہیں، جس کا ثبوت انہوں نے یہ عظیم تحقیقی کام انجام دیکر فراہم کیا۔ کیونکہ فن تاریخ نویسی بڑی عرق ریزی، وسیع مطالعہ اور بے پناہ تحقیقی کا تقاضہ کرتی ہے۔

یہ تو عام تاریخ نویسی کا حال ہے مگر اس کے مقابلہ میں دینی عمائدین واکابرین، قائدین و مصلحین کا تذکرہ لکھنا نہایت ہی مشکل کام ہے۔ لیکن مبارکباد کے مستحق ہیں محسن صاحب، کہ جس کام کا صدیوں سے انتظار تھا وہ اس نوجوان محقق نے نہایت ہی جانفشانی اور قابلیت سے کر ڈالا۔ ہمارے ہاں جہاں تخلیق و تحقیق کا فقدان ہے وہاں مصنف کا ایک انتہائی مقدس سلسلہ کی تاریخ اور تذکرہ قلمبند کرنا ایک قابل فخر کارنامہ ہے۔

اس کتاب میں قریب ۲۰۰ مبلغین، علماء و فقہاء کا مختصر تعارف دیا گیا ہے۔ اس کی ترتیب وتدوین میں جو انداز اپنایا گیا ہے اُسے دیکھ کر قاری محسن صاحب کی محنت، تحقیق اور فن تاریخ پر ان کی گرفت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے گا۔

مجھے امید ہے کہ یہ کتاب عالم اسلام خصوصاً مومنین کشمیر کے لیے بیش قیمتی تحفہ ثابت ہو گی۔ یہ کتاب نہ صرف ہماری معلومات میں بیش بہا اضافہ کرتی ہے بلکہ مزید جستجو اور مطالعہ کا شوق بھی پیدا کرتی ہے۔خداوند علیم و حکیم اس تحفہ کو قبول فرمایئے اور محسن صاحب کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمایئے اور انہیں ایسی متعدد تصانیف کو منظر عام لانے کی سعادت عطا فرمایئے۔

این دعا از من و از جمله جهان امین باد

جسٹس حکیم امتیاز حسین

۲۰ جون ۲۰۰۹ء

پیش سخن

الحمد لله الذی رفع درجات العلماء حتیٰ فضل مدادهم علي دماء الشهداء

والصلوٰة والسلام علي سيد المرسلين و علي آله الطاهرين و صحبه المنتجبين.

وبعد: یہ بات اب تک تشنہ تحقیق ہے کہ کشمیر میں شیعیت کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟ لیکن یہ طے ہے کہ علامہ سید شرف الدین موسوی (م ۷۲۷ھ) کے ورود کے بعد ہی یہاں مذہب اہل بیت پھلنے اور پھولنے لگا۔ ایرانی علماء کی ایک کثیر تعداد نے نہایت ہی محنت اور جانفشانی سے کشمیر کی فضائیں ائمہ طاہرین کی خوشبو سے معطر کردیں۔ برصغیر کے شیعہ علماء کی تعریف کرتے ہوئے ایک اہل سنت مورخ رقمطراز ہیں:

ہماری علمی اور ادبی زندگی میں شیعہ حضرات کا حصہ ان کی تناسب تعداد سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کی ایک وجہ تو اس فرقے میں کثرت سے ایسے (سادات یا ایرانی النسل) اعلیٰ خاندانوں کی شمولیت ہے، جنہوں نے ہر میدان میں ایک معیار پیش نظر رکھا۔

دوسرے چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے شیعہ حضرات کی عقیدت و محبت ایک مذہبی فریضہ کی صورت اختیار کرلیتی ہے اور اہل علم کا خاص احترام ہوتا ہے۔[1] جی ہاں! ہمارے علماء نے علوم اسلامی کی حفاظت اور نشر و اشاعت میں جو شاندار کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج تک ہمارے وطن کے شیعہ علماء کا مستقل تذکرہ منظر عام پر نہ آسکا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اُن کے تمام کارنامے پردہ خفا میں پڑے رہے۔

کشمیر میں سیاسی حالات کے پیش نظر اگر ہمارے اسلاف اپنی تاریخ مرتب نہ بھی کرسکے تو باعث تعجب نہیں۔ لیکن یہ بھی درست نہیں کہ انہوں نے اس سلسلہ میں کوئی کوشش ہی نہ کی۔ تاریخ ہمیں

---

[1]۔ رود کوثر، ص ۶۱۹۔۶۲۰۔

کشمیر کے شیعہ علماء کے متعلق ایک تذکرہ کا پتہ دیتی ہے جو ”جواہر العلماء“[1] کے نام سے موسوم ہے۔ لیکن اس پر اسمش معلوم و جسمش معدوم کا قول صادق آتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس موضوع پر اور بھی کئی کتابیں لکھی جاچکی ہوں لیکن سر دست ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اور ہوتا بھی کیسے جب ہمارے بزرگوں کو جلاوطنی، آتشزدگی اور غارتگری کا سامنا رہا ہے۔ ایسے پُر آشوب حالات میں ہمارے کتنے ہی کتب خانے آگ اور لوٹ کھسوٹ کی نذر ہوئے ہوں گے۔

آج سے تقریباً چالیس سال قبل ایک ہوشمند شخصیت مرحوم حکیم غلام صفدر ہمدانی صاحب اس کام کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے تاریخ شیعیان کشمیر تحریر فرما کر قوم پر احسان فرمایا، مگر مآخذ و ذرائع کے فقدان کے سبب موصوف ان علماء کا حق ادا نہ کر سکے جنہوں نے سیاسی، سماجی، مذہبی، فنی، ادبی، علمی اور معاشی اعتبار سے نہ فقط کشمیر کو مستحکم بنانے میں عظیم کارنامے انجام دیئے بلکہ بیرون کشمیر بھی مذہب اہل بیت کی تبلیغ اور بقاء کے لیے جد و جہد کرتے رہے۔ لیکن ہمدانی صاحب کا یہ قدم بہت ہی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اگر وہ بروقت اپنے قلم کو جنبش نہ دیتے تو ہمارے ہاتھ اس وقت خالی ہوتے۔ اب زمانہ بدل چکا ہے۔ ہمیں اپنی سرزمین پر تراث اہل بیت کی نگہداشت کے لیے کمربستہ ہونا چاہیے۔ اس میراث کی حفاظت کرنا عین واجب ہے اور یہ ذمہ داری علماء اور عوام دونوں طبقوں پر عائد ہوتی ہے۔ اگر ہم خدانخواستہ دور حاضر میں بھی خواب خرگوش میں محو رہے تو مستقبل میں ہم کف افسوس ملتے رہیں گے اور ہمارے اخلاف کو ذلت اور پشیمانی کے سوا کچھ نصیب نہ ہوگا۔

راقم ابھی لڑکپن کی منزلیں ہی طے کر رہا تھا کہ دل میں تمنا ہوئی اے کاش! تذکرہ علمائے شیعہ کشمیر مرتب ہوتا۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ میرے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ کیوں نہ میں ہی اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤں۔ چونکہ میں کم سن تھا اور حصول تعلیم میں مشغول تھا۔ اس لیے اس وقت نہ لکھنے کی ہمت ہوئی اور نہ ہی فرصت تھی۔ البتہ میں نے مواد جمع کرنا شروع کیا اور پھر دھیرے دھیرے لکھنا بھی شروع کر دیا۔ مآخذ کی تلاش و جستجو میں کشمیر کے عمومی و ذاتی کتب خانے چھان مارے۔ پھر فروری ۲۰۰۷ء میں دہلی جانے کا اتفاق ہوا تو یہاں میری ملاقات مرکز نور میکرو فلم سینٹر کے سربراہ

---

[1]۔ السادۃ فی السیادۃ السادۃ، ص ۱۹۷۔

ڈاکٹر مہدی خواجہ پیری صاحب سے ہوئی۔ انہوں نے جس طرح میرا استقبال کیا، اس کے لیے میں ان کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔ پھر ان ہی کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی سے یہ کتاب لکھنے میں کامیاب ہو گیا۔

میں نے کتاب کو نو فصلوں میں ترتیب دیا ہے اور تمام علماء کے حالات کو سالہائے وفات کے مطابق جمع کیا ہے۔ فصل نہم میں ان علماء کے حالات ہیں جن کے سنوات وفات مجھے نہ مل سکے اس لیے اس فصل میں حروف تہجی کا لحاظ رکھا ہے۔ جن علماء کے حالات مجھے حاصل نہ ہو سکے۔ میں نے آغا بزرگ تہرانی نور اللہ مرقدہ کی پیروی کرتے ہوئے فقط ان کے نام لکھ دیئے ہیں تاکہ بعد میں آنے والے محققین کو اگر ان کے حالات فراہم ہو جائیں تو تکمیل کر دیں۔ میں نے تمام حالات کو معتبر مصادر سے نقل کیا ہے۔ صرف چند حالات کا ماخذ سماعی ہے۔ فقیر نے صحیح حالات کو درج کرنے میں بہت احتیاط اور دیانت سے کام لیا ہے۔ پھر بھی مجھے یقین ہے کہ کچھ خامیاں رہ گئی ہوں گی اور یہی بشریت کا تقاضا بھی ہے۔ لہٰذا اس کاوش پر نقد برای اصلاح کرنے والے ارباب فن کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ آخر پر ان تمام افراد کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کا تعاون کتاب لکھنے کے دوران مجھے حاصل رہا۔ اُمید کرتا ہوں کہ پروردگار میری اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے گا۔ آمین۔

حسن آباد، سرینگر کشمیر
خادم علوم اہلبیت
شنبہ/ ۴ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ
سید محسن کشمیری
۲۲ دسمبر ۲۰۰۹ء
E-mail:syedalkashmiri@gmail.com

فصل اوّل

آٹھویں صدی ہجری کے علماء

﴿۱﴾

سید شرف الدین موسوی

(م ۷۲۷ھ)

السيد شرف الدين الموسوي الملقب به بلبل شاه بن امين الدين جبرئيل بن محمد صالح بن قطب الدين بن صلاح الدين الرشيد بن محمد الحافظ بن عوض الخواص بن فيروز شاه زرين كلاه بن شرف شاه بن تاج الدين حسن بن محمد بن مجد الدين ابراهيم بن جعفر بن محمد بن اسماعيل بن محمد بن احمد الاعرابي بن محمد بن قاسم بن السيد حمزه بن الامام موسيٰ بن جعفر عليهم السلام.

سید شرف الدین موسوی بلبل شاہ کے لقب سے معروف ہیں۔ بعض تذکروں میں ان کا نام عبد الرحمٰن بھی لکھا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ان کے بارے میں ہمارے پاس زیادہ اطلاعات نہیں ہیں۔ محققین آپ کے بارے میں زبردست اختلافات کے شکار ہوئے ہیں۔ بعض قلمکاروں نے انہیں شاہ نعمت اللہ ولی کا مرید بتلایا ہے تو بعض نے شہاب الدین سہروردی کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔ لیکن یہ دونوں بیانات اس لیے قابل اعتبار نہیں کیونکہ شہاب الدین سہروردی کا انتقال ۶۳۲ھ میں ہوا ہے اور شاہ نعمت اللہ ولی کی پیدائش ۷۳۱ھ میں ہوئی ہے۔

مستند و معتبر مشجرات[1] سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ قطب الاقطاب شیخ صفی الدین اردبیلی (م۷۳۵ھ) کے بڑے بھائی تھے۔ آپ صوری و معنوی علوم و فنون میں باکمال، زہد و تقویٰ میں نادرہ روزگار اور عبادت و ریاضت میں بے مثال تھے۔ مؤرخین کشمیر متفق ہیں کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے کشمیر میں اسلام کا پرچم لہرایا اور ہماری سر زمین کو دین ناب محمدیﷺ کی ضیاء پاشیوں سے روشن کر دیا اور اس طرح یہاں مذہب اہل بیت علیہم السلام کی بنیاد پڑی۔

موصوف رینچن شاہ کے عہد حکومت میں وسط ایشیاء سے وارد کشمیر ہوئے۔ رینچن شاہ جو ظاہری طور پر بدھ مت کا پیروکار تھا، نے سید شرف الدین کے ہاتھوں اسلام قبول کیا اور صدر الدین کے نام سے موسوم ہوا۔ سلطان صدر الدین نے کشمیر کی سر زمین پر پہلی مسجد عالی کدل کے نزدیک تعمیر کی جواب رینٹن مسجد کے نام سے محکمہ آثار قدیمہ کے قبضے میں ہے۔

اس نے اپنے مرشد کے لیے دریائے جہلم کے کنارے خانقاہ بھی تعمیر کروائی اور اس جگہ کا نام بعد میں علامہ سید شرف الدین کے لقب پر "بلبل لنکر" پڑا۔ محلّہ بلبل لنکر (سرینگر) میں آج تک اس خانقاہ کے آثار باقی ہیں۔ سید شرف الدین نے ۷رجب ۷۲۷ھ (۱۳۲۷ء) کو انتقال فرمایا اور اپنی خانقاہ کے نزدیک سپرد خاک ہوئے۔ آپ کے مرقد پر ایک خوبصورت روضہ تعمیر کیا گیا ہے۔ آپ لاولد تھے۔

نوٹ: آپ کے مفصل حالات مفتی محمد سعادت نے ایک الگ رسالے میں تحریر فرمائے ہیں جو بلبل شاہ کے نام سے ۱۹۴۱ء میں طبع ہوا ہے۔[2]

---

[1]۔ رجوع کریں: الشجرۃ الطیبہ، ج ۲، ص ۵، فصل الخطاب فی جواب مشاکیک الانساب، ص ۹۔

[2]۔ شیعیان کشمیر، ص ۹؛ مختصر تاریخ کشمیر، ص ۱۱۲؛ واقعات کشمیر، ص ۷۷۔۱۸۲؛ تاریخ حسن، ج ۳، ص ۴۔۷؛ کحل الجواہر، ص ۱۵، نزہۃ الخواطر، ج ۲، ص ۴۹؛ راج ترنگنی ، ج ۲، ص ۵۶۱۔ ۵۶۲۔

﴿۲﴾

سید تاج الدین حسینی ہمدانی

(بعد ۷۷۸ھ)

السيد تاج الدين بن الامير السيد حسن بن السيد محمد الثالث بن السيد علي بن السيد يوسف بن السيد محب بن السيد محمد الثاني بن السيد جعفر بن السيد عبد الله بن السيد محمد الاول بن السيد علي بن السيد حسن المحدث بن حسين الاصغر بن الامام زين العابدين بن الامام حسين عليهم السلام

سید تاج الدین امیر الامراء سید حسن ہمدانی کے فرزند اکبر اور عارف زمان امیر سید محمد ہمدانی کے پوتے تھے۔ امیر سید شہاب الدین آپ کے عم محترم اور میر سید علی حسینی ہمدانی المعروف بہ شاہ ہمدان چچا زاد بھائی تھے۔ آپ کے ابتدائی حالات گوشہ اخفاء میں ہیں لیکن اس سے آپ کی عظمت واہمیت اور شان وشوکت میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اکثر تاریخی اشخاص اور اولیائے خدا کا یہی حال ہے۔ البتہ کشمیر کی قدیم تاریخوں میں آپ کا ذکر ضرور ملتا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی کتاب میں آپ کی مکمل سوانح حیات پر روشنی ڈالی گئی ہو مگر ابھی تک ہماری نظر سے ایسا کوئی تذکرہ نہیں گذرا ہے۔

بہر حال آپ کے زمانہ پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت ۷۲۰ھ کے قریب شہر ہمدان میں ہوئی تھی۔ ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی جیسا کہ اس زمانے میں دستور تھا۔ کتابوں اور اُستادوں سے قبل اہل خانہ نمونہ عمل تھے کیونکہ ایران کے مشہور شہر ہمدان میں آپ کا خانوادہ نہ صرف سیادت، شرافت، علم اور عمل کے لیے مشہور تھا بلکہ سیاست اور شجاعت بھی اس خاندان کو ورثہ میں ملی تھی۔ سید تاج الدین اور سید علی ہمدانی سے تقریباً اڑھائی سو سال پہلے علاقہ خاقانی نے آپ کے خانوادہ کی تمجید وتوصیف میں کہا تھا۔

اي بمواقف سعادت — آن شارع شرع و جاده جود

جنات حيات بخش سادات — آن سدره نماي سدره مخضود

آن اوج جلال و مرکز جاه — آن افسر گوهر نبوت

وان مضمر بسير و مربط ماه — و ان گوهر افسر فتوت

و ان پاک سلاله جلالت — وين قطب کليد دين و داداست

آن صلب شجاعت و رسالت — بر مادر آسمان گشاده است

سید تاج الدین کی حیرت انگیز فعالیت اور ان کے کارنامے دیکھ کر اس بات میں شبہ نہیں رہتا کہ آپ تمام علمی مدارج طے کر کے ایک بلند مقام پر فائز ہو کر علمی، فکری اور معنوی حیثیت کے حامل قرار پائے تھے۔ آپ کے برجستہ تلامذہ میں سے سید مسعود ولی کامل اور فقیہ عصر تھے۔ اپنے اُستاد کے حکم سے کئی ملکوں کے تبلیغی دورے کر چکے تھے اور ۷۶۱ھ میں کشمیر تشریف لائے۔

ان دنوں کشمیر کے بادشاہ سلطان شہاب الدین کا بیٹا مرزا حسن خناق کی بیماری کی وجہ سے قریب المرگ تھا۔ مگر اس سید بزرگوار کی دعا سے پھر سے صحت مند ہو گیا۔ یہ کرامت دیکھ کر سلطان نے نہایت ہی عزت و احترام کے ساتھ انہیں یہیں ٹھہر جانے کی درخواست کی مگر سید مذکور نے دعوت سے انکار کیا کیونکہ اُن کے استاد ہمدان میں تھے اور ان کے لیے ممکن نہ تھا کہ ان کی خدمت سے محروم ہو جائیں۔ یہ عذر پیش کر کے انہوں نے سلطان سے وداع لینا چاہا مگر سلطان نے سید مسعود کو اُن کے استاد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اپنے آقا کے حالات و کمالات سنائے۔ یہ سنتے ہی سلطان کو ان سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہو گیا اور ایک خط ان کی خدمت میں سید مسعود کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ ہمدان پہنچتے ہی انہوں نے سلطان کے اوصاف اور حالات کشمیر بیان کر کے خط ان کے سپرد فرمایا۔

جناب سید تاج الدین نے تبلیغ اسلام اور ترویج مذہب اہل بیت علیہم السلام کے لیے عیش و عشرت اور آرام و آسائش کو ٹھوکر مار کر دشوار گذار راستوں سے وادی آنے کا فیصلہ فرمایا۔ آخر کار اپنے آبائی وطن ہمدان کو خیر باد کہہ کر کشمیر کی طرف رخت سفر باندھ لیا۔ تاریخ ورود پر یہ شعر نقل ہوا ہے۔

خرد گفت تاريخ تشريف اُو

قدم رنجه سيد نيک رو

آپ نے ۷۶۲ھ بمطابق ۱۳۶۰ء میں کشمیر ہجرت فرمائی۔ اس لحاظ سے آپ کشمیر میں مذہب شیعہ کے دوسرے مبلغ قرار پاتے ہیں۔ کیونکہ آپ سے قبل سید شرف الدین موسوی یہاں تشریف لا چکے تھے۔ جناب سید تاج الدین کے ساتھ ان کے برادر سید حسین سمنانی، رستم ہند سید حسن بہادر، سید حیدر، سید یوسف اور سید مسعود بھی تھے۔ سلطان شہاب الدین نے سید تاج الدین کا استقبال نہایت ہی گرمجوشی سے کیا۔ اطراف کشمیر کا سرسری دورہ کرنے کے بعد محلّہ شہاب الدین پورہ (نوہٹہ) سرینگر میں جس کی آبادی ساٹھ ہزار گھر تھی قیام پذیر ہوئے۔ کشف و کرامات اور خوارق و عادات سے کشمیر کے بادشاہ اور دیگر بڑے بڑے آدمیوں کے دلوں کو مسخر کیا۔

سلطان شہاب الدین بیعت کر کے مریدوں میں شامل ہوگئے اور دل و جان سے خدمت گذاری کے فرائض انجام دیتے رہے۔ مفتی محمد سعادت صاحب لکھتے ہیں کہ سرزمین ہذا کی فرحت بخش آب و ہوا باغ و فضا اور یہاں کی اعتدال پسند حکومت نے یہاں ایک اثر پیدا کر لیا۔ جناب سید تاج الدین غریب الوطن بزرگ نے سرزمین ھذا میں توقف فرمایا اور ملکی باشندہ بن گئے۔ اپنے قدیمی وطن ہمدان کا نام بھی آپ نے دوبارہ زبان پر نہیں لایا۔

سلطان نے سید تاج الدین کی رہائش کے لیے اپنے محل کے متصل شہاب الدین پورہ (نوہٹہ) ہی میں ایک عمدہ مکان تعمیر کروایا اور اُن کے خادموں کے لیے ایک بڑی خانقاہ بھی تعمیر کی اور ناگام کا پرگنہ آپ کی خانقاہ کے خدام کے اخراجات کے لیے وقف کر دیا۔ جناب سید تاج الدین نے اس مدرسہ اسلامی یعنی خانقاہ میں باقاعدگی کے ساتھ درس وتدریس کا آغاز کر دیا اور یہیں سے مذہب تشیع کشمیر میں پروان چڑھا۔ مگر افسوس کہ چکوں کے عہد میں یہ خانقاہ ویران ہوگئی۔ اور پھر اس عظیم علمی، ثقافتی اور تبلیغی مرکز کی نسبت محکمہ آثار قدیمہ کی چشم پوشی بھی قابل افسوس ہے۔ آقا سید تاج الدین نے وہاں پر ایک جامع مسجد بھی تعمیر کروائی تھی جس کے آثار کچھ زمانہ پہلے تک باقی تھے۔ حال ہی میں وہاں نئی مسجد آقا سید تاج الدین ہمدانی کے نام سے تعمیر کی گئی ہے۔

آپ کی فہم و فراست اور سیاسی بصیرت کو دیکھ کر سلطان شہاب الدین سلطنت کے اہم کام آپ کے مشورے کے مطابق انجام دینے لگا۔ مقدمات کی سماعت، فیصلوں، ملکی لڑائیوں اور مصالحتوں میں انہیں

شامل رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کی صحبت کے بغیر بادشاہ کو ایک لمحہ بھی چین نہ ملتا تھا۔ صاحب "اخبار السادات" رقمطراز ہیں کہ انہوں نے دربار شاہی میں مخصوص رکنیت حاصل کی اور شاہی دربار میں اکثر حاضر رہتے تھے۔ ملکی انتظامات میں تدبر حکمت عملی سے کام لے کر مشورے دیتے رہے۔ مشورے بھی نہایت ہی موثر اور فائدہ بخش ثابت ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ سلطان شہاب الدین خود یہ کہتا تھا کہ اگر جناب سید میری معاونت نہ فرماتے تو میں اتنے ممالک بلاد کا قبضہ حاصل نہ کرتا۔ رفتہ رفتہ سید تاج الدین کی شہرت دور دور تک ہو گئی اور ہزاروں افراد ان کے حلقہ بگوش ہوگئے اور انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محلّہ شہاب الدین پورہ میں ہر طرف شیعہ آباد ہوگئے۔

میر سید تاج الدین کی خدمات کا احاطہ کرنا اگرچہ ناممکن نہیں مگر مشکل ضرور ہے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے اس ملک میں شیعیت کے اُس درخت کو ہرا بھرا کر دیا جو سید شرف الدین موسوی نے بویا تھا۔ اپنے خون سے اس کی آبیاری کی اور تقریباً پندرہ سال دن رات تبلیغ اور کئی دوسرے اہم کاموں میں صرف کئے۔ آپ اہل نور و ایمان مجاہد اکبر اور بیدار محافظ تھے۔ اس میں شک نہیں کہ آپ اور آپ کے اصحاب نے کشمیر میں آکر دین ناب محمدیﷺ کو روشن کر دیا اور جگہ جگہ خانقاہوں اور مدارس کی بنیاد ڈالی۔ ان کی بے پناہ کوشش، محنت اور جدوجہد سے کشمیری عوام نے مذہب اہل بیت علیہم السلام قبول کیا۔ سید تاج الدین غیر معمولی ذہانت و قابلیت، شجاعت و جواں مردی، سیاسی بصیرت اور اپنی شان و شوکت کے لیے ضرب المثل تھے۔ بزرگ علماء، مورخین اور شعراء آپ کے بارے میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

ملا احمد خطیب کشمیری لکھتے ہیں:

> السید تاج الدین قدس الله سره کان من اکابر الاولیاء و اعاظم المرشدین صاحب الاحوال والمقامات والریاضات والمجاهدات والمکاشفات والمعانیات والتجلیات الاسرار البینة والانوار الروحانیه- وهو عالم بعلوم الظاهر و عارف بمعارف الباطن ومن ارباب الکملات الصوریة والمعنویة وله في اجد الفرسة و

كثيرة والكرامة والجفاني والتوحيد والكشف والنشور والمعرفة والولاية واهمة والعرة و تصرف القلوب

ملا احمد بن عبد الصبور جناب سید تاج الدین کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

در عبادت بود یکتائي زمان
شد بوصف حال اُو عاجز زبان

علامہ سید محمد متولی نے عقیدت کے پھول یوں برسائے ہیں:

پدر اُو بدست تاج الدین — هدي اولياء راه يقين
سيد و آل حيدري بوده — سر بدرگاه حق همي سوده
هفت حج كرده است باصدق پاك — مجتهد بود در گهش چالاك
تاج پيغمبرﷺ اُو بياورده — گوي نيكي جمله اُو برده
هم مصلاي حيدر اُو آورد — از جهان كفر را بگردون سرد
از مدينه چو آوريده كلاه — فتح دادش بهر ديار اله
چونكه افسر رسيد در كشمير — ملك بگرفت تختگاه سرير
گشت ازان شاهش مبارك فال — شاه شاهان شدند بهرحال

تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے کشمیری عوام کو نہ صرف اسلامیات و مذہبات کے لحاظ سے بلکہ سیاسیات و ملکی اصلاحات اور معاشیات کے اعتبار سے بھی حساس بنایا۔ انہوں نے بڑی حد تک یہاں فرہنگ ایرانی کی نشر و اشاعت بھی کی۔ ان کی گوناگوں علمی، اعتقادی، اخلاقی، سیاسی، سماجی اور ادبی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتاہے۔ فارسی تو ان کی مادری زبان تھی ہی مگر عربی زبان و ادب پر بھی انہیں بڑی قدرت حاصل تھی۔ اتنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود بھی یہ سید بزرگوار تحقیق کے میدان سے فرار نہیں ہوئے۔ مگر افسوس صد افسوس ان کے سارے قلمی آثار حوادث کے نظر ہوگئے۔

مسلمانان کشمیر پر مصیبت کا پہاڑ اس وقت ٹوٹ پڑا جب ان کے عظیم محسن سید تاج الدین پر بیماری کے آثار نمایاں ہوگئے۔ اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ نے ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر کے بلندی کی

طرف سفر شروع کر دیا۔ اور آپ کو اپنی ہی خانقاہ کے قریب شہاب الدین پورہ (نوہٹہ) سرینگر میں سپرد خاک کیا گیا۔[1]

یہ مقبرہ آج بھی مرجع ہر خاص و عام ہے لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں اور ۱۳ رجب یہاں خصوصی تقریب ہوتی ہے۔ آپ کے ساتھ آپ کی شریک حیات، فرزند، رفقائ، اصحاب اور احفاد بھی دفن ہیں۔

اولاد

آپ کی نسل آپ کے فرزند ارجمند سید حسن بہادر سے آگے بڑھی اور ان کے اولاد سادات حسینی ہمدانی کے نام سے نہ صرف وادی میں بلکہ بیرون ملک بھی آباد ہیں۔ حقیر نے ان کے اولاد و احفاد کا شجرہ نسب کتاب "الحبل المتین فی انساب السادة المنتجبین" کے جُز اول میں ترتیب دیا ہے۔ یہ کتاب ۱۴۲۶ھ میں امریکا میں چھپ چکی ہے۔

آثار

۱۔ سراج در بیان عقائد شیعہ۔ غیر مطبوعہ (۱)

---

[1]۔ آقا سید تاج الدین کا سال وفات ہمیں معلوم نہ ہو سکا البتہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ۷۸۰ھ سے پہلے رحلت فرمائی ہے۔ ڈاکٹر سید کرامت حسن صاحب نے مقدمہ السبعین ص ۲۹ میں بحوالہ "خوارق السالکین" ان کا سال وفات اس شعر سے اخذ کیا ہے۔

خامه وصل شد شاه شهاب الدین

زد رقم بوده امام تارکین

۷۸۰

مگر یہ صحیح نہیں انہیں اشتباہ ہوا ہے۔ اس سے سلطان کا سنہ وفات نکلتا ہے نہ کہ سید تاج الدین کا جیسا کہ الفاظ سے واضح ہے۔ مزید وضاحت کے لیے ملاحظہ فرمایئے خوارق السالکین، ص ۵۔

﴿۳﴾

میر سید علی حسینی ہمدانی

(۷۸۶ھ)

السيد علي بن السيد شهاب الدين بن السيد محمد بن السيد علي بن السيد يوسف بن السيد محمد بن السيد جعفر بن السيد عبد الله بن السيد محمد بن السيد علي بن السيد حسن المحدث بن حسين الاصغربن الامام علي بن الحسين عليهم السلام

آپ کا اسم گرامی علی اور امیر کبیر، شاہ ہمدان، علی ثانی اور بانی مسلمانی جیسے القاب سے انہیں یاد کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے بعض اشعار میں اپنا نام بطور تخلص بھی استعمال کیا ہے البتہ اکثر اشعار میں ''علايي'' تخلص کرتے تھے۔ شاہ ہمدان کے والد سید شہاب الدین ہمدان میں حکومت کے کسی اہم منصب پر فائز تھے اور والدہ سیدہ فاطمہ تھیں جن کا سلسلہ نسب ستارہویں واسطہ سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاملتا ہے۔

میر ہمدانی کی ولادت باسعادت بروز دوشنبہ ۱۲رجب ۷۱۴ھ (۲۲ اکتوبر ۱۳۲۴ء) کو ہمدان میں ہوئی۔ انہیں اپنے والد کے کام کاج میں کوئی دلچسپی نہ تھی اور بچپن سے ہی علم و عمل کی طرف راغب تھے۔ ان کے ماموں سید علاء الدین نے انہیں اپنی آغوش تربیت میں لے لیا اور بہت کم سنی میں انہوں نے پورا قرآن حفظ کیا۔ بارہ سال تک خال محترم کے فیضان سے مستفید ہوتے رہے اور صرف بارہ سال کے سن میں ہی مروجہ اور دینی علوم میں پوری مہارت حاصل کر چکے تھے۔ اس کے بعد شیخ محمود مزدقانی

---

[۱] مشجرات سادات ہمدانیہ؛ مقدمہ چہل اسرار ص ۴۳؛ تذکرہ اولیائے کشمیر ص۸؛ تاریخ سید علی ص۱؛ اخبار السادات ص ۱۳۔۱۵؛ مجالس المومنین جلد ۲ ص۱۵۱۔۱۵۲؛ فتحات الکبرویۃ ص۲۳۱؛ سلسلۃ المشائخین ص ۶۴؛ خوارق السالکین ص۵؛ تحفۃ المجالس ص ۳۲؛ مروج اسلام در کشمیر ص ۶۸؛ رشحات کوثر ص۲۱۔

(م۷۶۶ھ) کی خدمت میں آئے اور ان کے محضر سے استفادہ کیا۔ پھر دو برس تک شیخ تقی الدین علی دوستی (م۷۲۲ھ یا ۷۳۴ھ) سے طریقت کی تعلیم پائی اور معرفت وشہود کے مشعل کو روشن کیا۔ ان کی وفات کے بعد پھر سے شیخ محمود مزدقانی کی شاگردی اختیار فرمائی اور ان ہی کے فرمان سے تین دفعہ دنیا کی سیر فرمائی۔ پہلی مرتبہ شہروں کی دوسری دفعہ قریہ قریہ اور تیسری دفعہ گھر گھر کی۔

چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں "سہ بار از مشرق تا بمغرب سفر کردم" آپ نے بارہ مرتبہ فریضہ حج بھی انجام دیا اور دنیا کے مختلف شہروں میں جاکر تبلیغ و تلقین فرمائی اور شمع ہدایت کو روشن کیا۔ ان شہروں میں مزدقان، بلخ، بخارا، بدخشان، ختا، ختلان، بغداد، ماوراء النہر، شیراز، اردبیل، مشہد، شام، سراندیپ، ترکستان اور کشمیر قابل ذکر ہیں۔

آپ نے سیر وسیاحت کا آغاز حدوداً ۷۳۳ھ میں کیا جب آپ بیس سال کے تھے اور ۷۵۳ھ میں یہ سفر انجام پذیر ہوا اور ان بیس سالوں میں فقط سفر میں مصروف رہے۔ اس دوران آپ کو پے در پے مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ جیسا کہ آپ خود بیان فرماتے ہیں کہ سفر و حضر میں مجھے لاتعداد مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا اور ان میں سے بعض نام نہاد علماء اور بعض ملوک وامراء کے باعث تھیں اور ہوسکتا ہے کہ بعض ہمارے نفس کی برائیوں کی وجہ سے ہوں۔ یہ مصائب خدا کی جانب سے ہمارے لیے عطا تھی اگرچہ بلا کی صورت میں نازل ہوئیں۔ آپ نے ترویج اسلام کے لیے جو پیغمبرانہ کردار ادا کیا اس کے لیے انہیں بہت زحمت برداشت کرنی پڑی، چنانچہ ایک مرتبہ ایام سفر میں ایک سو ستر دن کچھ نہ کھایا۔ سفر حج کے دوران اٹھائیس روز فاقہ رہے اور سات سال ایک ہی کرتہ پہنا۔

اس کے علاوہ ان کی جان بھی محفوظ نہ تھی۔ حق بات کہنے پر بعض ملا حضرات نے انہیں شربت میں زہر دے کر پلایا اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ہلاکت سے محفوظ رکھا مگر اس زہر کا اثر تازیست باقی رہا۔ ۷۵۳ھ میں جب سفر تمام کرچکے تو اپنے وطن ہمدان لوٹ کر رشتہ ازدواج میں بندھ گئے۔ ۷۷۳ھ تک زیادہ تر اپنے وطن میں رہے جہاں علماء کی تربیت سالکان حقیقت کی راہنمائی میں مصروف تھے اور کئی اہم موضوعات پر گرانبہا تالیفات قلمبند کیں۔ اسی زمانہ میں آپ نے ختلان میں آمد و رفت شروع کی تھی گویا علوم روحانیت کا سرچشمہ ھمدان سے ختلان تک عوام کو فیض یاب کر رہا تھا۔ میر ھمدانی نے اپنے آبائی وطن

میں مسجد اور ایک بڑی خانقاہ بھی بنوائی تھی۔ جہاں وہ عبادت و ریاضت وعظ و نصیحت اور درس دیتے تھے۔

میر ہمدانی اپنی زندگی کے آخری سال یعنی ۷۸۵ھ میں صرف ایک مرتبہ [1] سات سو ہنرمندان ایران کے ساتھ کشمیر تشریف لائے۔ آپ کا یہ سفر تاریخ کشمیر میں زبردست اہمیت رکھتا ہے۔ اس دور کے حاکم کشمیر سلطان قطب الدین نے تشریف آوری کی تاریخ یوں لکھی ہے۔

چون آمد آن شه ملک ولایت — گرفت کشمیر از اسلام رایت

بگفتند از که یافته تربیت این ملک — گفتم "از آن شاه هدایت"

سرینگر کے نزدیک ان کی آمد کی خبر جب سلطان کو ہوئی تو اس نے اپنے سرکاری عہدہ داروں کے ہمراہ میر ہمدانی کا پرتپاک استقبال کیا۔ آپ نے علاؤالدین پورہ کی ایک سرائے میں قیام کیا۔ دریائے بھت کے کنارے نماز پنجگانہ کے لیے ایک چبوترہ بنوایا اور جماعت میں قطب الدین بھی شامل ہوتا تھا۔ بعد میں اسی جگہ پر ان کے فرزند میر سید محمد ھمدانی نے خانقاہ بنوائی جو آج پوری دنیا میں "خانقاہ معلیٰ" کے نام سے مشہور ہے۔

میر سید علی نے جس نہج اور منظّم طریقہ پر کشمیر میں تبلیغی کام انجام دیئے وہ اور کوئی مبلغ نہ کر سکا اگرچہ ان کو نہایت ہی مختصر وقت ملا۔ ہاں فقط میر شمس الدین عراقی (م۹۳۲) نے بعد میں ان ہی کی پیروی کرتے ہوئے اسی طریقے پر تبلیغ اسلام میں شاندار کردار ادا کیا۔ چونکہ میر ہمدانی کے بعض عزیز و اقارب میر سید تاج الدین کی سربراہی میں پہلے ہی کشمیر میں آباد ہو چکے تھے۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ

---

[1] اس کی تائید حسب ذیل تواریخ سے ہوتی ہے: ۱۔ تاریخ کشمیر، سید علی؛ ۲۔ تاریخ رشیدی، مرزا حیدر؛ ۳۔ خوارق السالکین، ہادی بن عبد الصبور؛ ۴۔ بہارستان شاہی، نامعلوم؛ ۵۔ تاریخ کشمیر، حیدر ملک چاڈورہ؛ ۶۔ ہفت اقلیم، امین احمد رازی؛ ۷۔ آئین اکبری، ابوالفضل؛ ۸۔ نفحات الانس، عبد الرحمٰن جامی؛ ۹۔ تذکرہ اسرار الابرار، بابا داؤد مشکواتی؛ ۱۰۔ تاریخ حسن بیگ خاکی شیرزی؛ ۱۱۔ گوھر عالم، محمد اسلم منعمی؛ ۱۲۔ فتحات الکبرویہ، عبد الوھاب نوری؛ ۱۳۔ منقبت الجواہر، بابا حیدر بدخشی؛ ۱۴۔ تحفۃ الاحباب، محمد علی کشمیری؛ ۱۵۔ تاریخ فرشتہ، قاسم شاہ ھندو؛ ۱۶۔ خلاصۃ المناقب، نور الدین جعفر بدخشی؛ ۱۷۔ خلاصۃ التواریخ، مرزا سیف الدین؛ ۱۸۔ تاریخ کشمیر، نارائن کول۔ خانقاہ معلیٰ میں محفوظ وثیقہ نامہ اور وقف نامہ سے بھی یہی بات ثابت ہو جاتی ہے۔ سب سے پہلے میر ہمدانی کی کشمیر میں تین مرتبہ آمد کا ذکر خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے ۱۱۴۸ھ کو اپنی تاریخ میں کیا اور بعد کے مورخین نے اس پر بھروسہ کرتے ہوئے یہی بات دہرائی ہے۔ اگرچہ وہ مغالطہ کا شکار ہوا جس کی تفصیل لکھنا یہاں ممکن نہیں۔

انہوں نے مقدمہ کے طور پر تبلیغ کے ابتدائی مراحل کا فریضہ انجام دیا تھا اور میر ہمدانی کے لیے راستہ ہموار تھا۔ اور جب یہ سب کام انجام پایا تھا تو میر حمدانی سات سو افراد کے ہمراہ کشمیر چلے آئے۔ ان لوگوں میں اکثریت فقہاء کی تھی اور باقی ہنر مندان تھے۔ یہ تمام افراد اپنے ملک کی معاشی، سیاسی، فنی، ادبی، مذہبی، روحانی اور صنعتی تہذیب کو لے کر آئے تھے اور کشمیر کو ہر لحاظ سے مستحکم بنانے میں کافی سود مند ثابت ہوئے۔ کشمیر کا معاشرہ رسوم، طرز زندگی، زبان، لباس غرض ہر چیز میں انقلاب آگیا۔ ابریشم بافی، قالین بافی، سنگ تراشی، نقاشی، خطاطی اور معماری جیسے فنون کشمیر میں عام ہوگئے۔ بجائے سنسکرت کے فارسی اور عربی زبان میں دینی و دنیوی علوم پڑھائے جانے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے کشمیر میں فارسی زبان نے رواج پایا اور بہت جلد ایرانی تہذیب و تمدن کشمیر پر چھا گیا۔ علامہ اقبال نے کشمیر کو بالکل صحیح نام "ایران صغیر" دیا جس کے معمار میر ہمدانی ہیں چنانچہ وہ جاوید نامہ میں لکھتے ہیں:

آفرید آن مرد "ایران صغیر" | با هنرهاي غريب و دل پذير
خطه را آن شاه دریا آستین | داد علم و صنعت و تهذیب و دین

شاہ ہمدان کی تشریف آوری کے زمانہ میں اگرچہ یہاں مسلمان موجود تھے لیکن اکثریت ہندوؤں کی تھی۔ لباس طور طریقہ اور رسم و رواج میں مسلمانوں اور غیر مسلمین کے درمیان کوئی فرق نہ تھا حتیٰ کہ علاؤ الدین پورہ کے مندر میں سلطان اپنی رعایا کے ساتھ ہر صبح جاتا تھا۔ بادشاہ نے شریعت نبوی ﷺ کے خلاف دو سگی بہنوں سے شادی کی تھی۔ میر ہمدانی نے ان بدعات کو لے کر صدائے احتجاج بلند کی۔ سلطان نے فوراً بڑی بہن کو طلاق دے دی۔ علمائے ہنود سے مناظر کئے اور ہر وقت غالب آگئے۔ آپ نے اپنا کتابخانہ بھی کشمیر منتقل کیا تھا۔ سید محمد قاضی جو کہ پہلے بھی کتب خانہ کے مسؤل تھے۔ کشمیر میں بھی بدستور یہی خدمت انجام دیتے رہے۔ بعد میں یہ کتب خانہ ملا احمد کی تحویل میں دیا گیا تھا۔

علمائے نفسیات کا کہنا ہے کہ جس چیز کو بلند آواز سے پڑھا جائے وہ جلد ذہن میں محفوظ ہو جاتی ہے۔ میر ہمدانی چونکہ اکثر علوم سے واقف تھے اس لیے ممکن ہے کہ انہوں نے لوگوں کو ذہن نشین کرانے کے لیے اوراد فتحیہ بلند آواز سے پڑھنے کی عام اجازت دی تھی۔ کیونکہ اس میں وہ تمام کلمات پائے جاتے ہیں جو ایک مسلمان کو زبانی یاد رکھنا لازمی ہیں۔ اس کی ابتداء کلمہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی

اللہ" سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد استغفار اور سلامتی کے لیے دعا ہے اور پھر اقرار حق اور انکار ناحق ہے۔ پھر صفات خدا اور حمد و ثنائے باری تعالیٰ پھر عجز و انکساری اور پھر تسبیح و تحلیل۔ اس کے بعد حضرت محمد مصطفٰیﷺ کی رسالت اور امیر المؤمنین حضرت علی کی امامت و ولایت کا اعلان ہے۔ پھر خدا کے ہونے، قرآن کلام اللہ ہونے اور بارہ اماموں کی امامت کا اقرار ہے۔ پھر توحید خدا، رسالت مصطفٰی اور ولایت مرتضٰی کی شہادت ہے۔ اس کے بعد دین اسلام پر قائم رہنے اور معاد کا اقرار ہے۔ اور آخر پر مناقب پیامبر اکرمﷺ اور درود و سلام کا تحفہ محمد و آل محمد علیہم السلام کو پیش کیا گیا ہے۔[1]

میر ہمدانی کو اہلبیت طاہرین علیہم السلام سے بے پناہ عقیدت تھی البتہ یہ عقیدت نہ صرف محبت تک محدود تھی بلکہ متابعت بھی اس میں شامل تھی۔ چنانچہ موصوف خود فرماتے ہیں:

مرا از خواص و عوام اهل اسلام توفیق محبت و متابعت آل طه و یس کرامت نمود.

میر سید علی نے اپنے ساتھیوں کو کشمیر کے کونے کونے میں بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیں اور یہ بے نظیر جنت محمد و آل محمد علیہم السلام کی خوشبو سے معطر ہو جائے۔ اس طرح ان کی سعی و کوشش سے یہاں دین ناب محمدیﷺ کو بقاء حاصل ہوئی۔ عظمت اسلام کے سلسلہ میں ان کے جہاد سے کوئی بھی شخص ناآشنا نہیں۔ جناب سید علی نے پوری عمر مذہب اہل بیت کا دفاع کیا اور

---

[1]۔ واضح رہے کہ آج کل "رسالے اوراد فتحیہ" دو طرح کا موجود ہے ایک اہل سنت والجماعت کا اور دوسرا اہل تشیع کا۔ مذہب شیعہ کے مطابق اوراد فتحیہ کا سب سے قدیم نسخہ جلالی علی گڑھ میں موجود ہے جو سید عطاء اللہ ہمدانی کا تحریر کردہ ہے۔ موصوف کا سلسلہ نسب صرف چند پشتوں کے واسطہ سے میر سید علی ہمدانی تک پہنچتا ہے۔ لہٰذا ان کے نسخے کو دیگر نسخوں سے زیادہ معتبر قرار دیا جاسکتا ہے۔ علمائے شیعہ نے اس کی شرحیں بھی لکھی ہیں۔ ۱۳۹۲ھ میں یہ اوراد فتحیہ ادارہ ہمدانیہ گڈھی قصبہ جلالی ضلع علی گڑھ سے دوسری مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ اب رہی اختلاف کی بات تو تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلاف سید احمد کرمانی کی وجہ سے ہو گیا جو حنفی مذہب کے پیروکار تھے۔ انہوں نے اوراد فتحیہ کے ورد کی ممانعت کی تھی (تاریخ سید علی ص ۵۳)۔ آخر اوراد فتحیہ کے ورد پر پابندی لگانے کا کیا مطلب ہے؟ ہمیں اس کے سوا کوئی اور وجہ معلوم نہیں کہ یہ اوراد فتحیہ بطریق مذہب شیعہ تھا اسی لیے اس پر پابندی عائد کر دی گئی اور پھر بعد میں جب کرمانی صاحب نے میر ہمدانی کو خواب میں دیکھا اور انہوں نے اوراد فتحیہ کے ترک پر اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا تب جا کر انہوں نے ایک دوسرے اوراد فتحیہ کا رواج دیا جو زمانہ حاضر میں برادران اہلسنت کے یہاں رائج ہے۔

کشمیر میں سفر کے دوران مذہب شیعہ کی ترویج اور اس کے اصول کو محکم بنانے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔

آپ ۷۸۶ھ میں یہاں سے اپنے بعض رفقاء کے ہمراہ پکھلی سے تشریف لے جارہے تھے۔ جب کنیر سواد کے مقام پر پہنچے تو یہیں ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ (۱۱ جنوری ۱۳۸۵ء) کو رحلت فرمائی۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ چونکہ یہ سردی کا موسم تھا اس لیے آپ کی نعش اطہر کو کنیر سواد میں ہی زیر زمین امانت رکھا گیا۔ پھر گرمی کے موسم میں یہاں سے نکال کر ۲۵ جمادی الاولیٰ ۷۸۷ھ (۳ جولائی ۱۳۸۵ء) کو نوروز کی مدت میں ختلان پہنچا کر سپرد خاک کی گئی۔ کولاب ختلان میں آپ کے مرقد پہ بہت بڑا روضہ تعمیر کیا گیا ہے۔

اولاد

۱۔ سید محمد ہمدانی؛
۲۔ دختر زوجہ سید حیدر موسوی ش ۸۲۲ھ؛
۳۔ دختر خواجہ اسحاق ختلانی ش ۸۲۷ھ۔

آثار

۱۔ المودۃ فی القربیٰ واہل العباء (عربی حدیث)؛
۲۔ السبعین فی فضائل امیر المومنین (عربی حدیث)؛
۳۔ روضۃ الفردوس؛
۴۔ مراۃ التائبین (فارسی۔ عرفان)؛
۵۔ مشارب الاذواق (فارسی عرفان)؛
۶۔ اوراد فتحیہ (عربی ادعیہ)؛
۷۔ طالقانیہ؛
۸۔ ذکریہ (فارسی)؛
۹۔ ذخیرۃ الملوک (فارسی اخلاق)؛
۱۰۔ مسیر الطالبین (عربی عرفان)؛
۱۱۔ مکتوبات امیریہ (عربی)؛
۱۲۔ عقلیہ؛
۱۳۔ داودیہ؛
۱۴۔ بہرامشاہیہ؛
۱۵۔ موچلکہ؛
۱۶۔ واردات امیریہ؛
۱۷۔ دہ قاعدہ؛
۱۸۔ چھل مقام صوفیہ؛
۱۹۔ منامیہ؛
۲۰۔ حمدانیہ؛

۲۱۔اعتقادیہ؛
۲۲۔اصطلاحات صوفیہ؛
۲۳۔عقبات یا قدسیہ؛
۲۴۔مشیت؛
۲۵۔حقیقت ایمان؛
۲۶۔حل مشکل؛
۲۷۔سیر وسلوک؛
۲۸۔حل الفصوص؛
۲۹۔فقریہ؛
۳۰۔درویشیہ؛
۳۱۔آداب المریدین؛
۳۲۔انسان نامہ؛
۳۳۔نوریہ؛
۳۴۔وجودیہ؛
۳۵۔تلقینیہ؛
۳۶۔اسناد اوراد فتحیہ؛
۳۷۔مناجات؛
۳۸۔آداب سفرہ؛
۳۹۔طائفہ مردم؛
۴۰۔حقیقت نور و تفاصیل انوار؛
۴۱۔اختیارات منطق الطیر؛
۴۲۔اسناد حلیہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؛
۴۳۔اقرب الطریق اذالم یوجد الرفیق؛
۴۴۔فتوتیہ؛
۴۵۔فی السواد اللیل ولبس الاسواد؛
۴۶۔رسالہ سوالات؛
۴۷۔معاش السالکین؛
۴۸۔مرادات دیوان حافظ؛
۴۹۔منہاج العارفین؛
۵۰۔اقوال در علم طب وکیمیا؛
۵۱۔شرح اسماء الحسنٰی؛
۵۲۔ اسرار النقطۃ؛
۵۳۔ منازل السالکین؛
۵۴۔ فی علماء الدین؛
۵۵۔الاوراد؛
۵۶۔فی فضل الفقر و بیان حالات الفقراء؛
۵۷۔ صفۃ الفقراء؛
۵۸۔ ذکریہ (صغریٰ)؛
۵۹۔ الانسان الکامل یا روح الاعظم؛
۶۰۔ الناسخ والمنسوخ؛
۶۱۔ تفسیر حروف المعجم؛
۶۲۔ فی خواص اہل الباطن؛
۶۳۔ رسالۃ التوبۃ؛
۶۴۔ اربعین امیریہ؛
۶۵۔ اربعین فی فضائل امیر المومنین؛
۶۶۔ خطبۃ الامیریۃ؛
۶۷۔ خواطریہ؛
۶۸۔ چہل اسرار۔[1]

[1]۔ علمائے کرام نے ان کی تصانیف کی تعداد ایک سو ستر لکھی ہے۔ ہم نے ان کے جتنے آثار کا تذکرہ کیا ہے ان میں سے بیشتر دنیا کے مختلف کتابخانوں میں موجود ہیں اور بعض رسائل چھپ بھی چکے ہیں۔ یہاں ان تمام کتابوں کی توضیحات لکھنا طوالت کا باعث ہوگا۔ تفصیلات کے خواہشمند حضرات میر سید علی پر لکھی ہوئی مستقل کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

نوٹ: میر سید علی ہمدانی کی مکمل سوانح پر حسب ذیل کتابیں لکھی گئی ہیں:

۱۔خلاصۃ المناقب (فارسی): میر سید علی ہمدانی پر لکھی جانے والی پہلی کتاب ہے۔اس کو موصوف کے شاگرد نور الدین جعفر بدخشی (م۷۹۷) نے تحریر کیا ہے۔ریسرچ لائبریری سرینگر میں اس کے دو خطی نسخے زیر نمبر ۱۶۵۸اور ۱۹۸۳ موجود ہیں۔یہ ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر کی تحقیق کے ساتھ اسلام آباد سے ۱۹۸۸ء میں چھپ چکی ہے اور پروفیسر مرحوم ڈاکٹر شمس الدین احمد نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے جو سرینگر سے ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا۔

۲۔منقبت الجواہر (فارسی): ملا حیدر بدخشی کی اس کتاب کے تین نسخے ریسرچ لائبریری سرینگر میں زیر شمارہ ۱۵۴۸۔ ۱۶۰۰، ۲۱۵۰ موجود ہیں۔

۳۔سید میر علی ہمدانی (اُردو): مؤلف: ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر، طبع: سرینگر ۱۹۹۱ء

۴۔مروج اسلام در ایران صغیر (فارسی): مؤلف ڈاکٹر پرویش اذکائی، طبع ہمدان ۱۳۷۰ھ ش

۵۔شاہ ہمدان حیات اور کارنامے (اُردو): مؤلف ڈاکٹر شمس الدین احمد، طبع: سرینگر ۱۴۱۵ھ۔

۶۔احوال و آثار اشعار میر سید علی ہمدانی (فارسی): مؤلف: ڈاکٹر محمد ریاض ۱۳۶۴ھ ش، طبع: اسلام آباد پاکستان۔[1]

---

[1]۔ مروج اسلام ص ۱۳۔۱۴۸؛ مجالس المومنین ۳۱۱۔ ۳۱۴؛ کشمیر سلاطین کے عہد میں ۷۷۔۸۲؛ خلاصۃ المناقب ص ۲۳؛ تاریخ حسن ج ۳ ص ۱۱۔۱۸؛ واقعات کشمیر ص ۸۷۔۹۰؛ اعیان الشیعہ ج ۷ ص ۳۱۰؛ مطلع انوار ۳۲۷۔۳۲۹؛ اوراد فتحیہ، ص ۳۔۷؛ فہرس التراث ج ۱ ص ۷۴۰۔

﴿۴﴾

سید حسن حسینی ہمدانی بہادر

(بعد ۷۸۸ھ)

سید حسن بہادر نے غالباً شہر ہمدان میں ۷۴۱ھ کے قریب ولادت پائی۔ آپ آقای سید تاج الدین حسینی ہمدانی کے اکلوتے فرزند تھے۔ اپنے پدر عالی مقام سے کسب فیض کیا اور دیگر مقامی علماء سے بھی کافی استفادہ کیا۔ انتہائی ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی جری اور بہادر بھی تھے۔ گویا اپنے جد امجد مولا امیر المومنین علی علیہ السلام سے شجاعت ورثہ میں ملی تھی۔ جناب سید حسن اپنے والد کے ساتھ ۷۶۲ھ (۱۳۶۰ئ) میں وارد کشمیر ہوئے۔ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ محلّہ شہاب الدین پورہ (نوہٹہ) سرینگر میں سکونت اختیار کی اور یہیں سے تبلیغ کا سلسلہ بھی شروع کیا۔

صاحب "اخبار السادات" کا بیان ہے کہ ہمدانی سادات کے خاندان میں وقتاً فوقتاً ایسے جواہر بے بہا پیدا ہوئے تھے جو کہ علم و عمل فضائل اور شجاعت و جواں مردی کے آسمان پر روشن ستارے بن کر چمکے۔ بہادران کشمیر کی فہرست میں سید تاج الدین کے خلف الصدق سید حسن بہادر کا نام نہایت ہی خصوصیت سے لیا جاتا ہے جو کہ والد ماجد کے تربیت یافتہ تھے اور سلطان شہاب الدین کے اہل دربار میں اپنی ذاتی جودت اور جلادت کا وہ سکہ بٹھا گئے تھے کہ مواقف و مخالف سب اُن کی شجاعت کا لوہا مانتے تھے۔

آپ کے بارے میں مورخین کا بیان ہے کہ عجیب و غریب کمالات والے صاحب دل اور جرار سپاہی تھے۔ دن کو ملکی امور میں مشغول ہوتے تھے اور رات کو یاد خدا اور عبادت میں بسر کرتے تھے۔ سلطان شہاب الدین نے جب ان کی تیز طبعی دیکھی تو انہیں سپہ سالاری کا عہدہ عطا کیا اور "رستم ہند" خطاب دیا۔ ایک لاکھ فوج سواروں اور پیادوں کو ان کے زیر کمان رکھا۔ جنگوں اور ملکی لڑائیوں میں انہیں ہراول کے طور پر آگے آگے بھیجتا تھا اور انہوں نے کبھی شکست نہ کھائی۔ پرگنہ کھویہامہ اور مانچھامہ جاگیریں اور فتح کابل و بدخشان کے بعد سلطان شہاب الدین نے اپنی دختر کا عقد اس سعادت مند صاحب

مرتبہ سے کیا اور فتح ہندوستان کے موقعے پر فیروز شاہ تغلق بادشاہ دہلی کی بیٹی اس کے لیے نامزد کی اور اس طرح فیروز شاہ کے داماد قرار پائے۔

سلطان شہاب الدین کے دور میں اتنی فتوحات ہوئیں کہ مورخین نے اسے سنہری دور سے تعبیر کیا ہے۔ اسے جنگوں میں اتنی کامیابی حاصل نہ ہوتی اگر سید بہادر جیسا بیدار عالم شجاع اور سیاسی بصیرت رکھنے والا سپہ سالار اسے نہ ملتا اور خود بھی بادشاہ نے اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ مورخ کشمیر مرحوم محمد الدین فوق صاحب کا کلام ملاحظہ فرمایئے۔ ہم یہاں اسے من وعن نقل کرتے ہیں۔

سلطان شہاب الدین نے تمام صوبہ کشمیر کی علاقہ بندی کر کے خراج کے لیے مناسب قواعد جاری کئے۔ جب ادھر سے فراغت ہوئی تو جہاں گیری پر آمادہ ہو گیا۔ بے شمار افواج آراستہ کر کے اس نے سید تاج الدین بیہقی(۱) کے بیٹے سید حسن کو ہراول فوج مقرر کیا اور بارہمولہ کے راستہ نکل کھڑا ہوا۔ پھکلی، سواد، کنز، باجوڑ اور علاقہ تو گکھڑ تسخیر کر کے کابل جا پہنچا وہاں کا حاکم سلطان احمد خان اپنی فوج آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا لیکن خونریز لڑائی کے بعد میدان کارزار سے بھاگ نکلا۔ سید حسن نے تعاقب کر کے اسے گرفتار کیا۔ آٹھ ماہ کامل احمد خان زندان میں رہا۔ آخر کار سید تاج الدین ہمدانی کی سفارش سے رہا ہوا۔ سلطان شہاب الدین نے اس کا موروثی ملک اسے واپس دے کر وہاں کی حکومت بدستور اس کے سپرد کر دی۔ رابطہ اتحاد قائم رکھنے کے لیے سلطان نے اپنی ہمشیرہ احمد خان کے عقد میں دے دی اور اسکی بہن سے خود شادی کر لی ساتھ ہی اسکے جیٹھ کی شادی سلطان کے بھائی قطب الدین سے قرار پائی۔ فتح کابل کے بعد شہاب الدین نے بدخشان کا رُخ کیا۔ بدخشان، نعمان، غزنی، غور، قندھار و ہرات فتح کرتا ہوا خراسان پہنچ گیا۔ آخر کار اُن اطراف کے اکثر ممالک قبضہ اقتدار میں لا کر کوہ ہندوکش کی راہ سے کشمیر کی طرف مراجعت اختیار کی۔

لیکن راستہ میں گلگت اور دارستان کے وسیع قطعوں نے اس کی توجہ اپنی جانب منعطف کر لی اور سلطان ان علاقوں کو بھی مفتوح کر کے تبت جا نکلا۔ اس زمانہ میں تبت والے کاشغر کے قبضہ میں تھا۔ سلطان کی نقل و حرکت سے آگاہ ہو کر والئے کاشغر نے اس کے مقابلہ کے لیے بے شمار فوج بھجوائی لیکن

۱۔ بیہقی نہیں ہمدانی ہے۔

خوش نصیب شہاب الدین مظفر و منصور خوشی کے شادیانے بجاتا ہوا کشمیر لوٹ آیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے اپنے بہادروں کو دم نہیں لینے دیا۔ پہلے تو اس نے اپنے سپہ سالار (سید حسن بہادر) کو جموں اور کشتواڑ کی تسخیر پر مامور کیا جو اس مہم کو بھی دنوں میں سر کرتا ہوا آن موجود ہوا۔ اور پھر کسی بڑی مہم کی تیاریوں میں شروع ہو گیا۔ چنانچہ ۷۷۳ء بمطابق ۱۳۷۲ء کو پچاس ہزار سوار اور پانچ لاکھ پیدل فوج آراستہ کر کے بارہمولہ کے راستے ملک سے نکل کھڑا ہوا۔ یوسف زئیوں کا ملک سواد باجوڑ اور پشاور فتح کر کے اُسے خبر ملی کہ شاہان دہلی کی بدانتظامی نے ملک پنجاب میں شور و فساد برپا کر رکھا ہے۔

موقعہ غنیمت جان کر اس نے پہلے تو ملتان اور لاہور پر حملہ آور ہو کر ان علاقوں کو فتح کر لیا پھر تمام ملک پنجاب کو روندتا ہوا عازم دہلی ہوا۔ جب دریائے ستلج کے کنارے پر پہنچا تو فیروز شاہ تغلق کی فوج جو سلطان کے مقابلہ پر متعین تھی آ پہنچیں اور فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی۔ خاندان تغلق کی حکومت پہلے ہی سے بوسیدہ ہو رہی تھی اور بادشاہ دہلی میں شہاب الدین جیسے خونخوار دشمن کے مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ اس لیے پس و پیش میں ہی تھا کہ امیر کبیر میر سید علی ہمدانی جو قطب الاقطاب دوران تھے درمیان آ گئے اور انہوں نے سلطان شہاب الدین کو صلح کر لینے کا حکم دیا۔ راسخ الاعتقاد سلطان اُن کے فرمان کے مطابق صلح پر آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ اس وقت ۷۷۵ھ میں عہد نامہ لکھا گیا جس کی رو سے قرار پایا کہ سرہند سے کشمیر تک کا تمام علاقہ سلطان شہاب الدین کے قبضہ تصرف میں رہے اور باقی ملک بدستور فیروز شاہ کے زیر حکومت تصور کیا جائے۔ اس کے علاوہ فیروز شاہ کی تین لڑکیاں سلطان کے آدمیوں سے منسوب ہوئیں۔ یعنی ایک تو سلطان کے لڑکے حسن خان سے دوسرے اس کے بھائی قطب الدین سے اور تیسرے اس کے سپہ سالار سید حسن بہادر سے نامزد ہوئی جس سے تمام جھگڑوں کا فیصلہ ہو گیا۔

بقول سید مسعود صاحب کہ ایک طرف کشمیر کی اس پہلی اسلامی سلطنت کی سرحدیں افغانستان تک پھیلیں اور دوسری جانب دریائے ستلج تک کشمیر کی حکمرانی قائم ہوئی۔ اس کا سہرہ رستم ہند سید حسن بہادر کے سر ہے۔ اس مایہ ناز سید زادے نے نہ صرف کشمیر کی سرحدوں اور حکمرانی کو وسعت دی بلکہ اس سلطنت میں توحید کا پرچم کونے کونے میں لہرایا۔

اسی وجہ سے سلطان شہاب الدین کے دور کو تمام مورخین سنہری دور سے تصور کرتے ہیں کیوں نہیں کرتے جب کشمیری خاندان کو میر سید حسن بہادر جیسے لائق و فائق دیندار سپہ سالار اور حضرت میر سید تاج الدین ہمدانی جیسے پیر و رہبر دستیاب تھے۔ یہ کہنا مبالغہ گوئی پر مبنی نہیں مزید وضاحت کی ضرورت ہو تو مورخین کے بیانات ملاحظہ فرمایئے۔ آخوند ملا احمد بن عبد الصبور ہادی لکھتے ہیں کہ سید حسن مرید سید تاج الدین بود ہمراہ پدر بزرگوار در ولایت بحضرت سلطان شہاب الدین ملحق شدہ در تسخیر کردن پنجاب، سندھ، جموں و کشتواڑ و ہند وغیرہ داد دلاوری داد و مسمّٰی بہ رستم زمان حسن بہادر بود باید اُو پادشاہ درین دیار سکونت داشت تا از دنیا برفت در مقبرہ پدر مدفون است۔

حسن ماہ ارض و فلک بودہ است

حسن شاہ ملک و انس بودہ است

شیخ عبد الوہاب نوری زینہ کدلی تحریر فرماتے ہیں کہ در ایام محاربہ اعداد بدرجہ رفاقت سلطان نمودہ کہ برھمہ غالب آمد و سید حسن در شجاعت و دلیری رستم زمان بود سلطان نظر بر حسن اخلاق حلم و علم و شجاعت ایشان نمودہ دختر خود را در عقد ایشان داد و پرگنہ کھویہامہ و مانچہامہ برائے سید حسن و پرگنہ ناگام جہت خرج خادمان سید تاج الدین گذاشت۔

مورخ کشمیر سید علی آقا سید حسن کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: سید تاج الدین و سید حسن بہادر ہر دو یگانہ عصر و قطب وقت بودندہ اند و بخدمات ملوک وزراء کشمیر را مسخر گردانیدہ اند و این سید حسن نیز رستم زمان و برگزیدہ دوران بودہ قلعہ ظفر و بدخشان و ایران و قندہار و کشم و اندراب و بغلان و غزنی و غور ہند سیالکوت و لاہور و جموں و دھلی و آگرہ و ہندو... میان رام سنگ و کابل شہر ھائی دیگر گرفتہ۔

علامہ سید محمد متولی نے ان کی مدح و ثناء ان الفاظ میں کی ہے:

ضرب تیغ اُو گرفت نصف جهان	کابل و غور هندو نعمان
قند زد اندر آب و بغلان هم	غزني و کاشغر و زنجان هم
دهلي و ملتان و آگره و لاهور	رایسین و بیان داد صبور؟
شهرهائي ذکر چه خواهم گفت	هست مشهور فتح بودش جفت
تاس ساعات و از همه باج	جمله شهرها گرفت خراج

یمن شاه شهاب الدین	بود اُو شهریار روئی زمین
بد سکندر دومه بدولت جاه	ظفرش بند بود و ظل اله
تاجدار آمده بسی شاهان	فخر شاهاں بده بجمله جهان
بود سید حسن چو رستم دهر	راند شمشیر نصف تا بحر و بر
پیر پیرآن آن زمان بوده	سرور سروران شان بوده
بود داماد شاه و نور عین	جمله لشکر یقین از و بود زین
صیت اُو بوده جمله آفاق	ترس او بوده شاه روم و عراق
چونکه او تیغ بر عدو بردي	سر اُو را ز تن جدا کردي
سوئے دشمن بخشم چون دیدي	جگرش را ز ترس آب شدي
میر سر بازار راهمي گفتد	صفت جنگ او چو در صفتند

اس میں شک نہیں کہ آپ احسان و رحمت کا سرچشمہ، اخلاق میں بے نظیر عظمت والے حاضر جواب، عالم فاضل اور شجاع و بہادر تھے۔ مسلمانوں میں آپ کا زہد، ورع، تقویٰ، عبادت اور تقدس پایۂ ثبوت کو پہنچا ہوا ہے۔ آپ کے کرامات بہت مشہور ہیں چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ کئی مرتبہ آپ نے دریائے اٹک کو سوار ہو کر عبور کیا اور گھوڑے کی زین کی جھول تک گیلی نہ ہوئی۔ آپ نے تقریباً ۷۸۵ھ کے قریب کشمیر میں وفات پائی اور اپنے پدر نامدار کے روضہ شہاب الدین پورہ سرینگر میں دفن ہوئے۔

اولاد

اس شہزادی کے بطن سے جو فیروز شاہ بادشاہ دہلی کی صاحبزادی تھیں آپ کی دو اولادیں ہیں۔ ایک بی بی تاج خاتون اور دوسرے ہمارے جد اعلیٰ علامہ حافظ سید کمال الدین۔ اسی فرزند ارجمند سے آپ کا

سلسلہ نسب آگے بڑھا۔ دختر سلطان شہاب الدین جو سید حسن کے حبالہ نکاح میں تھیں وہ عقیمہ تھیں۔[1]

﴿۵﴾

سید حسین حسینی سمنانی

(۷۹۲ھ)

میر سید حسین، سید تاج الدین حسینی ہمدانی کے برادر اصغر اور میر سید علی ہمدانی کے چچازاد بھائی تھے۔ ہمدان ایران میں ولادت پائی اور تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔ اس کے علاوہ مسلسل کئی سالوں تک علامہ شاہ رکن الدین عالم اور علامہ سید جمال الدین بخاری سے کسب فیض کیا۔

مورخین کا اس بات پر اختلاف ہے کہ آپ ۷۶۲ھ میں اپنے برادر کے ہمراہ کشمیر تشریف لائے یا ۷۷۵ھ میں۔ قدیم ترین فارسی مورخ سید علی نے آپ کا وارد کشمیر ہونا ۷۶۲ھ لکھا ہے جب کہ پیر غلام حسن شاہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے آبائی وطن شہر سمنان سے اپنے اصحاب و اولاد کے ساتھ دہلی ہجرت فرمائی اور دہلی کے نزدیک قصبہ ساومان میں ساکن ہوگئے۔ کئی سال وہاں گذارے اور پھر سلطان شہاب الدین کے دور حکومت میں ۷۷۰ھ میں میر سید علی ہمدانی کے حکم اور اپنے برادر بزرگوار سید تاج الدین ہمدانی کی ہدایت سے پیر پنجال کے راستے سے کشمیر کی سیر کا ارادہ کیا۔ جب پیر پنجال کی چوٹی پر پہنچ گئے تو اچانک آپ کا گھوڑا پتھر سے ٹکرا کر لنگڑا ہوگیا۔ اور دشوار گذار راستوں اور پہاڑوں کو عبور کرنے میں وقت لگا۔ آپ ملول ہوگئے اور ایک بڑے پتھر پر سوار ہو کر بر ہوا ہیر پور پہنچے اور اس پتھر کو وہیں پر چھوڑ آئے تا کہ آپ کے بارے میں کسی شہرت کا سبب نہ بن سکے۔ یہ پتھر آج بھی پیرہ پل (پیر کا چٹان) کے نام سے معروف ہے۔ پرگنہ دیوہ سر کے ایک گاؤں کولہ گام میں جو کہ دریائے ویشو کے کنارے

---

[1]۔ تاریخ سید علی ص ۱؛ اخبار السادات ص ۱۶؛ تاریخ حسن ج ۳ ص ۷؛ تاریخ کشمیر فوق ص ۳۲۰۔۳۲۱؛ آستان عالیہ ص ۲؛ خوارق السالکین ص ۴؛ فتحات الکبرویہ ص ۲۸۹؛ تحفۃ المجالس ص ۳۲۔

واقع ایک خوبصورت مقام ہے، سکونت اختیار فرمائی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کے فرزند علامہ سید حسن اور بھتیجے علامہ سید حیدر آپ کے اہل خانہ کو ساتھ لے کر وہاں پہنچے۔

سلطان شہاب الدین نے سید حسین سمنانی اور سید حیدر کو موضع کولگام مدد خرچ کے لیے وقف کر دیا اور جب تک یہ سید بزرگوار زندہ رہے موضع مذکور انہی کے تصرف میں تھا اور پھر ان کے بعد ان کے خادموں کے۔ کشمیر میں رہائش پذیر ہونے کے بعد آپ نے خلق خدا کو ظاہری اور باطنی فیوضات سے بے شمار فائدے پہنچائے۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رواج دیا اور مذہب اہل بیت علیہم السلام کی تبلیغ میں ہمہ تن مصروف رہے۔

آپ نے تقریباً اٹھارہ سال تک کشمیر میں دین ناب محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی اور مذہب امامیہ کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ سوانح نگاروں نے آپ کے بارے میں تصریح کر دی ہے کہ آپ کے کمالات حد تقریر و تحریر سے باہر ہیں۔ ان سید بزرگوار کے پاس کشمیری علماء نے بکثرت زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ کشمیر کی مشہور شاعرہ لل دید کو بھی آپ نے شرف تلمذی بخشا۔ اور مشہور ہے کہ شیخ نور الدین نورانی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر روحانی فیض حاصل کیا کرتے تھے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ موصوف اہل بیت طاہرین علیہم السلام کے بہت بڑے مداح گزرے ہیں۔ نمونہ کے طور پر کشمیری زبان میں ان کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیے:

آلن تراوته والن نمن
مولن دروت پترن سگ

طویل مدت تک کشمیر میں اسلام کی خدمت انجام دینے کے بعد بالآخر آپ نے ۱۱ماہ شعبان ۷۹۲ھ کو انتقال فرمایا اور اپنے اولاد و اصحاب کے ساتھ کولہ گام میں دائمی آرام فرما رہے ہیں۔ آپ کے مرقد مبارک پر بہت بڑا اور خوبصورت روضہ تعمیر کیا گیا جو برادران اہلسنت والجماعت کی تحویل میں ہے۔ لوگ کثرت سے یہاں زیارت کے لیے آتے ہیں اور خصوصاً ماہ شوال میں مسلمان لاکھوں کی تعداد میں یہاں حاضری دیتے ہیں۔

اولاد

آپ کے فرزند سید حسن سے آپ کی نسل آگے چلی اور آج کشمیر میں سید حسین سمنانی کی اولاد موجود ہیں۔[۱]

۱۔ مشجرات سادات ہمدانیہ، تذکرہ اولیائے کشمیر، ص۹؛ حضرت میر سید علی ہمدانی اور کشمیر، ص۹؛ تاریخ سید علی، ص۷۔

فصل دوم

نویں صدی ہجری کے علماء

﴿۶﴾

بی بی تاج خاتون

(۸۰۴ھ)

بی بی تاج خاتون صبیہ علامہ سید حسین بہادر عالمہ فاضلہ اور نیک سیرت خاتون تھیں۔ آپ کا عقد میر سید محمد ہمدانی سے ہوا اور پھر پانچ سال کے بعد ۸۰۴ھ میں فوت ہو گئیں۔ یہ معظّمہ فتح کدل (سرینگر) میں دفن ہیں اور ان کی قبر پر ایک گنبد بھی موجود ہے۔[1]

﴿۷﴾

سید محمد مشہدی

(ح۔ ۸۲۰ھ)

آپ کے بارے میں سوائے اس کے کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ آپ شہید میر سید حیدر موسوی (م ۸۲۲) کے وقت کشمیر میں تبلیغ شیعیت میں مصروف تھے۔ سلطان سکندر آپ کا عقیدت مند تھا اس نے آپ کو قضاوت کے عہدہ کی پیش کش کی تھی جس کو آپ نے تبلیغ کی خاطر قبول نہ فرمایا۔[2]

۱۔ تاریخ حسن ج ۳ ص ۲۴؛ تاریخ سید علی ص ۲۸

۲۔ کحل الجواہر، ص ۴۔

﴿۸﴾

شہید سید حسین کبروی

(۸۲۲ھ)

شہید سید حسین کبروی نہ معلوم کب اور کیسے کشمیر تشریف لائے۔آپ شہید سید حیدر موسوی کے رفقاء میں سے تھے اور ان ہی کے ساتھ مذہب اہل بیت علیہم السلام کے فروغ میں کشمیر کے گرد ونواح میں مصروف رہے۔ سلطان سکندر بت شکن آپ کو بے حد عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔اس نے آپ کو قضاوت کا عہدہ پیش کیا۔ابتداء میں تو آپ نے انکار کیا لیکن بعد میں اُس کے بے حد اصرار پر ایک سال کے بعد علاقہ یمراج کے قاضی مقرر ہوئے۔ چونکہ موصوف کا مقصد ترویج شریعت تھا نہ کہ قضاوت اس لیے آپ نے فقط ایک سال تک (یا بروایت دیگر تین سال) اس منصب پر فائز رہ کر مستعفی ہوگئے اور تبلیغ اسلام میں بسیار زحمت برداشت کرکے بالاخر سید حیدر موسوی کے ساتھ ۲۵ رجب ۸۲۲ھ کو سرینگر یا سنگس کہرت میں مخالفین کے ہاتھوں شہید ہوگئے اور آخری آرام گاہ نمچہ بل خانقاہ معلّی (سرینگر) میں میر سید حیدر کے برابر میں پائی جیسا کہ ہم نے اُن کے حالات میں تفصیل سے لکھا ہے۔آپ کی قبر پہ یہ عبارت کنندہ تھی:

میر حسین الکبروي الشهید المظلوم بید اجلاف الحنفیة یوم الجمعة ۲۵ شهر رجب ۸۲۲ھ[1]

---

[1] کحل الجواہر ص ۳۔۵۔

﴿٩﴾

شہید سید حیدر قلندر موسوی صفوی

(٨٢٢ھ)

الشهيد السيد سلطان حيدر بن السيد سلطان صدر الدين بن السيد سلطان صفي الدين بن السيد امين الدين جبرئيل بن السيد محمد صالح بن السيد قطب الدين بن السيد صلاح الدين الرشيد بن السيد محمد بن السيد عوض الخواص بن السيد فيروز شاه زرين كلاه بن السيد شرف شاه بن السيد تاج الدين حسن بن السيد محمد بن السيد مجد الدين ابراهيم بن السيد جعفر بن السيد محمد بن السيد اسماعيل بن السيد محمد بن السيد احمد بن السيد محمد بن السيد قاسم بن السيد حمزة بن الامام موسيٰ بن جعفر عليهم السلام.

میر سید حیدر موسوی صفوی اردبیلی، قطب الاقطاب شیخ صفی الدین موسوی اردبیلی (م۷۳۵ء) کے پوتے اور سید صدر الدین موسیٰ کے فرزند تھے۔[1] آپ کے نانا امیر سید شہاب الدین ہمدانی اور ماموں میر سید علی ہمدانی (م٧٦٨ھ) تھے علامہ سید حیدر نے علوم ظاہریہ اور کمالات باطنیہ اعلم الاورع شریف الاشرف شیخ السادات علی موسوی آذر بائجانی کے ہمراہ اپنے والد مکرم سے حاصل کیے۔

آپ ٧٦٦ھ میں غالباً سلطان العارفین علامہ سید تاج الدین حسینی ہمدانی کے ساتھ کشمیر آگئے۔ چند سال گاری نمبل (حدود نائدکھے) میں توقف فرمایا اور یہیں سے تبلیغ و تلقین کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر مکہ معظّمہ کی طرف رخت سفر باندھ کرحج کرنے کے لیے تشریف لے گئے اور بعد فراغت مکہ سے اپنے وطن

---

[1]۔ سید حیدر، سید صفی الدین اردبیلی کے پوتے اور سلطان سید صدر الدین موسیٰ کے فرزند تھے نہ کہ شیخ جنید بن شیخ ابراہیم کے جیسا کہ ڈاکٹر سید کمال الدین حسین ہمدانی نے صاحب مودۃ القربیٰ ص ١٦٨اور مرحوم حجۃ الاسلام سید خلخالی زادہ موسوی نے ضمیمہ شجرہ طیبہ ص٥ میں تحریر فرمایا ہے۔

اردبیل پہنچے اور پھر اپنے ماموں امیر کبیر میر سید علی ہمدانی کے ساتھ ترویج اسلام میں مصروف رہے چنانچہ انہوں نے اپنی دختر بی بی بارعہ آپ کے نکاح میں دے دی۔آپ امیر ہمدانی کے ہمراہ شہر ایفیسوس میں اصحاب کہف کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔

۷۸۵ھ میں سلطان قطب الدین کے دور حکومت میں دوبارہ اپنے پدر نسبتی اور خالہ زاد بھائی میر سید احمد حسینی اندرابی اور دیگر تمام سادات اور صلحاء عصر کے ساتھ ہمیشہ کے لیے وارد کشمیر ہوکر تبلیغ شرع متین سید المرسلین ﷺ میں ہمہ تن مصروف اور بجان و دل مشغول ہوگئے۔ سلطان قطب الدین کی وفات کے بعد سلطان سکندر بت شکن نے بھی آپ کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اس نے آپ کو قضاوت کے عہدہ کی پیش کش بھی کی۔ اگرچہ آپ نے پہلے اس منصب کو قبول نہ کیا لیکن پھر ایک سال بعد یہ عہدہ آپ کو جبراً قبول کرنا پڑا اور علاقہ مراج میں ایک سال (دوسری روایت کے مطابق تین سال) تک قاضی کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ چونکہ یہ عہدہ تبلیغ میں رکاوٹیں پیدا کررہا تھا اس لیے آپ نے اس منصب سے جلد ہی سبکدوشی اختیار کرلی۔

علامہ سید حیدر سالہاسال حدود شہر میں عبادت و ریاضت اور تبلیغ و ہدایت میں مشغول رہے۔ اُن کی بیوی بی بی بارعہ نے یہیں انتقال فرمایا اور اسی مقام پر دفن ہوئیں۔ یہ علاقہ بعد میں ان کے اسم گرامی کی نسبت سے حیدرپورہ مشہور ہوا۔ بعد میں آپ کا دوسرا نکاح میر سید محمد مدنی (م۸۴۹ھ) کی بیٹی سیدہ مریم کے ساتھ ہوا اور آپ نے کولگام میں تین سال گذارے جہاں دوسری اہلیہ بھی وفات پا گئیں۔

سید حیدر موسوی اپنے زمانہ کے عظیم ترین علامہ اور دشمنان اہل بیت علیہم السلام کے لیے شمشیر برہنہ تھے۔ محلّہ مدین صاحب حول (سرینگر) میں آپ نے میر سید محمد مدنی کے مدرسہ میں نائب مسؤل کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ مسجد سلطانیہ اور مسجد خسرو اندرکوٹ میں تعمیر کروائیں۔ موضع وچی میں جب میر سید محمد ہمدانی نے تعمیر خانقاہ سے فراغت پائی تو انہوں نے اس کی تولیت آپ کے سپرد فرمائی۔ کشمیر میں مذہب تشیع کو فروغ دینے میں انہیں صعبتوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ موصوف نے اپنے ساتھ حضرت امام موسیٰ کاظم کا دست نوشت قرآن شریف بھی لایا تھا اور ان کا شجرہ نسب بے سے زائد علماء سادات اور مومنین کی تصدیقات سے مزیّن تھا۔

آخرکار یادگاران بنواُمیہ نے آپ کو سلطان علی شاہ بُرجفا کی حکومت میں ۲۵ رجب ۸۲۲ھ کو سرینگر یا سنگس کہرت میں مع سید حسین کبروی شہید کر دیا۔ "آن مہرومہ سیادت" تاریخ شہادت ہے۔ دونوں بزرگوار نمچہ بل (سرینگر) میں دفن ہوئے۔ سلطان زین العابدین نے ان سید زادوں کی قبروں پر روضہ عالیہ تعمیر کروایا اور موصوف خود بھی وہاں زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ دلاور خان صوبیدار کشمیر نے مسلکی تعصب کی بناپر ایک باغ بنوانے کے حیلہ سے اس روضہ کو مسمار کر دیا۔ جہانگیر کے ورود کے بعد مرزا حیدر ملک اور ملکہ نور جہاں کی کوشش سے یہ روضہ دوبارہ تعمیر ہوا مگر پھر ظفر احسن خان کے دور میں آل ابی سفیان نے اسے جلادیا۔ اور اس کے سنگین ستون لوٹ کر اندر کوٹ لے جائے گئے۔ تب سے آج تک یہ مزار ویران پڑا ہے۔ شہید سید حیدر کی قبر کے لوح پر یہ عبارت کندہ تھی۔

«هو الغفور الرحيم اللهم صل علي محمد نالمصطفي وعلي علي نالمرتضيٰ و فاطمة الزهراء والحسن المجتبيٰ والحسين الشهيد بكربلا و علي بن الحسين و محمد بن علي و جعفر بن محمد و موسي بن جعفر و علي بن موسيٰ و محمد بن علي و علي بن محمد والحسن بن علي والحجة بن الحسن صاحب الزمان صلوات الله عليهم اجمعين.»

اور سنگ مزار پر لکھا تھا۔

«هذا قبر الغريب الشهيد حيدر الموسوي الاردبيلي غفر الله له ساكن بلده كشمير "آن مهرومه سيادت»

اس مقام کو آج بھی بابہ حیدر صابن کہتے ہیں اور باغ دلاور خان (نمچہ بل) کے متصل ایک جگہ صُفہ پر درخت توت واقع ہے۔ ایک نالی جنوب و شمال میں مشترک میں رابطہ سڑک ہے۔

اولاد

۱۔ سید محمد جبل العاملی؛

۲۔ سید محمد صابر (از بطن بی بی بارعہ دختر میر سید علی ہمدانی؛

۳۔ سید فیروز دُر؛

۴۔ فاطمہ ،زوجہ سید کمال الدین مدنی بن میر سید علی بن میر سید محمد مدنی (از بطن بی بی مریم جو میر سید محمد مدنی کی بیٹی تھیں)۔

آثار

ا۔هدايت المسترشدين الي احكام المعصومين:احادیث معصومین بر مشتمل یہ کتاب کشمیر میں تازہ مسلمانوں کے لیے لکھی گئی تھی۔

ا۔نفحة العرفان: صاحب تحل الجواہر کتاب مذکورہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> در رد اهل صوف که عوام را گول میزند و از خوارق عادات و کرامات خود بکمال برودت ذکر می‌کنند و بحضرات معصومین صلوات الله علیهم اجمعین بهتان بسته مرتکب اثم مبین میشوند کتابے مشتل بر آیات الهیه قرآنیه و سنن نبویه و احادیث شرعیه بنام نفحة العرفان تالیف فرمود و اصل و بنیاد اهل صوف از آن کتاب آشکارا و هوید است۔

شاید یہ کتاب آقا سید حیدر نے ۷۸۶ھ کے بعد تالیف فرمائی تھی۔ جب کشمیر میں بہت سے افراد صوفی بن کر داخل ہوئے۔[1]

[1]۔ صاحب مودۃالقربیٰ ص ۱۶۸۔ ۱۷۲؛ تحل الجواہر ص ۳۔۵؛ ضمیمہ شجرہ طیبہ ص ۵؛ فصل الخطاب ص ۹؛ترجمہ الکنی والالقاب ج ۳ ص ۴۱۴۔۴۱۵۔

﴿۱۰﴾

ملا محمد سعید الدین ہمدانی

(ح۔ ۸۲۵ھ)

ملا محمد سعید الدین ہمدانی نے جناب میر سید محمد ہمدانی (م ۸۵۴) کے ساتھ ۷۹۰ھ (۱۳۹۳ء) میں ہمدان سے کشمیر ہجرت فرمائی۔ آپ بلند پایہ عالم فاضل اور فقیہ کامل تھے۔ کشمیر میں مذہب امامیہ کو فروغ دینے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔ میر سید محمد ہمدانی آپ کا زبردست احترام کرتے تھے چنانچہ انہوں نے آپ کو خانقاہ معلیٰ کا پہلا متولی مقرر کیا۔ وقف نامہ میں تحریر ہے۔ وبدین بقعہ شریفہ وبریں قریات مذکورہ متولی گردانید برادر ارشد وامجد مولینا محمد سعید تادریں بقعہ باشد واز احوال عمال و ساکنان و مسافران باخبر باشد۔

آپ نے پھر خانقاہ معلیٰ میں ہی سکونت اختیار کی اور یہیں درس وتدریس اور تبلیغ فرماتے تھے۔ وفات کے بعد خانقاہ معلیٰ کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ آپ کی ایک تصنیف کا پتہ ملتا ہے جس کی شرح ملا عالم انصاری نے لکھی تھی۔ ملا سعید الدین کے فقط ایک فرزند ملا عبد الرشید تھے جو ان کے بعد مرجع ہر خاص و عام ہوگئے۔ موصوف کے خاندان کو یہ شرف حاصل ہے کہ ایک عرصہ تک مذہب اہل بیت کی خدمت کرتا رہا اور ان میں نامور علماء شعراء اطباء اور خطاط پیدا ہوئے۔ آج بھی سرینگر کے گردونواح میں ان کے اولاد موجود ہیں۔[1]

---

[1] شیعیان کشمیر ص ۱۵؛ تاریخ حسن ج۱ ص ۳۳۳۔ ۳۳۴؛ کحل الجواہر ص ۵۔

﴿۱۱﴾

ملا عالم انصاری

(ح۔ ۸۴۰ھ)

ملا عالم انصاری بن ملا محمد انصاری کا شجرہ نسب مشہور عارف و سالک خواجہ عبد اللہ انصاری سے ہوتے ہوئے صحابی پیغمبر اکرم حضرت ابو ایوب انصاری تک جا پہنچتا ہے۔آپ نابغہ روزگار اور فقیہ دوران تھے۔آپ اپنے اُستاد علامہ سید حسین رضوی قمی (م ۸۷۱ھ) کے ہمراہ قم سے ۸۲۱ھ میں کشمیر تشریف لائے اور موضع براٹھ علاقہ سوپور میں رہائش اختیار کی۔ یہ گاؤں سید پورہ کے متصل ہے جہاں سید حسین قمی رہتے تھے۔ روحانی کمالات، اعلیٰ اخلاق اور نیک کردار سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کیا اور جب تک زندہ رہے خدمت اہل بیت میں مشغول رہے۔آپ کے عہد میں کشمیر کا بادشاہ سلطان زین العابدین المعروف بہ بڈشاہ تھا۔اُنہوں نے آپ کو علاقہ براٹھ کے ایک مدرسہ عالیہ اسلامیہ کا ناظم مقرر کیا۔جس سے آپ کی علمی قابلیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ملا انصاری کی ذریت سے دسیوں علماء و فقہاء پیدا ہوئے اور ۸۲۱ھ سے ہی آپ کا خاندان کشمیر میں علمی مرجعیت کا حامل ہے۔

یہ سلسلہ خانوادہ انصاری کو کشمیر کے دیگر مقتدر خاندانوں سے ممتاز کر دیتا ہے۔آپ کا سال وفات کہیں درج نہیں ہے البتہ آپ بڈشاہ کے ہمعصر تھے اس سے آپ کا زمانہ آسانی سے معین کیا جاسکتا ہے۔ آپ کا مقبرہ براٹھ سوپور میں ہے اور قبر پر ایک گنبد بھی تعمیر کیا گیا تھا مگر افسوس آج اس کا کوئی نام و نشان نہیں۔ملا انصاری کی نسل ان کے فرزند ملا محمد انصاری سے آگے بڑھی۔

مرحوم علامہ ڈاکٹر سید فاضل شاہ خلخالی زادہ (م۱۴۱۹ھ) رقمطراز ہیں کہ انصاری خاندان سے متعلق آقای ناصر نے تفصیل سے لکھا ہے اور ملا فضل علی، آخوند ملا محمد جواد، مولوی صادق علی اور ملا حیدر علی، صاحب کتاب کی توجہ کا مرکز رہے ہیں اور آقای ناصر نے ان تمام افراد کو نوابغ روزگار میں شمار کیا

ہے۔ افسوس کہ آقای ناصر موسوی (پاکستان) کی کتاب ہماری دسترس میں نہیں ہے ورنہ اس خاندان کے علماء کا حال قدرے تفصیل سے لکھتے۔

آثار

۱۔ عقاید اثنا عشریہ: یہ کتاب انہوں نے میر سید حسین قمی کی فرمائش پر لکھی تھی اور اس میں عقائد امامیہ تفصیل سے درج تھے۔

۲۔ شرح بر کتاب ملا سعید الدین: ملا سعید الدین ہمدانی کی کتاب[1] پر مبسوط شرح لکھی جس کے بارے میں صاحب تحل الجواہر لکھتے ہیں:

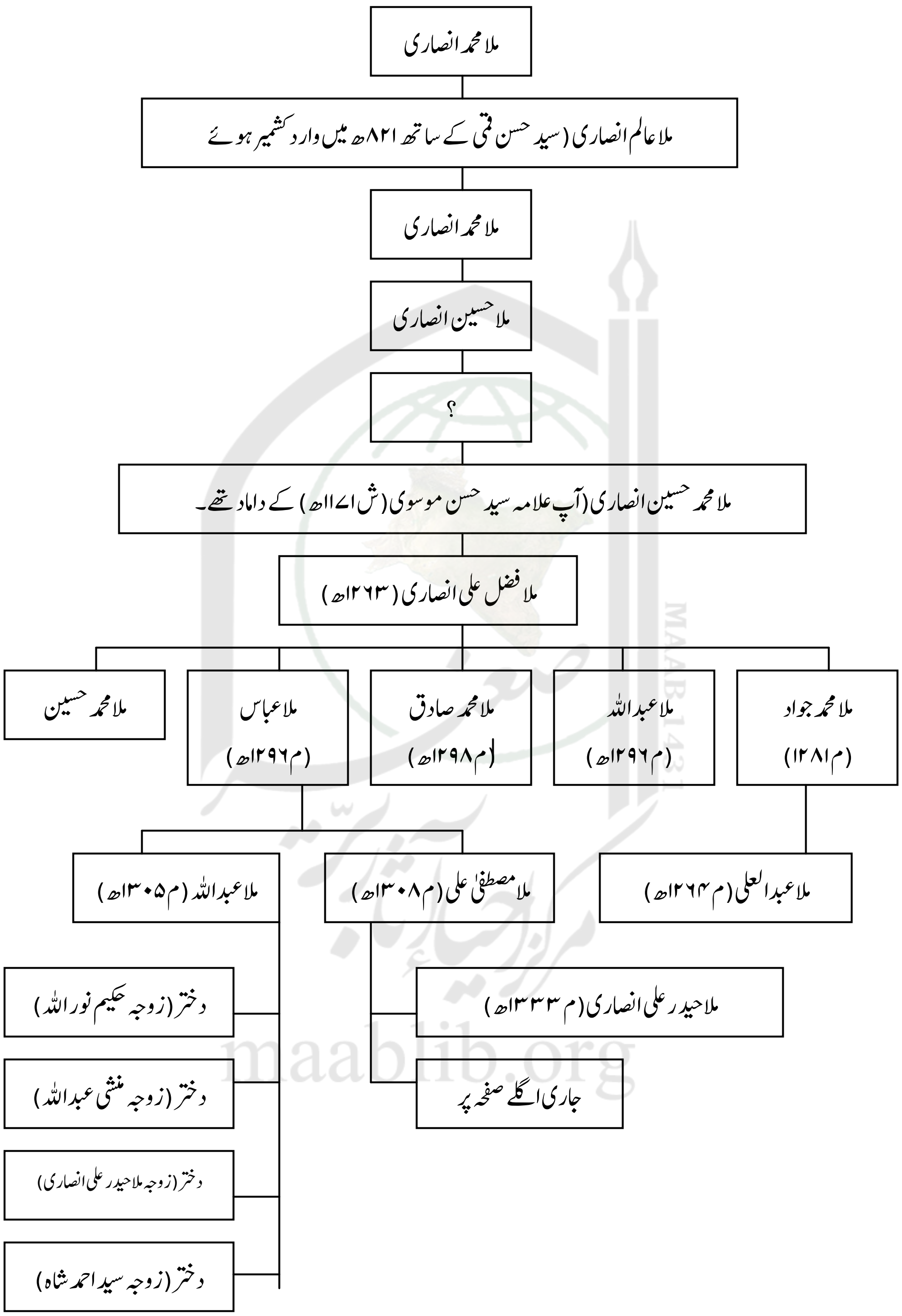
شرح بکمال ایصاح نوشته که چشم عالم مثل آن نه دیده.

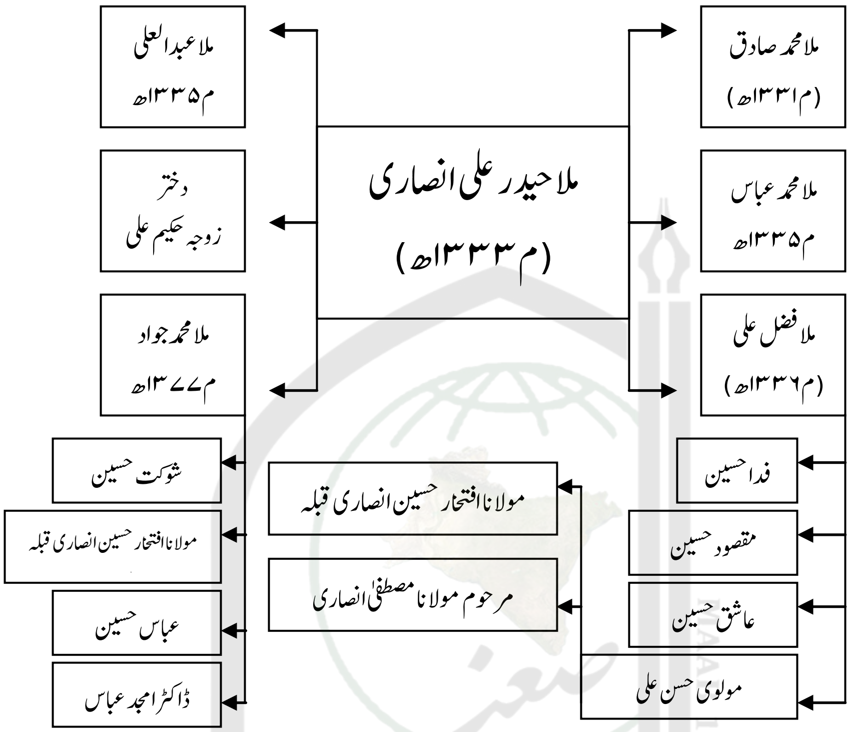
پھر مشہور فارسی شاعر ملا محمد طاہر غنی (جو ملا سعید الدین کے اولادوں میں سے تھے) نے اس شرح کی توضیح فرمائی اور ہماری (صاحب تحل الجواہر) نظر سے یہ کتاب گذری ہے جو فرقہ شیعہ کی دلپذیر کتاب ہے۔ ہم یہاں ملا عالم انصاری کے خاندان کا شجرہ نسب پیش کرتے ہیں۔[2]

---

[1]۔ مورخ نے کتاب کا نام نہیں لکھا ہے۔

[2]۔ ضمیمہ شجرہ طیبہ ۶۔۸؛ شیعیان کشمیر ص۱۹۱؛ تحل الجواہر ص ۵۔۶؛ تنبیہ العباد ص۷۔


ملا محمد انصاری
ملا عالم انصاری (سید حسن قمی کے ساتھ ۸۲۱ھ میں وارد کشمیر ہوئے
ملا محمد انصاری
ملا حسین انصاری
؟
ملا محمد حسین انصاری (آپ علامہ سید حسن موسوی (ش ۱۱۷۱ھ) کے داماد تھے۔
ملا فضل علی انصاری (۱۲۶۳ھ)
ملا محمد جواد (م ۱۲۸۱)
ملا عبداللہ (م ۱۲۹۶ھ)
ملا محمد صادق (م ۱۲۹۸ھ)
ملا عباس (م ۱۲۹۶ھ)
ملا محمد حسین
ملا عبدالعلی (م ۱۲۶۴ھ)
ملا مصطفیٰ علی (م ۱۳۰۸ھ)
ملا عبداللہ (م ۱۳۰۵ھ)
ملا حیدر علی انصاری (م ۱۳۳۳ھ)
جاری اگلے صفحہ پر
دختر (زوجہ حکیم نور اللہ)
دختر (زوجہ منشی عبداللہ)
دختر (زوجہ ملا حیدر علی انصاری)
دختر (زوجہ سید احمد شاہ)



﴿۱۲﴾

سید محمد زیدی مدنی

(۸۴۹ھ)

السيد محمد المدني بن السيد احمد بن السيد ابوالقاسم بن السيد علي بن السيد شاه علي محسن الحسيني الزيدي المدني

میر سید محمد مدنی کا سلسلہ نسب حضرت زید شہید بن امام زین العابدین تک جا پہنچتا ہے۔ آپ میر سید محمد ہمدانی کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے۔ موصوف سلطان سکندر بت شکن کے عہد میں

۷۹۶ھ کو امیر تیمور کے ایلچی کے ساتھ کشمیر آئے[1] اور وادی کی خوبصورتی اور شادابی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ یہیں پر سکونت اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ مگر بعض عہد نبھانے کے لیے واپس ماوراء النہر گئے اور پھر مع اہل و عیال وارد کشمیر ہو کر محلّہ رنگہ پرستان رعناواری (سرینگر) میں اقامت پذیر ہوگئے۔

سلطان سکندر نے آپ کے حالات و کمالات کی اطلاع پائی تو خود رعناواری جاکر ان سے ملے اور شاہی محل کے متصل انہیں رہنے پر آمادہ کرلیا۔ بادشاہ نے اپنے قصر کے قریب آپ کے لیے خانقاہِ تعمیر کروائی جہاں آپ خود درس و تدریس کرتے تھے۔[2] بعد میں شہید سید حیدر موسوی (م ۸۲۲) اس مدرسہ کے مدیر ہوئے تھے۔ طلاب علوم اسلامی کے علاوہ سلاطین و امراء بھی آپ سے فیض پاتے تھے۔ مورخین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سلطان نے ان کو اپنے گھر پر مدعو کیا اور شاہی دستر خوان پر انہیں ایک مرغابی پیش کی گئی۔ لیکن انہوں نے مرغابی کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اسے واپس اس کے مالک کو لوٹا دیجئے۔ جب مرغابی والے سے پوچھا گیا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ تو اُس نے قبول کیا کہ مرغابی مردہ تھی اور بعض منابع میں تحریر ہے کہ محل کے باورچی نے سید صاحب کا امتحان لینے کی خاطر ایسا کیا تھا۔

آپ نہ صرف علم و فضل میں یکتائے زمانہ تھے بلکہ عارف وارستہ بھی تھے۔ انہوں نے کشمیر میں مذہب اہل بیت علیہم السلام کو کافی ترقی دی۔ آپ نے سرینگر میں گیارہ ماہ رجب ۸۴۹ھ کو وفات پائی اور اپنی ہی خانقاہ کے قریب دفن ہوئے۔ سلطان زین العابدین نے آپ کی قبر پر خوبصورت روضہ تعمیر کروایا اور اس کے ساتھ ایک ایک مسجد اور حمام بھی بنایا۔ پھر علی مردان خان اور ان کے بیٹے ابراہیم خان نے اپنے دور حکومت میں اس روضے اور مسجد کی مرمت کرائی۔

لوگ کثرت سے روضہ کی زیارت کے لیے آتے تھے مگر ۱۳۸۹ھ (۱۸۷۲ئ) کے فرقہ وارانہ فسادات میں یہ عمارتیں خراب ہوگئیں اور حکومت نے اس فساد کے بعد دونوں عمارتوں کو مقفل کر دیا

---

[1]۔ صاحب تحل الجواہر نے لکھا ہے کہ آپ میر سید محمد ہمدانی کے ہمراہ کشمیر آئے تھے۔

[2]۔ ایک اور وایت کے مطابق آپ پرگنہ بانگل کے موضع مالموہ میں آباد ہوگئے مگر بعد میں سلطان زین العابدین کی گذارش پر نوشہرہ حول آگئے۔

اور طویل مدت کے بعد یہاں پھر سے لوگوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی لیکن آج سے کچھ سال پہلے ایام محرم میں فساد برپا ہو جانے کے خوف سے اس پر حکومت جموں و کشمیر نے پھر سے تالا چڑھادیا۔

نوٹ: مرحوم مفتی محمد سعادت نے میر سید محمد مدنی کے حالات یادگار عجائب نامی رسالہ میں لکھے ہیں۔ یہ رسالہ ۱۳۵۱ھ کو سرینگر میں چھپ چکا ہے۔[1]

﴿۱۳﴾

حافظ سید کمال الدین حُسینی ہمدانی

(ح ۸۵۰ھ)

آپ کے والد سید حسن بہادر اور والدہ دختر فیروز شاہ تغلق (بادشاہ دہلی) تھیں۔ بچپن میں ہی والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ مگر سلطان قطب الدین نے آپ کو آغوش تربیت میں رکھتے ہوئے شاہانہ ناز و نعم سے پالا۔ سید محمد حصاری کو اس بات کا ذمہ دار بنایا کہ وہ سید کمال الدین کی تعلیم اور اُن کی ظاہری تربیت میں نگرانی کریں۔ مستعد طالب علم نے سیادت پناہی اور خاندانی شاہزادگی کا خاص مافوق جوہر پیش کیا۔

قرآن کو حفظ کرنے کے بعد علوم و فنون کو حاصل کرنے میں بڑی دلچسپی لی۔ اپنے والد کی جگہ بیٹھے درس و تدریس اور مذہبی تبلیغات کی خدمت بخوبی انجام دی اور تقریباً ۸۵۰ھ میں فوت ہو جانے کے بعد اپنے دادا میر سید تاج الدین حسینی ہمدانی کے مقبرہ میں دفن ہوئے آخوند ملا احمد بن عبد الصبور ھادی ان کے بارے میں رقمطراز ہیں:

در فضیلت بود بحري بي كنار

بر سرير ملک عزت خسروي

۱۔ شیعیان کشمیر ص ۱۴۔ ۱۵؛ کحل الجواہر ص ۴، ۵،؛ واقعات کشمیر ص ۱۰۹۔ ۱۱۰؛ تاریخ حسن ج ۳ ص ۲۹۔ ۳۰۔

اولاد

حافظ سید جمال الدین۔[1]

﴿۱۴﴾

میر سید محمد ہمدانی

(۸۵۴ھ)

میر سید محمد ہمدانی کے والد بزرگوار امیر کبیر میر سید علی ھمدانی (م۷۸۶ھ) تھے۔ آپ ۷۷۴ھ میں پیدا ہوئے اور بارہ برس کی عمر میں یتیم ہوگئے۔ آپ کے پدر محترم نے مولانا محمد سرائی کو دو دستاویزات بطور امانت دی تھیں ایک خلافت نامہ اور دوسرا وصیت نامہ اور امر فرمایا تھا کہ یہ دونوں دستاویزات خواجہ اسحق ختلانی اور مولانا نور الدین جعفر بدخشی تک پہنچائی جائیں۔ جب ان دونوں نے یہ دستاویزات حاصل کرلئے تو میر سید محمد ہمدانی کی خدمت میں آگئے۔ انہوں نے اپنے والد کے دستاویزات طلب کیں تو خواجہ صاحب نے صرف وصیت نامہ دے دیا اور خلافت نامہ سے متعلق کہا کہ اس کا مستحق وہ ہے جو تلاش حق و حقیقت میں مقام مطلوبیت پر پہنچے اور جس کا رتبہ خادمیت سے مخدومیت پر ختم ہو۔

ابھی وہ وقت دور ہے جب وہ موقعہ آئے گا تو خلافت نامہ آپ کے سپرد کر دیا جائے گا۔ یہ سُن کر میر سید محمد ھمدانی کا حال تبدیل ہوا اور انہوں نے خواجہ اسحق ختلانی سے تقریباً ساڑھے تین سال تک باطنی تربیت پائی اور مولانا نور الدین جعفر بدخشی سے بھی کسب فیض کیا اور باطنی علوم کے علاوہ مروجہ علوم میں بھی خاصی مہارت حاصل کرلی۔ آپ کو صرف سولہ برس کی عمر میں خلافت نامہ ملا اور پھر رشد و ہدایت اور خلق خدا کی رہبری میں مشغول ہوگئے۔

---

[1]۔ اخبار السادات ص۲۱۔۲۲؛ خوارق السالکین ص۱۰؛ تاریخ حسن ج۳ ص۹۔

میر سید محمد ہمدانی اپنے چھ سو اصحاب کے ساتھ ۷۹۶ھ میں سلطان سکندر شمیری کے عہد میں اپنے باپ کے مشن کو فروغ دینے کے لیے کشمیر تشریف لائے اور یہاں بارہ سال تک قیام فرمایا۔ آپ کا پہلا نکاح میر سید حسن بہادر کی دختر بی بی تاج خاتون کے ساتھ انجام پایا اور پانچ سال کے بعد یہ معظّمہ فوت ہوگئیں۔ بعد میں دوسری شادی سلطان سکندر کے مشیر وزیر پنڈت سہ بھٹ کی بیٹی بی بی بارعہ کے ساتھ ہوئی اور ایک سال کے اندر اندر ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ سلطان سکندر نے جو باغ کرالہ پورہ میں خاص میر سید محمد کے لیے بنوایا تھا بی بی بارعہ اُسی باغ میں دفن ہیں اور یہ مقام مزار دِدَہ موجی کے نام سے معروف و مشہور ہے۔

سلطان سکندر کے علاوہ حکومت کے دیگر اہم اراکین بھی میر سید محمد ہمدانی کے زبردست معتقد تھے۔ اس لیے انہوں نے کشمیر کو اسلامی ثقافت کے لحاظ سے کافی سنوارا۔ اپنے بارہ سالہ قیام کے دوران سراسر کشمیر میں مسجدیں، خانقاہیں اور مدرسے تعمیر کروائے۔ اپنے ساتھ لائے ہوئے مبلغین کو مختلف علاقوں میں تبلیغ و ترویج کے لیے بھیج دیا اور اسلام کا جھنڈا ہر طرف سے لہرایا۔ خانقاہ معلیٰ سرینگر کی تعمیر آپ کے زیر نظر ۷۹۹ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچی اور آپ نے سلطان کو ایک بیش بہا لعل بدخشاں دے کر اس کے عوض تین گاؤں قصبہ ترال، نونہ ونی اور موضع وچی کو لے لیا اور ان جگہوں کی آمدنی کو خانقاہ معلیٰ کے اخراجات کے لیے وقف کر دیا۔ آپ نے قصبہ ترال میں ۸۰۰ھ کو ایک اور خانقاہ بنوائی جو مرجع ہر خاص و عام ہے۔

وچی میں ۸۰۱ھ کو خانقاہ والا تعمیر کروائی۔ اس خانقاہ کو بعد میں مغل بادشاہوں نے ایک اور جگہ منتقل کیا اور آج بھی خانقاہ کبروی کے نام سے معروف ہے۔ اس کے علاوہ سوپور اور درگجن میں بھی آپ نے خانقاہیں تعمیر کروائیں۔

سرینگر کی جامع مسجد میر سید محمد ہمدانی کی کوشش اور سلطان سکندر کی وساطت سے ۸۰۱ھ میں مکمل ہوئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں تین سو بہتر ستون نصب کئے گئے جو آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ سرینگر میں موجود عیدگاہ بھی مالکان سے خرید کر پوری زمین مسلمانوں کے لیے وقف کردی تاکہ اس

میں نماز عید پڑھ سکیں۔ پھر سلطان سکندر کے فرزند علی شاہ نے اس میں ایک بڑی مسجد بنوائی جس کا نام مسجد علی رکھا گیا اور یہ نام بگڑ کر اب عالی مسجد ہو گیا ہے۔

آپ تبلیغ کی خاطر علماء و فضلاء کی معیت میں تبت خورد شگر (بلتستان) اور لداخ وغیرہ بھی تشریف لے گئے اور یہی سبب ہے کہ ان علاقوں میں مذہب شیعہ کو فروغ ملا۔ آپ نے پورے کشمیر میں اپنے ساتھیوں کی مدد سے مسلک امامیہ پھیلایا اور اس سلسلے میں مصائب و آلام برداشت کئے۔ سید محمد حصاری جو مذہب حنفی کے پیروکار تھے، آپ سے اکثر بحث و مباحثے میں الجھتے تھے اور دونوں کے درمیان کافی رنجش واقع تھی۔ جس کو مورخین نے صراحت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ شیعیان کشمیر کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ نے بارہ سال ان کی رہبری فرمائی۔

بالآخر سید محمد حصاری کی وجہ سے ہی آپ کشمیر چھوڑنے پر مجبور ہوگئے اور سرینگر سے حج کے لیے نکل پڑے۔ مورخ حسن نے روانگی کی تاریخ ۸۱۷ھ لکھی۔ اس حساب سے آپ نے کشمیر میں اکیس یا بائیس سال قیام فرمایا لیکن اس کی تائید کسی معتبر تاریخ سے نہیں ہوتی ہے۔ بہرحال حج سے مشرف ہو کر آپ کولاب گئے جہاں ۱۷ ربیع الاول ۸۵۴ھ کو رحلت فرمائی اور اپنے والد کے روضہ میں دفن ہیں۔

اولاد

۱۔ سید وارث؛
۲۔ سید نور؛
۳۔ سید احمد؛
۴۔ سید محمد؛
۵۔ دختر (در عقد سید محمد جبل العاملی)

آثار (۱)

۱۔جامع العلوم و قامع الظنون: یہ کتاب مؤلف نے سلطان سکندر کے لیے تحریر فرمائی تھی۔ ڈاکٹر شمس الدین احمد مرحوم اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ انہوں نے یہ کتاب تاشقند کے علوم شرقی انسٹیٹیوٹ میں زیر شمارہ LVI ۴۸۰ دیکھی تھی مختلف علوم کے علاوہ بارہ جگہوں پر مصنف نے تصوف پر سیر بحث حاصل کی ہے۔ تاریخ کتابت: ۱۲۴۵ھ

۲۔شرح شمسیہ در منطق۔ (۲)

﴿۱۵﴾

سید حسین رضوی قمی

(۸۷۱ھ)

السيد حسين القمي بن السيد محمد بن السيد احمد بن السيد منهاج بن السيد جلال بن السيد قاسم بن السيد علي بن السيد حبيب بن السيد حسين بن ابي عبد الله السيد احمد نقيب القم ابن ابي علي السيد محمد الاعرج بن ابي المكارم السيد احمد بن ابي جعفر السيد موسيٰ المبرقع بن الامام محمد تقي بن الامام علي رضا عليهم السلام.

سید حسین قمی اپنے برادر سید حسن اور دیگر علماء وفضلاء کے ساتھ قم (ایران) سے سکندر بُت شکن (۷۹٦ھ میں تخت نشین ہوا اور ان کا مدت حکومت ۲۴ سال ۹ ماہ اور چھ روز تھا) کے زمانہ میں ۸۲۱ھ کو

۱۔ مورخ غلام حسن کھویہامی رقمطراز ہیں کہ میر سید محمد ہمدانی نے ان دو کتابوں کے علاوہ پینتالیس رسالے علم تصوف میں تحریر فرمائے ہیں لیکن ان کی تفصیل یا اسماء نہیں لکھے ہیں۔ (تاریخ حسن، ج ۳، ص ۲۵۔

۲۔ خزینہ احمدی المعروف بہ گنجینہ محمدی ج ۲ ص ۷۲؛ تاریخ حسن ج ۳ ص ۲۴۔۲٦؛ واقعات کشمیر ص ۴۳؛ شاہ ہمدان حیات اور کارنامے ۸۰۔۷۸۸۔

کشمیر چلے آئے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی میں کمال رکھتے تھے اور روحانیت کے اعلیٰ منزل پر فائز تھے۔ عظمت وفضیلت والے بزرگ اور صاحب کشف و کرامات تھے۔

جب آپ آتے وقت موضع اچھ بل (بارہ مولہ) پہونچے تو ایک لڑکے کو کھیت کے کنارے پر بیٹھے دیکھا جو اس کی حفاظت پر مامور تھا۔ سید حسین قمی پیاسے تھے۔ انہوں نے اس لڑکے سے سوال آب کیا۔ مگر اس نے جواب دیا کہ میں چل پھر نہیں سکتا کیونکہ میری ٹانگیں مفلوج ہو چکی ہیں۔ سید حسین نے کہا تم اٹھو اور میرے لیے پانی لاؤ۔ لڑکا اپنی ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا اور حیرانگی کے عالم میں اپنے گھر پانی لینے کے لیے گیا۔ اس کے والدین یہ دیکھ کر حیران و ششدرہ رہ گئے۔ لڑکے نے سارا ماجرا سنایا اور وہ پانی لے کر سید حسین کے پاس آگئے اور اُن کی خدمت میں کچھ تحائف پیش کئے۔ موصوف نے کوئی چیز لینے سے انکار کیا۔ آخر میں انہوں نے اسی لڑکے کو آپ کی خدمت کرنے کے لیے دے دیا۔ اور بعد میں یہی آپ کے مرقد کا مجاور قرار پایا اور اسکی ذریت آج بھی سیدہ پورہ زینہ گیر میں آباد ہے۔ جو ریشی قبیلہ کے نام سے معروف ہے اور آج تک سید حسین کے روضہ کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔

چونکہ سید حسین اپنے دور کے ممتاز ترین علماء میں سے تھے اس لئے بادشاہ کشمیر سکندر بت شکن کے علاوہ حکومت کے خاص اراکین آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ سلطان نے اپنے ہونہار فرزند سلطان زین العابدین معروف بہ بڈشاہ کو ان کی خدمت میں پڑھنے کے لیے بھیجا۔ آپ نے شمالی کشمیر میں سوپور کے نزدیک زینہ گیر میں رہائش اختیار کی۔ سلطان زین العابدین نے اپنے دور حکومت میں آپ کے مصرف کے لیے پورا پرگنہ دے دیا۔ بعد میں یہ مقام انہی کی نسبت سے "سیدہ پورہ" کہلایا۔

یہ آپ کی جدوجہد اور محنت کا نتیجہ تھا کہ زینہ گیر (سوپور) سے ترہگام (کپوارہ) تک کا وسیع علاقہ شیعیان آل محمد علیہم السلام سے آباد ہوا۔ مگر سیاسی انقلابات کی وجہ سے اس علاقے کے لوگ یا تو کوئی اور مسلک اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے یا یہاں سے ہجرت کر کے دوسرے مقامات پر بسنے لگے۔ موصوف کشمیر کے ان چند علمائے شیعہ میں ایک ہیں جنہوں نے وادی کے گوشہ گوشہ کو خوشبوئے اہلبیت سے معطر کر دیا۔ آپ کے کرامات بہت زیادہ ہیں ہم یہاں تبرکاً دو واقعات نقل کرتے ہیں۔

آپ کے کشمیر آجانے سے بیشتر ایک کمسن سید زادی اپنے والدین سے الگ ہو کر شیوہ زینہ گیر کے ایک ہندو گھرانے میں پہنچی تھی۔ انہوں نے اس کو پالا یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچیں تو اس کی شادی ایک ہندو لڑکے کے ساتھ طے پائی۔ براتی کشتی میں سوار ہو کر بڈشاہ نالہ سے جارہے تھے حتیٰ کہ یہ کشتی سید پورہ پہنچ کے خود بہ خود رُک گئی۔ بہت زور لگایا گیا مگر کشتی آگے نہ بڑھ سکی۔ آخر کار ان میں سے چند آدمی جناب سید حسین قمی کے پاس آگئے اور تمام قصہ سنایا۔ آپ نے فرمایا اس کشتی میں ایک امانت ہے۔ اسے واپس کردو تب کشتی اپنی جگہ سے حرکت کرے گی۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ امانت کیا ہے۔ سید صاحب نے جواب دیا کہ جو دولہن اس میں سوار ہے وہ ایک سید گھرانے کی لڑکی ہے۔ یہ سن کر وہ ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے اور آقائے قمی سے پوچھنے لگے کہ اس کا کیا ثبوت ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس لڑکی کے کندھوں پر پنجتن پاک کے اسماء کندہ ہیں جب دیکھا گیا تو صحیح تھا اور مذکورہ لڑکی آپ کے حوالے کی گئی۔

ایک مرتبہ سید حسین وضو کر رہے تھے کہ ایک ناصبی وہاں آکر ان سے کہنے لگا کہ ہمارے مذہب حق پر اور تمہارا باطل پر ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ میں زمین سے اوپر اٹھ کر ہوا میں اُڑ سکتا ہوں۔ سید حسین نے اس سے کہا میں بھی تو دیکھوں۔ جب وہ کچھ ہی میٹر آسمان کی طرف اوپر گیا تو سید قمی نے پاؤں سے کفش (جوتا) نکال کر اس کی طرف پھینکا اور وہ اس کے سر سے ٹکراتا گیا یہاں تک کہ یہ ناصبی نیچے زمین پر گر کر خجل ہو گیا۔

سید حسین قمی نے ۷ شعبان ۸۷۱ھ میں انتقال فرمایا اور اپنے ہی آباد کردہ محلّہ سید پورہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے مرقد پر پھر روضہ تعمیر کیا گیا اور پھر وقتاً فوقتاً اس کی مرمت ہوتی رہی۔ آپ کی نسل کشمیر، ایران عراق پاکستان، ہندوستان، امریکا، انگلینڈ وغیرہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان میں شعراء عرفاء اور بڑے بڑے فقہاء اٹھے اور بعض مرجعیت کے مقام پر بھی فائز ہوئے۔

اولاد

۱۔ حاج سید محمد؛

۲۔ سید احمد؛

۳۔ سید عبد اللہ؛

۴۔ سید محمد نقیب؛

۵۔ سید علی۔

آثار

۱۔ صراط: اس کتاب کا کشمیری ترجمہ ملا احمد نے کیا تھا جو سلطان زین العابدین کے دار الترجمہ کے معزز رکن تھے۔[۱]

﴿۱۶﴾

حافظ سید جمال الدین حسینی ہمدانی

(ح ۸۷۲ھ)

آپ حافظ سید کمال الدین کے فرزند دلبند تھے۔ بچپن میں ہی قرآن حفظ کرنے کے بعد علوم اہلبیت اپنے والد اور دیگر کشمیری فقہاء سے حاصل کئے اور بہت ہی قلیل مدت میں کشمیر کے جید علماء میں شمار ہونے لگے۔ صاحب خوارق السالکین آپ کو یوں یاد فرماتے ہیں۔

مظهر نور فتوحات الهي

مصدر سرِ فیوضات الهي

آپ نے حدوداً ۸۷۲ھ میں رحلت فرمائی اور اپنے آبائی مقبرہ شہاب الدین پورہ (سرینگر) میں دفن ہوئے۔ موصوف کے صرف ایک فرزند سید نعمت اللہ تھے۔[۲]

۱۔ السادة فی السیادة السادة ص ۱۴۲؛ شباب کشمیر ص ۲۹۴۔ ۲۱۸؛ کحل الجواہر ص ۵؛ شیعیان کشمیر ص ۱۵۔۱۷؛ ہفتہ وار پہچان ج ۱ شمارہ ۸ جمعہ ۲۸ ستمبر ۲۰۰۷ئ؛ آفتاب خوبان ص ۲۰۔

۲۔ تاریخ حسن ج ۳ ص ۵۳؛ خوارق السالکین ص ۱۰؛ اخبار السادات ص ۲۲۔

﴿۱۷﴾

شہید سید محمد موسوی جبل العاملی

(۸۷۹ھ)

سید محمد موسوی جبل العاملی[1] کے والد علامہ شہید سید حیدر قلندر موسوی تھے اور ان کی والدہ بی بی بارعہ امیر کبیر میر سید علی ہمدانی کی دختر تھیں۔ موصوف نے اپنے ماموں امیر سید محمد ہمدانی سے فیض پایا اور ان کی صاحبزادی سے شادی کرلی۔ آپ سلسلہ کبرویہ کے سر گروہ تھے۔

آپ کا لقب نور بخش ثانی تھا۔ انہوں نے مختلف شہروں میں اپنے پدر سبھی امیر سید محمد ہمدانی کے ساتھ سیر و سیاحت فرمائی اور تبتین، کاشغر اور شگر وغیرہ میں مذہب تشیع کو فروغ دیا۔ اس کے علاوہ ان علاقہ جات میں مسجدیں اور مدرسے بنوائے اور وہاں کے راجگان نے آپ کی سعی و کوشش سے مذہب حقہ قبول کیا۔

سید محمد جبل العاملی مشاہد مقدسہ کی زیارت کے لیے بھی تشریف لے گئے اور اس سفر کے دوران انہوں نے فقیہ اعظم علامہ احمد بن فہد حلی (م۸۴۱ھ) سے بھی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ علامہ مذکور نے ان کو ایک کتاب "عدۃ الدعیٰ"[2] بطور تحفہ پیش کی تھی اور اس کے سرورق پر تحریر فرمایا تھا:

بعد از حمد و صلوٰۃ، السید السند و الحبر المعتمد وحید عصره و اوانه و فريد دهره و زمانه مبلغ شريعة جده سيد المرسلين واهلبيته المعصومين صلوات الله عليهم اجمعين السيد محمد جبل العاملي الكشميري خلف العلامة

[1] ۔ جبل العاملی کے لقب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شاید جبل عامل (لبنان) میں بھی کافی مدت تک رہے ہیں اور یہ بات قرین عقل بھی ہے کیونکہ اس زمانہ میں شیعوں کے بہت سے مجتہدین یہاں سکونت پذیر تھے اور درس و تدریس ان کا شغل تھا۔ ہو سکتا ہے کہ آپ بھی تحصیل علوم کی خاطر وہاں تشریف لے گئے ہوں۔

[2] ۔ عدۃ الداعی و نجاح الساعی علامہ ابن فہد حلی نے ۸۰۱ھ میں لکھی تھی۔ یہ کتاب علامہ سید احمد موحدی قمی کی تصحیح و تعلیقات کے ساتھ مکتبہ ہمدانی قم سے ۱۳۹۲ھ میں شائع ہوئی ہے۔

الزاهد میر حیدر الموسوي الاردبیلي صاحب هدایت المسترشدین حفید مخدوم اهل الایمان والیقین سلطان النسکآء العارفین ورئیس العباد المتورعین السید سلطان صفي الدین الاردبیلي رحمة الله رضوانه علیه و آبائه الطاهرین و وجدته اهلاله

اس مبارک سفر سے کشمیر لوٹنے کے بعد آپ مالموہ تانترے پور میں ایک عرصہ تک تبلیغ کرتے رہے۔ سلطان زین العابدین آپ کا نہایت ہی معتقد تھا۔ انہوں نے جناب سید جبل العاملی کی خدمت میں مختلف مناصب اور جاگیرات کی پیش کش بھی کی تھی۔

حاجی خان الملقب بہ سلطان حیدر شاہ کے عہد میں ۸۷۹ھ (۱۴۷۴ء) کو لوئی حجام ملعون کے حکم سے جمہ گلوان نے انہیں بیوہ وچل پورہ میں شہید کر دیا اور لاش کو وہیں بے گور و کفن چھوڑ دیا۔

پھر سید صاحب کے ارادت مندوں نے لاش و چل پورہ سے مالموہ لائی اور دفن کر کے اس پر ایک عمدہ روضہ تعمیر کیا۔ ایک شب مجاور روضہ نے انہیں خواب میں فرماتے ہوئے دیکھا کہ میرے جسد خاکی کو یہاں سے نمچہ بل لے جایا جائے اور اس نے آپ کا حکم بجالایا۔

آقا سید محمد انیس کاظمی صاحب نے لکھا ہے کہ اس جگہ کو "سید صابن" کہتے ہیں اور یہاں پر قدیم الایام سے جلوس عاشورا اور دیگر ایام اعزا میں علم شریف ٹھہرایا جاتا ہے۔ یہ جگہ مرحوم سید اکبر شاہ امین کے مکان کے متصل واقع ہے۔ آپ کے فقط ایک فرزند شہید سید عبد الغنی تھے جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔[1]

[1] ۔ کحل الجواہر ص ۶ چاند میری زمین ص ۱۲۱۔

﴿۱۸﴾

شہید سید فیروز دُر

(۸۷۹ھ)

آپ کے والد علامہ شہید سید حیدر موسوی اور والدہ بی بی مریم میر سید محمد مدنی کی صاحبزادی تھیں۔ سلطان زین العابدین آپ کی بہت قدر کرتا تھا اس نے مختلف جگہوں پر آپ کو جاگیرات دیئے۔ اپنے والد کی طرح موصوف بھی جید مبلغیں امامیہ میں سے تھے۔ حاجی خان کے عہد میں ۸۷۹ھ کو سید فیروز اپنے برادر سید محمد جبل العاملی کے ہمراہ لوئی حجام بدفرجام کے امر سے جمعہ گلوان کے ہاتھوں نہایت ہی بے دردی سے شہید ہوئے۔ آپ کا مقبرہ دُربل [1] نامی گاؤں میں ہے جہاں ہر سال مجلس حسینی برپا کی جاتی ہے۔ آپ کے فرزند علامہ سید جعفر کے حالات اگلے صفحات پر تحریر ہیں۔ [2]

﴿۱۹﴾

سید محمد صابر موسوی

(ح ۸۸۰ھ)

آپ علامہ سید محمد موسوی جبل العاملی کے چھوٹے برادر تھے۔ آپ کا شمار مذہب حقہ کے اعاظم علماء میں ہوتا ہے۔ ان کا مدفن ہبری لاسی پورہ تحصیل بیروہ میں مرجع خلائق ہے۔ [3]

---

[1] ۔ اس جگہ کا نام آپ ہی کے نام نامی پر پڑا ہے۔

[2] ۔ تحل الجواہر ص ۶۔

[3] ۔ فصل الخطاب ص ۹؛ تحل الجواہر ص ۶۔

﴿۲۰﴾

سید نعمت اللہ حسینی ہمدانی

(ح ۸۸۳ھ)

علامہ سید نعمت اللہ اپنے والد حافظ سید جمال الدین کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ لوگوں کے پیشوا اور ارباب حال کے ھادی تھے۔ انہوں نے تمام عمر لوگوں کی خدمت، درس وتدریس اور ترویج مذہب اہلبیت میں صرف کی۔ ملا ابن ہادی صبور نے ممدوح کو یوں یاد کیا ہے:

آن در یکتائي دریاي وصال

آن مه فلک غر و جد و حال

سید نعمت اللہ حدوداً ۸۸۳ھ میں فوت ہوئے اور اپنے جد میر سید تاج الدین حسینی ہمدانی کے روضہ میں دفن ہوئے۔

اولاد

۱۔ سید شمس الدین (دیکھئے احوال)؛

۲۔ سید احمد: انہوں نے تبلیغ کی خاطر سرینگر سے کسی دیہات کی طرف ہجرت فرمائی تھی؛

۳۔ سید جعفر: آپ نے بھی سرینگر چھوڑ کر دانچھو بمقام اچھہ گام (تحصیل بڈگام) سکونت اختیار فرمائی۔ سید جعفر اس قدر زاہد اور عالم تھے کہ دشمن بھی آپ کی فضیلت کا اعتراف کرتے تھے۔[1]

---

[1]۔ خوارق السالکین ص ۱۰؛ اخبار السادات ص ۲۲؛ تاریخ حسن ج ۳ ص ۵۳؛ واقعات کشمیر ص ۵۴۵؛ الحبل المتین جز ۱ ص ۲۱؛ مشجرات سادات ہمدانیہ۔

﴿۲۱﴾

سید شمس الدین حسینی ہمدانی

(ح ۸۹۴ھ)

علامہ سید شمس الدین خلف الصدق سید نعمت اللہ علم و فضل اور ورع و تقویٰ میں بے مثال تھے۔ آپ کا قلب معرفت کا سمندر تھا۔ حدوداً ۸۹۴ھ میں انتقال فرمایا اور جد نامدار کے روضہ میں دفن ہوئے۔ خوارق السالکین میں آپ کی تعریف یوں کی گئی ہے:

آن گل گلزار ایقان و وقار　　آن شه اقلیم جود و زهد الصدق

اولاد

۱۔ سید علی۔[1]

۱۔ تاریخ حسن ج ۳ ص ۶۴؛ خوارق السالکین ص ۱۰۔۱۱؛ اخبار السادات ص ۲۲۔

فصل سوّم

دسویں صدی ہجری کے علماء

﴿۲۲﴾

سید علی حسینی ہمدانی

(ح۔ ۹۰۲ھ)

سید علی جگر گوشہ سید شمس الدین حسینی کشمیر میں اہل تشیع کے جلیل القدر عالم و فاضل تھے۔ اہل صفاء کے سردار اور عارف نامدار تھے۔ آپ نے تمام عمر خدمت دین میں گذاری اور تادم مرگ خانقاہ معلیٰ کے متولی رہے۔ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری[۱] اور مرحوم مفتی محمد سعادت[۲] نے کشمیر کی قدیم فارسی تاریخ آپ کی طرف منسوب کی ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ صاحب تاریخ نے خود اپنے والد کا نام سید محمد بتلایا ہے۔[۳] جب کہ سید علی حُسینی ہمدانی کے والد سید شمس الدین تھے۔

ملا احمد نے آپ کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے

آنسرو سردار زهاد زمان

آئمه مردان میدان عمل

آپ نے لگ بھگ ۹۰۲ھ میں انتقال فرمایا اور اپنے جد اعلیٰ میر سید تاج الدین حسینی کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

اولاد

سید محمد۔[۴]

---

[۱]۔ واقعات کشمیر، ص ۵۴۵۔

[۲]۔ اخبار السادات، ص ۲۵۔

[۳]۔ تاریخ سید علی، ص ۴۸۔

[۴]۔ اخبار السادات ص ۲۵۔۲۶؛ خوارق السالکین ص ۱۱؛ تاریخ حسن ج ۳ ص ۶۴؛ مشجرات سادات ہمدانیہ۔

﴿۲۳﴾

شہید سید عبد الغنی موسوی

(۹۳۲ھ)

الشهيد السيد عبد الغني بن الشهيد السيد محمد جبل العاملي بن الشهيد السيد سلطان حيدر قلندر الموسوي الصفوي.

سید عبد الغنی (بعض تذکرہ نگاروں نے ان کا نام سید عبد النبی لکھا ہے) کے لیے علمائے اعلام نے قدوۃالواصلین، سراج الملۃ والحق والدین جیسے القاب استعمال کئے ہیں جن سے ان کی فضیلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ درجۂ اجتہاد پر فائز تھے۔ علم و ریاضت اور زہد و ورع میں لاثانی شمار کئے جاتے ہیں۔ امام باڑہ جڈیبل کی تعمیر و تاسیس میں انہوں نے اپنے دو فرزندان سید حسن، سید حُسین اور مرد جید میر یعقوب اصفہانی کے ساتھ اہم رول ادا کیا۔

علامہ سید عبد الغنی نماز تہجد کے دوران بروز جمعہ ۱ ربیع الاول ۹۳۲ھ میں میر سید شمس الدین عراقی کے ہمراہ خانقاہ نور بخشیہ جڈیبل میں شہید ہوگئے۔ ہم نے اس واقعہ کا مفصل تذکرہ میر عراقی کے حالات میں کیا ہے۔ میر عراقی کے فرزند میر سید دانیال نے آپ کے دو بیٹوں سید حسن اور سید حسین[1] کی پرورش خود فرمائی۔ سید عبد الغنی دیگر شہداء کے ہمراہ خانقاہ نور بخشیہ جڈیبل میں دفن ہیں۔[2]

---

[1]۔ شاید یہ دونوں سید عبداللہ صاحب سے چھوٹے تھے۔

[2]۔ آقا سید انیس کاظمی صاحب نے رشحات کوثر ص ۲۹ میں لکھا ہے کہ (سید عبد الغنی) شہادت کے بعد اپنے والد بزرگوار کی (کے) پہلو (نمچہ بل) میں دفنائے گئے۔ ایک وقائع نویس نے خانقاہ سوختہ لکھا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ کو پہلے اپنے والد بزرگوار کے جوار میں چند سال گذرنے پر دشمنوں کے خوف سے وہاں سے نکال کر خانقاہ بابا خلیل میں بمقام خانقاہ سوختہ دفنایا گیا۔ راقم کو سید صاحب کے اس بیان سے چند وجوہات کی بناپر اتفاق نہیں ہے۔

اول: کاظمی صاحب اگر اپنی رائے کی تائید میں کوئی حوالہ دیتے تو زیادہ بہتر تھا۔ ہماری نظر سے ابھی تک ایسی کوئی تاریخ نہیں گذری جس میں ان دو جگہوں کا ذکر ملتا ہو۔ اس موضوع پر سب سے اہم اور قدیم مآخذ تحل الجواہر میں صاف طور پر ان کا مدفن خانقاہ نور بخشیہ جڈیبل لکھا ہے۔

اولاد

۱۔ سید عبداللہ؛
۲۔ سید حسن؛
۳۔ سید حُسین۔[1]

﴿۲۴﴾

شہید سید جعفر موسوی

(۹۳۲ھ)

الشهيد السيد جعفر بن الشهيد السيد فيروز دُر بن الشهيد السيد حيدر الموسوي الصفوي

سید جعفر کے دادا سید حیدر موسوی اور دادی میر سید محمد مدنی کی دختر سیدہ مریم تھیں۔ آپ اپنے والد سید فیروز دُر کی شہادت کے بعد روپوش ہوگئے اور خفیہ طور پر تبلیغ اسلام میں مشغول تھے۔ ربیع الاول ۹۳۲ھ میں میر عراقی کی شہادت کے بعد آپ کو بھی دوندس بمنہ (بڈگام) میں خنجر کے تین ضربتوں سے شہید کیا گیا۔ آپ کی قبر دوندس میں معروف ہے۔ حجۃ الاسلام آقای سید محمد باقر موسوی نے ان کے مرقد پر خوبصورت روضہ حال ہی میں تعمیر کروایا۔[2]

دوم: اگر بالفرض ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ انہیں دشمنوں کے خوف سے نمچہ بل سے خانقاہ سوختہ منتقل کیا گیا تو ان کے والد صاحب کی لاش بھی کیوں نمچہ بل سے خانقاہ سوختہ یا کسی محفوظ مقام پر لے جاکر دفن نہیں کی گئی۔ کیونکہ جو سلوک ان کی قبر کے ساتھ کیا جاتا۔ ممکن ہے کہ وہی ہتک آمیز سلوک ان کے والد کے ساتھ بھی روا رکھا جاتا۔

[1]۔ تحل الجواہر ص ۷
[2]۔ تحل الجواہر ص ۶۔

﴿۲۵﴾

شہید میر سید شمس الدین عراقی

(۹۳۲ھ)

السید محمد شمس الدین العراقي بن السید سلطان ابراهیم بن خواجه السید سلطان علي بن السید صدر الدین موسیٰ بن السید سلطان صفي الدین الاردبیلي بن السید امین الدین جبرئیل بن السید صالح بن السید قطب الدین رشید بن السید محمد الحافظ بن السید عوض الخواص بن السید فیروز شاه بن السید محمد مهدي بن السید شرف شاه بن السید محمد بن السید حسن بن السید ابراهیم بن السید جعفر بن السید محمد بن السید اسماعیل بن السید محمد بن السید احمد الاعرابي بن السید قاسم بن السید حمزة بن الامام موسیٰ بن جعفر علیهم السلام

آپ کا اسم گرامی محمد لقب میر شمس الدین اور عراقی انتساب سے معروف ہیں۔ میر عراقی موضع کند قصبہ سولغان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صفوی خاندان کے چشم و چراغ تھے اور والدہ قزوینی سادات سے تعلق رکھتی تھیں۔ نشو و نما کے بارے میں ہمارے پاس زیادہ معلومات نہیں ہیں البتہ آپ نے اپنے زمانے کے مطابق بہترین تعلیم و تربیت پائی تھی اور علم و فضل کے آخری درجہ پر فائز تھے۔ باوجودیکہ کشمیر کے سُنی مورخین نے تعصب اور عناد کی وجہ سے آپ کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے مگر پھر بھی آپ کی علم شناسی اور تند ذہنیت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔

میر عراقی ۸۸۸ھ میں مرزا سلطان حسین والیٔ خراسان کی خاطر بعض جڑی بوٹیوں اور دوائیوں کے حصول کے لیے کشمیر آگئے جیسا کہ میر عراقی کی معتبر سوانح حیات تحفۃالاحباب میں تحریر ہے کہ شاہ قاسم فیض بخش ہرات میں سلطان حسین مرزا کا علاج و معالجہ کرنے میں مصروف تھے اور انہوں نے

سلطان کو ایسی دوائیاں اور جڑی بوٹیاں لانے کے لیے کہا جو کشمیر اور تبت کے علاوہ کہیں نہیں ملتی۔ سلطان نے شاہ قاسم سے کہا کہ میر عراقی سے بہتر مجھے اور کوئی شخص نظر نہیں آتا جو میرے لیے یہ کام انجام دے۔ اگرچہ شاہ قاسم اس بات پر راضی نہ تھے مگر والی خراسان کے بے حد اصرار پر انہوں نے بالآخر میر عراقی کو کشمیر روانہ فرمایا اور ساتھ میں حاکم کشمیر کے لیے تحائف، ہدایا اور خطوط دیئے۔

چونکہ سلطان حسین کا نمائندہ ہونے کی وجہ سے آپ کھل کر تبلیغ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے خفیہ طور پر تبلیغ میں مصروف رہے یہاں تک کہ بابا علی نجار نے آپ کا مذہب قبول کرلیا۔ شاید اپنا وعدہ نبھانے کی خاطر اور بعض علماء کی مخالفت کے باعث جن کو ان تبلیغی سرگرمیوں کا پتہ چل گیا تھا۔ آپ آٹھ سال کے بعد واپس خراسان تشریف لے گئے اور شاہ قاسم فیض بخش کے پاس رے میں قیام کیا۔

میر عراقی بار دوم دیگر علماء اور اپنے خانوادہ کو ساتھ لے کر مشہد میں امام رضا کی زیارت کرتے ہوئے قندھار اور پھر ملتان گئے۔ ملتان میں نمک کے پہاڑ کی طرف کوچ کیا اور سردی کا موسم یہاں گذار کر پونچھ بارہمولہ کے راستہ سے ۹۰۲ھ میں فتح شاہ کے دور حکومت میں وارد کشمیر ہوئے۔ سرینگر پہنچنے پر بابا علی نجار اور اس کے ہمراہیوں نے ان کا والہانہ استقبال کیا۔

سرینگر میں ساکن ہونے کے بعد میر عراقی نے ملک موسیٰ رینہ اور کاجی چک کو مسلک اہل بیت علیہم السلام قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے بخوشی اسے اختیار کیا۔ یہ دونوں حکومت کشمیر میں اقتدار اعلیٰ کے مالک تھے پھر آپ خانقاہ ہمدانیہ کی طرف متوجہ ہوگئے اور اس کو ازسر نو تعمیر کر کے کافی وسعت بخشی اور ملحقہ مکانات اور آراضی کو خرید کر خانقاہ کے صحن میں شامل کرلیا۔ خانقاہ کے ساتھ ایک بڑا لنگر خانہ، آش خانہ اور گودام بھی بنوایا۔ لنگر خانہ میں ہر روز صبح و شام فقیروں اور مسافروں کے لیے کئی خروار چاول پکتے تھے۔ خانقاہ کا پورا انظام خود میر عراقی چلاتے تھے چنانچہ سلطان محمد شاہ نے میر عراقی کے نام خانقاہ کا تولیت نامہ تحریر کیا جو تحفۃ الاحباب میں موجود ہے۔

ملک موسیٰ رینہ جو میر عراقی کا زبردست عقیدت مند بنا تھا اس نے محلّہ جڈیبل میں اپنی تمام زمینات، مکانات، جواہرات اور زیوارت موصوف اور ان کے دوستوں کو تحفے میں دیئے اور خود محلّہ آروٹ میں جاکر رہنے لگا۔ موسم بہار ۹۰۲ھ (۱۴۹۶ء) میں خانقاہ نوربخشیہ کی بنیاد جڈیبل میں ڈالی گئی اور

میر عراقی اس کی تعمیر میں مصروف ہوگئے۔ لیکن ابتدائی کامیابیوں کے باوجود آگے چل کر میر عراقی کو پے در پے مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ سلطان محمد شاہ کے وزیر اعظم سید محمد بیہقی اور چند دیگر ملا ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے۔ انہوں نے میر کو ہر طرح سے پریشان کرنا شروع کر دیا اور ان کے مریدوں کو بھی تنگ کرنے لگے چنانچہ آپ نے خانقاہ نور بخشیہ کی تعمیر ادھوری چھوڑ کر ۹۰۷ھ میں پچاسی مریدوں کے ہمراہ بلتستان گئے اور وہاں کے بودھ راجاؤں اور عوام کو مشرف بہ اسلام کیا۔ دو مہینوں کے بعد جب ملک موسیٰ رینہ کے ہاتھوں میں زمام حکومت آئی اور سید محمد بیہقی مارے گئے تو ملک موسیٰ نے میر عراقی کو واپس بلوایا۔ اور سرینگر دوبارہ تشریف لانے پر ان کا گرمجوشی سے خیر مقدم کیا گیا۔

میر عراقی کو سب سے پہلے خانقاہ نور بخشیہ کی فکر ہونے لگی اور پھر سے اس کی تعمیر میں مشغول ہوگئے یہاں تک ایسی وسیع و خوبصورت خانقاہ تعمیر کی جس کی مثال دنیا میں موجود نہ تھی۔ اس کے ساتھ ایک حمام بھی بنوایا جو لکڑی جلائے بغیر گرم رہتا تھا۔ خانقاہ میں علماء اور صوفیوں کی بڑی تعداد رہتی تھی۔ انہوں نے اشاعت اسلام میں بہترین کردار ادا کیا ہے۔ ان میں سے بعض کے اسماء یہ ہیں:

مولانا جنید، مولانا کمال، مولانا زیرک، مولانا بابا شمس گنائی، مولانا حاجی بایزید، مولانا خلیل اللہ، مولانا عثمان گنائی، مولانا سیف، مولانا عبد الرحمٰن، مولانا میر حسین، ملا بابا علی، ملا جوہر، ملا محمد امام، خواجہ رفیق، مولانا سید افضل، حافظ محمود کیانی، ملا حسن عودی، ملا درویش محمد، قاضی محمد قدسی، مولانا سید احمد، مولانا سعید، مولانا سعد اللہ، دلو صوفی، مولانا حاجی علی، صوفی جمال، تاج الدین خادم، مولانا محمد گنائی، مولانا ناصر، مولانا حافظ بصیر، مولانا امیر سید بدلا، مولانا نصرت۔

ملک موسیٰ رینہ میر عراقی کے مشن کو پھیلانے میں بہتر ثابت ہوئے۔ اس نے اپنے زمانہ اقتدار میں ان کی بھرپور حمایت کی پھر چک امراء بھی مرید ہوجانے کے بعد میر عراقی کے ہاتھ مضبوط ہوگئے۔

سلطان زین العابدین کے دور حکومت میں کشمیر کے طول و عرض میں بت پرستی کا پھر سے رواج ہوا تھا۔ غیر مسلمین کے رسومات اس قدر عام ہوگئے تھے کہ مسلمان حضرات ان قبیح رسومات کو انجام دینے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ وہ فقط نام کے مسلمان رہ گئے تھے۔ لیکن میر عراقی نے انہیں از سر نو کلمہ پڑھایا۔ وادی کے طول و عرض میں مبلغین بھیجے تاکہ وہ اشاعت اسلام منظّم طریقہ پر کر سکیں۔

اطراف و اکناف میں مساجد اور مدارس قائم کروائے تاکہ لوگ آسانی سے تعلیم قرآن و حدیث حاصل کر سکیں۔ اس طرح میر عراقی اور ان کے ساتھیوں کی انتھک جد و جہد اور کوششوں سے کشمیر میں مذہب اسلام کی جڑیں مضبوط ہو گئیں اور تقریباً چوبیس ہزار گھرانے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور یوں میر عراقی وادی میں مجدد شیعیت قرار پاتے ہیں نہ کہ بانی کیونکہ ان کے ورود سے پہلے بھی کئی شیعہ مبلغین کشمیر آ چکے تھے۔ لیکن علامہ عراقی نے اُس وقت تبلیغ کا فریضہ انجام دیا جب قریب تھا کہ اُن مجاہدوں کی محنت پر پانی پھیر جاتا جو اپنا گھر بار چھوڑ کر مذہب اہل بیت کا پرچار کرنے کے لیے کشمیر آئے تھے۔

یوں تو تواریخ کشمیر میں میر عراقی کی شہادت کا اشارہ تک بھی نہیں ملتا۔ مگر سید حسن معرکہ دار نے اپنی بیاض میں اور علامہ سید مہدی موسوی نے مضارب المشککین میں ان کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔ اورنگ زیب کی دختر زیب النساء مخفی کے اُستاد اور علامہ مجلسی کے بھانجے ملا سعید اشرف نے میر عراقی کا مرثیہ کہا ہے جس کا ایک شعر یہ ہے۔

شاہ شهادت یافته بود از شاہ شهید انش بارث
شد شهید به تیغ ناپاکي که از شمر ارزل است

راقم کی تحقیق کے مطابق ان کی شہادت کا مفصل تذکرہ سب سے پہلے صاحب تحل الجواہر نے کیا ہے۔ اور اس بارے میں ان کا بیان نہایت ہی مستند و معتبر بھی ہے کیونکہ یہ رسالہ تحریر کرتے وقت میر سید دانیال کے پوتے سید حسن رہنما کی کتاب المقامات ان کے زیر نظر رہی ہے۔ موصوف لکھتے ہیں کہ قبیلہ ماگریاں میں سے ایک گروہ نے علی رینہ کی سرکردگی میں جڈیبل کے خانقاہ نور بخشیہ پر شبخون مارا اور بوقت سحر روز جمعہ یکم ربیع الاول ۹۳۲ھ کو جب میر عراقی دیگر علماء کے ساتھ نماز تہجد میں مشغول تھے تو انہیں تیس ساتھیوں کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ "بخلد برین دو یدی" تاریخ شہادت ہے۔

پھر علی الصبح جب لوگوں کو معلوم پڑا تو بعض گریہ کنان و نوحہ خوانان اور بعض سینہ کوبی اور منہ پیٹتے ہوئے خانقاہ میں آ گئے اور تمام شہداء کو یہیں دفن کیا گیا۔

جب مرزا حیدر کاشغری نے شیعوں کو غارت کیا تو اس نے ۹۵۴ھ میں خانقاہ نور بخشیہ اور میر عراقی کے مقبرہ کو منہدم کر کے ویران کر دیا اور خانقاہ کے پتھر اور لکڑی وغیرہ اپنے محل واقع اندر کوٹ لے گیا۔ ملکان چاڈورہ اور بعض دیگر افراد کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں میر کی نعش اطہر کے ساتھ کوئی بے

حرمتی نہ ہونے پائے اس لیے انہوں نے آپ کی لاش ایک سرنگ سے برآمد کر کے چاڈورہ منتقل کی اور وہیں دفن کرائی۔ جب تک چاڈورہ کا ملک خاندان اقتدار میں رہا ہوگا تب تک اس مقبرے میں رونق باقی رہی ہوگی مگر پھر یہ مقبرہ عالم کسمپرسی میں پڑا رہا۔ یہاں تک کہ آیت اللہ آقای سید مہدی ۱۲۲۷ھ میں نجف سے لوٹے اور انہوں نے قبر کی نشاندہی کر کے اس پر ایک قبہ تعمیر کروایا۔ پھر مرحوم آقای سید احمد موسوی نے اس کی دوبارہ تعمیر کرائی اور اس کے ساتھ ایک مسافر خانہ بھی بنوادیا۔ یہاں ہر سال انجمن اثناعشری شیعیان کے تحت مجلس عزا ہوتی ہے۔[1]

﴿۲۶﴾

حافظ نصیر الدین بصیر

(۹۴۶ھ)

شیخ نصیر الدین علاقہ مراج میں رہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کور مادر زاد تھے۔ لیکن خدائے تعالیٰ نے بصیرت عطا فرمائی اور شاید اسی نسبت سے بصیر نام سے مشہور ہوئے۔ آپ نے بچپن میں ہی قرآن حفظ کیا تھا۔ اور زندگی بھر درس و تدریس کرتے رہے، کشمیر کے بہت سے علماء نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے۔ آپ منطق، کلام، حکمت اور تصوف میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ جس وقت آپ کے بعض شاگردان کو معلوم ہوا کہ آپ تشیع کی طرف میلان رکھتے ہیں تو انہوں نے آپ کے مدرسے سے علیحدگی اختیار کر لی۔ آپ نے ۹۴۶ھ میں وفات پائی اور قریہ خندہ پورہ میں دفن ہوئے۔

---

[1] تحفۃ الاحباب ۲۴۶۔۲۴۹؛ کشمیر سلاطین کے عہد میں ص ۴۳۷۔۴۴۱؛ تاریخ حسن ج۲ص ۲۲۰۔۴۱۱؛ کحل الجواہر ص۷؛ اختر درخشاں ص ۹۔۱۹؛ بہارستان شاہی ص ۵۷۔۹۱؛ بیاض حسن ص ۱۔۸؛ واقعات کشمیر ص ۱۷۳۔۱۷۵؛ تاریخ سید علی ص ۴۱۔۴۵؛ شیعیان کشمیر ص ۱۷۔۲۲۔

تلامذہ

۱۔ شیخ یعقوب صرفی ؛
۲۔ شمس الدین پال؛
۳۔ داوٗد بن حسن خاکی؛
۴۔ رضی الدین حسینی۔[1]

﴿۲۷﴾

سید محمد حسینی ہمدانی

(بعد ۹۴۹ھ)

علامہ سید محمد کے والد سید علی حسینی ہمدانی تھے۔آپ صاحب علم وفضیلت بزرگ اور فارسی زبان کے قادر الکلام شاعر تھے۔اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد خانقاہ معلیٰ کے متولی قرار پائے۔اس وجہ سے آپ کو سید محمد متولی بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن آپ نے اپنی زندگی میں ہی خانقاہ کی تولیت کے فرائض انجام دینے سے سبکدوشی اختیار کرلی اور میر سید شمس الدین عراقی کو اس کا متولی مقرر فرمایا چنانچہ تحفۃ الاحباب میں درج تولیت نامہ کے آغاز میں تحریر ہے:

> مقرر شدنِ خانقاهِ امیریه بحضرت امیر شمس الدین بفرمان همان لازوال عالیا و بحکم جناب امیر الامراء سید محمد حسینی...

۹۴۷ھ میں مرزا حیدر کاشغری جیسے ظالم اور جابر حکمران کے تخت نشین ہوجانے کے بعد ہی آپ کو کافی پریشانیوں کا سامنا رہا۔ چونکہ آپ سادات ہمدانیہ کے سر گروہ اور مذہب آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جید مبلغ تھے اور وہ ملعون بڑا متعصب اور دشمنان آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سردار تھا۔اس لیے آپ کو تقیہ اختیار کرنا پڑا کیونکہ اس نے علمائے شیعہ کو بلاجرم وخطا شہید کردیا اور عام مومنین کو بھی تہہ تیغ کرنے میں کوئی

---

[1] ۔شیعیان کشمیر ص ۱۱۵؛ نزہۃ الخواطر ج ۴ ص ۳۳۳۔۳۳۴۔

کسر نہ چھوڑی۔ کاشغری نے سوائے مسلک حنفیہّ کے باقی تمام مذاہب پر پابندی لگادی اور سلسلہ ہمدانیہ کو بھی نہ بخشا۔ اس نے خود ہی اپنی تاریخ میں ان باتوں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تمام مردم کشمیر اپنے آپ کو سُنی مسلک کے پیروکار بتلاتے ہیں کیونکہ وہ میری سنگدلی سے واقف ہیں اور وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اگروہ کوئی دوسرا مذہب اختیار کریں گے تو انہیں قتل کردیا جائے گا۔

ایسے پُر آشوب زمانے میں آقا سید محمد نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ تقیہ اختیار کریں اور اسی عالم میں ایک منظوم کتاب ۹۴۹ھ میں تصنیف فرمائی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے ۹۴۹ھ کے بعد انتقال فرمایا ہوگا۔ مورخ ابن صبور آپ کے بارے میں رقمطراز ہے:

آن گل بُستان اعزاز و وقار

آن شه اقلیم ایقان و جلال

اولاد

سید یوسف۔[1]

---

[1]۔ چونکہ آپ کی اولاد کے بارے میں اختلاف پیدا ہوگیا ہے اس لیے ہم یہاں پہلے آپ کا شجرہ نسب پیش کرتے ہیں: سید تاج الدین ، سید حسن بہادر، حافظ سید کمال الدین، حافظ سید جمال الدین، سید نعمت اللہ، سید شمس الدین، سید علی متولی، سید محمد متولی، سید یوسف۔

علامہ سید محمد کے فقط ایک فرزند یوسف تھے۔ لیکن مورخ معاصر غلام رسول بٹ صاحب نے ان کے دوسرے فرزند کا اضافہ کیاہے۔ موصوف "ترجمہ تاریخ کشمیر از سید علی" ص ۲۸ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مورخ سید علی بن سید محمد کشمیری خود حضرت میر سید علی ہمدانی کے خاندان سے تعلق رکھتا تھااور اس کا باپ سید محمد بن سید علی کانقاہ معلیٰ کے متولی سلطان محمد شاہ بادشاہ کشمیر کے عہد میں رہ چکے ہیں۔ سید محمد کشمیری صاحب تصنیف گذرے ہیں۔ ان کی ایک تالیف "تحف المجالس" منظوم فارسی زبان میں ہے۔ جس کا سال تالیف ۹۴۹ھ ہے اور جو ابھی قلمی نسخہ میں محفوظ ہے۔ جس میں سید محمد کشمیری نے اپنا شجرہ نسب سید حسن بہادر بن سید تاج الدین مقبرہ شہام پورہ سری نگر سے ملایا ہے۔ یہ تھے بٹ صاحب کے الفاظ لیکن ہمیں ان کے اس بیان سے حسب ذیل وجوہات کی بناپر اتفاق نہیں:

اول: غلام رسول بٹ صاحب یہ دعویٰ کرنے میں تنہاہیں کہ مورخ سید علی کے والد سید محمد بن سید علی حسینی ہمدانی متولی خانقاہ معلیٰ تھے۔ اگرآپ اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے کسی معتبر تاریخ کا حوالہ دیتے تو زیادہ بہتر تھا۔

دوم: راقم کا سلسلہ نسب گیارہ واسطوں سے سید محمد بن سید علی متولی تک جا پہنچتا ہے اور ہمارے خاندان میں جتنے بھی قلمی مشجرات موجود ہیں ان میں کہیں بھی مورخ سید علی کا نام نظر نہیں آتا۔ اگرچہ ہم نے نادانستہ طور پر اپنی گذشتہ کتاب الحبل المتین، ج ا، ص ۲۱ میں غلام رسول بٹ صاحب پر بھروسہ کرتے ہوئے مورخ سید علی کو آقا سید محمد متولی کا فرزند لکھا ہے۔ لیکن مزید تحقیق و جستجو کے بعد معلوم ہوا کہ ان کے فقط ایک ہی فرزند تھے۔

سوم: مورخین کشمیر کو مورخ سید علی کے خاندان میں زبردست اختلاف ہے۔ جناب محب الحسن صاحب نے ان کو بیہقی خاندان کا فرد لکھا ہے۔ (کشمیر سلاطین کے عہد میں، ص ۷) مرحوم منشی محمد الدین فوق سے مورخ سید علی کے والد سید محمد گوما گرے خاندان سے منسوب کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ سید محمد کی والدہ یعنی ابدال ماگرے کی عورت قبیلہ سادات تھیں۔ جب مرزا حیدر ۹۰۷ھ (۹۵۷ھ صحیح ہے) میں شہید ہوگیا۔ تو سید محمد نے ہی جمعیت ماگریاں اور دیگر مردمان اہل سنت و جماعت کی مدد سے واقعہ شہادت سے پانچ دن کے بعد مرزا حیدر کی نعش کو مزار سلاطین مین دفن کیا۔ (تاریخ کشمیر ج ا، ص ۲۴۸) خواجہ محمد اعظم دیدہ مری اور مفتی محمد سعادت نے مذکورہ تاریخ کو سید علی بن سید شمس الدین سے منسوب کیا ہے۔ لیکن اس کی تردید خود مورخ سید علی یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ ان کے والد سید محمد تھے۔ (تاریخ کشمیر، ص ۴۸۔) مفتی محمد سعادت کے پاس اس تاریخ کا ایک قلمی نسخہ موجود تھا۔ (تاریخ حسن، ج ا، ص ۱۷۳۔) پھر بھی ان سے اشتباہ سرزد ہوگیا۔ موصوف اخبار السادات، ص ۲۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ انہی دنوں میں سید شمس الدین کے بیٹے سید علی بعدہ سید محمد نے خانقاہ معلیٰ جیسی مشہور اسلامی عبادات گاہ کے ربط وضبط کا تعلق حاصل کیا وہ تولیت کا فریضہ بخوبی بجالاتے تھے۔ سید علی متولی نے ایک بڑی کتاب "تاریخ کشمیر" لکھی ہے جس کا اختتام چک خاندان کے عہد حکومت میں ہوا تھا۔ ہر چند چک خاندان کے عہد حکومت سے پیشتر چند تاریخیں مثل دقائق کشمیر تاریخ نادری، منتخب التواریخ، تاریخ ابراہیم، ضبط تحریر میں آچکی ہے۔ سید علی متولی نے نئے طرز سے کام لے کر حکام و حکومت کے انتظامی معاملات کے علاوہ بزرگان دین سادات علماء و مشائخ کے تذکرے بھی قلمبند کئے ہیں۔ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری، مشہور مورخ کشمیر اپنی تاریخ نویسی میں وہ طرز اختیار کرگئے ہیں جو کہ میر سید علی متولی نے ایجاد کیا تھا۔

چہارم: مورخ سید علی نے کئی مرتبہ اپنے والد یعنی سید محمد کا نام اپنی تاریخ میں دہرایا ہے اور کسی بھی جگہ ان کی ولدیت تحریر نہیں کی ہے۔ لیکن جب خانقاہ معلیٰ کی تولیت کی بات آتی ہے تو یوں لکھتا ہے: "در باب وقف خانقاہ خیانت نخواہی کرد و بطور سید محمد بن سید علی تولیت آن را مقرر خواہی کرد (تاریخ سید علی، ص ۴۵۔) اس نے سید محمد بن سید علی صرف اس لیے لکھا ہے تاکہ صاحب تاریخ کے والد اور خانقاہ معلیٰ کے متولی جو ہم نام ہیں، کے درمیان کوئی شبہہ نہ رہے۔ اور واضح کردیا کہ یہ دونوں الگ الگ شخصتیں ہیں۔

پنجم: ملا احمد بن عبدالصبور نے اپنی کتاب خوارق السالکین میں سید تاج الدین ہمدانی سے لے کر مسلسل سید یوسف تک سب کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن مورخ سید علی کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ جہاں انہوں نے سید یوسف کی تعریف کی ہے وہیں سید علی کا تذکرہ بھی کرتے جب کہ صاحب تاریخ ہونے کی وجہ سے وہی زیادہ تعریف و تمجید کے سزاوار تھے۔

لہٰذا یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ مورخ سید علی کے والد آقا سید محمد متولی نہ تھے۔

آثار

ا۔ تحفۃ المجالس (فارسی، منظوم): اس کا مخطوط ریسرچ لائیبرری (سرینگر) میں زیر نمبر ۲۱۳۶ موجود ہے۔ تاریخ تصنیف: ۹۴۹ھ (۱۵۰۲ء)۔[1]

﴿۲۸﴾

شہید میر سید دانیال موسوی

(۹۵۷ھ)

شہید میر سید شمس الدین عراقی کے فرزند میر سید دانیال نے ۸۸۷ھ میں ولادت پائی اور اپنے پدر کے سایہ عاطفت میں تربیت پائی۔ والد بزرگوار کے محضر سے استفادہ کر کے علم و عرفان میں کمال حاصل کیا۔ بچپن سے ہی آپ کی پیشانی پر شرافت ذہانت اور روحانیت کے آثار نمایاں تھے۔ چنانچہ میر عراقی نے ان کے بارے میں پیش گوئی کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ میر دانیال میرے بعد ائمہ اثنا عشر کی مودت کے جرم میں ایک ظالم اور بے دین کے ہاتھوں قتل کیا جائے گا۔ اور شہادت کے درجے پر، جو بہترین درجہ اور خوش ترین منصب اور اہلبیت کی میراث ہے، فائز ہو گا۔

سید دانیال لڑکپن سے ہی اپنے والد کے ہمراہ تبلیغی فرائض انجام دینے لگے۔ چنانچہ جب میر عراقی سلطان محمد شاہ کشمیری کے عہد حکومت میں تبت روانہ ہوگئے تو میر دانیال نے بابا علی کے ساتھ خانقاہ نوربخشیہ (جڈیبل) کا سارا انتظام اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ ۹۳۲ھ میں میر عراقی کی شہادت کے بعد میر دانیال اپنے باپ کے قائم مقام قرار پائے اور مذہب اہل بیت کی نشر و اشاعت میں اپنے مساعی جمیلہ کو صرف کیا۔

---

[1]۔ تاریخ رشیدی ص ۴۳۲؛ بہارستان شاہی ص ۳۵۶؛ خوارق السالکین ص ۱۱؛ اخبار السادات ص ۲۶؛ واقعات کشمیر ص ۵۴۵؛ مشجرات سادات ہمدانیہ۔

مرزا حیدر کاشغری ۲۰ رجب ۹۴۷ھ میں کشمیر کو فتح کرنے کے لیے ہمایوں کی طرف سے آیا اور اس نے آتے ہی یہاں شیعہ سنی فسادات کو ہوا دی۔ مذہب حنفیہ کے علاوہ دیگر تمام مذاہب پر پابندی لگادی۔ اس نے نہ صرف شیعوں کے نامور علماء بلکہ عام عوام کو بھی موت کے گھاٹ اُتارا۔ محبان آل محمد ﷺ کو اس کے عہد میں غارت گری، آتشزدگی اور جلاوطنی کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ میر سید دانیال اس وقت کشمیر میں شیعوں کے عمومی مرجع اور اس مذہب کے تحفظ اور بقاء کے اسباب فراہم کرنے میں مصروف تھے۔ آپ بھی کاشغری کے ظالمانہ سلوک کی زد میں آگئے۔ اگرچہ آپ اپنی طاقت اور دیگر مقتدر قبیلوں کی کمک سے بالکل اچھی طرح کاشغری کا مقابلہ کر سکتے تھے مگر وقت کی نزاکت کو دیکھ کر انہوں نے خونریزی سے پرہیز کیا اور مصلحت ہجرت میں سمجھی۔

میر سید دانیال فقط تبلیغ کی خاطر اپنے معنوی فرزندان شہید سید حسن و شہید سید حسین فرزندان شہید سید عبدالغنی موسوی (ش ۹۳۲ھ) کے ساتھ اور دیگر اعوان وانصار کی معیت میں تبت چلے گئے اور کچھ مدت وہیں قیام فرما کر مذہب تشیع کی ترویج میں مشغول ہوگئے۔ ادھر ۹۵۷ھ میں شیعوں کو غارت کرنے کے بعد اب مرزا حیدر کو میر دانیال کی فکر ہونے لگی اور اپنی پوری طاقت صرف کر کے اس نے جبراً بکمال بے حرمتی سید دانیال کو کشمیر طلب کیا۔

یہاں پہنچتے ہی مرزا نے سید دانیال کو گرفتار کرلیا اور شاید اپنے محل واقع اندر کوٹ (سمبل سوناواری) میں ایک سال تک قید رکھا اور ان کے قتل کا جواز ڈھونڈنے میں لگ گیا۔ بالآخر چند گواہوں کو خرید کر ان پر سب صحابہ کا جھوٹا الزام عائد کر کے کچھ ضمیر فروش ملاؤں کے فتوے حاصل کئے۔ مورخ حسن کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ مرزا حیدر نے میر دانیال کو انتہائی سرزنش کے بعد کشمیر بلا کر ایک سال تک قید کیا اور کچھ گواہوں کے ذریعہ اُس پر سب صحابہ ثابت کر کے قاضی ابراہیم اور قاضی عبد الغفور کے فتوؤں کی بنیاد پر اُنہیں قتل کر دیا۔

یہ جانگداز واقعہ مقام عشم اندر کوٹ میں ۳ شعبان ۹۵۷ھ کو پیش آیا اور سید دانیال کے ہمراہ شیعہ علماء اور جلیل القدر سادات کی ایک بڑی جماعت کو شہید کیا گیا جن میں میر سید حسن، میر سید حسین او رملا رضی الدین مدرس بھی شامل تھے۔ اس قتل گاہ کے آثار آج بھی موجود ہیں۔[1]

پھر بعض مومنین نے میر دانیال اور میر سید حسن کی نعشہائے پارہ پارہ رات کی تاریکی میں وہاں سے اٹھا کر کریوہ (شادی پورہ) ڈب میں دفن کرکے زمین کو ہموار کردیا اور اس جگہ پر دانہ جُو بویا گیا۔ خدائے تعالیٰ کی مشیت سے جو کی فصل اسی شب سرسبز و شاداب ہوئی۔[2] پھر میر دانیال کو یہاں سے نکال کر ان کے والد میر عراقی کے پاس خانقاہ نور بخشیہ جڈیبل میں دفن کرنے کے لیے لے جایا گیا۔ شہر میں اس کا اعلان پہلے سے ہی کرایا گیا تھا تاکہ محبان تابوت منور کے استقبال کے لیے آجائیں اور تب جاکر آپ جڈیبل میں اپنے پدر عالیمقام کے پاس دفن ہوئے۔ اور یہ سب کچھ تب ممکن ہوا جب مرزا حیدر کمال دونی کے ہاتھوں ۸ ذی القعدہ ۹۵۷ھ کو قتل ہوا تھا۔ بقول ڈاکٹر اکبر حیدری صاحب جڈیبل میں میر دانیال کی قبر پر ایک کتبہ نصب تھا اس پر اسمائے ائمہ معصومین علیہم السلام کے بعد یہ شعر کندہ کیا گیا تھا۔

آنکه شیخ دانیال ز بهر رب مجید
حضرت شیخ دانیال شهید

کتبے پر ۹۵۷ھ کی تاریخ بھی تھی۔ افسوس کہ یہ کتبہ وہاں سے چرایا گیا۔

---

[1]۔ بہارستان شاہی کے نامعلوم مصنف نے میر دانیال کی شہادت کا قصہ تھوڑے بہت مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ مرزا حیدر نے ۹۵۶ھ میں تبت جاکر میر دانیال کو پکڑ کر انہیں تقریباً ایک سال تک قید کرکے قسم قسم کے ایذا پہنچائی۔ اور ان سے قریب ایک ہزار پانچ سو سونے کی اشرفیاں چھین لیں۔ شیخ فتح اللہ سے جھوٹے گواہ منگوائے اور اس نے ایک ملحد جماعت کو رشوتیں دے کر میر دانیال کے رفض پر شاہد آمادہ کروائے۔ بالآخر ۲۴ صفر ۹۵۷ھ میں قاضی حبیب، قاضی ابراہیم اور قاضی عبدالغفور کے حکم سے میر دانیال کو شہید کیا گیا۔ بعض مخلصین نے آنحضرت کی تاریخ شہادت دشت کربلا رقم فرمائی۔ راتوں رات ایک دوستدار نے میر دانیال کا سر مبارک اُٹھا کر چھپالیا اور دوسرے روز ایک اور شخص نے کشتی میں سوار ہو کر میر دانیال کے جسد اطہر کو لے جاکر دفن کردیا۔ پھر مرزا حیدر کے قتل ہونے کے بعد سر اور جسد کو جمع کرکے خانقاہ نور بخشیہ جڈیبل میں دفن کیا گیا۔ (بہارستان شاہی، ص ۳۴۸۔۳۴۹)

[2]۔ سید حسن معرکہ دار نے بھی تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ یہی روایت بیاض حسن ص ۳۱۔۳۲ میں بیان کی ہے۔

اولاد

شہید سید محمد علی۔[۱]

﴿۲۹﴾

شہید ملا رضی الدین

(۹۵۷ھ)

ملا رضی الدین المدرس حفید ملا تاج الدین اپنے دور کے علماء فضلاء صاحبان دانش و ذکاء میں ممتاز تھے۔ آپ محلّہ قطب الدین پورہ (سرینگر) میں درس دیتے تھے۔ جب ملا حافظ بصیر (م۹۴۶ھ) کے شاگردوں کو استاد کے تشیع کا پتہ چلا تو وہ اُن کا مدرسہ چھوڑ کر ملا رضی کے مدرسہ میں آگئے تھے۔ لیکن معلوم نہیں جب اُنہیں ملا رضی کی شیعت کے بارے میں معلوم پڑا تو تب کہاں گئے؟

بہر حال قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مذہب تشیع قبول کیا تھا کیونکہ موصوف کو بھی میر سید دانیال کے ہمراہ ۳ شعبان ۹۵۷ھ کو عشم اندر کوٹ میں شہید کیا گیا اور مومنین نے آپ کے جسم کے ٹکڑوں کو سرائے ڈانگر پورہ میں دفن کیا تھا۔ مورخ خواجہ محمد اعظم نے آپ کی منظوم تاریخ وفات نقل کی ہے لیکن اس سے کسی میر صاحب کا سال وفات برآمد ہوتا ہے نہ کہ ملا رضی الدین کا کیونکہ کسی بھی تاریخ میں ملا رضی الدین کو میر کے لقب سے یاد نہیں کیا گیا ہے۔[۲]

---

[۱]۔ اختر درخشاں ص ۱۸۶۔ ۱۹۶؛ صبح طالع ص ۲۵۴۔ ۲۶۷؛ کحل الجواہر ص ۷۔ ۸؛ بہارستان شاہی ص ۳۰۰۔ ۳۵۶؛ تاریخ حسن ج ۱ ص ۴۸۱۔

[۲]۔ واقعات کشمیر ص ۱۹۲؛ کحل الجواہر ص ۸۔

﴿۳۰﴾

شہید سید حسن موسوی

(۹۵۷ھ)

شہید سید عبد الغنی کے فرزند علامہ سید حسن کا شمار اکابر علمائے شیعہ میں ہوتا ہے۔آپ امام باڑہ جڈی بل کی تعمیر وترقی میں اپنے والد کے ساتھ رہے۔اُن کی شہادت کے بعد میر سید دانیال نے آپ کی پرورش فرمائی اور ان کے ساتھ آپ تبت بھی تشریف لے گئے۔ یہاں مذہب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مرزا حیدر نے جب میر دانیال کو کشمیر طلب کیا توآپ بھی ان کے ساتھ واپس چلے آئے۔ مرزا حیدر نے آپ کے خُسر ملا حاجی خطیب کے گھر کو پہلے غارت کیا اور پھر انہیں نہایت ہی بے دردی سے شہید کر دیا۔ان دنوں آپ اندر کوٹ میں سکونت پذیر تھے۔

اس نے آپ کو بھی گرفتار کرلیااور بڑی بے حرمتی کے ساتھ اپنے پاس بلواکر کہنے لگاکہ تو رافضی مذہب امامیہ کی تبلیغ کرتا ہے اور ان سے سید محمد نور بخش کی تالیف احوط اور شہید سید حیدر کی کتاب ہدایت المسترشدین کے بارے میں پوچھا گیا۔ پھر ان کے گھر کی تلاشی لے کر تمام کتب امامیہ کو باہر نکال کر سر راہ جلایا گیا اور ان پر کوڑے برسائے گئے جس سے ان کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی۔ باالآخر انہیں بھی عشم اندر کوٹ میں میر دانیال کے ہمراہ ۳ شعبان ۹۵۷ھ کو شہید کیا گیا۔آپ کو پہلے کریوہ ڈب میں دفن کیا گیا لیکن بعد میں جسد مطہر کو بلبل لنکر منتقل کیا گیا تھا۔آپ کی قبر پر لوگ باقاعدہ زیارت کے لیے آتے تھے۔ قبر پر نادعلی کندہ ہے اور یہ عبارت تحریر ہے:

"ھذا قبر الشھید حسن بن عبد الغني الموسوي الاردبیلي رحمة الله علیھما"

اولاد

۱۔سید باقر؛

۲۔ سید نوروز۔[۱]

﴿۳۱﴾

شہید سید حسین موسوی

(۹۵۷ھ)

آپ شہید سید عبد الغنی کے فرزند تھے۔ اپنے دونوں بھائیوں سید عبد اللہ اور شہید سید حسن کی طرح علم و فضل کے بلند درجہ پر فائز تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر جانے جاتے تھے۔ اپنے والد محترم کے ساتھ امام باڑہ جڈیبل کی تاسیس میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ میر سید دانیال نے آپ کے والد کی شہادت کے بعد آپ کو اپنی آغوش تربیت میں لے لیا اور اپنے ساتھ تبت بھی لے گئے۔ جہاں آپ نے بھی تبلیغ تشیع میں اہم کردار نبھایا۔ میر دانیال کی واپسی کے بعد آپ کو انہی کی ہمراہ ۳ شعبان ۹۵۷ھ کو عشم اندر کوٹ میں شہید کر دیا گیا۔ آپ کی نعش پارہ پارہ کو مومنین سرائے ڈانگر پورہ لے کر آئے اور یہیں سپرد خاک ہوئے۔ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

آثار

۱۔انوار البهية در شرح اوراد فتحية: میر سید علی ہمدانی کی تالیف اوراد فتحیہ کی شرح ہے۔ مولانا سید علی کا بیان ہے کہ عقاید امامیہ ناجیہ کی یہ لاجواب کتاب ہے۔[۲]

۱۔ تحل الجواہر ص ۸۔۹؛ صاحب مودۃ القربی ص ۱۷۵۔
۲۔ تحل الجواہر ص ۹۔

﴿۳۲﴾

سید عبد اللہ موسوی

(ح ۹۶۰ھ)

سید النجباء والشرفاء سید عبد اللہ موسوی اپنے دور کے معروف شیعہ عالم تھے۔آپ علامہ شہید سید عبد الغنی کے سب سے بڑے فرزند تھے۔انہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے علم و حکمت میں بلند مقام پایا۔آپ کی ذریت میں اکابر علماء پیدا ہوئے۔آپ حدوداً ۹۶۰ھ میں فوت ہوگئے۔ سید عبد اللہ کی نسل ان کے فرزند علامہ سید مراد سے آگے بڑھی جن کے اولاد آج بھی چھتہ بل پائین (سرینگر) میں آباد ہیں۔

آثار

۱۔انوار الہدیٰ؛

۲۔شرح نفحۃ العرفان (فارسی): شارح کے جد امجد شہید سید سلطان حیدر موسوی اردبیلی کی کتاب نفحۃ العرفان کی شرح ہے۔[1]

---

[1] ۔ کحل الجواہر ص ۳،۸۔۹۔

﴿۳۳﴾

شہید سید محمد علی موسوی صفوی

(۹۹۴ھ)

شہید سید محمد علی کے والد شہید سید دانیال تھے جو میر عراقی کے فرزند ارجمند تھے۔ا ذاتی خصوصیات کی وجہ سے انہوں نے اپنے دادا کا لقب پایا اور شمس الدین ثانی کے نام سے معروف ہوئے۔ آپ علوم و معارف میں بے نظیر تھے۔ شہید سید محمد علی نے ترویج شریعت کے لے انتھک جدوجہد کی اور عزاداری سید الشہداء علیہ السلام کو فروغ دیا۔ آیت اللہ سید محسن امین عاملی[۱] نے آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ سید محمد علی اپنے دور کے اعاظم علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ صاحب علم و فضل اور ورع و تقویٰ کے آئینہ دار تھے۔ ان کے بہترین آثار میں سے مساجد امام باڑے اور فقہ امامت اور عرفان جیسے موضوعات پر ان کی تالیفات ہیں۔[۲]

موصوف کی کثیر اولاد کشمیر اور تبت میں پھیلی ہوئی ہے۔ ہم (آیت اللہ مرعشی) نے تفصیل سے اُن کا شجرہ نسب اپنی کتاب المشجر میں نقل کیا ہے۔ جناب سید محمد علی کو ظلم وجور میں شہید کیا گیا۔ آپ کا مرقد قریہ تلرزو[۳] میں معروف ہے۔

شہید سید محمد علی کی شہادت کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا سید علی لکھتے ہیں کہ سید باقر (ش ۹۹۴) نے میر شہید (سید محمد علی) دلبند میر دانیال کے ہمراہ گرند کلاں تحصیل بڈگام میں شہادت پائی چنانچہ سید باقر کو کلہاڑی اور سید محمد علی کو ضرب شمشیر سے شہید کیا گیا۔ اس وقت تیز آندھی چلی، بجلیاں کڑکنے

۱۔ آیت اللہ عاملی سے تسامح ہو گیا ہے انہوں نے شہید سید محمد علی کا تذکرہ ان کے فرزند سید حسن رہنما کے نام سے کیا ہے۔

۲۔ مجھے فقط ان کی ایک کتاب شرح فقہ احوط کا نام ملا۔ ممکن ہے کہ انہوں نے مزید کتابیں بھی لکھی ہوں لیکن افسوس یہ مجھے نہ مل سکیں۔

۳۔ کشمیری زبان میں شہد کی مکھی کو تُلر کہتے ہیں اور جزیرے کو زُو کہتے ہیں۔ تلرزو گاؤں جزیرہ نما ٹکڑا تھا جس کے چاروں طرف پانی تھا۔

لگیں۔ گرج و چمک کے ساتھ شدید قسم کے اُولے پڑے اور مسلسل تین روز تک موسلادھار بارش ہوئی۔ پھر ان ذوالقدر سادات کے قاتلوں کو بجلی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہاں تک کہ وہ واصل جہنم ہوئے۔ جب ان کے عقیدت مندان کو اس جانگداز حادثے کی اطلاع ملی تو فوراً جائے واردات پر پہنچ کر انہیں دفن کرنے کی تیاری میں لگ گئے۔ شہید سید محمد علی کی نعش اطہر کو وہاں سے اٹھاکر تلرزو (سمبل سوناواری) لے جاکر دفن کر دیا گیا۔ مخالفین کو کہیں سے یہ بات معلوم ہوئی۔ انہوں نے شہید کی لاش کو نکال کر بے حرمتی کرنا چاہی لیکن رب الکعبہ نے طیراً ابابیل بر اصحاب فیل کی طرح اُن پر شہد کی مکھیوں کو مسلط کر دیا۔ اسی وجہ سے اس جگہ کا نام جزیرہ زنبوران یعنی تلرزو۲ پڑا۔ مرحوم سید باقر معرکہ دار نے آپ کی تاریخ شہادت ”ظلم بے حد“ سے ۹۹۴ھ نکالی ہے۔ انہوں نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی لاش کو پھر تلرزو سے جڈیبل منتقل کیا گیا تھا اور اپنے دادا میر سید شمس الدین کے پہلو میں قبلہ کی طرف آپ کی قبر موجود ہے۔

اولاد

۱۔ سید آفتاب؛

۲۔ سید حسن رہنما؛

۳۔ سید محمد۔

آثار

شرح فقہ احوط: علامہ سید علی نے ان کی اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے اور اس سے متعلق رقمطراز ہیں۔ احوط را شرح وایضاح بکمال تصریح وانشراح فرمودہ۔ صاحب تحل الجواہر نے احوط کو دیگر مورخین کی طرح سید محمد علی کے دادا میر عراقی کی طرف منسوب کیا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ اس نکتہ کو سب سے پہلے مرزا حیدر نے جنم دیا۔ اس نے اپنی تاریخ میں اس کتاب کو میر عراقی کی تصنیف بتایا ہے (تاریخ

رشیدی انگریزی ص ۴۳۵) اور پھر باقی مورخین نے اسی بات کا اعادہ کیا جن میں صاحب کحل الجواہر کے علاوہ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری، سید علی ماگرے، غلام نبی خانیاری اور پیر غلام حسن کھویہامی شامل ہیں۔[1]

﴿۳۴﴾

شہید سید باقر موسوی

(۹۹۴ھ)

آقا سید باقر شہید سید حسن موسوی کے دلبند اور علامہ شہید سید عبد الغنی موسوی کے پوتے تھے۔ کشمیر کے جید علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مخالفین نے انہیں کریوہ گرند کلاں میں میر سید علی بن سید دانیال موسوی کے ہمراہ تبر کلاں (مکز) سے شہید کر دیا۔ جیسا کہ ہم نے میر سید محمد علی کے حالات میں اس مقتل کا تذکرہ قدرے تفصیل سے کیا ہے۔ مومنین ان کی نعش مبارک کو تلرزو نہ لے جاسکے۔ پھر انہیں وہ پورہ پرگنہ مانچھاموں میں دفن کیا گیا۔ وہ لاولد تھے۔ چونکہ سید محمد علی کی تاریخ شہادت ۹۹۴ھ بتائی گئی اس لیے ان کی شہادت کا سال بھی یہی ہے۔[2]

﴿۳۵﴾

ملا حسن اسود

(ح۔ ۹۹۵)

ملا حسن اسود سلطان علی شاہ کے اُستاد تھے۔ علم و فضل میں یکتا اور اعلیٰ پایہ کے شاعر بھی تھے۔ اسود تخلص کرتے تھے۔ شاہان چک کو ان پر اتنا اعتماد تھا کہ یوسف شاہ اپنے مخالفین کے ساتھ انہی کے ذریعے

۱۔ کحل الجواہر ص ۹؛ صبح طالع ۵۷-۲۷۷؛ شجرہ طیبہ ص ۴؛ اعیان الشیعہ ج ۶ ص ۲۳۔

۲۔ کحل الجواہر ص ۹۔

صلح کرواتا تھا۔ یعقوب شاہ ایک مرتبہ دشمنوں کے بہکانے کے باعث باپ سے روگردان ہو کر بغاوت پر اُتر آیا۔ مگر ملا اسود کے سمجھانے سے ہی اس نے باپ سے پھر صلح کر لی۔ کہا جاتا ہے کہ بادشاہان چک امور سلطنت میں بھی آپ کو ساتھ ساتھ رکھتے تھے۔[1]

﴿۳۶﴾

بابا خلیل اللہ

(۱۰۰۰ھ)

بابا خلیل اللہ چک دور کے اعاظم علمائے شیعہ میں سے تھے۔ خانقاہ سوختہ نواکدل (سرینگر) میں ان کا مسکن تھا۔ دس سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ روحانی کمالات کے حامل زہد و تقویٰ عبادت و ریاضت میں بے نظیر اور اہل صفاء کی زینت تھے۔ علمی اور روحانی کمالات کے باعث کشمیر کے علماء و عوام آپ کے گرویدہ ہوگئے تھے۔ شیخ حسن، بابا طالب اور آپ کی انتھک جدوجہد اور کوششوں سے سکردو (پاکستان) اور کرگل میں مذہب اہل بیت علیہم السلام کو فروغ ملا۔

چک امراء آپ کے نہایت ہی معتقد تھے۔ آپسی قضیئے اور پیچیدہ معاملات کو سلجھانے کے لیے انہی کی طرف رجوع کرتے اور آپ بھی صلح و صفائی سے حل فرماتے تھے۔ کشمیر میں آپ کا کافی اثر و رسوخ تھا اور تمام لوگ بلالحاظ مذہب و ملت علامہ خلیل اللہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اکبر بادشاہ کے سپہ سالار مرزا قاسم خان میر بحر نے جب کشمیر پر قبضہ کیا تو اس نے بابا خلیل اللہ کو اکبر کے پاس آگرہ بھیج دیا کیونکہ قاسم خان کو لگتا تھا کہ بابا خلیل کشمیر کے لوگوں کو اکبر کے خلاف لڑنے پر آمادہ کرتا ہے۔ پھر جس وقت اکبر نے مرزا یوسف خان کو فوج دے کر قاسم خان کی کُمک کے لیے بھیجا تو بابا خلیل اللہ کو بھی اس کے ساتھ بھیج دیا تاکہ انکی وجہ سے کشمیر کے حالات بہتر ہو سکیں۔

---

[1] شیعیان کشمیر ص ۱۱۵۔ ۱۱۶۔

دریائے جہلم کے کنارے پر آپ کا مکان تھا اور اس کے ساتھ آپ نے ایک خانقاہ بھی بنوائی تھی۔ جو فرقہ وارانہ فسادات میں جلائی گئی اور یہی سبب ہے کہ یہ محلّہ بعد میں خانقاہ سوختہ کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ نے کچھ کتابیں اور رسالے لکھے ہیں جن کا سراغ ابھی تک ہمیں نہ مل سکا۔ ۱۰۰۰ھ (۱۵۹۱ء) میں اس جہاں فانی سے کوچ فرمایا اور نواکدل کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ تاریخ وفات "خلیل الرحمٰن" ہے۔[۱]

[۱] ۔ بہارستان شاہی ص ۳۹۱؛ گوہر عالم ص ۱۷۸؛ شیعیان کشمیر ص ۱۱۲۔ ۱۱۳؛ تاریخ حیدر ملک ص ۹۵۔

فصل چہارم

گیارہویں صدی ہجری کے علماء

﴿۳۷﴾

میرزا محمد امین مستغنی

(بعد ۱۰۰۱ھ)

ملا میرزا محمد امین بن میرزا محمد علی کی مادر گرامی شہزادہ بیگم ابوالبرکات سید نوروز موسوی شہید در مچھ بون کی دختر تھیں۔ آپ اپنے دور کے بہت بڑے عالم، فاضل، شاعر اور شہید ثالث قاضی سید نور اللہ شوستری (م۱۰۱۹ھ) کے ہمعصر تھے۔ شہید نے جب ۹۹۹ھ۔ ۱۰۰۰ھ (۱۵۹۱ء۔۱۵۹۲ء) میں کشمیر کا دورہ کیا تو آپ نے ان کے ساتھ تعلقات پیدا کر لئے۔ اس زمانہ میں میرزا مخدوم ناصبی کی کتاب نواقض الروافض[۱] کا بڑا زور و شور تھا۔ احمد بیگ[۲] اس کتاب کے ایراد و اعتراض کو کشمیری شیعوں کے سامنے پیش کر کے انہیں بہت پریشان کرتا اور میرزا صاحب کے ساتھ اس معاملہ پر برملا بحث و مباحثہ کرتا تھا۔ جب میرزا محمد امین کو معلوم ہوا کہ شہید نے نواقض الروافض کی رد میں مصائب النواصب نامی کتاب ماہ رجب ۹۹۵ھ میں فقط سترہ روزہ کے قلیل عرصہ میں تحریر فرمائی ہے تو ان سے اس کا مطالبہ یوں کیا:

> این چنین اجتماعی و مباحثه روئی داده اگر کتاب رد النواقض را نخؤاهید فرستاد فردائی قیامت پیش جدشما شکایت خواهم کرد.

پھر قاضی صاحب نے مصائب کا ایک نسخہ میرزا صاحب کے پاس بھیجا جس کی وجہ سے وہ مناظرات میں اہلسنت پر غالب آ گئے۔ میرزا محمد امین وہ مجاہد تھے کہ جنہوں نے کبھی تقیہ نہیں کیا۔ بلکہ وہ کھلے عام لوگوں کو موضوع امامت پر بحث کرنے کی دعوت دیتے تھے جیسا کہ قاضی شہید نے میر یوسف علی استرآبادی اخباری کو لکھا تھا کہ ملا امین کشمیر کے مانے جانے والے عالم و عارف ہیں۔ اہل کشمیر ان کا

۱۔ یہ کتاب شیعوں کے خلاف لکھی گئی ہے۔

۲۔ علامہ مرحوم سید سبط الحسن ہنسوی نے تذکرہ مجید ص ۱۴۱ میں انہیں حاکم کشمیر لکھا ہے۔ واضح رہے کہ اس زمانہ میں وہ حاکم نہ تھا البتہ حکومت کے کسی عہدے پر ضرور فائز رہا ہو گا۔ احمد بیگ ۱۰۴۲ھ (۱۶۱۵ء) میں کشمیر کا صوبیدار بنایا گیا جب سید نور اللہ شوستری کی شہادت کو پانچ سال گذر چکے تھے۔

بے حد احترام کرتے ہیں۔ احمد بیگ کے لیے ممکن نہیں کہ وہ انہیں (مصائب النواصب کی وجہ سے) تکلیف پہنچائے۔ کیونکہ ان کے دو شاگرد حمزہ بیگ اور محمد سلطان قزلباش کشمیر میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ احمد بیگ اور اُس کے ساتھی تو فن مناظرہ میں اناڑی کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔ ملا محمد لاہوری اور منہاج بخاری جانتے تھے کہ ملا امین شیعہ ہیں جیسا کہ کشمیر کے شیعہ (اب) تقیہ نہیں کرتے ہیں اور وہ اکثر ان کے ساتھ مسئلہ امامت پر بحث کرتے ہیں۔

مورخ حسن اور خواجہ محمد اعظم دیدہ مری دونوں نے ان کا تذکرہ شعراء کے ضمن میں کیا ہے لکھتے ہیں: محمد امین مستغنی[1] کشمیری تھے۔ عمدہ ذہن کے مالک، صاحب طبع موزوں اور یوسف شاہ چک (م ۱۰۰۰ھ) کے عہد میں بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ باوصف تجلی وہ فضل و کمال کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہوتے ہوئے بھی فکر شعر کے ساتھ اشتغال رکھتے تھے۔ یہ ابیات اُن کی لکھی ہوئی ہیں:

بسوزش عرق منت آتشي نبود
تحملي كه كرم را كنيم داغ كجاست
جهان ز گم شدهٔ من اگر همي خبر است
سرود ني كه بگيرم از و سراغ كجاست
سياهي شب ما را ببرد پر تو مهر
رخي كه در ره مامي نهد چراغ كجاست

ایضاً

درين چمن همه بيگانه هم اند ولي
ز بُلبلم سخن آشنا بگوش آمد

ایضاً

من خنده نيم بطبع عاشق ناساز
يا گريه كه بر روئيي دوم چون غماز
يا ناله كه سربگوش بيگانه نهم

---

[1] مستغنیٰ مرزا صاحب کا تخلص ہے۔

من درد دلم خلوتي محرم راز

ایضاً

اي سينه ز وسواس توام نارستان
رگ‌هاي وجودم ز تو زنارستان
عيسيٰ كده از چشم تو بيمارستان
ناز تو بكائنات در كارستان

رباعی

دو شينه بچشم دل نهان از مردم
ديدم نه بهشت بلكه كشمير دوم
خاكي ز عبير و مشك اگنده خمير
آبي ز صفا وجود خود يافته گم

انہوں نے ۱۰۰۱ھ کے بعد انتقال فرمایا اور محلّہ آروٹ متصل فتحکدل (سرینگر) میں مقبرہ سید جمال الدین کے باہر پیوند خاک ہوئے۔[1]

---

[1]۔ تذکرہ مجید ص ۴۱؛ تاریخ حسن ج ۴ ص ۴۔۵؛ تاریخ بزرگان کشمیر ص ۳۸۸۔۳۸۹؛ ضمیمہ شجرہ طیبہ ص ۶؛ گلستان زہرا ص ۱۸؛ واقعات کشمیر ص ۲۰۸۔۲۰۹؛ A socio intellectual history of Isna Ashari Shias in India Vol I, p.۳۶۰

﴿۳۸﴾

شیخ مہدی

(ح۔ ۱۰۰۳ھ)

شیخ مہدی کا شمار اپنے زمانہ کے نامور علماء میں ہوتا ہے۔آپ بابا خلیل اللہ کے ہمعصر تھے۔ عظیم الشان جلیل القدر عالم زہد و تقویٰ میں یکتائے زمانہ تھے۔ سلاطین چک اور عوام آپ کو بے حد عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔آپ کو مرزا قاسم خان نے کشمیر سے نکال کر اکبر بادشاہ کے پاس آگرہ بھیج دیا کیونکہ اُسے وہم تھا کہ موصوف اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے لوگوں کو مغلوں کے خلاف ابھارتے ہیں۔آپ کا سنہ وفات حدود ا۱۰۰۳ھ ہونا چاہیے۔[1]

﴿۳۹﴾

ملا محمد علی کشمیری

(۱۰۲۶ھ)

آپ شہید ثالث قاضی سید نور اللہ شوستری کے شاگرد تھے۔[2] اغلب ہے کہ یہ وہی ملا محمد علی ہیں جنہوں نے عنفوان شباب میں ہی کشمیر کو خیر باد کہا اور حق و حقیقت کی تلاش میں سر گردان پھرتے

---

[1] شیعیان کشمیر ص ۱۱۴

[2]۔ ڈاکٹر غلام رسول جان صاحب نے ملا محمد علی کشمیری کو مرزا محمد علی کشمیری سمجھ لیا ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں کہ قاضی سید نور اللہ شوستری کے شاگردوں میں محمد علی کشمیری کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ لگتا ہے کہ یہ وہی شیخ محمد علی کشمیری ہیں جنہوں نے نجوم السماء (کی) کتاب تالیف کی ہے (تحفۃ الاحباب ص ۱۴۔۱۶)۔ لیکن یہ درست نہیں کیونکہ صاحب نجوم السماء کی پیدائش تو ۱۲۶۰ھ میں ہوئی ہے اور علامہ شوستری نے ۱۰۱۹ھ میں شہادت پائی۔

رہے۔ آپ احمد نگر دکن میں سعات خان سے منسلک رہے اور کچھ مدت کے بعد برہان شاہ سے وابسطہ ہوگئے۔ اور یہاں انہیں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ پھر جب عبد الرحیم بن بیرم خان ترکمانی نے دکن کو فتح کیا تو آپ نے ان کے ساتھ بھی تعلقات پیدا کر لئے۔ موصوف کی قابلیت دیکھ کر برہان پور میں انہیں علامہ ضیاء الدین ترکمانی کی کتاب "حافش" (عربی) کو فارسی زبان میں ترجمہ کرنے پر مامور کیا گیا اور انہوں نے اپنی ذہانت کے جوہر دکھلا کر اس کو فارسی میں ۱۰۲۵ھ کو منتقل کیا اور جب یہ ترجمہ عبد الرحیم ترکمانی کی خدمت میں پیش ہوا تھا تب ملا عبد الباقی نہاوندی صاحب مآثر رحیمی بھی وہاں موجود تھے۔ اور مترجم کو انعام واکرام سے نوازا گیا تھا۔

آپ ۱۵ ربیع الثانی ۱۰۳۶ھ کو ملکاپور (برار) میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہیں۔ ملا عبد الباقی نے تاریخ وفات یوں لکھی ہے۔

فريد دهر محمد علي كه خامه اُو بجان خصم نمودي هميشه شمشيري
وحيد خطه كشمير آنكه ثاني او نديده اين روز گار تدويري
بمرگ دانش آن پيشواي اهل هنر سپهر پير بپوشيد جامه قيري
زهر خوردنش القصه تيز دندان شد دهان خاك كزين لقمه نيستش سيري
چو سال عمرش طي گشت سال تاريخش
بجوز "مرد محمد علي كشميري" ۱۰۲۶ھ [1]

---

[1] تحفۃ الاحباب ص ۱۴-۱۶؛ مآثر رحیمی ج ۳ جز ا ص ۵۸-۵۹؛ نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۳۹۵؛ حیات قاضی السید نور اللہ التستری ص ۸۔

﴿۴۰﴾

سید مراد موسوی

(ح۔۱۰۳۱ھ)

السيد مراد بن السيد عبد الله بن الشهيد السيد عبد الغني بن الشهيد السيد محمد جبل العاملي-

آپ کا شمار ان علمائے اعلام میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی تصانیف اور تقاریر سے محمد وآل محمد ﷺ کے مذہب کی خدمت کی۔[۱]

﴿۴۱﴾

سید یوسف حسینی ہمدانی

(ح۔ ۱۰۳۲ھ)

آپ صاحب تحفۃ المجالس آقا سید محمد کے نور چشم تھے۔اپنے والد کی طرح علم وفضل میں کمال پاکر تبلیغ اور درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ چکوں کے عہدِ حکومت میں آقا سید یوسف کو بڑی قدر اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

یہ ان کی ترقی کا زمانہ رہا کیونکہ جاگیرات شاہانہ وظائف بدستور جاری تھے۔آپ نے ۱۰۳۲ھ کے قریب انتقال فرمایا اور اپنے اجداد کے مقبرہ شہاب الدین پورہ (سرینگر) میں دفن ہوئے۔ مورخ ابن صبور آپ کے بارے میں تحریر فرماتا ہے:

۱۔ کحل الجواہر ص۹۔

زاهد یکتا و اکمل سالگي
عابد معبود و افضل تارکي

اولاد

۱۔ سید احمد؛

۲۔ سید علی۔[1]

۴۲

شہید سید نوروز موسوی

(ح۔۱۰۴۰)

الشهيد السيد نوروز الموسوي بن الشهيد السيد حسن بن الشهيد السيد عبد الغني بن الشهيد السيد حيدر الموسوي الاردبيلي

علامہ شہید سید نوروز سلاطین چک کے عہد میں معظم و مکرم رہے۔ آپ کو تبلیغ تشیع کے جرم میں مچھ بون لے جاکر دھوکے سے شہید کیا گیا۔ آپ نے پسماندگان میں علامہ سید عبد الھادی (م ح۔۱۱۳۰) اور ایک دختر شہزاد بیگم کو چھوڑا۔ دختر کا نکاح مرزا محمد علی کے ساتھ ہوا تھا اور ان کے فرزند معروف عالم وشاعر مرزا محمد امن مستغنی (م ب۔۱۱۰۱ھ) تھے۔[2]

---

[1] خوارق السالکین ص۱۱؛ مشجرات سادات ہمدانیہ۔

[2]۔ کحل الجواہر ص۹؛ صاحب مودۃ القربی ص۱۷۵۔

﴿۴۳﴾

شہید ملا محمد رضا بحرینی

(ح ۱۰۴۰ھ)

آپ خلیج فارس میں واقعہ جزیرہ بحرین کے رہنے والے تھے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ گیارہویں صدی ہجری کی ابتداء میں بغرض تبلیغ وارد کشمیر ہوئے۔ آپ نہایت ہی جلیل القدر عالم و فاضل تھے۔ مختلف مقامات پر تبلیغ شیعیت میں مصروف رہے اور زندگی کے آخری ایام میں علاقہ سوپور کو اپنا مرکز بنا کر اشاعت دین اہلبیت میں مشغول ہوئے۔ مگر افسوس مخالفین کے ہاتھوں شہید ہوگئے اور اسی قریہ میں آپ کا مدفن ہے۔ آپ کی نسل آپ کے فرزند ملا احمد سے آگے بڑھی اور آج بھی کشمیر میں موجود ہے۔ اس خاندان نے کئی اہل علم و فضل شخصیتوں کو جنم دیا۔[1]

﴿۴۴﴾

شمس الدین محمد

(ح۔ ۱۰۵۰ھ)

ملا شمس الدین محمد معروف بہ شمسا کشمیری مذہب اہل بیت کے جلیل القدر عالم تھے۔ آپ کی علمی قابلیت کے لیے فقط اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ آپ اپنے عہد کے عظیم شیعہ عالم دین شیخ بہاؤالدین عاملی (م۱۰۳۱ھ) کے لائق شاگردوں میں سے تھے۔ ملا شمسا شہر اصفہان میں اقامت پذیر تھے۔

---

[1]۔ شیعیان کشمیر ص۲۱۵؛ مشجرات آل محمد رضا بحرینی۔

آثار

ا۔رجال (تذکرہ۔ عربی)
دراصل یہ تعلیقات بر رجال ابن داؤد ہے۔[1]

﴿۴۵﴾

ملا باقر صباغ

(ح ۱۰۶۰ھ)

ملا باقر صباغ نے ایران میں علم حاصل کیا اور مشہور و معروف شیعہ عالم میر باقر داماد (م ۱۰۴۱ھ) سے خصوصی طور پر استفادہ کیا۔ ممدوح علم معقول میں اپنے عہد کے بے مثال عالم تھے۔ خانقاہ معلیٰ کے نزدیک کلاشپور (سرینگر) میں سکونت کرتے تھے۔[2]

﴿۴۶﴾

سید احمد حسینی ہمدانی

(ح۔۱۰۷۰ھ)

آپ آقا سید یوسف حسینی ہمدانی کے نور نظر تھے۔ مولانا سید احمد بہت ہی منسکر المزاج اور متواضع عالم تھے۔ حدود ۱۰۷۰ھ میں فوت ہوئے۔

---

[1]۔ ریاض العلماء ج ا ص ۷۱؛ الذریعہ ج ۱۰، ص ۱۱۹۔
[2]۔ واقعات کشمیر ص ۳۲۶۔

اولاد

۱۔ سید حسن

۲۔ سید حسین معروف بہ حسہ پادشاہ (مدفن رنگہ پرستان، رعناواری) [۱]

﴿۴۷﴾

شہید ملا احمد بحرینی

(ح ۱۰۸۰ھ)

آپ شہید ملا محمد رضا کے صاحبزادے تھے۔ ملا احمد بے باک عالم دین تھے۔ انہوں نے مذہب امامیہ کے پھیلاؤ میں بہت کوشش کی۔ بالآخر اس تبلیغ کی انہیں یہ قیمت چکانی پڑی کہ آل ابی سفیان نے انہیں تقریباً ۱۰۸۰ھ میں شہید کر دیا اور جسم اطہر پارہ پارہ کر کے علاقہ ڈب کے کسی نہر میں ڈال دیا۔ پھر مومنین نے نعش بریدہ پا کر آپ کو ڈب میں ہی دفن کیا۔

اولاد

ملا عبد الحکیم [۲]

۱۔ مشجرات سادات ہمدانیہ؛ اخبار السادات ص ۳۳۔

۲۔ مشجرات آل محمد رضا بحرینی۔

﴿۴۸﴾

شہید شیخ قاسم

(۱۰۹۶ھ)

شیخ قاسم فاضل جلیل اور عالم بصیر تھے۔ مورخ حسن نے انہیں مقتدائے شیعہ کے نام سے یاد کیا ہے۔ ابراہیم خان کے عہد میں ۱۰۹۶ھ (۱۶۸۳ء) کو ایک شیعہ سُنی فتنہ میں انہیں راہ چلتے اس قدر زد کوب کیا گیا کہ راستہ پر ہی جام شہادت نوش فرمایا۔[1]

[1]۔ تاریخ حسن ج۱ص ۴۸۴؛ تاریخ کشمیر محمد خلیل مرجان پوری ص ۱۹۳؛ گوہر عالم ص۲۹۱۔ ۲۹۴؛ شیعیان کشمیر ص۱۵۱۔

فصل پنجم

بارہویں صدی ہجری کے علماء

﴿۴۹﴾

ملا محمد مراد

(بعد۔ ۱۱۰۱ھ)

ملا محمد معروف بہ مراد بن محمد صادق بن محمد علی بن حیدر کشمیری تبعی فقیہ اجل اور عارف وارستہ تھے۔ انہوں نے شیخ حُر عاملی صاحب وسائل الشیعہ (م ۱۱۰۴) سے اکتساب فیض کیا اور ان کے عزیز ترین شاگردوں میں شمار ہوئے۔ آپ نے شیخ حر عاملی کی کتاب بدایۃ الہدایۃ پر ایک مسبوط شرح اُستاد کی فرمائش پر لکھی۔ ملا مراد ۱۱۰۱ھ کے بعد واصل بحق ہوئے۔

آثار

۱۔ رجال (عربی۔ تذکرہ): آغاز "الحمد لله علي افضاله- الي قوله فهده نبذه من احوال الرجال الممدوحين والمذمومين مرتبة علي الحروف مع تقديم الاول فالاول في اسماء الاباء نقلاً من كتب هذا الفن..." انجام:" تم مالخضناه من اَحوال الرجال والله المستعان عليٰ كل حال كتبها بيده الحانية الفقير محمد المشتهر بمراد الكشميري ابن محمد صادق بن محمد علي بن حيدر عفا الله عنهم" مخطوطہ کے حاشیہ میں اس طرح تحریر ہے:"تمت مقابلةً و تصحيحاً اَواخر صفر ۱۱۰۱ھ" اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ شیخ عبد الحسین تہرانی کی کتابوں میں کربلا میں موجود ہے اور دوسرا کتابخانہ مرعشی قم میں زیرِ شمار ۶۶۱۹ ہے جس کا کاتب یوسف بن نور الدین بن یونس حسینی ہے۔

۲۔ نور الساطع شرح بدایۃ الہدایۃ (فارسی۔ فقہ): آغاز:"ابتداء مي كنم بنام خدا رحمت كننده در دنيا مومنان و كافران را و در آخرت مومنان......" اس کا مخطوطہ کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران

میں ہے جس کے آخر پر تحریر ہے:"حرره محمد الشهیربه مراد الکشمیری بیده الفانیۂ شوال ۱۰۹۸ھ دستخط عبد الله المشهور به زاهد."نور الساطع بدایۃ الہدایۃ کی مختصر شرح ہے جو انہوں نے اپنے اُستاد کے کہنے پر لکھی تھی، طبع: (ساطع الانوار کے نام سے) اثناء عشری پریس لکھنؤ ہند۔

۳۔ دلیل ساطع (فارسی۔ فقہ)؛ دلیل ساطع بھی بدایۃ الھدایۃ کی شرح ہے مگر مبسوط اس کے بعد انہوں نے اس کو مختصر کر کے نور الساطع نام رکھا۔ غیر مطبوعہ۔

۴۔ الحاشیۃ من لایحضرہ الفقیۃ (عربی۔ فقہ)؛ شیخ صدوق کی کتاب من لایحضرہ الفقیہ پر حاشیہ ہے۔ غیر مطبوعہ [1]

﴿۵۰﴾

شیخ محمد عاملی

(ح ۱۰۴۰ھ)

علامہ شیخ محمد عاملی بن احمد بن محمد عاملی جبل عامل (لبنان) کے رہنے والے تھے۔ ترک وطن کر کے کشمیر چلے آئے۔ آغا بزرگ تہرانی نے ان کا وہ اجازہ دیکھا تھا جو انہوں نے ہدایۃ اللہ بن عبد الوحید جیلانی کو ۱۰۴۰ھ میں مرحمت فرمایا تھا۔ اور وہ اس میں شیخ بہائی سے روایت کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے کشمیر میں حدیث کے روایتی سلسلہ کا اہم سراغ ملتا ہے۔ صاحب وسائل الشیعہ علامہ حُر عاملی جیسے بلند پایہ فقیہ اور محدث نے انہیں عالم فاضل فقیہ صالح اور شیخ بہائی کا معاصر لکھا ہے۔ انہوں نے ۱۰۴۰ھ کے قریب رحلت فرمائی اور غالباً حسن آباد کے شاہی مقبرہ میں دفن ہیں۔ [2]

---

[1] نجوم السماء ص ۲۴۷؛ مطلع انوار ص ۶۳۲؛ نزہۃ الخواطر ج ۶ ص ۳۴۱؛ اعیان الشیعۃ ج ۱۰ ص ۱۲۸؛ الذریعہ ج ۱۰ ص ۱۴۱؛ فہرست کتبخانہ مرعشی ج ۱۷ ص ۱۸۹؛ کشف الحجب ص ۵۹۲۔

[2] طبقات اعلام الشیعہ ص ۵۳۰؛ امل الآمل ج ۱ ص ۱۳۸؛ خورشید خاور ص ۳۳۷؛ نجوم السماء ص ۴۰۔

﴿۵۱﴾

میرزا سید حسین حسینی جلالی سبزواری

(ح۔۱۱۱۰ھ)

الميرزا السيد حسين الحُسيني الجلالي الاعرجي السبزواري بن فخر الدين حسن المشهور بسيد ميرزا بن شرف الدين محمد الثاني بن شمس الدين علي الرابع بن شرف الدين محمد الاوّل بن شمس الدين علي الثالث (م٨٢٦ھ) بن عميد الدين عبد المطلب الثاني بن ابونصر ابراهيم جلال الدين نقيب النقباء (*ان ہی کے اسم گرامی سے سادات اعرجی "جلالی" لقب سے مشہور ہوئے*) بن تاج الدين الحسن النقيب (م٦٥٣ھ) بن شمس الدين علي الاول (م بعد ٦٠٢ هجري) بن عميد الدين محمد ابوجعفر بن ابونزار عدنان (م٥٥٣ هجري) بن عبد الله ابوالفضل (م٤٧٦هجري) بن عمر المختار بن مسلم الاحول (م٣٨٩ هجري) بن ابوعلي محمد (م٣٥٣ هجري) بن محمد الاشتر (م ٣٥٠ هجري) بن عبيد الله الثالث (م ٢٩٠ هجري) بن ابوالحسن علي الاكبر بن عبيد الله الثاني بن علي الصالح بن عبيد الله الاعرج بن حسين الاصغر بن الامام علي بن الحسين عليهم السلام.

ہمارے مادری جد اعلیٰ سید حسین سبزواری اور ان کے برادر اصغر سید مھدی سبزواری ابو نصر خان (۱۱۰۳ھ میں نظامت کے عہدے پر فائز تھا) کے عہد میں سبزوار سے کشمیر تشریف لائے۔ ایران و عراق میں اس خاندان کو نہ دولت کی کمی تھی اور نہ شہرت کی بلکہ سید حسین کے اجداد کا شمار جید علمائے امامیہ میں ہوتا ہے۔ اور وہ نقابت طالبیین کے اعلیٰ مناصب پر بھی فائز رہے ہیں۔ علامہ سید حسین نے صرف

تبلیغ اسلام کی خاطر حشمت و شہرت اور جاہ وجلالت چھوڑ کر کشمیر کی راہ لی اور تقریباً ۱۰۴۳ھ میں کشمیر آکر کوہ تخت سلیمانی (سرینگر) کے نزدیک قیام پذیر ہوگئے۔

وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ آپ درس وتدریس اور وعظ ونصیحت سے لوگوں کو مذہب امامیہ کی طرف دعوت دینے لگے اور آہستہ آہستہ وہاں خاص و عام کا آنا جانا شروع ہوگیا۔ جب بادشاہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے فرمان جاری کیا کہ ان کی قیام گاہ کے پاس دو ہاتھی بندھوائے جائیں تاکہ ان سے خائف ہوکر وہ یہاں سے چلے جائیں گے۔ جب بادشاہ کے حکم کی تعمیل ہوئی تو خدائے تعالیٰ کا کرنا تھا کہ کھانا کھاتے وقت بادشاہ کی دائیں اور بائیں جانب اچانک دو کتے ظاہر ہوکر سارا کھانا کھاجاتے تھے اور بادشاہ حیران ہوکر انہیں دیکھتے رہ جاتے۔ یہ واقعہ جب بار بار پیش آیا تو ابونصر خان سمجھ گیا کہ اس نے ان سادات کے ساتھ مذموم حرکت کی ہے چنانچہ اپنے ہاتھوں میں گھاس کی رسی باندھ کر معافی مانگنے کے لیے ان سید زادوں کے پاس پہنچا۔ انہوں نے اسے معاف کیا اور یاسمین کے دو قلم دے کر کہا کہ جب بھی تم کھانا کھانے لگو تو ان کے درمیان بیٹھ کر کھانا چاہیے۔[1]

---

[1]۔ مورخ کشمیر خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے سید حسین سبزواری پر الزام عائد کیا ہے کہ انہوں نے رمضان میں چراغان کی تقریب منعقد کرکے دل میں ہنگامہ آرائی کی ٹھان لی۔ شہر کے اکثر لوگ سیر کے خیال سے اس تقریب کا نظارہ دیکھنے کشتیوں میں گئے۔ نماز ظہر کے بعد اچانک آندھی اور بارش کا زور ہوا۔ بجلی چمکی اور پورے شہر میں ایسی تاریکی چھائی کہ کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ یہ کیفیت کچھ دیر کے لیے رہی جب کہ لوگوں نے غروب آفتاب کے خیال سے روزہ افطار کیا اور ذوق و شوق کے ساتھ کھانا کھایا۔ دو تین گھڑی کے بعد جب ہوا اور بارش تھم گئی اور سورج نکل آیا سبھی خجالت سے آب آب ہوگئے اور لوگوں نے اس شرمندگی کا باعث اس مبتدع کے فعل شنیع کو قرار دیا۔ پھر اس واقعہ کی خبر جب بادشاہ کو ہوئی تو اس نے ان کے اخراج کا حکم صادر فرماکر انہیں شہر بدر کرایا۔ (واقعات کشمیر ص۴۲۱۔ ۴۲۲) خواجہ صاحب تعصب کے ہاتھوں مجبور تھے کہ وہ اس سید بزرگوار کے بارے میں یہ واقعہ گڑھ کر اپنی تاریخ کا حصہ بنالے مگر موصوف شاید یہ نہیں جانتے تھے کہ جھوٹ کے پیر نہیں ہوتے۔ خود کو عاشق نبیؐ جتلانے والے اس سے غافل نظر آتے ہیں کہ پندرہویں رمضان کو سبط نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوتی ہے اور یہ چراغان کی محفل فقط اسی واسطے منعقد کی گئی تھی۔ لگتا ہے خواجہ صاحب کے مطابق لوگوں کو پہلی مرتبہ آندھی اور طوفان دیکھنا تھا کہ انہیں بعد ظہر ہی اندھیرا ہو جانے کے بعد گمان ہوا کہ سورج غروب ہوگیا ہے اور وقت افطار آن پہنچا ہے اور انہوں نے روزہ کھول کر افطار کرلیا۔ ایک انسان کی فکر اتنی کمزور نہیں کہ اُسے وقت کے بارے میں اتنا بھی احساس نہ ہو کہ وہ بجائے مغرب کے بعد ظہر ہی افطار کرے۔ بہتر تھا اگر خواجہ صاحب یہ واقعہ کسی سرکس میں جاکر سناتے تو سامعین کو کم از کم ہنسی کا سامان فراہم ہو جاتا۔ پھر خواجہ صاحب رقمطراز ہیں کہ آقا سید حسین کو شہر بدر کردیا گیا۔ اے کاش! کوئی ان سے پوچھ لیتا اگر

آ قا سید حسین نے کشمیر میں ہی حدوداً ۱۱۰۱ھ کو رحلت فرمائی اور کوہ سلیمانی کے دامن میں دفن ہوئے۔ یہ جگہ آج کل گپکار کے نام سے مشہور ہے۔ ان کی قبر پر روضہ بھی تعمیر کیا گیا ہے اور آپ کے برادر سید مہدی سبزواری بھی آپ کے پہلو میں مدفن ہیں۔ اس مقبرہ کے احاطے میں ایک مسجد بھی موجود ہے۔ یہاں نماز جمعہ آ قا سید غضنفر رضوی کی اقتداء میں ادا کی جاتی ہے۔ نوشاہ کے جانے کی رسم بھی یہاں موجود ہے۔ یہ روضہ مولانا حاج افتخار حسین انصاری کی تولیت میں ہے۔

اولاد

سید شاہ مراد اول (م ح۔ ۱۳۵ھ)

آ قا سید سبزواری کی اولاد کشمیر، پاکستان، ہندوستان، عراق، ایران، امریکا وغیرہ میں سادات جلالی کے نام سے معروف ہیں۔ اس خاندان نے کئی علمائ، سیاستدان اور سماجی کارکنان پیدا کئے۔ راقم نے اُن کا شجرہ نسب "الحبل المتین" جز ۲ میں ترتیب دیا ہے۔ فقیر کا سلسلہ نسب میرزا سید حسین سبزواری تک اس طرح پہنچتا ہے:

السيد محسن بن العلوية بنت السيد محمد بن السيد كاظم بن السيد قاسم بن السيد تاج الدين شاه بن السيد مير ولي بن السيد جلال الدين الثاني بن السيد شاه مراد الثاني بن السيد شاه حسين بن السيد شاه مراد الاول بن ميرزا السيد حسين الحسيني الجلالي السبزواري.[1]

انہیں شہر سے نکال دیا گیا تھا تو وہ کیسے اُسی کوہ سلیمانی کے دامن میں محو آرام ہیں؟ اور ان کی قبر پوشیدہ نہیں بلکہ زیارتگاہ ہر خاص و عام ہے۔

[1]۔ جواہر اللآلی فی سلسلۃ آل الجلالی ص ۸۴؛ واقعات کشمیر ص ۴۲۱۔ ۴۲۲؛ الحبل المتین جُز ۲ ص ۱۔ ۲۴؛ مشجرات آل جلالی۔

﴿۵۲﴾

سید علی موسوی

(ح۔ ۱۱۲۰ھ)

السيد علي بن السيد مراد بن السيد عبد الله بن الشهيد السيد عبد الغني الموسوي.

علامہ سید علی عالم فاضل اور بلند پایہ محقق تھے۔ مولانا سید علی لکھتے ہیں کہ آپ ''پنج بیاض ابراہیمی'' کے ادارہ مصنفین کے ممبر تھے۔ فاضل خان گورنر کشمیر نے آپ کو چھتہ بل اور دُرہ بل میں جاگیر بخشی تھی۔ صاحب کحل الجواہر نے آپ کو صاحب تصانیف گردانا ہے۔[1]

﴿۵۳﴾

سید عبد الہادی موسوی

(ح۔ ۱۱۳۰ھ)

السيد عبد الهادي بن الشهيد السيد نوروز بن الشهيد السيد حسن بن السيد عبد الغني الشهيد.

علامہ سید عبد الہادی عالم بے نظیر صاحب کشف و کرامات اور زہد و تقویٰ سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ نواب ابراہیم خان نے جب کشمیر کے سادات کی تفتیش شروع کی تو آل موسوی میں سے سید عبد الہادی کے بغیر کوئی نہ تھا جس نے نواب کے سامنے اپنا شجرہ نسب پیش کیا جو نبے سے زیادہ علماء مومنین

۱۔ کحل الجواہر ص ۹۔۱۰؛ صاحب مودۃ القربیٰ ص ۱۷۶۔

اور سادات کی تصدیقات سے مزیّن تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے نواب کو وہ قلمی قرآن بھی دکھلایا جو حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی طرف منسوب ہے۔ ابراہیم خان نے یہ دیکھ کر آپ کی بہت تعظیم و تکریم کی اور آپ کے علم و حلم کو دیکھ کر اس کمیٹی کا ممبر مقرر کیا جو "پنج بیاض ابراھیمی" نامی کتاب لکھنے کے لیے بنائی گئی تھی۔ فاضل خان گورنر نے آپ کو باغبان پورہ میں جاگیر دی تھی۔ آپ کے ایک فرزند آقا سید یحییٰ تھے وہ بھی عالم اجل اور فقیہ دھر تھے۔ سید انیس کاظمی صاحب نے دونوں کا مدفن مقبرہ حسن آباد لکھا ہے۔[۱]

﴿۵۴﴾

شیخ عابد

(بعد۔ ۱۱۳۰ھ)

شیخ عابد بن داؤد اپنے دور کے اعاظم علمائے شیعہ کشمیر سے تھے۔ انہوں نے ۱۱۳۰ھ کے بعد وفات پائی۔

آثار

مقالۃ فی الامامۃ (عقاید۔ عربی)؛ آغاز: "قال قائل لما نظرت نفسي اني ما كنت بل خلقت...و لم اخلق نفسي وما خلقتني من هو مثلي......" اس کی تالیف سے اواخر ذیقعدہ ۱۱۳۰ھ کو فارغ ہوئے۔[۲]

۱۔ کحل الجواہر ص ۹۔۱۰؛ گلستان زہرا ص ۱۸؛ فصل الخطاب ص ۹؛ صاحب مودۃ القربیٰ ص ۱۷۶۔

۲۔ الذریعہ ج ۱ ص ۳۹۷۔

﴿۵۵﴾

شہید عبد الحکیم بحرینی

(۱۱۳۲ھ)

ملا عبد الحکیم کے والد شہید ملا احمد بحرینی تھے۔ آپ جملہ علوم میں ماہر تھے۔ مولانا سید ابوالقاسم رضوی (م ۱۳۲۴) نے آپ کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے۔ ہادی طریقۃ حافظ شریعت مکمل الخلیفۃ حضرت ملا عبد الحکیم الشہید۔ علامہ عبد الحکیم جڈبل میں سکونت کرتے تھے۔ بروز پنجشنبہ ۲۲ ماہ ذیقعدہ ۱۱۳۲ھ (۱۴ ستمبر ۱۷۱۹ئ) کو میر احمد خان کے عہد حکومت میں تاراج پنجم کے دوران جب پورے جڈبل کو نذر آتش کر کے ہزاروں مرد و زن کو قتل کیا گیا تو علامہ عبد الحکیم کو بھی اسی روز شیعوں کا عالم ہونے کی پاداش میں شہید کیا گیا۔ آپ غالباً بابامزار جڈبل میں دفن ہیں۔

اولاد

ملا عبد العلی۔[۱]

﴿۵۶﴾

سید شاہ مراد اول

(ح۔ ۱۱۳۵ھ)

آپ میرزا حسین حسینی جلالی سبزواری کے اکلوتے فرزند تھے۔ اپنے والد کی طرح علم و فضل میں

۱۔ السادۃ فی سیادۃ السادۃ ص ۱۹۷؛ کشکول ملا محمد مقیم ص ۳۔

یکتائے زمانہ تھے۔آپ کی نسل آقا سید حسین شاہ سے آگے بڑھی جن کا تذکرہ آگے آئے گا۔[۱]

﴿۵۷﴾

سید حسین حسینی ہمدانی

(ح۔۱۱۴۰ھ)

آقا سید احمد کے بڑے فرزند زیور علم و حلم سے آراستہ و پیراستہ تھے۔آپ کے فقط ایک فرزند آقا سید محمد تھے۔[۲]

﴿۵۸﴾

ملا عبد الحکیم ساطع

(۱۱۴۳ھ)

آپ کا اسم گرامی عبد الحکیم اور ساطع تخلص کرتے تھے۔آپ ملا سعید الدین ہمدانی کی نسل سے ملا غالب کے فرزند تھے۔ ساطع نہ صرف قادر الکلام شاعر بلکہ اپنے عہد کے معروف شیعہ عالم بھی تھے۔ انہوں نے فقہ و اصول فقہ کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور شاعری میں لالہ ملک شہید اور مرزا داراب جویا سے کافی استفادہ کر کے بہت ہی مختصر وقت میں اپنے معاصرین سے آگے نکل گئے۔

مولانا ساطع پشاور میں شاہ عالم بہادر کے حضور باریاب ہوئے۔ وہاں ان کی ملاقات ملا محمد سعید اشرف سے ہوئی جس کا شمار اپنے زمانے کے اعاظم شعراء میں ہوتا تھا۔ ان سے بھی ملا ساطع نے اپنے

۱۔ الحبل المتین ص۱۱؛ مشجرات آل الجلالی۔

۲۔ الحبل المتین ص۲۴؛ مشجرات سادات ہمدانیہ۔

اشعار کی اصلاح لی۔ آپ بہادر شاہ عالم کے دور میں شہرت حاصل کر چکے تھے اور فرخ سیر کے زمانہ میں بھی اعلیٰ منصب پر فائز رہے مگر اُس کے قتل ہو جانے کے بعد واپس کشمیر آ گئے۔

موصوف موزون طبیعت اور صفات حسنہ کے مالک تھے۔ انہیں نظم و نثر دونوں میں کمال حاصل تھا۔ شیخ علی حزیں (م۱۱۸۱ھ) جیسے نابغہ روزگار شاعر اور عالم نے جب کشمیریوں کے خلاف ہجو کہی تو ملا ساطع سے رہا نہ گیا اور انہوں نے بھی دفاعی حملہ کرتے ہوئے اُن کے خلاف ہجوئیں کہیں۔ ہم یہاں ان کے کچھ اشعار ہدیہ قارئین کرتے ہیں:

بچندین رنگ گشتم از گنه چون خامه ماني
شدم موئي جز اين صورت نمي بندد پشيماني
قفس زنداني خود را مكن ديگر نگهباني
كه رفت اين ناتوان چون گل بتاراج بر افشاني
رعونت پيشتر داري در آغوش دل تنگم
اگر فرياد كهساري دگر مجنون بياباني

آپ نے ۲۱ ماہ رمضان ۱۱۴۳ھ (۱۷۳۰ء) کو رحلت فرمائی۔ ان کے شاگرد مورخ کشمیر خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے تاریخ وفات یوں لکھی ہے۔

گفت اعظم بسال تاريخش
نور ايمان بمرقدش ساطع

اولاد

ملا باقی۔

آثار

۱۔ حجت ساطع (فارسی): برہان قاطعہ کا خلاصہ ہے۔

۲۔ دیوان (فارسی): ڈاکٹر مسرت پروین موسوی نے اس کی تصحیح و تحقیق کر کے اس کو مرتب کیا ہے، محترمہ کو اسی پر پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی تھی۔

۳۔ مرآۃالفصول (مکتوبات۔ فارسی): اس کا قلمی نسخہ جموں وکشمیر ریسرچ لائیبریری میں زیر نمبر ۵۳۵ موجود ہے۔

۴۔ کلیات (منظوم۔ فارسی): اس کا مخطوطہ مذکورہ بالا کتابخانے میں برقم ۵۳۶ محفوظ ہے۔[۱]

﴿۵۹﴾

ملا محمد جعفر کشمیری

(بعد ۱۱۵۰ھ)

ملا محمد جعفر کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کشمیر کے کس خطہ میں ولادت پائی۔ آپ کا شمار فاضل اعلام اور مشایخ ذوی الاحترام میں ہوتا ہے۔ مولانا میرزا محمد بن حسن شیروانی (م۱۰۹۸) کے برجستہ اور افاضل تلامذہ میں سے تھے۔ میرزا ابراہیم قاضی اصفہان، امیر عبدالباقی بن امیر محمد حسین بن محمد صالح حسینی خاتون آبادی اور مولانا محمد باقر ہزار جریبی نجفی ملا محمد جعفر کے شاگرد تھے اور تینوں ان سے روایت کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا محمد باقر نجفی نے ۱۱۹۵ھ میں جو اجازہ آیت اللہ آقا سید مہدی بحر العلوم (م۱۲۱۲) کو دیا تھا اس میں تحریر ہے:

قال شيخنا الفقية الجليل ميرزا ابراهيم القاضي اقول ماروي عن جماعة من مشيخني الذين صادفتهم او قرأت عليهم مؤلفاتهم، منهم الفاضل الجليل المولي محمد جعفر الكشميري رحمة الله و قدقرأت عليه وهو من تلامذة العلامة الاوحد المولي ميرزا محمد بن الحسن الشيرواني صاحب

۱۔ تاریخ حسن ج۴ ص ۳۴۔۳۵؛ شیعیان کشمیر ص ۱۷۸۔۱۷۹؛ واقعات کشمیر ۵۴۲۔۵۴۴؛ مطلع انوار ص ۲۵۰؛ شیخ علی حزیں حیات اور کارنامے ص ۲۰۳۔

التاليفات الدقيقة والحواشي الكبيرة ومما قراأت عليه كتاب الشافي للسيد الاجل المرتضىٰ علم الهدي قدس سره.

۱۱۵۰ھ کے بعد انتقال فرمایا۔ افسوس کہ ان کے مزید حالات دستیاب نہ ہوسکے۔[۱]

۶۰

سید حسین شاہ حسینی جلالی

(ح۔ ۱۱۵۵ھ)

سید حسین بن شاہ مراد اول سادات جلالی کے وہ بزرگ تھے جنہوں نے علم و فضل میں اعلیٰ نام پایا اور تمام عمر دین اسلام کی آبیاری کی۔ آپ کا مزار اونتہ بھون (سرینگر) میں آج بھی موجود ہے۔ مرحوم حاجی سید افضل شاہ جلالی نے اس مقبرہ کی مرمت ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ میں کروائی اور کسی حنفی مسلمان کو اس کا متولی بنایا تھا۔

اولاد

سید شاہ مراد ثانی۔[۲]

۶۱

ملا عبد الغنی ہمدانی

۱۔ نجوم السماء ص۲۵۱؛ طبقات اعلام الشیعہ ج۱ص ۱۴۲؛ مطلع انوار ص۵۰۹۔

۲۔ الحبل المتین ص۱۱؛ مشجرات آل الجلالی۔

(۱۱۴۹ھ)

آپ کے والد ملا ابوطالب ہمدانی تھے۔ ملا عبد الغنی گیارہویں صدی کے آخر یا بارہویں صدی کے ابتداء میں محلّہ باباپورہ حبہ کدل (سرینگر) میں پیدا ہوئے۔ ابتداء میں اپنے والد کے پاس زانوئے ادب تہہ کیا اور پھر ملا صالح مازندرانی شارح کافی (م۱۰۸۶) کے افاضل شاگردوں میں شمار ہوئے۔ فقہ، اصول فقہ، کلام، فلسفہ اور منطق جیسے علوم اسلامی میں ماہر تھے۔ حکومت کشمیر میں آپ کا بہت وقار تھا۔ آپ نے اپنا سلسلہ سند اجازہ روایت کتاب شرائع الاسلام اس طرح بیان کیا ہے:

تیمن و تبرك بذکر اسامي علمایي دین که روایت کتاب مستطاب بتوسط آنها رضوان الله علیهم بمترجم رسیده مخفي نماند که کتاب شرائع الاسلام در فقه فرقه ناجیه امامیه معتبر ترین کتب متداوله است و همیشه درمیان فضلاء و علماء مدار علیه و تدریس و تعلیم آن شعار اکابر مجهتدین و اعاظم متبحرین بوده و فقیر آنرا نزد اصلح العلماء مولانا محمد صالح اصفهاني گذارینده وأُود روایت این کتاب از عم خود آقاي هادي نموده و أُو از پدرش افضل الفضلاء مولانا محمد صالح مازندراني شارح کتاب کلیني واو از وحید العصر محمد تقي مجلسي صاحب لوامع شرح من لایحضره الفقیه و أُواز خاتم المجتهدین شیخ بهاء الدین عاملي و اواز پدرش شیخ عبد الصمد الحارثي الهمداني و أُو از دوشیخ بزرگوار سید حسن بن جعفر الکرکي و شیخ زین الملة والدین الشهید الثاني قدس الله سرهما و آنها از شیخ علي بن عبد العالي نورالله مضجعه واو از شیخ سعید محمد داود مؤذن واو از شیخ کامل ضیاء الدین علي واو ازپدرش اکمل المحققین شیخ شمس الدین محمد المکي الشهید الاول رفع الله درجته واو از سید محقق عمید الدین عبد المطلب الحسیني و شیخ افضل فخر المحققین ابوطالب محمد حلي وسید کبیر نجم

الدين مهنا ابن سنان المدني ومولائي فاضل ملك العلماء مولانا قطب الدين الرازي و او از شيخ اكمل آية الله في العالمين العلامة جمال الملة والدين ابي منصور بن مطهر الحلي قدس الله روحة و نور ضريحه و اواز شيخ خود رئيس المحققين نجم الملة والدين ابي القاسم جعفر بن الحسن ابن السعيد الحلي مصنف كتاب رضوان الله عليهم اجمعين و بطرف ديگر نيز روايت اين كتاب عاليشان براقم الحروف رسيده.

ملا عبد الغنی نے ۱۱۶۹ھ میں انتقال فرمایا اور حسن آباد میں دفن ہیں مرقد کے لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

مولوي عبد الغني طاب ثراه — گنج علم دين دل و دانائي او
عالم رباني حق انتما — كس به فضل اونه بدهمتائي او
نور علم و دانش روشن دلي — بود چون خورشيد از سيمائي او
خفت زير خاک از حكم قضا — آه ... ...
گرچه جايش در دل اهل دلست — اي دريغا ماند خالي جائي او
گفت هاتف بهر تاريخش بجا — درّ دعائي دولت عقبائي او

زمين جهان چون از سر جان در گذشت
باد در خلد برين ماوائي او

آثار

۱۔ جامع الرضوی (فارسی۔ فقہ)؛ *آغاز:* "الحمد لله الذي او ضح لعباده سبل الوصول الي رضاه وبين لهم شرايع عبادته......" *انجام:* "لازم آيد كه خود را در معرض ارتكاب حرام و معاونت براثمه وعدوان اندازد."

کتاب مذکورہ علامہ حلی (م۶۷۶ھ) کی کتاب شرائع الاسلام کا فارسی ترجمہ ہے۔ مترجم نے اس کی مختصر شرح اور گرانقدر مقدمہ بھی لکھا ہے۔ موصوف نے یہ ترجمہ حاکم کشمیر مرزا علی افرسیاب بیگ خان (مدت حکومت ۷ سال ۲ مہینے از ۱۱۵۸ھ (۱۷۴۵ء) کی فرمائش پر کیا تھا اور انہی کے نام سے موسوم کر کے "جامع الرضوی" نام رکھا۔ اس کتاب کے متعلق خود مؤلف نے یہ اشعار کہے ہیں۔

این چنین یادگار در عالم — دیده کم دیده اولو الارباب
یا رب این نخل باغ فضل و کمال — تا ابد بار در شود به ثواب
یا رب این معدن جواهر علم — طالبان را همیشه باد مآب
باشد این شمع محفل فتویٰ — روشني بخش تا بروز حساب
چون مسميٰ به جامع الرضوي است — سال آغازش از هما دریاب

اس کتاب کے حسب ذیل مخطوطات کا مجھے علم ہے:
۱۔ کتابخانہ راجہ محمود آباد (لکھنؤ) ۳۰۴۰۔
۲۔ ریسرچ لائبریری حکومت جموں و کشمیر ۱۲۲۵۔
۳۔ کتابخانہ مرعشی نجفی (قم) ۵۴۹۷، ۶۲۱۵، ۶۲۱۶، ۶۹۰۔

طبع اول: باتقاریض مولانا سید بندہ حسین (م۱۲۹۶ھ)، مفتی سید محمد عباس شوشتری (م۱۳۰۶) تاج العلماء سید علی محمد نقوی (م۱۳۱۲ھ)، اودھ اخبار لکھنؤ۔ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ (اگست ۱۸۹۸ء)، طبع دوم: لاہور ۱۹۷۹ء۔

۲۔ پنج بیاض ابراہیمی (فارسی۔ عقائد): والی کشمیر ابراہیم خان نے یہ کتاب لکھنے کے لیے ایران و عراق اور کشمیر کے علماء کی ایک کمیٹی بنائی تھی۔ ملا عبدالغنی کو بھی اس انجمن کا خاص رکن مقرر کیا۔ چند جلدوں پر مشتمل یہ کتاب موضوع امامت پر بہترین کتاب ہے۔ اس کی کچھ جلدیں کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ اور بعض مرحوم حکیم غلام صفدر ہمدانی (سرینگر) کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ غیر مطبوعہ۔[1]

---

[1] شیعیان کشمیر ص۱۸۸۔ ۱۹۰؛ جامع الرضوی ص ۳۔ ۴؛ نجوم السماء ص۲۴۶؛ مطلع انوار ص۳۱۵؛ نزہۃ الخواطر ج۶ ص۱۵۷۔

﴿۶۲﴾

شہید سید حسین موسوی

(۱۱۷۱ھ)

علامہ شہید حاجی سید حسین المعروف بہ آ قا حسین کشمیر کے مشہور علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کا مسکن دولت آ باد ناؤپورہ (سرینگر) تھا۔ مقدمات کی تکمیل کے بعد اصفہان، قم، نجف، سامراء اور کاظمین جیسے مقدس شہروں میں کسب فیض کیا اور سات سال کے بعد کشمیر لوٹے۔ مرجع فقہاء الاعلام شیخ یوسف بحرانی (م۱۱۸۶ھ) علامہ زمان ملا محمد اکمل بہبہانی اصفہانی اور علامہ اجل فاضل اکمل ملا محمد اسماعیل بن حسین مازندرانی اصفہانی خواجوئی (م۱۱۷۳ھ) جیسے عظیم فقہاء کے پاس زانوئے تلمذ تہہ کیا انہوں نے جو اجازے آپ کو دیئے ہیں ان سے آپ کی عظمت اور فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ شیخ بحرانی کے اجازہ میں تحریر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: الحمد اللّٰہ العلي العظيم والصلوٰۃ علي من اُرسل، بالآيات والذكر الحكيم محمد و آله الهداة الي صراط مستقيم الدعاة الي الدين القويم و بعد فان من مواهب الله سبحانه علي الانام في زمان غيبة الامام عليه السلام وجود العلماء الاعلام الذين بوجودهم توضح الاحكام و تجلي مدلهمات الابهام ويعرف الحلال من الحرام وان الاماكن الشاسعة النائة التي هي عنهم خالية لمفتقرة الي من ينوب عنهم لتبليغ الاحكام ولو لاهم لاختل النظام واختلط الحلال بالحرام ولما كان العالم العامل والمهذب الفاضل الكامل الجامع لا فراد الفضائل والبارع في احراز الفواضل السيد السند الاوحد المسدد والعلم المفرد مبلغ الدين و مروج شريعة جده سيد المرسلين وآله

المعصومين السيد آقا حسين الموسوي الكشميري اهلاً بكمال الاهلية و تمام القابلية لهذ المقام الي الآخر تحرير شوال ۱۱۵۸ھ

ملااسماعیل بن محمد حسین مازندرانی نے ان کے لیے تحریر فرمایا:

بعد از حمد و صلوٰة- خلاصة الامنآء المرشدين منبع الفروع والاصول مروج دين الرسول مجمع المعقول والمنقول زو الذهن النقاد والفكر الوقاد الذي لم يرمثله عين الزمان يكل عن بيان اوصافه اللسان حاج الحرمين الشريفين زائر قبور السبطين السيد آقا حسين الموسوي الكشميري لازال في درع الامان من مكاره الزمان (۱۱۵۷ھ)

سرکار آقای بہبہانی کے والد علامہ محمد اکمل نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

سلالة السادات العظام و افتخار العلماء الاعلام السيد الهاشمي الموسوي الصفوي اعني آقا سيد حسين الكشميري دام ظله العالي.

آپ نے کشمیر کے گردونواح میں جمعہ و جماعات کے لیے خاص طور سے اہتمام کیا اور تبلیغ مذہب اہل بیت کے سلسلے میں ہر ممکن اقدامات کئے۔ انہوں نے وادی کے طول و عرض میں کئی مدارس اور دینی مکاتب قائم کئے۔ شہر سرینگر میں آپ عمومی مرجعیت کے حامل تھے اور نہ فقط شیعیان بلکہ برادران اہلسنت بھی دینی امورات میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ آقا حسین کے عہد میں سکھ جیون مل (مدت حکومت ۸ سال ۴ ماہ ۸ روز) نے پنڈت مہانند مردود کو حکومت کا مدار المہام بنایا۔ اس بدبخت نے اذان اور گاؤکشی کو ممنوع قرار دیا اور مسجد شاہی مشہور بہ پتھر مسجد (اس مسجد کو نور جہاں بیگم نے شیعوں کے لیے تعمیر کروایا تھا) کو شالی کا گدام بنایا۔ آقا سید حسین اور شہزادہ بلخی اہل اسلام کی اعانت اور اس ظلم و بربریت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر سنگھان نے تلواروں اور بندوقوں سے حملہ کر کے مسلمانوں کو مغلوب کر دیا اور اہل کفر غالب آگئے۔ یہ واقعہ ۱۱۷۱ھ میں پیش آیا اور اس سانحہ میں علامہ سید حسین کے ہمراہ شہزادہ بلخی میر ابو نجف جڈیبلی اور محمد حسین سبز واری بدست سنگھان شہید ہوگئے۔ تاریخ سال شہادت یہ ہے۔

''از سریائن گذشت سید المظلومین''

آقا سید حسین صاحب کی قبر کے بارے میں صاحب تحل الجواہر خاموش ہیں۔ لیکن آقای انیس کاظمی صاحب نے لکھاہے کہ موصوف امام باڑہ حسن آباد کے متصل میرزا شاہ کے آستان شریف کے باہر جنوب مشرقی کونے میں مدفون ہیں۔

اولاد

۱۔ سید کاظم؛
۲۔ سید امیر الدین ذاخر؛
۳۔ سید ہادی فاخر؛
۴۔ سید مہدی (ان کی ذریت کاٹربگ بانگل میں ہے)؛
۵۔ دختر زوجہ ملا محمد حسین انصاری۔

آثار

۱۔ جواہر البیان (فارسی۔ عقائد): سید انیس کاظمی صاحب نے اپنی کئی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ کتاب سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ جب کہ علامہ ابن رضا نے اس حوالے سے کوئی بات نہیں لکھی ہے۔ غیر مطبوعہ

۲۔ شرح مودۃ القربیٰ (فارسی حدیث): امیر کبیر میر سید علی ہمدانی کی فضائل اہل بیت پر مشتمل کتاب مودۃ القربیٰ کی شرح ہے۔ غیر مطبوعہ۔

۳۔ شرح قانون (فارسی۔ طب): فخر الاطباء شیخ بو علی سینا کی کتاب قانون کی شرح ہے۔

۴۔ ترجمہ مفتاح الفلاح (فارسی)؛

۵۔ ریاض الامامت (عربی۔ عقائد)؛[1]

---

[1] ۔ تحل الجواہر ص ۱۰۔ ۱۶؛ تاریخ حسن ۲ ص ۶۵۹؛ چاند میری زمین ص ۱۱۰۔ ۱۱۱؛ مشجرات آل موسوی۔

﴿۶۳﴾

میرزا رستم علی

(ح ۱۱۷۲ھ)

مولانا میرزا رستم علی صاحب کے والد کا نام مولوی محمد حلیم کشمیری تھا۔ بعض مورخین نے آپ کو سید لکھا ہے۔ آپ علم معقولات میں یکتا اور وحید تھے۔ آپ کی ذات گنجینہ علوم تھی۔ حدوداً ۱۱۷۲ھ میں فوت ہوگئے جب رام نرائن بنگالہ کا صوبیدار تھا۔ مولانا میرزا رستم علی صاحب کو میر افضل سوداگر کشمیری کے مقبرہ پٹنہ میں دفن کیا گیا اور یہ مقبرہ مشہور و معروف ہے۔[1]

﴿۶۴﴾

سید شاہ مراد ثانی

(ح۔ ۱۱۸۰ھ)

سید شاہ مراد ثانی مسلک شیعہ کے جلیل القدر عالم تھے۔ موصوف بعد وفات اپنے پدر سید حسین جلالی کے پہلو میں اونتہ بھون (سرینگر) میں دفن ہوئے۔

اولاد

۱۔ میر جلال الدین الثانی؛

۲۔ میر حیدر؛

۳۔ میر حسن؛

---

[1]۔ تذکرہ بے بہاء ص ۱۵۷۔

۴۔ میر احمد؛

۵۔ میر احسن؛

۶۔ محسن (لاولد)۔[۱]

﴿۶۵﴾

سید مرزا موسوی

(ح۔۱۱۸۰ھ)

السيد مرزا بن السيد اسد الله بن السيد علي بن السيد مراد بن السيد عبد الله بن الشهيد السيد عبد الغني بن الشهيد السيد محمد جبل العاملي الموسوي.

فاضل، اجل، زہد اور تقویٰ کے حامل سید مرزا موسوی اکابر سادات اور جید علمائے امامیہ میں شمار ہوتے ہیں۔ موصوف نے بہترین کتابیں لکھی ہیں لیکن افسوس کہ اُن کا کوئی پتہ نہیں۔[۲]

﴿۶۶﴾

ملا عبد العلی بحرینی

(ح۱۱۸۸ھ)

ملا عبد العلی اپنے والد شہید ملا عبد الحکیم کی شہادت کے بعد سرینگر میں عمومی مرجعیت کے مقام پر فائز رہے۔ انہوں نے علم و فضل میں اعلیٰ نام کمایا۔ مولانا سید ابوالقاسم رضوی نے ان کا اسم گرامی یوں

۱۔ جواہر اللالی ص۹۵؛ الحبل المتین ص۱۱؛ مشجرات آل الجلالی۔

۲۔ کحل الجواہر ص۹۔

تحریر فرمایا ہے۔ شمس الاعلام فی الانام ضیاء الایام ولاعوام ملک بشری حضرت عبد العلی۔ موصوف کا انتقال حدود ۱۱۸۸ھ میں ہوا۔ آپ بابامزار میں دفن ہیں۔

اولاد

۱۔ ملا کاظم؛
۲۔ ملا محمد مقیم؛
۳۔ ملا اکبر؛
۴۔ ملا محمد مہدی ؛
۵۔ ملا جواد؛
۶۔ ملا محسن۔

آثار

۱۔ شرح شرائع الاسلام؛
۲۔ حاشیۃ علی شرح تجرید للعلامۃ؛ مولوی سید ابوالقاسم رضوی کے کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود تھا۔
۳۔ حاشیہ علی لوامع صاحبقرانی؛ مولانا رضوی نے اس کا مخطوطہ سہارنپور میں دیکھا تھا۔
۴۔ شرح فقیہ؛
۵۔ شرح الفیہ للشہید (فارسی)؛ اس کا قلمی نسخہ بھی مولانا رضوی کے پاس تھا۔
۶۔ حاشیہ علی شرح الفیہ للشہید الثانی؛
۷۔ شرح نفلیہ۔[1]

[1] ۔ السادۃ فی السیادۃ السادۃ ص ۱۹۷؛ مشجرات آل محمد رضا بحرینی۔

﴿۶۷﴾

ملا عبد الحکیم راست گو

(ح ۱۱۹۰ھ)

ملا عبد الحکیم راست گو (صادق) کے لقب سے مشہور تھے۔ آغا بزرگ تہرانی نے انہیں کشمیر کے افاضل فقہاء میں شمار کیا ہے۔ آپ ملا محمد علی پادشاہ (دیکھئے احوال) کے اُستاد تھے۔[۱]

﴿۶۸﴾

سید محمد حسینی ہمدانی

(ح۔ ۱۱۹۰ھ)

علامہ سید محمد کے والد آقا سید حسین حسینی ہمدانی تھے۔ آپ نے محلّہ حسن آباد میں رہائش اختیار کر کے اپنے گھر میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ پہلی مرتبہ آپ ہی نے شب عاشورہ جلوس عزا کا اہتمام رات میں کیا اور یہ جلوس حاجی محلّہ (میر بحری) سے برآمد ہو کر ان کے گھر واقع حسن آباد میں پہنچتا تھا۔ جہاں آپ خود عزاداروں سے خطاب فرماتے تھے۔ یہ روایت آقا سید قاسم حسینی (م۱۳۶۱ھ) کے ابتدائی دور تک قائم رہی۔ اب یہ جلوس امام باڑہ حسن آباد میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

آقا سید محمد نے میر بحری میں کئی مدارس کا انتظام فرمایا تھا اور اس علاقے میں اکثر محافل و مجالس بھی منعقد کرواتے تھے۔ آپ نے قریب ۱۱۹۰ھ انتقال فرمایا اور آخری آرام گاہ حاجی محلّہ سیدہ کدل میں پائی۔ لوگ ان کی قبر کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔

۱۔ نجوم السماء ص ۳۷۵؛ الکرام البررۃ جُزء ۲ ص ۷۲۲؛ خورشید خاور ص ۲۲۳۔

اولاد

سید علی (م۱۲۴۹ھ)۔[1]

﴿۶۹﴾

آخوند ابوالقاسم کشمیری

(۱۱۹۳ھ)

آخوند ابوالقاسم صاحب نے جناب شہید ثانی شیخ زین الدین صاحب شرح لمعہ کے پوتے شیخ حسن کے پاس دہلی میں تفسیر حدیث فقہ و عقائد جیسے علوم اسلامی میں استفادہ کیا۔ اُستاد کی وفات کے بعد آخوند نے ان کی قبر کے پاس میں گھر بنالیا اور اپنی زندگی خدمت خلق اور یاد خدا میں بسر کی۔ آپ نہایت ہی خوش اخلاق تھے۔ اٹھارہ رمضان ۱۱۹۳ھ (۱۷۷۹ء) کو بعد افطار وفات پائی اور شیخ حسن کے پہلو میں دفن ہوئے۔[2]

﴿۷۰﴾

سید امیر الدین موسوی ذاخر

(۱۱۹۶ھ)

علامہ سید امیر الدین موسوی اعلوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر علم و حکمت میں صاحب کمال اور فصیح البیان شاعر تھے۔ ذاخر آپ کا تخلص تھا۔ فارسی کے علاوہ کشمیری مراثی میں بھی طبع آزمائی کی چنانچہ ان کے کلام کا ایک حصہ شاہد بڈگامی نے اپنی کتاب ”کاشر مرثی ہند تواریخ“ کے صفحہ ۱۵۸ پر نقل کیا ہے۔

---

[1] الحبل المتین ص ۲۴؛ مشجرات سادات ہمدانیہ؛ معراج العابدین ص ۴۳۔

[2] مطلع انوار ص ۶۴۔۶۵؛ تذکرہ بے بہاء ص ۳۱۳۔

۱۱۵۷ھ میں شیعوں اور سنیوں کے درمیان ایک فساد واقع ہوا۔ خشک سالی کی وجہ سے برادران اہلسنت نماز استسقاء کے لیے عید گاہ گئے اور واپسی کے دوران بعض بدمعاش افراد نے یہ افواہ اُڑائی کہ شیعوں نے خواجہ حبیب اللہ نوشہری کے حق میں بے ادبی کی۔[۱]

عوام اہلسنت نے بلا تفحص جڈی بل (یہاں اہل تشیع کی اکثریت آباد ہے) پر حملہ آور ہو کر مال و اسباب لوٹا اور آگ لگادی۔ بالآخر بعض اہل بصیرت افراد نے علامہ سید امیر الدین کے ہمراہ اس تنازعہ کو رفع کیا اور اختلاف ایتلاف میں بدل گیا۔ لیکن حاکم وقت بلند خان بامزئی نے اہل تشیع کے ساتھ انصاف کے بجائے ناانصافی کی اور انہیں قید کر کے بعض کے ناک اور کان کاٹے گئے۔ علامہ سید امیر الدین کا انتقال ۱۱۹۶ھ میں ہوا۔

اولاد

سید صفدر (دیکھئے احوال سید عبد اللہ موسوی کے ذیل میں)

آثار

۱۔ عقائد اثنا عشریہ (فارسی)؛

۲۔ رسالہ در علم طب (فارسی)[۲]

---

[۱]۔ مورخ حسن نے اپنی تاریخ کے جلد اول میں صفحہ ۴۷۹ سے ۴۹۴ تک دس تاراج شیعہ کا تذکرہ کیا ہے اور ہر حملے کے لیے ایک ہی نوعیت کے وجوہات گھڑے ہیں۔ حضرت خواجہ حبیب اللہ نوشہری سے متعلق شیعوں کے سر یہ الزام تھوپا گیا تھا ورنہ وہ بھی اُن کی بزرگی اور شرافت کے قائل ہیں۔ کشمیر کے مایہ ناز شیعہ عالم علامہ سید علی بن رضا موسوی موصوف کے بارے میں رقمطراز ہیں۔ حبیب نوشہری از اعیان شہر و شعرائی دھر بود در سنہ سبع و ثلثین بعد الالف انتقال وے وقوع پذیر فت۔ یہ ہے ان کے بارے میں ایک شیعہ عالم کا بیان۔ جب علمائے شیعہ تک ان کا احترام کرتے آئے ہیں تو عوام کی کیا مجال تھی کہ ان کے حضور بے ادبی کرتے۔ یہ فقط شیعوں کو غارت کرنے کی ایک سازش تھی۔ علاوہ ازیں صاحب تاریخ حسن کے تعصب کی قلعی بھی کھل جاتی ہے۔

[۲]۔ کحل الجواہر ص۱۱؛ کاشر مرثی ہند تواریخ ص۱۵۸۔

فصل ششم

تیرہویں صدی ہجری کے علماء

﴿۷۱﴾

ملا محمد مہدی بحرینی

(ح۔ ۱۲۰۶ھ)

ملا محمد مہدی فرزند ملا عبد العلی بحرینی جامع علوم وفنون اور محدث کبیر تھے۔آپ نے لکھنؤ میں تبلیغ کے فرائض انجام دیئے اور کچھ عرصہ بعد وطن لوٹے۔ شاید ۱۱۷۵ھ (۱۷۶۲ء) میں بلند خان کی حکومت میں ہی تاراج ہفتم کے دوران آپ کا بے مثال کتب خانہ جلایا گیا تھا۔اس سے آپ کو بہت صدمہ ہوا اور کشمیر چھوڑ کر بلتستان گئے جہاں کھرمنگ میں تادم مرگ تبلیغ میں مشغول رہے۔قریہ قریہ میں حسینیے تعمیر کروائے اور عزاداری کو کافی فروغ دیا۔ موصوف نے برج اسد کے ابتدائی دس دنوں میں عشرہ محرم کی طرح بلتستان میں مجالس حسینی کا انعقاد کروایا اور یہ سلسلہ ابھی تک وہاں جاری ہے۔آپ بلتستان میں ہی انتقال کر گئے اور وہیں مدفون ہیں۔[1]

﴿۷۲﴾

سید کاظم موسوی صفوی

(ح ۱۲۱۰ھ)

سید کاظم بن سید باقر خانوادہ موسوی کے چشم وچراغ تھے۔شاید یہ وہی حاجی سید کاظم ہیں جن کے دادا سید فخر الدین بن میر سید محمد رضا موسوی صفوی جڈیبلی (م ۱۱۵۹ھ) تھے۔ان کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ آغا بزرگ تہرانی نے کتاب اعتقادات کے علاوہ ان کی کسی دوسری کتاب کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے۔ (کتاب کا نام اور الذریعہ کی جلد نمبر اب ذہن سے نکل گیا ہے)۔ مرحوم سید محمد باقر معرکہ دار نے ان کا

---

[1]۔ شیعیان کشمیر ص ۲۱۶۔

شجرہ نسب اپنے طبع شدہ نسب نامہ میں ص ۱۳اپر درج کیا ہے۔ اگر یہ وہی سید کاظم ہیں تو اس حساب سے ان کا سال وفات حدود اً ۱۲۱۰ھ ہونا چاہیے۔

آثار

ا۔اعتقادات (عقائد۔ فارسی): آغاز: "الحمد لمن علینا باعطاء العقل والایمان......"اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ راجہ محمود آباد لکھنؤ میں بر قم ۳۵۶ محفوظ ہے۔[1]

﴿۷۳﴾

تفضل حسین خان

(۱۲۱۵ھ)

مولانا تفضل حسین المعروف بہ خانِ علامہ اپنے زمانہ کے عظیم ترین عالم و فاضل تھے۔ آپ کے والد اسد اللہ خان اور دادا کرم اللہ خان کشمیری تھے۔ کرم اللہ خان صاحب خود بھی علم و فضل میں یکتاء ہونے کی وجہ سے کچھ مدت تک لاہور کے صوبیدار اور پھر معین الملک میر منو کے وکیل رہے۔ اس وقت ان کی آمدنی تین لاکھ روپے سالانہ تھی۔ تفضل حسین کی ولادت تقریباً ۱۱۴۰ھ کو کشمیر میں ہوئی۔[2] ابتدائی تعلیم لاہور میں حاصل کی۔ تیرہ سال کے سن میں دہلی گئے اور مولوی وجیہہ الدین سے عربی و معقولات پڑھے اور مرزا محمد علی بن خیر اللہ مہندس سے ریاضی سیکھی۔ دہلی میں پانچ سال گذار کر اپنے والد کے ہمراہ اٹھارہ برس کی عمر میں لکھنؤ پہنچے۔ جہاں ملا محمد حسن شارح سلم العلوم کے پاس زانوئے تلمذ تہہ کیے اور بنارس میں بھی معروف جلیل القدر ایرانی عالم شیخ علی حزیں (م۱۱۸۱ھ) سے غیر معمولی استفادہ کیا۔

۱۔ فہرست کتابخانہ راجہ محمود آباد ص۱۱۹؛ شجرہ طیبہ ص ۱۲۔

۲۔ بعض محققین نے لاہور اور بعض تذکروں میں سیالکوٹ بھی درج ہے۔

خان علامہ کو نواب سعادت علی خان المولود ۱۱۶۷ھ کی اتالیقی کا عہدہ ملا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شجاع الدولہ کے زمانہ میں ہی آپ نے شہرت حاصل کرلی تھی۔ آصف الدولہ کے وقت مولانا تفضل حسین سفیر اودھ کی حیثیت سے کلکتہ تشریف لے گئے اور دس سال وہاں قیام کرنے کے بعد نواب آصف الدولہ نے لکھنؤ طلب کرلیا اور وکالت کا منصب عطا کیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ لکھنو میں ان کی صحبت غفرانمآب علامہ سید دلدار علی (م ۱۲۳۵) سے رہتی تھی۔ ایک مرتبہ ان ہی کے ساتھ خان علامہ الہ آباد مولوی برکت اللہ الہ آبادی کے شاگرد مولوی غلام حسین دکنی سے مناظرہ کرنے بھی گئے تھے۔ حاضرین نے منطق میں ان کی مہارت اور علمی شرف کا اعتراف کیا تھا۔

۱۲۱۲ھ میں آپ کو "خان علامہ" کا لقب ملا اور نائب وزیر اودھ بھی مقرر ہوئے مگر علمی مشاغل کی وجہ سے جلد مستعفی ہوگئے۔ آخری عمر میں مغربی سائنس اور فلسفے کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ کلکتے اور الہ آباد میں یورپی محققین سے ممدوح کے روابط بہت گہرے ہوچکے تھے اس لیے بحیثیت سفیر اودھ پھر سے کلکتہ گئے۔ اگرچہ اس بار دنیا سے کنارہ کش ہوکر زیادہ تر درس وتدریس اور تصنیف وتالیف پر توجہ دینے لگے۔

شوستر کے سیاح آقا سید عبد اللطیف شوستری خان علامہ کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ آپ کا شمار اعاظم فضلائے روزگار اور سرآمد حکمائے نامدار میں ہوتا ہے۔ علامہ نحریر اور تمام علوم وفنون میں فاضل بے نظیر تھے بالخصوص حکمیات اور الٰہیات میں افلاطون عصر ارسطوئے دھر اور معلم ثالث تھے۔ آپ نہایت ہی شرین بیان اور جامع علوم اولین وآخرین تھے۔ مولانا تفضل حسین بہت سخت شیعہ تھے اور نور ولائے ائمہ طاہرین کے آثار ان کی پیشانی پر نمایاں تھے۔ بڑے ذہین، طباع، اخلاق پسندیدہ کے مالک اور ظاہر و باطن میں یکساں تھے۔

تمام ملک (ہند) میں اُن کا نور فضیلت ساطع تھا۔ لوگوں کی حاجت روائی میں سر گرم رہتے تھے۔ یورپی علماء آپ کی بہت تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ حق تو یہ ہے کہ آپ کے فضائل حد تحریر سے باہر ہیں۔ آپ کو عربی فارسی انگریزی اور رومی زبانوں پر کافی عبور تھا اور یونانی بھی پڑھ لکھ سکتے تھے۔ جس فرہنگی نے جس زبان میں کتاب تصنیف کرانی چاہی آپ نے ضبط تحریر میں لائی۔ حواشی وتعلیقات کتب حدیث و

فقہ فریقین وحکمیات اسلامی اور دیگر تمام علوم پر اس قدر لکھے کہ اُن کا شمار مشکل ہے۔ ہند واہل ہند کے لیے سزاوار ہے کہ وہ ان کے نعمت وجود پر افتخار کریں۔

آپ نے اپنا برنامہ کچھ اس طرح مرتب فرمایا تھا کہ صبح کو دن چڑھے اُٹھتے اور ظہر تک ریاضی، منطق اور فلسفہ کا درس دیتے۔ بعد ظہر انگریزوں اور دیگر احباب سے ملاقات کے علاوہ دفتری کام کاج دیکھتے اور کبھی کبھی خود باہر بھی چلے جاتے تھے۔ اس کے بعد فقہ امامیہ پڑھاتے اور پھر نماز ظہرین اور کھانے سے فارغ ہو جانے کے بعد فقہ حنفیہّ پڑھاتے تھے۔ بعد از نماز مغربین تنہائی میں مطالعہ فرماتے تھے۔ جب نواب سعادت علی خان کا زمانہ آگیا تو آپ نے کام سے سبکدوشی حاصل کی ہر چند نواب صاحب نے اصرار کیا مگر آپ اپنے قول پر قائم رہے اور کلکتہ میں گوشہ نشین ہو کر تمام وقت مطالعہ کتب میں صرف کرتے تھے۔ ۱۲۱۴ھ میں فالج اور لقوہ ہو گیا۔ اطباء نے علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا بالآخر مرشد آباد سفر کرتے ہوئے ۱۵ شوال ۱۲۱۵ھ میں انتقال کر گئے اور غالباً بنارس میں دفن ہوئے۔ شاہ محمد اجمل آبادی نے موصوف کی تاریخ وفات پر حسب ذیل قطعہ نظم فرمایا ہے:

در هزار و دو صد و دوازدهم — شده چون فضل قادر قدوس
خان عالي مقام و الاجاه — اشرف و انفس ذوات نفوس
آن تفضل حسين خان يعني — زده بر کشور امارت کوس
نائب آصف زمان گرديد — رفت نامش ز هند تا حد روس
آن چنان بندوبست کرده به ملک — که به ملکش نماند يک سالوس
بعد چندي به ملک مشرق رفت — خود به دولتسراي او زد بوس
گشت از شرق چون به جانب غرب — هاي شد مطلع جهان معکوس
آفتاب شرف غروب نمود — تيره تر گشت اين جهان عبوس
دو صد و يک هزار و پانزدهم — مه شوال و ساعت منحوس
بود تاريخ ماه پانزدهم — طالع روزگار شد منکوس
که به ناگاه ان عديم المثل — به سوي ملک آخرت زد کوس
يک جهان رفت بهر استقبال — عالمي در اُميد شد مايوس

مثل او گردش زمانه ندید — صاحب ننگ و صاحب ناموس
سر به شاگردیش فرو بردند — یکه تاز اوستاد بطلمیوس
در متانت دگر فطانت و فهم — از افلاطون و دبقوریدوس!
بر زبان بود یاد او هر دم — چه‌صراح‌و صحاح و چه قاموس
راي مشائیان و اشراقین — پیش رایش چو راي نا محسوس
داشت او در خزانه علم چنان — که نه دیده به خواب کیکاوس
بو علي زمانه خود بود — بیشک وریب چون محقق طوس
نیک و بدداني گذارد حیف — آه از گردش سپهر شموس
آن که برقاقم و سمور نشست — دارد از خاک گورهي ملبوس
گر بپرسند سال تاریخش — باسر حیف و غم بگو افسوس

مولانا تفضل حسین خان صاحب نے بعد وفات املاک کے علاوہ نو لاکھ روپیہ نقد چھوڑا جس میں چھ لاکھ روپے ان کے فرزند اور تین لاکھ روپے دختر کے حصہ میں آئے۔

اولاد

۱۔نواب تجمل حسین خان، کٹرہ ابوتراب لکھنو میں رہتے تھے۔انہوں نے لکھنؤ میں ایک امام باڑہ بھی بنوایا تھا۔

۲۔دختر

آثار

۱۔شرح علی مخروطات ایلونیوس؛

۲۔شرح علی مخروطات دیوبنال؛

۳۔شرح علی مخروطات سمن؛

۴۔۵۔رسالتان فی الجبر والمقابلۃ: پہلا رسالہ حل جبری پر مشتمل ہے اور دوسرے میں حل جبری اور ہندسی ہے۔

۶۔رسالہ؛یورپ کے علم ہیئت کے بیان میں۔
۷۔رسالہ؛طبیعات سے متعلق۔
۸۔ Philosophic Natualis Principia mathematica (ترجمہ فارسی) مشہور فزیکس دان اسحاق نیوٹن کی کتاب کا فارسی ترجمہ۔
۹۔ ترجمۂ مساکن ثاوذوسیوس

آغاز: الحمد الله والمنة والصلاة علي رسوله خير البرية...

خواجہ نصیر الدین طوسی کی کتاب المساکن کا ترجمہ ہے۔[۱]

﴿۴۷﴾

مولوی سلام اللہ خان

(ح ۱۲۲۰ھ)

مولوی سلام اللہ خان کے والد اسد اللہ خان اور برادر اکبر علامہ تفضل حسین خان (دیکھئے احوال) تھے۔اپنے برادر گرامی کی طرح آپ بھی دانشمند بے عدیل اور فاضل اجل تھے۔انہوں نے اپنے بھائی سے ہی تربیت پائی اور اُن کے محضر سے استفادہ کیا تھا۔[۲]

---

[۱]۔ نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۱۱۲۔۱۱۳؛ تحفۃ العالم ص ۳۸۶؛ نجوم السماء ص ۳۴۷۔۳۵۱؛تذکرہ بے بہا ص ۹۴۔۹۷؛ مطلع انوار ص ۱۳۸۔۱۴۲؛اعیان الشیعہ ج ۳ ص ۶۳۲؛الذریعہ ج ۴ ص ۱۳۴۔

[۲]۔ تحفۃ العالم ص ۳۹۷؛نقباء البشر ص ۶۰۲؛تذکرہ بے بہاء ص ۱۷۔

﴿۷۵﴾

ملا محمد علی پادشاہ

(بعد ۱۲۲۱ھ)

ملا محمد علی ملقب بپادشاہ کشمیر میں پیدا ہوئے۔ یہیں نشو و نما پائی اور علامہ ملا عبد الحکیم معروف بہ راست گو (دیکھئے احوال) سے کسب فیض کیا۔ اس کا سراغ نہ مل سکا کہ انہوں نے کیوں کشمیر سے فیض آباد ہجرت کی تھی۔ ملا محمد علی کے فضائل و کمالات تاریخ آئینہ حق نما میں درج ہیں۔ صاحب ”سبیکۃ الذہب“ نے ان کی تعریف میں لکھا ہے:

ملا علي بادشاه الكشميري كان جامعاً بين الدنيا والدين البعضي يدرس العلوم من المنطوق والمرسوم و يشيع مسائل الحلال والحرام و يرشد الانام باصول الدين والفروعه في الليالي والايام، شاغلا بترويج الاحكام الشرعية و تدريس المسائل الاصلية والفرعية.

ملا محمد علی کشمیری نواب آصف الدولہ کے عہد میں فیض آباد میں مرجع ہر خاص و عام تھے۔ خود نواب آصف الدولہ (م ۱۲۱۲ھ) اور ان کے وزیر میرزا حسن خان (م ۱۲۱۶ھ) بھی آپ کے عقیدت مندان میں شامل تھے۔ ملا موصوف نے انہیں دینی شعائر قائم کرنے کی ترغیب دلائی۔

سرفراز الدولہ مرزا حسن نے آپ کی تحریک پر فیض آباد میں ایک شاندار مسجد تعمیر کی تھی اور لکھنؤ سے پہلے ۱۱۸۰ھ کے قریب یہاں باقاعدہ نماز جمعہ و جماعت ملا محمد علی کی اقتداء میں ادا کی جاتی تھی۔ پھر نواب مذکور کے نام ملا محمد علی نے ایک مفصل رسالہ لکھا جس میں نماز جمعہ، جماعت پر خامہ فرسائی، مدح غفرانمآب علامہ سید دلدار علی نقوی اور ان کے بعض شاگردوں کا امامت نماز کے اہل ہونے کی تائید فرمائی تھی۔

چنانچہ نوابین نے اس طرف فوراً توجہ فرمائی اور علامہ سید دلدار علی کی اقتداء میں ۱۳ رجب ۱۲۰۰ھ کو فرقہ امامیہ کی پہلی نماز جماعت لکھنو میں ہوئی۔ اس کے بعد ۲۷ رجب ۱۲۰۰ھ (۲۶ مئی ۱۷۸۶ء) کو نماز جمعہ کا اہتمام کیا گیا جس میں شیعوں کے علاوہ فرنگی محل کے بعض علماء اور عوام اہلسنت نے بھی شرکت کی اور الحمد للہ آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

یہ ملا محمد علی ہی کی بے پناہ کوششوں اور محنتوں کا ثمر ہے کہ فیض آباد اور لکھنو میں شیعوں کو اپنا تشخص حاصل ہوا۔ ملا محمد علی کا تصنیف کردہ رسالہ جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ یہ "تاریخ آئینہ حق نما" میں موجود ہے۔ صاحب نجوم السماء نے اس کا ایک حصہ نقل کیا ہے۔ ان کی تحریر کا یہ نمونہ پیش خدمت ہے:

بزرگانی که قابل امامت نماز بلا ارتیاب و مقربان درگاه رب الارباب اند واحدی رامجال طعنه برایشان نیست و نور علم از ناحیه جمال ایشان پیداست و فروغ صلاح عمل از چهره جلال ایشان هوید است، یکی از ان جمله، عاکف کعبه مقبلی و سعید ازلی میر دلدار علی است که ازسالکان راه مقربان درگاه است بشری. بشری است فرشته سیرت و آدمی قدسی سرپرست که انوار عرفان واشعه ایمان از حلیه اش درخشان و فروغ علم و عمل از چهره اش تابان رافع اعلام شعائر شرع سید الانام(ص) و سرمایه برکت خواص و عام زبده ازکیاء فحول، جامع علوم منقول و معقول بحریست مواج و ملکی کرامت امتزاج بالاهنداء حقیق و بالاقتداء پلیق از مجتهدین کربلای معلی و مشهد مقدس ثامن ائمه هدی سجل و افتارا بمهر و توقیع رسانیده و استقاضه فقهیه نموده است.

بر محک اعتبار ایشان طلایش کامل عیار برآمده تجمل مشقت‌های دور و راز کرده گوهر اجتهاد بدست آورده سیعش مشکور و مشقتش ماجور

شده- صدق الله العظيم والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا وان الله لمع المحسنين.

اشعار

صاحب نفس قدسي و ملكي — فاضل ذو فنون و طبع زكي
حسن خلق و تواضعي كه باوست — هردو شاهد بخوبي كه در اوست
بحر مواج علم معقول است — قمر برج لم منقول است
رفع الله قدره الاعلي — شرح الله صدره الاذكي

و پرهيزگاران ديگر هم از تلامذه ايشان ذوالنفس القدسيه والخصال الملكيه، شعله ادراك و ذكاسيد مرتضي و متوي قدسي مآثر نقاوت مظاهر مرزا محمد خليل زائر كه بلاشبه قابل امامت نماز اند حقيقته وجود اين بزرگان عالي مقدار اقبال سركار دولت مدارست.

باب پنجم اين كه نواب نام دار سلامت چون فضيلت نماز جماعت بنصوص قاطعه، قرآن مجيد و احاديث ثابت شده و حضرت سيد المرسلين و حضرات ائمه معصومين صلوات الله عليهم اجمعين به تاكيد امر نموده اند و مجتهدين و محدثين و متقدمين و متاخرين در هر عصري نماز بجماعت مي كردند واهدي از علماء اسلام انكار فضيلت اين نمي كند و هميشه حكام و سلاطين مروج و معين شرع متين بوده انداگر بذات مبارك اندكي متوجه اين امر شده در قلم رو دولت خداداد حكم به گذاردن نماز جماعت نمايند همه امتثال فرمان واجب الازعان خواهند نمود و سيد دلدار علي را ارشاد پيش نمازي فرمايند كه مروج ملت بيضاء و شريعت غرا خواهد بود و بناى اين امر گوئي سبقت در ميدان سعادت از همه خواهند بود ويه ذات مبارك وهم

اگر نماز پنجگانه رابه اقتداء سيد دلدار علي بگذار ند هر جانماز جماعت رواج خواهد يافت، ابدالآباد ثواب بروزگار فرخنده آثار عائد خواهد گرديد واز باقيات صالحات بندگان عالي متعالي خواهد بود- والباقيات الصالحات خير عندك ربك ثواباً و خير املا.

مرحوم سید مرتضیٰ فاضل فرماتے ہیں:

کشمیر کے جو علماء واکابر دہلی فیض آباد اور لکھنؤ میں منتقل ہوئے۔ ان میں ملا علی پادشاہ کشمیری کا نام بہت زیادہ قابل احترام ہے۔ مولانا محمد علی پادشاہ فیض آباد سے تھوڑی ہی مسافت پر نیاباں (نیاوان) میں رہائش پذیر تھے۔ رحلت کے بعد موصوف اپنے ہی مکان میں دفن ہوئے۔ آپ کی تاریخ وفات تو معلوم نہیں ہے البتہ صاحب مطلع نے ۱۲۲۴ھ کا احتمال دیا ہے اور آغا بزرگ تہرانی نے ۱۲۲۱ھ لکھا ہے۔

آثار

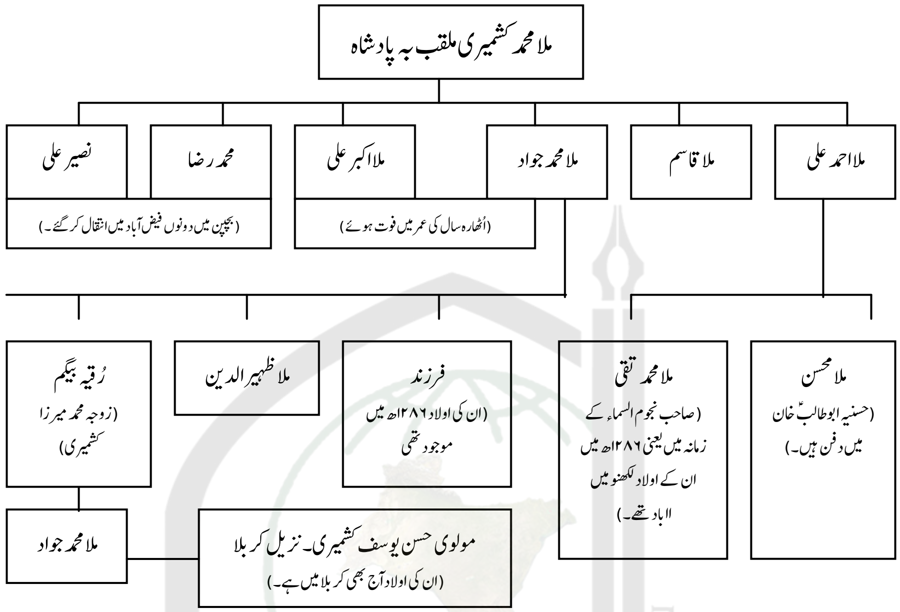
۱۔رسالہ دربیان فضیلت نماز جمعہ وجماعت (فارسی): مطبوعہ

۲۔المواعظ (فارسی): آغا بزرگ تہرانی نے مؤلف کے ہاتھ سے لکھا ہوا نسخہ مولوی حسن یوسف حائری جو ملا محمد علی کی اولادوں میں سے تھے، کے پاس کربلا میں دیکھا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ اگر اس کو نقل نہ کیا جائے تو اس کے تلف ہونے کا خطرہ ہے۔ غیر مطبوعہ۔

۳۔الخطب (عربی): اس کتاب کا اصل نسخہ بھی صاحب الذریعہ نے ملا صاحب کے اولاد کے پاس کربلا میں دیکھا تھا۔ ہم یہاں ملا محمد علی کشمیری کی اولاد کا شجرہ نسب پیش کرتے ہیں جو سب کے سب زیور علم سے آراستہ تھے۔[1]

---

[1] مطلع انوار ص ۱۳۳۔ ۳۳۴؛ نجوم السماء ص ۳۷۵؛ تذکرہ بے بہاء ص ۳۱۹؛ سبیکۃ الذہب ص ۵۹؛ مجلّہ سرفراز کانفرنس نمبر ص ۱۰۶ ۱۹ اپریل ۱۹۵۸ء؛ نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۳۳۹، ۳۶۷؛ الذریعہ ج ۷ ص ۱۸۵ ج ۲۳ ص ۲۲۴۔



﴿۷۶﴾

حکیم آغا باقر

(بعد ۱۲۲۲ھ)

مولانا حکیم آغا باقر جناب حکیم معالج خان کے فرزند تھے۔ آپ کے والد شاہی طبیب تھے۔ فیض آباد ان کا مسکن تھا۔ ۱۲۲۲ھ میں لکھنؤ کے فقہائے امامیہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ مولوی محمد حسین نوگانوی نے بحوالہ تاریخ جہاں نما لکھا ہے کہ سلالۃ اطباب عالم و زاہد و متقی مسیح دوران جالینوس زماں آقا باقر مشہور بآقاجی خلف مرحمت پناہ معالج خان علم و فضل میں یکتائے زمانہ اور تارک الدنیا تھے۔ بعض افراد نے آپ کی طرف تصوف اور اخباریت کی نسبت دی ہے۔ مگر صاحب تذکرہ بے بہاء نے ان چیزوں

کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میرے اور اُن کے معاشرت تامہ رہی میں نے اُن کو ان صفات سے بری پایا۔[1]

﴿۷۷﴾

سید ہادی موسوی فاخر

(۱۲۲۵ھ)

سید ہادی نام اور فاخر تخلص کرتے تھے۔ موصوف نہ صرف عالم اجل بلکہ حکیم حاذق طبیب فائق اور قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ زہد و تقویٰ میں ضرب المثل اور صاحب کرامات بزرگ تھے چنانچہ حمامی کے ساتھ ان کا قصہ زبان زد خاص و عام ہے۔ جمعہ خان الکوزی نائب صوبیدار نے علامہ سید ہادی اور برادران اہلسنت کے مفتی ملا قوام پر ظلم ڈھائے۔

اس نے مفتی صاحب کو فتویٰ سازی سے معزول کر دیا اور علامہ ہادی کو شہر بدر کیا۔ واقعہ اس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ مومنان حسن آباد کی کمک سے علامہ سید ہادی نے اپنے محلّہ (رعناواری) میں امام باڑہ تعمیر کیا اور عزاداری سید الشہداء کو رواج دیا لیکن ظالموں پر یہ ناگوار گذرا اور انہوں نے مولانا سید ہادی کو دیوسر کی طرف شہر بدر کیا اور امام باڑے کو بھی ویران کر دیا۔

یہاں تک کہ اسی غربت کے عالم میں انہوں نے وہیں ۱۲۲۵ھ کو وفات پائی اور اس علاقہ میں ان کا مزار مشہور و معروف ہے۔ شاعری میں ان کے استاد ملا عطاء اللہ ھما بتائے جاتے ہیں۔ سید ہادی زیادہ تر کشمیری اور فارسی میں برجستہ شعر کہتے تھے اور انہوں نے حمد، نعت سرور انبیاء ﷺ، مناقب اولیائؑ، قصائد اور غزلیات کثرت سے لکھے ہیں۔ امیر سید علی ہمدانی کی تعریف میں لکھی ہوئی ان کی مشہور منقبت کا مطلع ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

للہ الحمد کز جناب امیر نہ روم بردر امیر و وزیر

---

[1] تذکرہ بے بہاء ص ۵-۶؛ نقباء البشر ج ۱ ص ۱۹۲۔

سوی ختلان روم من از کشمیر   گویم از سوز دل بخدمت میر

یا امیر کبیر دستم گیر

ایک اور نمونہ ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے:

هوشم به نگاهی برو جانانه چنین باید

یک جزعه حزابم کرد، پیمانه چنین باید

کشمیری زبان میں حمد و نعت کے کچھ اشعار یہ ہیں:

روے چون قبلہ تہ محراب بُمہ   دَمہ دَمہ سجدا دِمس نا
روح چون صفا تہ مروا چھُمہ   حجر الاسود خال سیاه
وتھ چاني کعبہ تتھ کن نمہ   لچھِ بدي چھوکھِ دِتي تم نا
کتہ لسہ فاخر کر تجہ شرمہ   دمہ دمہ سجداه دمس نا

☆☆

لول چون آمہ ہا شوبہ دنے   اسي چون جمال وُچھنے آے
نوزک بدنس تہ پسمیں تنے   قربان لگہ ہوے سر تاپاے
والضحيٰ روے ہاو ژے کیا چھونے   اس چون جمال وُچھنے آے
یار دادِ فاخر کوتاه ونے   امہِ تاو عشقن چھس ہاے باے
ونہ نے سرمایانے ننے   اس چون جمال وُچھنے آے

آقا انیس کاظمی صاحب "چاند میری زمین" ص ۱۱۱ پر رقمطراز ہیں کہ سید ہادی فاخر پر آخری عمر میں تصوف کا غلبہ ہوا تھا۔ اور زین شاہ صاحب کے آستان پر جا کر اپنے زخموں کی مرہم کرتے تھے۔ جس کی طویل داستان ہے مگر فقیر بسیار تلاش کے باوجود بھی ان کے مزید حالات فراہم نہ کر سکا اور نہ ہی مجھے کہیں سے یہ داستان معلوم ہوئی۔ واللہ اعلم۔

اولاد

۱۔ سید رضا (دیکھئے احوال)؛
۲۔ حکیم سید رسول؛
۳۔ سید احمد؛
۴۔ سید علی ؛
۵۔ سید عسکر؛

۶۔ سید شرف شاہ۔
اور ان کی تین بیٹیوں کا نکاح علمی گھرانوں میں ہوا۔
ا۔ خیر النساء سادات ہمدانیہ (خاندان واعظین) حبہ کدل میں۔
۲۔ فاطمہ مشہور مرثیہ نگار حاجی مرزاابوالقاسم کربلائی کی والدہ محترمہ تھیں۔
۳۔ زھرا ملا فضل علی انصاری اول کے عقد میں تھیں۔

آثار

ا۔ ترجمہ قرآن (فارسی)؛
۲۔ دیوان (فارسی)؛
۳۔ دیوان (کشمیری)۔[1]

﴿۷۸﴾

شہید رابع حکیم میرزا محمد کامل خان

(۱۲۲۵ھ)

میرزا محمد نام اور تخلص کامل تھا۔ مگر شہید ہو جانے کے بعد آپ شہید رابع (چوتھے شہید) کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کے جد اعلیٰ میرزا محمد ہمدانی، میر سید علی ہمدانی (م۷۸٦ھ) کے رفقاء میں سے تھے اور پر دادا مولانا میرزا محمد امین اپنے عہد کے مشہور شاعر اور عالم تھے۔ ان دونوں کا تذکرہ ہم نے کیا ہے۔ آپ کے والد جناب عنایت اللہ احمد خان کشمیر کے رہنے والے تھے۔ آپ کی ولادت تقریباً ۱۱۷۵ھ کو ہوئی۔

---

[1]۔ ضمیمہ شجرہ طیبہ ثانی ص٦؛ کحل الجواہر ص۱۱؛ دوماہیہ آکو ۱۱٦۔۱۱۹۔

آپ نے اپنے دور کے مشہور علماء وفضلاء سے تعلیم حاصل کی۔ علوم دینیہ و نقلیہ کے لیے جلیل القدر عالم مولوی سید رحم علی صاحب بدر الدجیٰ کے پاس زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ علم طب کی مشہور کتابیں مثلاً قانون و شرح موجز حکیم شریف خان صاحب کے پاس پڑھیں۔ کم سنی میں ہی اپنی ذہانت کا لوہا منوا چکے تھے۔ ذہن اس قدر عمدہ تھا کہ علماء وفضلاء دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ حکیم شریف خان نے ایک مرتبہ ایک ضخیم کتاب حاضرین مجلس کے سامنے پیش کرکے پوچھا کہ اس کا مطالعہ آپ حضرات کتنے عرصے میں کر سکتے ہیں؟

ہر شخص نے اپنی ہمت کے مطابق جواب دیا۔ آخر میں ایک شخص نے بہت کم مدت دو ماہ مقرر کی۔ حکیم شریف نے شہید رابع کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اس بحر علم نے صرف سولہ روز میں اس کتاب کا مطالعہ اس طرح کیا کہ اس میں مذکور تمام فوائد اپنے پاس لکھ لئے۔

علامہ شہید نے طالب علمی کے زمانہ میں اپنی پہلی تصنیف علم طب میں پیش کی جو ایک استدلالی کتاب تھی مگر معاصرین کی عدم توجہی یا مخالفین کے تعصب سے مشہور نہ ہو سکی البتہ سنا گیا ہے کہ دہلی کے بعض کتب خانوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ تکمیل تعلیم کے بعد انہوں نے درس و تدریس، طباعت اور ہدایت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ مہاراجہ کشمیر کے معالج بھی تھے۔

برصغیر کے مشہور کتاب شناس عالم علامہ سید اعجاز حسین موسوی کنتوری (م۱۲۸۶ھ) نے آپ کے حالات پر مشتمل ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ موصوف رقمطراز ہیں کہ فقیر نے بعض مسائل کے جوابات مرزا صاحب کے دستخط شدہ دیکھے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اجتہاد فرماتے تھے کسی کے مقلد نہ تھے۔

سلطان العلماء سید محمد نقوی نے آپ کی توصیف ان الفاظ سے کی ہے:

العالم المدقق والفاضل المحقق العریف الاکمل والنحریر الابجل، جامع المعقول والمنقول، حاوي الفروع والاصول، حافظ ثغور الملة القویمة الجعفریة قالع

قلاع البدع المحدثة للما تريدية والاشعرية المتوقد الا وحد الميرزا محمد طاب ثراه وجعل الجنة مثواه.

مولانا مرزا محمد علی کشمیری آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

از اجلای متکلمین و فضلای ربانی و اطبای حاذقین بود- پایه فضل و رشاد سداد آن برگذیده رب عباد از آن برتراست که زبان علیل و قلم کلیل از علو آن حکایت تواند نمود. وقاصد سریع السیر اندیشه از آن و امانده تراست که دروادی وصف او مرحله تواند پیمود. از آفتاب عالمتاب فضل او ذره باز نمودن از مقوله بحر محیط را به مکلیال خزف پیمودن است هر قدر که در معامد و مناقب او مبالغه رود ناگفته بماند.

آپ کی شہرت کی اصل وجہ آپ کی تالیف نزہۃ اثنا عشریہ بجواب تحفۂ اثنا عشریہ[۱] ہے۔ آپ اس معرکہ کا مقابلہ کرنے والے سب سے پہلے شخص ہیں۔ علامہ شہید کی یہ فضیلت بھی کم نہیں کہ اسی کتاب کے سبب آپ کو جامِ شہادت نوش فرمانا پڑا اور مذہب اہل بیت کی حمایت میں یہ کارنامہ قابل فخر ہے۔ زمانہ کبھی اہل علم و فضل کا ہمدرد نہیں ہوتا۔ شہید رابع کو حکومت کی طرف سے صرف پندرہ روپے ماہوار ملتے تھے اور اسی میں تمام اخراجات پورے کرتے تھے۔

تنگدستی کا تو یہ عالم تھا اور مآخذ کے فقدان کے سبب بھی کافی پریشان تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک خط علامہ سید دلدار علی غفرانمآب (م۱۲۳۵ھ) کو لکھا تھا کہ جب میں نے تحفہ کا جواب لکھنا شروع کیا تو میرے پاس کسی کتاب کا ایک ورق بھی نہ تھا مگر تائید الٰہی سے روزبروز سامان فراہم ہوتا گیا۔ آپ نے

---

[۱]۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ تحفہ اثنا عشریہ دراصل خواجہ نصر اللہ کابلی کی کتاب الصواقع کا سرقہ ہے۔ جس کا عبد العزیز دہلوی نے فارسی میں ترجمہ کرکے بارہ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے تو یہ کتاب غلام حلیم کے ایک فرضی نام کے ساتھ چھپی مگر اس کا دوسرا ایڈیشن عبد العزیز دہلوی کے نام سے شائع ہوا۔ موصوف نے اس کتاب میں عقائد امامیہ سے بحث کی ہے اور شیعوں پر من گھڑت الزامات عائد کئے ہیں۔

تحفہ اثنا عشریہ کی تردید کا مصمم ارادہ کرلیا اور فقط دو سال کے اندر ۱۲۰۶ھ میں نزھۃ اثنا عشریہ کے نام سے اس کا جواب لکھا۔[1] یہ شہید رابع کی زندگی کا ایک زریں باب ہے اور ہمارے لیے سبق آموز۔

اہل سنت کے مشہور عالم صاحب تحفہ (م۱۲۳۹ھ) کے ساتھ آپ کے تعلقات تھے اور اکثر ان کے ساتھ علمی مباحثے رہتے تھے۔ جب محدث صاحب کو اس بات کی خبر ہوئی کہ آپ نے نزہۃ اثناء عشریہ تالیف فرمائی ہے تو اس کے مطالعہ کے لیے اس قدر بے چین ہوئے کہ حکیم شریف صاحب کو لکھا:

> قد سمعت ان الفاضل الكامل المدقق المحقق ميرزا محمد سلمه الله تعاليٰ قد كتب علي وجه الرد و بحث علي التحفة الاثناء عشرية ان اتفق طلب مرقوماته و مطالعته بوساطتكم فالما مول ان تبذلوا في ذالك المحد.

یعنی ہم نے سنا ہے کہ فاضل کامل مدقق محقق مرزا محمد سلمہ اللہ تعالیٰ نے تحفہ اثنا عشریہ کا رد لکھا ہے اگر آپ کے ذریعہ سے اس کا مطالعہ ممکن ہو سکے تو آپ مہیا فرمادیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ محدث صاحب نے کتاب کا مطالعہ بڑے شوق سے کیا ہوگا مگر جواب اتنا مدلل اور دندان شکن پایا کہ جواب الجواب لکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ لیکن ان کے ایک شاگرد فاضل رشید نے طہارت خمر اور جمع بین الصلوٰتین کے حوالے سے کچھ اعتراضات لکھ کر میرزا صاحب کے پاس بھیجے۔ انہوں نے جواب میں ایک مفصل خط لکھا۔ اس خط کے جواب میں فاضل رشید نے ایک رسالہ تحریر کیا۔ الکرام البراۃ ج۱ ص ۱۹۷ میں اس کا نام شوکت عمریہ اور نجوم السماء ص ۳۸۳ میں غرۃ الراشدین لکھا ہے۔

---

[1] نزہۃ اثناء عشریہ کے علاوہ تحفہ کے بہت سے دندان شکن جوابات لکھے گئے ہیں۔ ان میں مرزا محمد اخباری نیشاپوری کا سیف مسلول، سید دلدار علی غفرانمآب کا الصوارم الالٰہیہ، حسام الاسلام، احیاء السنۃ، رسالہ غیبت اور ذوالفقار، مفتی سید محمد قلی موسوی کا سیف ناصری، تقلیب المکائید، برہان سعادت، تشئد المطاعن اور مصارع الافہام۔ سلطان العلماء سید محمد نقوی کا بوارق موبقہ، طعن الرماح، بارقہ ضیغمیہ اور طرد المعاندین، مفتی سید محمد عباس شوستری کا جواہر عبقریہ، ابو علی سید جعفر کا تکسیر الضمین اور مہجۃ البرہان، زین العابدین خان کا تحفہ حنفیہّ اور میر سید حامد حسین نے عبقات الانوار کے نام سے ۲۰ جلدوں میں جواب لکھا جو کہ معجزے سے کم نہیں۔ چونکہ تحفہ فارسی میں لکھی گئی تھی اس لیے یہ سب جوابات فارسی میں تحریر کئے گئے۔ مرزا محمد ہادی رسوا نے اس کا جواب تحفہ السنۃ (۱۵ جلد) کے نام سے اُردو میں لکھا ہے۔

اس بار شہید رابع نے جواب لکھنے میں وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ لیکن ان کے ہم عصر علامہ باقر علی خان نے نہ صرف ان اعتراضات کا پوری طرح جواب دیا بلکہ فاضل رشید کے ان اعتراضات کا بھی جواب لکھا جو اُس نے غفرانمآب کی دو کتابوں الصوارم الالٰہیہ اور حسام الاسلام پر کئے تھے۔ ان کے علاوہ دیگر فضلائے شیعہ نے بھی جوابات لکھے جن کا نام معین الصادقین تھا۔

علامہ مفتی سید محمد قلی اور سلطان العلماء سید محمد نقوی نے نزہۃ اثنا عشریہ کی اشاعت اور تصحیح میں بسیار زحمت برداشت کی۔ مفتی محمد قلی صاحب کے نام سلطان العلماء کے چند خطوط محفوظ ہیں جن سے اس کتاب کی عظمت اور فضیلت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ مفتی سید محمد قلی اور شہید رابع کے درمیان رواسم تھے اور اکثر خط وکتابت ہوتی تھی۔ ان کے وہ تمام خطوط کتب خانہ فردوسیہ میں موجود ہیں۔

مولانا سید اعجاز حسین بحوالہ میرزا امیر علی لکھتے ہیں کہ جس زمانے میں شہید نزہۃ اثنا عشریہ کی تالیف میں مشغول تھے مخالفین میں حسد کی آگ بھڑک رہی تھی۔ چنانچہ کچھ افراد آپ کے قتل پر کمربستہ ہوگئے۔ شہید شب کو مطالعہ کے بعد تنہا سویا کرتے تھے۔ ایک رات ان لوگوں نے شہید رابع کے گھر میں داخل ہوکر آپ کے بستر پر حملہ کردیا اور سمجھے کہ آپ کو قتل کردیا لیکن اتفاق سے اس رات کو شہید دوسری جگہ مطالعہ میں مصروف تھے اور بستر پر ان کے بھانجے مرزا علی صاحب سوئے تھے۔ جب تلواریں ان پر لگیں اور مرزا علی کی فریاد شہید رابع نے سُنی تو آپ کمرے سے باہر نکل آئے اور لوگوں کو جگایا۔

میرزا امیر علی صاحب کا بیان ہے کہ دہلی کے آس پاس بادشاہ کے احباب میں سے ایک شخص رہتا تھا۔ وہ انتہائی متعصب اور ہمیشہ نور الٰہی کو بجھانے کی تدبیر میں لگا رہتا تھا۔ شہید رابع کی تصانیف اورانکے محکم و متدل قلم وبیان کی شہرت ہندوستان میں پھیلی اور مخالفین کی رسوائی کا باعث بنی۔ اس وجہ سے یہ شخص آگ بگولہ ہوگیا اور میرزا صاحب کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ آخر کار اس نے بیماری کا ڈھونگ کیا اور بادشاہ کے پاس خط روانہ کیا کہ میرے علاج کے لیے ایک طبیب بھیج دیجئے۔

بادشاہ نے ایک حکیم کو بھیجا مگر کچھ روز کے بعد ایک اور خط روانہ کر کے لکھا کہ میرا علاج سلطان الحکماء و فخر الاطباء علامہ زمان ووحید دوران میرزا محمد صاحب سے کروایئے ورنہ میں زندہ نہ رہوں گا۔ بادشاہ نے شہید رابع کے پاس پیام بھجوایا، پہلے تو آپ نے انکار کیا لیکن جب اصرار بڑھ گیا تو آپ سفر کے لیے آمادہ ہوگئے۔ جاتے وقت کہا کہ غالباً مجھے اس سفر میں داعی اجل کو لبیک کہنا پڑے۔ اسے میری رخصتی خیال کرنا چاہیے۔ بہر حال آپ دہلی سے کوچ کر گئے۔ جب اس مکار کے پاس پہنچے تو ملعون نے آپ کو زہر دے کر شہید کیا۔

مرزا علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں گھر میں سو رہا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ امیر المومنین کا تابوت جارہا ہے اور حسنین علیہما السلام ساتھ ساتھ ہیں۔ مجھ پر رقت طاری ہوئی۔ گریہ کی آواز سن کر مجھے کسی نے جگایا اور رونے کا سبب پوچھا۔ میں نے خواب بیان کیا کہ اتنے میں کوئی عورت شہید کے گھر سے آگئی اور اس نے کہا کہ حکیم صاحب کی لاش آئی ہے جہاں گئے تھے وہاں ان کو زہر سے شہید کر دیا گیا۔ میں اسی وقت پریشان شہید کے گھر گیا اور خان والا شان سعادت علی خان شاگرد شہید کے ساتھ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوا۔ جس وقت شہید کا جنازہ اُٹھایا گیا تو مجمع کی کیفیت وہی تھی جو میں نے خواب میں دیکھی تھی۔ دائیں اور بائیں میں مجھے خواب میں جو مقدس چہرے نظر آئے تھے وہی بیداری میں بھی دیکھے۔

آپ کی شہادت ۱۲۲۵ھ میں واقع ہوئی اور جسد خاکی کو محلّہ کشمیری گیٹ پنجہ شریف (دہلی) میں دفن کیا گیا۔ قبر پر روضہ تعمیر کیا گیا ہے۔

یہ قطعہ تاریخ سنگ مزار پر کندہ ہے:

آن میرزا محمد وان هادي علوم | جان مي دميد درتن دين محمدي
حامي دين شيعه ز اولاد مصطفى | از نطق روح پرور انفاس جانفزا
شد جان زتن برون خرد گفت سال او | در شيونش بگريه بگو وا محمد

منیر شکوہ آبادی کی تاریخ یہ ہے:

حيف مرزا محمد محتاط | فلك شرع را مه كامل
متكلم محدث و افقه | اورع عصر عالم و عامل

هم حکیم و طبیب و هم شاعر	کامل و هم تخلصش کامل
ناصر اهلبیت در دهلي	اثبت و پاک و صادق و عادل
نزهه اوهست در دوازده جلد	کرد دعواي تحفه را باطل
در جنان رفت پیش آل رسول	شد بدریای معرفت واصل
سال مرگش چنان نوشت منیر	های افسوس فاضل کامل

آثار

ا۔ نزہۃ اثنی عشریہ (فارسی عقائد)[1]؛ جلد اول: "رد برباب اول در حدوث مذهب تشیع وانشاب آن بفرق مختلف" آغاز: بهترین کلامي که تجلیه قلوب اصحاب ایمان از زنگار شبهات... طبع: لکھنؤ، اس جلد کا ایک نسخہ کتب خانہ ناصریہ میں موجود ہے۔ مولوی سید شریف حسین سبزواری (م۱۳۶۱ھ) نے اس کا اُردو ترجمہ ہدیہ اثنا عشریہ کے نام سے فرمایا ہے جو چھپ چکا ہے۔ جلد سوم: در برباب سوم در ذکر احوال و اسلاف شیعہ۔ آغاز: الحمد لله الذي جعل رجال اسانید احادیثنا متمسکین بحبل اهل بیت العصمة... طبع: لکھنؤ، کتب خانہ ناصریہ میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔ مولوی سید شریف حسین صاحب نے اس کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے جو چھپ چکا ہے۔ جلد چہارم: رد برباب چهارم در اقسام اخبار شیعه۔ آغاز: الحمد لله الذي جعل اصول احادیثنا مقتبسة من مشکاة انوار اهل بیت العصمة... طبع: لکھنؤ اس جلد کا ایک نسخہ کتابخانہ راجہ محمود آباد میں ہے اور دوسرا وہ نسخہ ہے جس کی تصحیح سلطان العلماء نے اپنی جوانی کے زمانے میں کی تھی۔ یہ کتب خانہ ناصریہ میں محفوظ ہے۔ مولوی سید شریف حسین نے اس کا ترجمہ بھی اُردو میں کیا ہے جو منظر عام پر آ چکا ہے۔ جلد پنجم: رد برباب پنجم در الہیات آغاز: الحمد لله الواجب الوجود مفیض الخیر الوجود... اس جلد کے نسخے اکثر کتابخانوں میں موجود ہیں۔ صحیح ترین نسخہ مرزا کاظم علی صاحب کے

[1]۔ شہید رابع نے بارہ ابواب کی رد میں بارہ جلد لکھے تھے۔ لیکن افسوس ہمارے پاس آج فقط پانچ جلدیں موجود ہیں۔

پاس تھا جس کی تصحیح خود مصنف نے کی ہے۔ **جلد نہم**: رد برباب نہم دربیان فقه آغاز: الحمد لله الذي فقهنا في الدين وفقنا لسلوك شرايع الاسلام و مسالك اليقين...... طبع: دہلی **۱۸۰۰ء**، اس کا ایک نسخہ مکتبۃ العلوم (کراچی) میں اور دوسرا مولانا محمد مصطفیٰ جوھر مرحوم کے کتب خانہ (پاکستان) میں موجود ہے۔ مولوی شریف حسین صاحب نے اس کا ترجمہ بھی چھپوایا تھا۔

۲۔ رسالہ در علم صرف (فارسی۔ دستور زبان)؛ اس رسالہ کا اصلی نسخہ کتاب خانہ ناصریہ میں محفوظ ہے۔

۳۔ رسالہ در علم بدیع؛

۴۔ نہایۃ الدرایۃ (عربی)؛ علامہ بہاء الدین عاملی کے رسالہ وجیزہ کی شرح ہے۔ علماء کا اتفاق ہے علم درایت میں آج تک ایسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اس کا اصل نسخہ کتب خانہ ناصریہ میں ہے۔

۵۔ تاریخ العلماء؛

۶۔ تنبیہ اہل الکمال والانصاف احتلال رجال علی اہل الخلاف؛ اس کتاب میں صحاح ستہ کے اُن راویوں کا تذکرہ ہے جو جھوٹے ضعیف خارجی اور ناصبی وغیرہ ہیں۔ تقریب ابن حجر عسقلانی سے ان راویوں کے حالات حاصل کئے گئے ہیں۔

۷۔ ایضاح المقال فی توجیہ اقوال الرجال؛

۸۔ رسالہ فلسفہ؛

۹۔ تتمۂ نزہۃ؛ اس میں تعصّبات اہل سنت کا تذکرہ ہے مثلاً محبت اہلبیت کا لازم نہ ہونا۔ درود میں لفظ "آل" کو خارج کر دینا۔ عبد اللہ بن ابی شرح مرتد کا انجام بخیر ہونا۔ یزید کا خلیفہ ہونا۔ ولید کی اطاعت واجب ہونا۔ حجاج بن یوسف کا خاتمہ بخیر ہونا۔ روز عاشورہ عید منانا۔ شمس و قمر کو سجدہ کرنا۔ آب مستعمل وضو کو نجس جاننا اور دیگر عجیب و غریب مسائل کا تذکرہ ہے:

۱۰۔ رسالہ بدا؛

۱۱۔ رسالہ رویت؛

۱۲۔ منتخب کنز العمال للمتقی؛

۱۳۔ منتخب انساب السمعانی؛

۱۴۔ منتخب صحیح بخاری؛

۵۔ منتخب صحیح مسلم؛

۶۔ منتخب صحیح ترمذی؛
۷۔ منتخب صحیح نسائی؛
۸۔ منتخب سنن ابو داؤد؛
۹۔ منتخب موطای مالک؛
۲۰۔ منتخب نقادۃ التصوف؛
۲۱۔ منتخب رجوع الفرع الی الاصل؛
۲۲۔ منتخب فتاویٰ لواحی؛
۲۳۔ منتخب فتاویٰ حمادی؛
۲۴۔ منتخب اتقان سیوطی؛
۲۵۔ منتخب طبقات حنفیہ ملا علی قاری؛
۲۶۔ منتخب رحمۃ الامۃ شعراوی؛
۲۷۔ منتخب شرح مواقف؛
۲۸۔ منتخب شرح بزدودی؛
۲۹۔ منتخب منہاج شرح صحیح مسلم نووی؛
۳۰۔ منتخب تحصیل الرجال شیخ عبد الحق دہلوی؛
۳۱۔ منتخب رجال صحیحین ملا علی قاری؛
۳۲۔ منتخب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ؛
۳۳۔ منتخب رسالہ ملا فخر الدین؛
۳۴۔ منتخب سبیل الہدیٰ؛
۳۵۔ منتخب تاریخ خمیس فی احوال النفس النفیس؛
۳۶۔ منتخب تاریخ یافعی؛
۳۷۔ منتخب تاریخ ابن خلکان؛
۳۸۔ منتخب شرح نسب نامہ سرور کائنات ﷺ؛
۳۹۔ منتخب حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی؛
۴۰۔ منتخب مسند احمد بن حنبل؛
۴۱۔ منتخب تاریخ طبری؛
۴۲۔ منتخب رسالہ تحقیق مذہب شیخ الرئیس؛
۴۳۔ منتخب جمع بین الصحیحین حمیدی؛
۴۴۔ منتخب شرح مسند شافعی؛
۴۵۔ منتخب متفق و تفریق؛
۴۶۔ منتخب فتاوی عالمگیر؛
۴۷۔ منتخب مختصر وقایہ؛
۴۸۔ منتخب ہدایہ؛
۴۹۔ منتخب فتح الباری شرح بخاری؛
۵۰۔ منتخب ارشاد الساری شرح بخاری؛
۵۱۔ منتخب مدارج النبوۃ؛
۵۲۔ منتخب معالم التنزیل؛
۵۳۔ منتخب معارج النبوۃ؛
۵۴۔ منتخب نجم وہاج؛
۵۵۔ منتخب شفائی قاضی عیاض؛

۵۶۔ منتخب جامع الاصول؛
۵۷۔ منتخب الاستیعاب ابن عبد البر؛
۵۸۔ منتخب شرح مشکوٰۃ شیخ عبد الحق؛
۵۹۔ منتخب روضۃ الصفائ؛
۶۰۔ منتخب حبیب السیر؛
۶۱۔ منتخب شرح برجندی بر مختصر وقایہ؛
۶۲۔ منتخب الملل والنحل شہرستانی؛
۶۳۔ منتخب شرح مقاصد تفتازانی؛
۶۴۔ منتخب کتاب الادب المفرد بخاری؛
۶۵۔ منتخب کفایہ؛
۶۶۔ منتخب تذکرہ ہفت منظوم؛
۶۷۔ منتخب تاریخ الخلفاء سیوطی؛
۶۸۔ منتخب روضۃ الاحباب؛
۶۹۔ منتخب فیض القدیر شرح جامع صغیر؛
۷۰۔ رسالہ در علم طب۔[1]

---

[1]۔ تذکرہ بے بہاء ص ۳۲۹۔ ۳۳۳؛ نجوم السماء ص ۳۷۵۔ ۳۸۶؛ اعیان الشیعہ ج ۱۰ ص ۳۳ و ۴۳؛ مطلع انوار ص ۳۷۶؛ الکرام البررۃ ج ۱ ص ۱۹۷؛ خورشید خاور ص ۹۹؛ نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۴۳۹۔ ۴۳۰؛ ضمیمہ شجرہ طیبہ ص ۶؛ شہید علمائے حق ۱۱۶۔ ۱۳۲؛ یادگاری مجلّہ ص ۳۔ ۲۰۔

﴿۷۹﴾

ملا محمد مقیم بحرینی

(بعد۔ ۱۲۲۸ھ)

عالم و حکیم مولانا جناب ملا محمد مقیم بن جناب اعلم العلماء مولوی عبد العلی بن ملا عبد الحکیم الشہید کا شمار خانوادہ ملا کے عظیم المرتبت اور بزرگ علماء میں ہوتا ہے۔ آپ تقریباً ۱۱۶۰ھ کو کشمیر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد معظم اور برادر اکبر ملا مہدی صاحب سے حاصل کی۔ صاحب مطلع انوار نے نہ معلوم کیسے آپ کو شیخ حر عاملی متوفی ۱۱۰۴ھ صاحب ''وسائل الشیعہ'' کا شاگرد لکھا ہے۔ مگر یہ بات درست نہیں۔[1] علامہ محمد مقیم شیخ بہائی متوفی ۱۰۳۰ھ سے بالواسطہ روایت کرتے تھے۔ آپ کے مفصل حالات ہمیں دستیاب نہ ہوسکے البتہ نہ صرف کشمیر بلکہ بیرون کشمیر میں بھی آج تک آپ کے علم و عمل زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کا چرچہ عام ہے۔ بابا مزار جڈی بل (سرینگر) کشمیر میں ان کا مرقد مرجع ہر خاص و عام ہے۔ ہم نے اکثر لوگوں کو وہاں دعا مانگتے اور نذر و نیاز دلاتے دیکھا ہے۔

آپ کے عہد میں کشمیر کی سیاسی حالت ابتر تھی۔ فرقہ وارانہ فسادات عام تھے اور شیعوں پر اعلانیہ حملے ہو رہے تھے۔ ایسے ہی ایک فتنہ میں آپ کے دادا ملا عبد الحکیم (دیکھئے احوال) کو شہید کیا گیا تھا۔ آپ کے برادر اکبر ملا مہدی صاحب نے بھی اسی وجہ سے کشمیر چھوڑ کر بلتستان کی طرف ہجرت فرمائی۔ آپ

[1]۔ صاحب ''مطلع انوار'' علامہ سید مرتضیٰ حسین فاضل کثرت سے ایسے شبہات کے شکار ہوئے ہیں۔ خطاء کرنا انسان کی فطرت ہے فقط معصومین اس سے مبراء ہیں۔ بہر حال اگر ہم بقول علامہ مرتضیٰ حسین، ملا محمد مقیم کو شیخ حُر عاملی کا شاگرد تسلیم کریں تو اس حساب سے ملا صاحب کی ولادت علامہ عاملی کے سال وفات ۱۱۰۴ھ (فہرس التراث ج ۲ ص ۱۶) سے کم از کم پندرہ سال پہلے ہوئی ہوگی۔ یعنی ۱۰۹۸ھ کے قریب اور ۱۲۲۲ھ میں لکھنؤ میں ان کا موجود ہونا (مطلع انوار ص ۶۰۳) ثابت کرتا ہے کہ اُن کی عمر اس وقت تقریباً ۱۳۳ سال تھی اور پھر علامہ مذکور کے مطابق اُن کا سال وفات حدوداً ۱۲۴۷ھ ہے۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ ملا محمد مقیم صاحب مطلع انوار کی تحقیق کے مطابق ۱۸۵ سال کی عمر میں اس جہاں فانی سے رحلت کر گئے جو بعید از عقل معلوم ہوتا ہے۔

نے بھی یہاں ترک سکونت کر کے لکھنؤ جانے کا ارادہ فرمایا۔ تواریخ سے ثابت ہے کہ ۱۲۱۷ھ میں آپ عازم لکھنؤ ہو چکے تھے۔[۱]

آپ کی تصنیف سے ظاہر ہے کہ آپ بہت بلند پایہ مفسر، فقیہ، ادیب، عالم اور فاضل تھے۔ مولانا مقیم نہایت ہی عالیشان عظیم اخلاق و صفات کے حامل اور گوشہ نشین تھے۔ بعض لوگوں نے آپ پر اخباری ہونے کی تہمت لگائی ہے۔ علامہ سید ابوالقاسم رضوی نے آپ کو اکابر علمائے شیعہ میں شمار کرتے ہوئے ان الفاظ سے یاد کیا ہے:

راس الجهابذه، استاذ الاساتذه الملكة الملكية والقوة القدسيه و النفوس الزكيه جناب ملا محمد مقيم.

ان کے صاحبزادے علامہ سید علی حائری بھی آپ کے بہت بڑے مداح تھے۔

آپ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ دور حاضر میں آپ کے خاندان کے ایک فرد مولانا غلام علی گلزار صاحب نے تاریخ وفات خاندانی یاداشت کی بناپر ۱۱۹۵ھ رقم کی ہے اور اتفاق سے ملا صفدر ہمدانی نے بھی بغیر کسی حوالہ کے یہی تاریخ لکھی ہے۔ صاحب مطلع انوار نے حدوداً ۱۲۴۷ھ لکھی ہے مگر آپ کے شاگرد ملا مہدی خطائی نے آپ کے "کشکول" کی تاریخ کتابت سوم رجب ۱۲۳۵ھ لکھی ہے جب آپ تازہ انتقال کر چکے تھے۔

۱۔ سوانح نگاروں نے اس بات کو صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ مولانا سید صفدر رضوی ملا موصوف کے ہمراہ لکھنؤ تشریف لے گئے اور ۱۲۱۷ھ میں ہی سید صفدر کے یہاں لکھنو میں ایک فرزند آقا سید علی شاہ نے ولادت پائی (مطلع انوار ص ۳۳۶) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ۱۲۱۷ھ سے پہلے پہلے ہی لکھنؤ آ گئے تھے۔ اور وہاں سے ۱۲۳۵ھ سے پہلے لوٹے۔ آپ کے جنگ برملا مہدی خطائی کے مقدمہ سے واضح ہے کہ مولانا مقیم ۱۲۳۵ھ سے قلیل مدت پہلے کشمیر میں ہی چل بسے۔ اس کی مزید تائید علامہ سید صفدر شاہ کے حالات کو دیکھ کر ہوتی ہے جو ۱۲۳۹ھ سے قبل کشمیر آ چکے تھے۔ کیونکہ ان کے صاحبزادے سید علی شاہ اسی سال کشمیر سے نجف اشرف تشریف لے گئے۔

اولاد

آپ کا کوئی بیٹا نہ تھا۔آپ کی ایک دختر کا عقد ملا محمد قاسم[۱] سے ہوا تھا۔ جس کے داماد مولانا سید صفدر رضوی تھے اور دوسری بیٹی وہ تھیں جو شیخ محمد ہادی صاحب کے جد امجد کے حبالہ نکاح میں تھیں۔ ایک اور بیٹی فاطمہ زوجہ جناب اسماعیل صاحب تھیں جو بابامزار جڈی بل میں دفن ہیں۔

تلامذہ

۱۔ملا فضل علی انصاری؛

۲۔ سید صفدر شاہ رضوی؛

۳۔ملا مہدی خطائی؛ (انہوں نے ہی آپ کے کشکول کو جمع کر کے اس کی کتابت کی۔)

۴۔ حکیم محمد عظیم (مشہور طبیب اور معروف مرثیہ نگار۔)

آثار

۱۔ کشکول (فارسی)؛ آغاز: "الحمد لمستحقه كما هو اهله والمنة لاهله كما هو مستحقه الذي..." راقم کی نظر سے آپ کی فقط یہی ایک کتاب گذری ہے۔ اس کو آپ کے شاگرد رشید علامہ مہدی بن عبد اللہ بن ابراہیم خطائی نے جمع کر کے اس کی خطاطی سوم رجب ۱۲۳۵ھ کو شہر امرتسر میں کی ہے۔ ۱۰۳۶ صفحات پر مشتمل اس کشکول میں پانچ سو سے زیادہ عناوین پر بحث کی گئی ہے۔ یہ نسخہ عارف زمان علامہ سید احمد رضوی (نابدی پورہ) کے کتب خانہ میں موجود ہے اور انہوں نے نہایت ہی عرق ریزی سے اس کی فہرست عناوین کو مرتب کیا ہے۔ موصوف اس کتاب کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"كتابي است كه قلم از تحرير وصف آن عاجز و زبان از بيان آن لال."

غیر مطبوعہ[۱]

۱۔ ممکن ہے کہ یہ ملا محمد قاسم ہی شیخ محمد ہادی صاحب کے جد ہوں۔ تو پھر اس صورت میں آپ کی صرف دو ہی بیٹیاں تھیں۔

﴿۸۰﴾

آخوند محمد رضا

(ح۔ ۱۲۳۵ھ)

آخوند ملا محمد رضا کشمیری غفرانمآب علامہ سید دلدار علی نقوی (م ۱۲۳۵ھ) کے ہمعصر تھے۔ فیض آباد (ہند) میں آپ کا قیام تھا۔ سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ جیسی شخصیت آج تک دیکھنے میں نہیں آئی ہے۔ دنیا سے اس قدر کنارہ کشی اختیار کر لی تھی کہ حرام تو کیا کبھی حلال و مباح کی طرف بھی رغبت نہ کی۔ کسی کی نذر قبول نہیں فرماتے تھے بلکہ خود اور ملازمین کے ذریعے غلہ پیستے اور اسی محنت و مشقت سے کسب معاش کر کے زندگی بسر کرتے تھے۔ اس حالت میں بھی فقراء اور مساکین کی امداد کرتے رہے۔

نمک اور روٹی پر مشتمل کھانا، بوسیدہ بورئے پر آرام فرمانا، اور جفاکشی سے زندگی بسر کرنا انہیں بے حد پسند تھا۔ اگرچہ امراء و روساء خدمت کرنا چاہتے تھے۔ مگر آپ نے ان کی طرف کبھی توجہ نہ کی۔ علم و عمل عبادت و ریاضت تقویٰ و زہد کی شہرت رعایا سے لے کر سلاطین تک پہنچی مگر آپ نے خاموشی اور بے تعلّقی ہی برتی۔ ایک دفعہ نواب یمین الدولہ سعادت علی خان وزیر لکھنؤ ہاتھی پر سوار ہو کر آپ کے مکان پر آئے۔ آخوند نے جواب دیا فقیر کے پاس امیر کا کیا کام؟ یہاں بوریئے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ یمین الدولہ نے کہا مجھے محبوب ہے کہ یہ برکت ہمارے شہر میں رہے واپس جانے میں کوئی حرج نہیں۔ آپ کا مستجاب الدعوات ہونا اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک دفعہ عارف عامل سید علی شاہ کے گھر پر مجلس عزا میں جناب تاج الدین حسین خان اور سبحان علی خان کنبوہ بیٹھے تھے۔ آخوند موصوف کی قناعت کا ذکر چھیڑ گیا۔ جناب تاج الدین صاحب نے فرمایا کہ ہم نے ایسا عالم مرتاض زاہد و صاحب کشف و کرامات

---

[1]۔ تذکرہ بے بہاء ص ۳۲۴؛ السیادۃ السادۃ ص ۱۹۷؛ غروب آفتاب ص ۹؛ شیعیان کشمیر ص ۲۱۷؛ تنبیہ العباد ص ۹؛ مطلع انوار ص ۶۰۳ و ۶۵۱؛ خصال الشیعہ ص ۲؛ نجوم السماء ص ۶۵۱؛ کلیات حکیم محمد عظیم و منشی محمد یوسف ص ۲؛ شجرہ نسب خاندان ملا؛ مقدمہ بر جنگ ملا محمد مقیم؛ نقباء البشر ج ۲ ص ۶۷۰۔۶۷۱؛ تکملہ نجوم السماء ج ۱ ص ۴۶۵۔

نہیں دیکھا ہے۔ ایک دن اچانک ہمارے گھر شاہی چوبدار حکم نامہ لایا جس میں تحریر تھا کہ تاج الدین اور سبحان علی صبح تک لکھنو سے نکل جائیں۔ میں نے برادر سے پوچھا کہ اب کیا کریں؟ تو کہنے لگے یہ یمین الدولہ کا حکم ہے اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہم دونوں نے اپنی بڑی بہن کے گھر جاکر سارا واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا اس مصیبت کا علاج فقط دعا ہے۔

بھائی صاحب فرمانے لگے دعا کے لیے نفس ذکیہ کی ضرورت ہے۔ خواہر بولی آخوند صاحب سے عرض کروا گر وہ دعا کریں تو یہ بلا ضرور رد ہو گی۔ ہم نے ان کی خدمت میں حاضری دی اور سارا ماجرا بیان کیا اور دعا کی خواہش ظاہر کی۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا دنیا ہمیشہ کسی کے پاس نہیں رہتی۔ ہم نے التجا کی اور نہایت اصرار کیا تو فرمانے لگے انشاء اللہ ضرور دعا کروں گا۔ ہم خوش ہوئے مگر متفکر اپنے گھر لوٹے۔ بھائی نے کہا سامان باندھو تا کہ صبح تک روانہ ہو جائیں۔

پوری رات عالم افسوس میں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی چوبدار پھر آگیا۔ بھائی جان نے کہا چلے جانے کی تاکید کو لکھا ہو گا۔ میں نے کہا ممکن ہے رُک جانے کو کہا ہو۔ چوبدار آکر کہنے لگا یمین الدولہ کا فرمان ہے کہ تم لوگ جہاں چاہتے ہو رہو۔ ہم بہت خوش ہوئے۔ پھر یمین الدولہ کے ملازمین سے اس کا سبب پوچھا تو موصوف کا مقولہ بیان کیا کہ جب میں نے انہیں نکل جانے کا حکم دیا اور رات کو سویا تو عالم خواب میں دیکھا کہ ایک گرانقدر بزرگوار سبز لباس پہنے ہوئے گھوڑے پر سوار ہیں۔

ان کی آنکھیں نور سے چکا چوند اور ہاتھ میں نیزہ ہے۔ وہ نیزہ میرے سینے پر رکھ کر فرماتے ہیں کہ تو نے بڑی جرأت کی کہ دونوں بھائیوں کو شہر بدر کرنے کا حکم دے دیا حالانکہ وہ ہمارے شیعہ ہیں اور حسین علیہ السلام پر رونے والے ہیں۔ میں نے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنی چاہی کہ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ مجھ پر وحشت طاری تھی اور پورے جسم میں رعشہ تھا۔ پھر میں نے اپنا حکم واپس لے لیا۔ چند روز کے بعد ہم دس ہزار روپے آخوند کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا کہ ہم نے نذر کی تھی کہ اگر ہماری یہ مشکل حل ہوئی تو یہ رقم آپ کو ہدیہ کریں گے۔ آپ مسکرائے اور فرمایا مجھے ان پیسوں کی احتیاج نہیں اور نہ ہی میں کسی مستحق کو پہچانتا ہوں۔ یہ واپس لے جاؤ۔ ہم نے جب بے حد اصرار کیا تو اس میں سے ایک روپیہ رکھ لیا۔ اسی وقت ایک سائل آیا اور وہ بھی اسی کو دے دیا۔ ہم نے ایسا آدمی نہیں دیکھا ہے۔

صاحب تکملہ مولانا مرزا محمد مہدی کشمیری نے آخوند محمد رضا کو اخباری لکھا ہے۔[۱] آپ نے حدوداً ۱۲۳۵ھ میں انتقال فرمایا۔[۲]

﴿۸۱﴾

سید میر ولی حسینی جلالی

(ح ۱۲۳۵ھ)

مولانا میر سید ولی کے والد میر جلال الدین ثانی اور داد شاہ مراد ثانی تھے۔ آپ عالم اجل فاضل اکمل اور بڑے سخی تھے۔ ان کی بعض کرامات آج تک مشہور و معروف ہیں۔ موصوف آل جلالی (سرینگر) کے جد اعلیٰ ہیں۔ تقریباً ۱۲۳۵ھ میں وفات پائی اور بابامزار جڈیل بل (سرینگر) میں دفن ہیں۔

اولاد

۱۔ سید سعید؛
۲۔ سید تاج الدین؛
۳۔ سید نجف؛
۴۔ سید جعفر؛
۵۔ سید مہدی۔[۳]

۱۔ چونکہ اس زمانے میں زندہ مجتہد سے مسلسل رابطہ قائم نہ تھا۔ اس لیے برصغیر کے بیشتر علماء احتیاط پر عمل کرتے تھے۔ اسی وجہ سے بعض سوانح نگاروں نے ان علماء کو اخباریوں کی صف میں کھڑا کیا ہے۔
۲۔ تکملہ نجوم السماء ج۱ص ۴۳۳؛ تذکرہ بے بہاء ص ۳۲۰۔ ۳۲۲؛ مطلع انوار ص ۵۳۷۔ ۵۳۸۔
۳۔ الحبل المتین ص ۱۹۔

﴿۸۲﴾

سید نجف علی مدنی

(ح ۱۲۴۰ھ)

علامہ سید نجف علی مدنی کے جد اعلیٰ مدینہ سے کشمیر تشریف لائے اور یہیں اقامت پذیر ہوگئے تھے۔[1] آپ کی ولادت کشمیر میں ہوئی اور یہیں نشو ونما پائی۔ پھر نواب آصف الدولہ کے عہد میں کشمیر سے فیض آباد منتقل ہوئے۔

آپ علامہ سید دلدار علی غفر آنماب کے ہم عصر تھے۔ جو خطوط آپ نے انہیں لکھے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا میلان تصوف کی طرف تھا۔ ۱۲۲۹ھ میں مولانا لکھنو وارد ہوئے اور نواب آغا حیدر نیشاپوری کے بیٹوں اعلیٰ جاہ و والا جاہ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ آپ عالم متبحر فقیہ عابد زاہد اور تارک الدنیا تھے۔ آپ کی شرافت اس واقعہ سے معلوم ہوتی ہے کہ ایک روز حمام میں تھے کہ اتنے میں ایک صاحب تشریف لائے اور آپ کو مالش کرنے والا سمجھ بیٹھے۔ اس نے آپ کو اشارہ کرکے خدمت کرنے کے لیے کہا۔ آپ آگے بڑھے اور مالش کردی۔ فارغ ہو جانے کے بعد اس نے آپ کو کوئی چیز دینی چاہی تو آپ نے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے تمہاری خدمت فی سبیل اللہ کی ہے جب یہ شخص باہر گیا تو اس نے اپنے بعض احباب کو یہ ماجرا سنایا۔ انہوں نے پوچھا کہ اُس آدمی کا حلیہ کیسا تھا؟ تو اس نے بیان کیا اور وہ فوراً سمجھ گئے۔ اور اس سے کہا وائے ہو تم پر کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ عالم ربانی سید نجف علی ہیں پھر یہ شخص مولانا کی خدمت میں جا کر معافی مانگنے لگا اور آپ نے معاف کیا۔

آثار

۱۔ تاریخ آئینہ حق نما؛

---

[1]۔ تواریخ کشمیر میں فقط میر سید محمد مدنی (م ۸۴۹ھ) کا نام ملتا ہے جو مدنی لقب سے مشہور ہیں اور ان کی اولاد بھی مدنی ہی کہلاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ بھی انہی ہی کی ذریت میں سے ہوں۔

۲۔ مکالمات حسینیہ وکلمات حسینہ؛
۳۔ تعلیقات علیٰ شرح اللمعۃ۔[۱]

﴿۸۳﴾

شہید میر سید رضا موسوی

(۱۲۴۶ھ)

آقا سید ہادی فاخر کے فرزند میر سید رضا علم و دانش میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ انہوں نے چودہ سال اصفہان اور دیگر علمی شہروں میں گذار کر علوم اہلبیت حاصل کئے۔ چھ مرتبہ حج بیت اللہ کا سفر کیا۔ آیت اللہ شیخ مرتضیٰ انصاری (م۱۲۸۱ھ) اور آیت اللہ سید ابوالحسن شہشانی (م۱۲۵۱ھ) کے ساتھ ان کے قریبی تعلقات تھے۔ چنانچہ شیخ مرتضیٰ انصاری جیسے فقیہ نابغہ روزگار نے میر سید رضا کو ان القاب سے یاد کیا ہے۔

جناب مستطاب مشائخ الالقاب قدوسی انتساب جامع الاخلاق الفاضلۃ والصفات الکاملۃ زین الاتقیاء السید رضا۔ آقای سید رضا امام باڑہ جڈہ بل میں اکثر و بیشتر خطاب فرماتے تھے۔ ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۰ء) میں روزہ عاشورہ حسب معمول حسینہ میں مجلس بڑھ رہے تھے کہ آل ابی سفیان نے امام باڑے کے دروازے بند کر کے چاروں طرف آگ لگادی اور اس دلسوز سانحہ میں اکثر عزاداران امام حسین اپنے مولا پر فدا ہو کر شہید ہوگئے۔ علامہ سید رضا بصد ہزار مشکل زخمی حالت میں باہر آگئے اور وہیں پر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

اولاد

۱۔ سید علی (دیکھئے احوال)؛

۱۔ تکملہ نجوم السماء ج۱ص ۴۳۴۔۴۳۵۔

۲۔ دختر در عقد حاج باقر خان ایرانی۔[1]

﴿۸۴﴾

سید علی حسینی ہمدانی

(۱۲۴۹ھ)

علامہ سید علی حسینی ہمدانی سادات ہمدانیہ حسن آباد کے جد اعلیٰ میر سید محمد ہمدانی کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ عالم، فاضل، متقی پرہیزگار اور حُسنِ اخلاق میں کمال رکھتے تھے۔ آقا سید علی علاقہ حسن آباد کی مساجد مقابر اور مرکزی حُسنیہ کے متولی تھے۔ انہوں نے درس وتدریس کا سلسلہ اپنے ہی گھر میں قائم کیا تھااور تاعمر اس دینی فریضہ کو انجام دیتے رہے۔ اس کے علاوہ شرعی عدالت کی کاروائی بھی اپنے ہی گھر پر کرتے تھے۔ میر بحری کے مومنین آپ کے زبردست معتقد تھے۔ ۱۷ محرم ۱۲۴۹ھ میں آپ اس دار فانی سے رحلت کر گئے اور میرزا شاہ کے مقبرہ (حسن آباد) میں دفن ہوئے۔ پھر رئیس کشمیر مرزا محمد علی کارخاندار نے اپنی جیب سے ایک بڑی رقم صرف کرکے اس مقبرہ کی حدود بندی کی اور روضہ تعمیر کرایا۔

یہاں لوگ کثرت سے زیارت کے لیے آتے ہیں۔ آپ کے بڑے فرزند آقا سید عبد اللہ شاہ (م ۱۲۶۴ھ) اور چھوٹے فرزند آقا سید محمد شاہ (م ۱۲۶۰ھ) تھے۔ دونوں علم و فضل میں بلند مقام پر فائز تھے۔

آثار

۱۔ منہاج المسترشدین فی اصول الدین (عربی)

۲۔ معراج العابدین (عربی۔ ادعیہ)

---

[1]۔ صاحب مودۃ القربیٰ ص ۱۷۸؛ کحل الجواہر ص ۶۲؛ شیعیان کشمیر ص ۲۲۸۔

میرے ذاتی کتب خانہ میں اس کا خطی نسخہ موجود ہے مگر افسوس اس کا آغاز و انجام دونوں افتادہ ہیں۔اس کے کاتب مؤلف کے پوتے آقا سید زمان شاہ (م ۱۳۰۵ھ) ہیں۔[۱]

﴿۸۵﴾

سید صفدر شاہ رضوی

(۱۲۵۵ھ)

علامہ سید صفدر شاہ آقای سید صالح رضوی (دیکھئے احوال) کے نور نظر تھے۔ انہوں نے ۱۱۸۵ھ کے لگ بھگ کشمیر میں ولادت پائی۔ تعلیم کا آغاز اپنے والد و دیگر علمائے کشمیر سے کیا اور خصوصی تلمذ فقیہ صمدانی آیت اللہ ملا محمد مقیم (دیکھئے احوال) طاب ثراہ سے رہا چنانچہ سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہتے تھے۔ ایران و عراق بھی کئی مرتبہ تشریف لے گئے اور وہاں کے جید اساتذہ سے بھی کسب فیض کیا۔ مخالفین کے ظلم و ستم سے پریشان و مضطرب ہو کر جب ملا محمد مقیم ۱۲۲۲ھ کے قریب لکھنو چلے گئے تو آپ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ ملا موصوف کے داماد ملا محمد قاسم کی دختر نیک اختر آپ کے عقد میں تھیں۔

مولانا سید صفدر رضوی عالم خبیر فاضل نحریر، قانع، گوشہ گیر اور فضلائے کشمیر سے تھے۔ زہد و قناعت، صبر و رضا اور عبادت و تقویٰ کے آئینہ دار تھے۔ اکثر راتیں بیداری کے عالم میں گذار کر عبادت الٰہی میں صرف کیں۔ پوری زندگی درس و تدریس میں مشغول رہے اور مطالعہ کتب اپنا شعار بنالیا۔ فریقین کی اکثر کتابوں کے بارے میں مکمل اطلاع رکھتے تھے اور ہر فن من جملہ حدیث، تفسیر، کلام، معانی، بیان، فقہ، نجوم، جفر، تواریخ اور دیگر کئی علوم پر بھی مکمل دسترس رکھتے تھے۔

صاحب "نجوم السماء" تحریر فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے مولانا سید صفدر کے زہد، ورع، پرہیزگاری، عبادات صفائی نفس قدسیہ اور عالم قدس سے ان کے رابطے کے بارے میں سنا ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ اس کے لیے ایک الگ رسالہ درکار ہے تاکہ ان حکایات کا احصاء کیا جاسکے۔ آپ کے اوصاف

۱۔ اخبار السادات ص ۲۶۔ ۲۷؛ الحبل المتین ص ۲۴۔

حمیدہ اور فضائل پسندیدہ حد تحریر سے باہر ہیں۔ مومنین کی حاجت روائی میں مستعد اور پابندی شریعت میں بہت سخت تھے۔ بے شمار زحمتیں مشقتیں اور فقر و فاقہ جھیل کر تحصیل علم کیا۔ یہاں تک کہ اس مقام پر فائز ہو گئے۔

مولانا کے دو فرزند تھے۔ بڑے صاحبزادے سے علامہ سید علی شاہ (دیکھئے احوال) اور چھوٹے سید عبد اللہ شاہ جو اٹھارہ سال کی عمر میں ۱۲۴۴ھ کو داغ مفارقت دے کر چل بسے۔ آقا سید علی شاہ ۱۲۳۹ھ میں بغرض تحصیل کشمیر سے عتبات عالیات تشریف لے گئے اور وہیں مقیم تھے۔ ادھر جب دوسرے بیٹے نے کفن اُوڑھ لیا تو بیٹوں کی جدائی میں مولانا رضوی کی حالت دگرگوں اور دل شکستہ ہو گیا مگر اپنے اجداد طاہرین علیہم السلام کی طرح راہ صبر و رضا اختیار فرمائی۔

منتظم الدولہ نواب مہدی علی خان وزیر الممالک بیت السلطنت لکھنو جو فرخ آباد میں ساکن تھے آپ کے مریدوں میں سے تھے۔ وہ اکثر آپ کی خدمت میں تحائف اور نذورات بھیجتے تھے۔ مولانا رضوی کے اواخر عہد میں آقا سید علی شاہ نواب موصوف کی التماس پر عتبات سے لوٹ کر فرخ آباد میں قیام پذیر ہوئے اور اپنی تبلیغی سرگرمی کا آغاز کیا۔ جمعہ و جماعت کی بنیاد ڈالی اور اسلامی مجالس و محافل کا انعقاد کروایا۔ فرخ آباد سے اپنے والد کو (جو کشمیر میں تھے) متواتر خطوط لکھے جن میں اکثر کا ماحصل یہ تھا کہ نواب موصوف میری کفالت اور ترویج شریعت میں مصروف ہیں اگر مصلحت ہو تو اپنے اور میرے عیال کے ساتھ یہاں تشریف لایئے اور اگر حکم ہے تو خدمت عالی میں ضرور حاضر ہو جاؤں گا۔

آخر کار سید صفدر اہل و عیال سمیت فرخ آباد چلے گئے اور وہاں سے دونوں باپ بیٹے نواب صاحب کے ہمراہ لکھنو چلے گئے۔ یہیں پر مولانا رضوی مرض الموت میں مبتلا ہونے کے بعد بروز پنجشنبہ ۱۷ رجب المرجب ۱۲۵۵ھ کو اس دار فانی سے بہشت جاودانی کی طرف سدھارے۔ ارباب دانش نے تاریخ وفات پر بہت سے قطعات کہے ہیں۔ علامہ زمان وحید دوران مفتی سید محمد عباس شوستری نے یہ دو عربی قطعات انشاء فرمائے ہیں جو دیوان "رطب العرب" میں موجود ہیں۔

آه للمرء من الدهر الا يتبه — يبعد الموت من الوهم وما اقربه
اسفر الصبح وورق يتناد صحرا — اعرب العجم من الامر فهل يشتبه
كان للصفدر بالا من جلوس معنا — و محيا طلق من يره اعجبه

وهو اليوم علي الارض طريح فرداً ماله المونس الا عمل صاحبه
كان والله تقيا ورعا مهتدعا شد في الناس له المثل وقل الشبه
نظم العبد سني الهجرة في مصراع عبر الصفدر و الحيدر قدرحبه

وله

انطمست انجم برج الهديٰ فانهملت اعين اهل التقي
سيدنا الصفدر لما اتاه ملک الموت سري في الثري
كان لطيفاً عطر الحلق اذ اصبح ينتاب عليه الصبائ
يا عجبا من لحدي قد حوي العزة و الرفعة و الاتقا
غاب من العين و لما يغب عن نظر القلب وما ان ناي
زد الفا واتل لتاريخه انكسفت شمس سمائه العلي

آثار

ا۔کشکول (فارسی): مرزا محمد علی کشمیری لکھتے ہیں کہ ان کی تصانیف میں سے ہم نے ایک کتاب دیکھی ہے جو تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔اور کشکول کے طرز پر لکھی گئی ہے۔اس میں نادر تحقیقات اور تدقیقات، حل احادیث مشکلہ اور دیگر بہت سے فنون مختلفہ کو کتب سالفین سے نقل فرمایا ہے۔ان تین جلدوں میں سے ایک جلد کا نام "اناسي العيون" ہے جو کافی ضخیم ہے۔[1] شاید یہ کشکول مدرسہ جامعہ سلطانیہ (لکھنؤ) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔غیر مطبوعہ۔[2]

[1]۔علامہ سید مرتضی حسین فاضل نے مطلع انوار ص ۲۸۳ میں تین جلدیں کشکول اور اناسی العیون لکھا ہے۔مگر صحیح یہ ہے کہ تین جلدیں کشکول میں سے ایک اناسی العیون کے نام سے موسوم ہے۔

[2]۔نجوم السماء ص ۴۱۳۔۴۱۶؛ مطلع انوار ص ۲۸۲۔۲۸۳؛تذکرہ بے بہاء ص ۱۹۲۔۱۹۴؛نقباء البشر ج ۲ص ۶۷۰۔۶۷۱؛نزہۃ الخواطر ج ۷ ص۲۲۸؛الذریعہ ج۲ص ۳۵۴۔

﴿۸۶﴾

فاطمہ بحرینی

(ح۔۱۲۵۵ھ)

علامہ شیخ محمد رضا بحرینی کے خاندان سے افقہ الفقہاء ملا محمد مقیم کی صاحبزادی فاطمہ سرینگر کے علاقہ جڈیبل میں پیدا ہوئیں۔ اپنے والد اور خاندان کے دیگر فقہاء سے تعلیم حاصل کی۔ آپ نہ صرف عالمہ و فاضلہ تھیں بلکہ فن خطاطی میں بھی کمال رکھتی تھیں۔ ان کا لکھا ہوا قرآن شریف کا ایک نسخہ مرحوم علامہ شیخ محمد ہادی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ مرحومہ کا نکاح جناب اسماعیل صاحب کے ساتھ ہوا تھا۔ یہ مخدرہ اپنے والد ماجد کے قریب بابامزار میں دفن ہے۔[۱]

﴿۸۷﴾

فضل علی انصاری

(۱۲۶۳ھ)

آپ ملا محمد حسین انصاری کے فرزند ارجمند تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد معظم سے حاصل کی اور افقہ الفقہاء ملا محمد مقیم بن ملا عبد العلی (دیکھئے احوال) سے بھی موضع تانتری پورہ علاقہ بانگل میں کمالات علمیہ حاصل کئے۔ آپ کے نانا اپنے دور کے عظیم شیعہ عالم و فقیہ آقای سید حسین موسوی (دولت آبادی) صاحب جواہر البیان تھے اور آقای سید ہادی فاخر آپ کے ماموں تھے۔

ان کی دختر نیک اختر آپ کے عقد میں تھیں۔ سید ہادی فاخر کو امام باڑہ کی بنیاد ڈالنے پر جمعہ خان الکوزئی نے دیوسر کی طرف شہر بدر کیا تھا۔ جمعہ خان نے کشمیر پر چار سال سات ماہ یعنی ۲۷ ذی قعدہ

۱۔ مکتوب ڈاکٹر شیخ محمد شفیع

۱۲۰۲ھ سے ۱۳ محرم ۱۲۰۷ھ تک حکومت کی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہی ایام میں سید ھادی دیوسر کی طرف جلاوطن کئے گئے تھے۔ اگر ملا فضل علی صاحب اپنے ماموں کی خلا پوری کرنے کے لیے سرینگر آئے تھے تو اس حساب سے انہوں نے ۱۲۰۹ھ کے لگ بھگ سرینگر کی طرف ہجرت کی ہوگی۔

مگر حکیم غلام صفدر ہمدانی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے علمی کمالات دیکھ کر حکیم محمد عظیم نے جو اس وقت کے نامور حکیم ادیب اور مرثیہ نگار تھے آپ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ سرینگر میں سکونت اختیار کریں تاکہ لوگ آپ کے علم سے مستفید ہوں۔ آپ نے تانترے پورہ کی سکونت ترک کی اور سرینگر میں محلّہ خانقاہ سوختہ نواکدل میں رہائش اختیار کی۔ مقبول ساجد صاحب اس واقعہ کی توضیح فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ جب حکیم عظیم صاحب مہاراجہ کے دربار سے وابستہ ہوگئے۔ تو ایک دن ۱۲۵۵ھ میں احمد پورہ تشریف لے گئے جہاں ان کی ملاقات ملا فضل علی صاحب سے ہوئی اور حکیم موصوف کے اصرار پر ملا فضل علی تانترے پورہ سے نواکدل سرینگر آگئے۔ یہ بات تحقیق طلب ہے کہ آیا ملا فضل علی صاحب نے ۱۲۰۹ھ کے آس پاس یا پھر ۱۲۵۵ھ میں نقل سکونت فرمائی۔

بہرحال حکیم محمد عظیم جیسی شخصیت کا آپ کو دعوت تبلیغ دینا اس بات کی ٹھوس دلیل ہے کہ آپ بہت بڑے عالم فقیہ اور متکلم تھے۔ علامہ ابوالقاسم لاہوری نے اپنی کتاب السیادۃ السادۃ میں آپ کی توصیف فرمائی ہے۔ جب آپ نواکدل میں متوطن ہوگئے تو اپنے مکان پر درس دینا شروع کر دیا اور خدمت دین مبین میں منہمک ہوگئے۔ گم گشتگان راہ حق کو راہ ہدایت دکھائی۔ ۱۲۶۳ھ میں وفات پائی اور بابامزار جڈی بل سرینگر میں دفن ہوئے۔ اپنے پیچھے شائستہ شاگرد اور فرزانہ بیٹے چھوڑے جو سب زیور علم و حلم سے آراستہ تھے۔

اولاد

۱۔ ملا محمد جواد؛

۲۔ ملا عبد اللہ؛

۳۔ ملا محمد صادق؛

۴۔ ملا محمد حسین؛

۵۔ ملا محمد عباس۔ [1]

﴿۸۸﴾

ملا مہدی خطائی

(ح۔ ۱۲٦٦ھ)

خطائی [2] خاندان کے لوگ آج بھی سرینگر کے بعض علاقوں میں سکونت پذیر ہیں۔ ملا مھدی بن عبد اللہ بن ابراہیم خطائی صاحب بھی اسی خاندان کے ممتاز افراد میں سے ہیں۔ آپ کی ولادت کشمیر میں ہوئی اور یہیں پروان چڑھے۔ آپ نے ملا محمد مقیم کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا۔ علامہ خطائی ملا محمد مقیم کے افاضل تلامذہ میں سے تھے۔ انھوں نے اپنے اُستاد کے نگارشات کو جمع کیا اور ۱۲۳۵ھ کو امرتسر میں اس کی تحریر سے فارغ ہوئے۔ یہ کشکول جمال السالکین علامہ سید احمد رضوی (م ۱۳۸۴ھ) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ہم نے تفصیل سے اس کا تذکرہ ملا محمد مقیم کے حالات میں کیا ہے۔ یہ کشکول دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ملا مہدی نہ صرف بلند پایہ فقیہ اور ادیب بلکہ بہترین خطاط بھی تھے۔

آپ تقریباً ۱۸۱۸ء کو لاہور میں درس وتدریس جیسے عظیم دینی فریضہ میں مشغول تھے۔ اسی زمانہ میں مولانا رجب علی شاہ المعروف بہ ارسطو جاہ (م ۱۲۸٦ھ) نے ملا مہدی صاحب سے تعلیم حاصل کی تھی۔ معلوم نہیں کہ آخری عمر میں آپ کشمیر واپس آگئے تھے یا لاہور میں ہی انتقال کر گئے۔ تاریخ وفات حدوداً ۱۲٦٦ھ ہے۔ [3]

---

[1] ۔ السیادۃ السادۃ ص ۱۹۷؛ شیعیان کشمیر ص ۱۹۲؛ کلیات منشی صفدر علی ص ٦؛ کحل الجواہر ص ۱۱؛ تنبیہ العباد ص ۸۔۹؛ ضمیمہ شجرۃ طیبۃ ثانی ص ۷۔

[2] ۔ خطائی ایک قسم کی مٹھائی کو کہتے ہیں (فیروز اللغات ص ۵۹۳) البتہ یہاں خطائی سے مراد مٹھائی نہیں بلکہ خطاطی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ملا مہدی صاحب کے اجداد شائد خطاط تھے اور اسی نام سے مشہور تھے۔ پھر یہ لقب بگڑ کر خطائی کی صورت اختیار کر گیا اور یہ خانوادہ آج بھی اسی نام سے مشہور ہے۔

[3] ۔ مطلع انوار ص ٦۵۱؛ تذکرہ علمای امامیہ پاکستان ص ۴۰۱؛ کشکول ص ۱۔۷۔

﴿٨٩﴾

سید علی شاہ رضوی

(١٢٦٩ھ)

فقیہ عصر مرجع تقلید حضرت آیت اللہ آقای سید علی شاہ رضوی ١٢١٧ھ کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ مقدمات صرف و نحو معقول و منقول اپنے والد علامہ سید صفدر شاہ (١٢٠٠ھ) سے پڑھے۔ ١٢٣٩ھ میں عتبات عالیات کا سفر کیا مگر فقط ایک سال یعنی اوائل ١٢٤٠ھ میں واپس ہونے کے بعد فرخ آباد (ھند) تشریف لائے۔ اپنے پدر بزرگوار کو جوان دنوں کشمیر میں تھے خط لکھ کر دوبارہ عراق جانے کی اجازت چاہی۔ ذوالحجہ ١٢٤٠ھ میں پھر عراق گئے اور درج ذیل علماء کے پاس زانوئے تلمذ تہہ کیا:

١۔ شیخ مرتضیٰ انصاری صاحب رسائل و مکاسب (م١٢٨١ھ)؛[1]

٢۔ شیخ حسن بن جعفر کاشف الغطاء (م١٢٦٢ھ)؛

٣۔ شیخ موسیٰ بن جعفر کاشف الغطاء؛

٤۔ شیخ علی بن جعفر کاشف الغطاء؛

٥۔ سید مہدی بن علی طباطبائی؛

٦۔ شیخ محمد شریف (شاگرد رشید سید علی طباطبائیؒ صاحب شرح کبیر "ریاض المسائل")؛

٧۔ شیخ محمد حسن صاحب جواہر الکلام (م١٢٦٦ھ)۔

سالہاسال عراق کی سرزمین پر قیام کے بعد والد نے خط لکھ کر طلب فرمایا تو صاحب جواہر شیخ محمد حسن مانع ہوئے اور انہیں تصنیف و تالیف کی ذمہ داری سونپ دی۔ چنانچہ آپ نے متعدد گرانقدر اور فکر

---

[1] سید مرتضیٰ اور مولوی محمد حسین نوگانوی دونوں نے انہیں شیخ جعفر کا شاگرد لکھا ہے جو غلط ہے کیونکہ شیخ جعفر، سید علی شاہ کے عراق وارد ہونے سے پہلے ہی ١٢٢٧ھ میں انتقال کرگئے تھے (فہرس التراث ج٢ ص١٠٤) اور اُن کے فرزند شیخ حسن کاشف الغطاء اپنے والد کے قائم مقام تھے۔ مولانا نے ان سے اور ان کے دیگر بھائیوں سے بھی تعلیم حاصل کی تھی جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے۔

انگیز کتابیں تحریر فرمائیں۔ چونکہ آپ زاہد اور پارساء قسم کی شخصیت تھے اس وجہ سے شاید اجازہائے اجتہاد کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ لیکن آیات عظام شیخ محمد حسن صاحب اور سید مہدی طباطبائی نے جو اجازت آپ کے لیے لکھے ہیں ان سے آپ کی جلالت فضیلت علو مرتبت بے نظیر عظمت اور قدر معلوم ہوتی ہے۔

بارہ سال کے بعد علم و حکمت کا یہ پیکر اوائل ۱۲۵۲ھ میں پھر فرخ آباد آگیا۔ اپنی نہضت کا آغاز کیا اور جمعہ و جماعت کے لیے خصوصی اہتمام فرمایا۔ پدر کو تسلی آمیز خطوط لکھے کہ نواب صاحب میری کفالت اور نشر و اشاعت دین و مبین میں یہاں مصروف ہیں۔ اگر آپ اپنے اور میرے عیال کو لے کر یہاں آجائیں تو بہتر تھا ورنہ اگر حکم ہو تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ مولانا سید صفدر نے مصلحت جان کر مع اہل و عیال کشمیر سے فرخ آباد ہجرت کی۔ پھر اسی سال مع نواب صاحب منتظم الدولہ بہادر مہدی علی خان صاحب وزیر اودھ کے ہمراہ لکھنؤ تشریف لائے۔

مولانا سید علی کا شمار اکابر فقہائے امامیہ میں ہوتا ہے۔ موصوف اصول و فقہ میں یکتائے زمانہ، عابد، متقی، پرہیزگار قانع محتاط اور گوشہ نشین تھے۔ رات بھر عبادت میں مصروف رہتے اور بوقت سحر اُس مسجد میں تشریف لے جاتے کہ جس کے قریب والدین کی قبریں تھیں۔ کثرت عبادت اور شب بیداری کی وجہ سے اگر تکان محسوس ہوتی تو اپنی والدہ معظّمہ (ملا محمد مقیم کشمیری کی نواسی) کی قبر کے پائینتی زمین پر ایک دو لمحے آرام فرما کر پھر سے اُٹھ جاتے اور نماز قائم کرتے تھے۔

مولانا رضوی نے درس و تدریس اور اشاعت مذہب حقہ کو اپنی زندگی کا شعار بنالیا اور آخر عمر میں شغل تصانیف ترک کر کے لوگوں کو جناب حاجی محمد ابراہیم کلباسی اصفہانی کے رسالہ پر عمل کرنے کا حکم دے دیا۔ واضح رہے کہ یہ رسالہ یا تو آپ کے فتویٰ کے مطابق تھا یا بربنائے احتیاط آپ نے ایسا حکم صادر فرمایا تھا۔ عام و خاص ہر شخص آپ کی زیارت کی تمنا کرتے تھے۔ جود و سخا آپ کا شعار تھا۔ غریبوں اور حاجتمندوں کی حاجت روائی سے کبھی گریز نہیں کیا۔ جو کچھ ملتا تھا اسے مساکین میں تقسیم کرتے تھے اور بعض اوقات اہل حاجت بلا پوچھے لے جاتے تھے۔ آپ کے کرامات اب تک لوگوں کو یاد ہیں چنانچہ بیان

کیا جاتا ہے کہ کربلائی محمد خان تاجر اصفہانی نے خواب میں حضرت اباعبد اللہ حسین کو تشریف فرما دیکھا اور ان کے پہلو میں ایک بزرگوار سبز عمامہ پہنے ہوئے بیٹھے ہیں۔

تاجر نے حضرت سے کوئی سوال کیا تو انہوں نے اسی سید بزرگ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان سے پوچھو۔ صبح کو آقائے رضوی کلکتہ پہنچے اور اسی تاجر کے ہاں مہمان ہوئے۔ تاجر نے انہیں فوراً پہچان لیا کہ یہ تو وہی شخصیت ہیں جن کو میں نے خواب میں امام علیہ السلام کے ساتھ دیکھا تھا۔ پھر کیا تھا تاجر نے ہاتھ پاؤں چوم لئے اور بڑی عزت و حرمت سے ان کی مہمان کیا۔

دوسرا واقعہ اس طرح نقل ہوا ہے کہ آقائے موصوف کسی سفر پر گئے تھے۔ ایک مقام پر نماز یا کسی اور کام کے واسطے قافلہ کو ٹھہر جانے کا حکم دیا۔ یہ جگہ بڑی خوفناک تھی۔ لوگوں نے تامل کیا مگر قافلہ رُک گیا۔ اتنے میں صحرا سے شیر کی آواز آئی تو لوگ مارے ڈر کے درختوں پر چڑھ گئے۔ انہوں نے کافی اصرار کیا کہ آپ بھی درخت پر چڑھ جائیں خصوصاً آپ کے برادر رضاعی نے مگر آپ نہ مانے تو وہ بھی پیڑ پر چڑھ گیا۔ آپ تنہا نماز میں مشغول تھے کہ شیر مصلے کے پاس آن کھڑا ہوا۔ آپ نے اسے مخاطب کر کے کہا کہ تم حیوانات نہ مکلّف ہو نہ گناہ کرتے ہو اس لیے عتاب الٰہی سے محفوظ ہو۔ ہم گنہگار مبتلائے معاصی پروردگار ہیں۔ یہ سنتے ہی شیر نے اپنا سر جھکالیا۔ پھر اُس کی مادہ آئی اور دونوں واپس صحرا کی طرف چلے گئے۔ آپ نے اہل قافلہ سے کہا درختوں سے نیچے اُتر آئیں۔ مگر وہ نہ مانے تا اینکہ صبح ہوئی اور سب نیچے اُترے اور آپ کی عبا تبرکاً لے گئے اور اپنے اپنے کفن میں رکھنے کی وصیت کی۔

ایک دفعہ آپ نماز تہجد پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ کے اوپر دیوار گر گئی اور زخمی ہوگئے۔ سینہ اقدس پر صدمہ پہنچا اور شاید اسی وجہ سے سل اور کھانسی ہوئی۔ اسی مرض میں مبتلا ہو کر ۲۵ ربیع الاول ۱۲۶۹ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کے جنازہ کے ہمراہ اکابر و اعیان شہزادگان اور علماء و فضلاء کی کثیر تعداد کے علاوہ ہزاروں افراد نے شرکت کی تھی۔ نماز جنازہ سلطان العلماء سید محمد نقوی نے پڑھائی۔ اور نواب منتظم الدولہ بہادر کے مقبرہ میں آخری آرامگاہ پائی۔ علامہ مفتی سید محمد عباس شوستری طاب ثراہ نے کہا ہے۔

چرخ سرافگندہ بر خاک از پی تاریخ گفت

مہر حق شمع مزار پاک مولانا علي

(۲۷۔۱۲۔ ۱۲۶۹ھ)

اور مرزا احمد علی ھندی نے یہ قطعہ نظم فرمایا ہے۔

وا دریغا رفت از باغ جهان — عندلیب بوستان شرع و دین
حضرت سید علي شاه نام — پیشوایی رهنمایی مومنین
آفتاب آسمان اجتهاد — بادشاه کشور حق الیقین
گفت تاریخ وفاتش مشهدي — آفتاب دین نهان شد در زمین

(۱۲۶۹ھ)

تلامذہ

آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر صاحب تذکرہ نے فقط ان اشخاص کے نام لکھے ہیں:

۱۔ سید عبداللہ؛

۲۔ ملا محمد جواد صاحب؛

۳۔ امیر الٗامراء حاج عالی جاہ (م۱۲۸۱ھ)؛

۴۔ امیر الامراء حاج والا جاہ (م۱۲۸۹ھ)؛

۵۔ سید محمد جونپوری؛

۶۔ سید مہدی شاہ رضوی (مولانا کے داماد بھی تھے۔)

اولاد

۱۔ علامہ سید ابوالحسن رضوی معروف بہ ابو صاحب (دیکھئے احوال)

۲۔ دختر زوجہ علامہ سید مہدی شاہ رضوی کشمیری (یہ فاضلہ جلیلہ جمال السالکین آیت اللہ سید مرتضیٰ شاہ رضوی کشمیری کی والدہ ماجدہ تھیں۔)

آثار

۱۔ کفایۃ المستفید فی الاجتہاد والتقلید (عربی۔ اصول فقہ)؛

۲۔ کاشف الغمۃ فی اصالۃ برائۃ الذمۃ (عربی فقہ)؛

۳۔کاشف القناع من حجیۃ الاجماع (عربی۔ فقہ)؛

۴۔حجیۃ المراسیل وعدمہا (عربی۔ فقہ)؛

۵۔ تحقیق الصواب فی مباحث الاستصحاب (عربی۔اصول فقہ)؛

۶۔رسالۃ فی تداخل الاغسال (عربی۔ فقہ)؛اس رسالہ کے ساتھ صاحب جواہر الکلام کا اجازہ بھی مؤلف کے نام ہے۔

متذکرہ بالا کتابیں آغا بزرگ تہرانی نے مؤلف کے پوتے آیت اللہ سید محمد باقر صاحب اسداء الرغاب کے پاس دیکھی تھیں۔

۷۔معیار الاحکام شرح شرائع الاسلام (عربی۔ فقہ)؛

۸۔ازالۃ الشبہات فی بیان دلالۃ النہی علی الفساد فی العبادات والمعاملات (عربی۔ فقہ)؛

۹۔تداخل اسباب (عربی۔ فقہ)؛

۱۰۔الفوائد العلویۃ فی المسائل الفقہیۃ (عربی۔ فقہ)؛

۱۱۔رسالۃ وجیزہ (عربی)[1]

[1]۔علامہ سید علی نے اور بہت سی فقہ اور اصول فقہ کی کتابوں پر مفید حاشئے تحریر فرمائے۔ میرا خیال ہے کہ یہ سب کتابیں سلطان المدارس (لکھنؤ) کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ فقیر نے اس کتابخانہ کو اگرچہ دیکھا ہے لیکن اس کی فہرست نہ ہونے کی وجہ سے میں ان کتابوں کو وہاں ڈھونڈ نہیں پایا۔ چونکہ میرے پاس وقت بہت کم تھا لہذا جدوجہد بھی نہیں کی۔ تکملہ نجوم السماء ج۱ ص۹۱۔ ۱۰۶؛ مطلع انوار ۳۳۶؛ قصۃ الثقافۃ الاسلامیۃ فی کشمیر ص ۱۲۲؛ تذکرہ بے بہاء ص ۲۲۰۔ ۲۲۲؛ الذریعہ ج۲ ص۲۵، ج۶ ص ۲۷۵، ج۱۱ ص۱۴۱، ج۱۷ ص۹ ۳۳ ص ۲۲۹، ج۱۸ ص۹۹۔

﴿۹۰﴾

سید عبداللہ رضوی

(قبل ۱۲۷۳ھ)

السيد عبد الله بن السيد كاظم بن السيد احمد بن السيدرضي بن السيد عبد الله بن السيد احمد بن السيد موسيٰ بن السيد جمال الدين بن السيد جلال الدين بن السيد علي بن السيد حسين الرضوي القمي الكشميري

علامہ سید عبداللہ شاہ شاید قریہ احمد پورہ (ماگام) میں سکونت کرتے تھے۔ آپ اپنے فرزند آیت اللہ سید حسن رضوی (م ۱۳۲۸ھ) کو ساتھ لے کر وارد کربلا ہوئے۔ یہاں علوم اہلبیت حاصل کر کے قبل از ۱۲۷۳ھ انتقال کر گئے اور یہیں پیوند خاک ہوئے۔[1]

﴿۹۱﴾

مُلا محمد جواد

(۱۲۷۴ھ)

ملاجواد کا شمار ملا محمد علی پادشاہ کے اُن فرزندوں میں ہوتا ہے۔[2] جو علم و حلم سے مزین تھے۔ اپنے والد، ملا اسماعیل اصفہانی سید العلماء سید حسین بن سید دلدار علی نقوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

---

[1]۔ نقباء البشر ج۲ ص ۷۴۵؛ روح و ریحان ص ۱۸۔

[2]۔ مرزا محمد مہدی صاحب نے ملاجواد کو بجائے فرزند کے ملا محمد علی پادشاہ کا نبیرہ لکھا ہے جو کہ اشتباہ ہے۔

لکھنو میں سکونت کرتے تھے کتاب "سیف صارم" میں آپ کے لیے لکھا گیا ہے جناب قدسی انتساب اعلم علماء الاعلام، افضل الفضلا الفخام ہادی الانام حجۃ الاسلام آخوند ملا محمد جواد طاب ثراہ و جعل الجنتہ مثواہ۔

آپ کے فرزند ملا ظہیر الدین کی اولاد بوقت تالیف نجوم السماء یعنی ۱۲۸۶ھ میں موجود تھی۔ دختر رقیہ صاحبہ کا نکاح محمد میرزا کشمیری سے ہوا تھا اور اُن کے پوتے مولوی حسن یوسف کشمیری کربلا میں رہتے تھے۔ آقا بزرگ تہرانی نے ان کے پاس ملا محمد جواد کے تحریر کردہ حسب ذیل مخطوطات دیکھے تھے:

۱۔ المسالک جلد ۲ (۱۲۲۶ھ میں اس کے لکھنے سے فارغ ہوئے تھے۔)؛

۲۔ مشرق الشمین از شیخ بہائی (۱۲۳۳ھ میں اس کو لکھ کر تمام کیا تھا)؛

۳۔ الحبل المتین؛

علامہ مفتی محمد عباسی موسوی شوستری نے "رطب العرب" میں تاریخ وفات ۱۲۷۴ھ لکھی ہے اور اس طرح اس کو قلمبند کیا ہے:

مات الجواد و كان حبراً عابدا	والموت اقرب كلما هو آت
ارخت عام و فاته في مصرعٍ	ملا جواد سيدخل الجنة
	(۱۲۷۴ھ)

مرزا محمد مہدی صاحب نے آپ کے انتقال کی تاریخ ۱۱ محرم ۱۲۷۲ھ لکھی ہے اور قطعہ تاریخ وفات از احمد علی صاحب بھی نقل کیا ہے۔ رحلت فرمانے کے بعد آخری آرامگاہ ابوطالب خان کے امام باڑہ میں قریب غسل خانہ حکیم مہدی علی خان پائی۔

آثار

۱۔ الحاشیہ علی شرائع الاسلام؛

۲۔ الحاشیۃ علی شرح اللمعۃ؛

۳ الحاشیۃ علی القوانین۔ [1]

---

[1] نقباء البشر ج ۱ ص ۲۸۴؛ خورشید خاور ص ۱۱۲؛ مطلع انوار ص ۵۱۲؛ تذکرہ بے بہاء ص ۱۰۹؛ تکملہ نجوم السماء ج ص ۱۱۷؛ نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۱۲۷۔

﴿۹۲﴾

سید علی موسوی

(ح ۱۲۸۰ھ)

علامہ زمن آقا سید علی موسوی المعروف بہ ابن رضا زیور علم سے آراستہ و پیراستہ اور تقوی و زہد میں بے مثال تھے۔ آپ نے ایران اور عراق کے مختلف شہروں میں علمائے اعلام سے فیض پایا اور واپس کشمیر تشریف لاکر تبلیغ دین اور درس وتدریس میں مشغول رہے۔ آپ نے آل موسوی (اولاد شہید سید حیدر موسوی م ۸۲۲ھ) کا شجرہ نسب آیت اللہ شریف العلماء مازندرانی حائری کی نظروں سے گذارا اور انہوں نے اس پر تحریر فرمایا تھا۔

بسمِ اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

هو العليم الخبير ثبت عندي سيادة سادات الموسوية الاردبيلية في الكشمير بدلائل الشرعية وبراهين القطعية من قبيل الشهره الدائمته والانتقاضة اليقينية وبتوثيقات العلماء والمومنين عليٰ شجرتهم ومن افاضلهم في هذا العصر السيد الشريف الناصر لدين الحنيف السيد علي بن رضا بن الهادي خلف العالم الشهير والفاضل النحرير السيد آقا حسين الموسوي الكشميري وعليٰ المومنين ان يكرموهم و ينصروهم نصرهم الله بنصره.

(الاحقر محمد شريف المازندراني الحائري ۷ شوال ۱۲۳۸ھ)

ان کے شاگرد علامہ ابن عابد دربندی نے بعد میں اس پر شہادت کے طور پر یہ کلمات رقم کئے تھے۔

الامر كما وثقة استاذنا العلام وشيخنا العظام رفع له المقام في دارالسلام وانا من الشاهدين ابن عابد الدربندي ۱۲۴۳هجري.

علامہ سید علی کی ملکیت میں ایک گرانقدر کتب خانہ تھا اور انہوں نے اُسے مزید وسعت بھی دی تھی مگر افسوس اب وہ صرف ایک تاریخ بن کر رہ گیا ہے۔ انہیں جو مشائخ کی طرف سے اجازت ملے تھے وہ سب موصوف کی کتاب عبد صالح میں موجود ہیں اس کے علاوہ کحل الجواہر میں حسب ذیل اجازت موجود ہیں۔

۱۔ اجازہ آیت اللہ العظمیٰ سید محمد باقر شفتی اصفہانی بتاریخ ۱۱ جمادی الثانی ۱۲۴۵ ہجری؛

۲۔ اجازہ آیت اللہ العظمیٰ سید محمد بن معصوم رضوی المدعو بابن قصیر بتاریخ ۱۴ رجب ۱۲۴۵ ہجری۔

آقا سید علی تقریباً ۱۲۸۰ ہجری میں انتقال کر گئے۔ ان کا مزار رنگہ پرستان رعناواری (سرینگر) میں ہے۔ ان کے تلامذہ میں سے ملا محمد صادق انصاری کا نام ملتا ہے۔

اولاد

۱۔ حکیم سید محمد؛
۲۔ حکیم سید رضا؛
۳۔ حکیم سید اکبر؛
۴۔ حکیم سید قاسم؛
۵۔ دختر۔

آثار

۱۔ کحل الجواہر (فارسی۔ تاریخ)؛ ۱۶ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ کشمیر میں آل موسوی کی تاریخ پر مبنی ہے۔ انہوں نے مذکورہ رسالہ کو اپنے فاضل شاگرد علامہ محمد صادق انصاری کی فرمائش پر ضبط تحریر میں لایا تھا۔ مصنف نے اگرچہ اپنے مآخذ کا تذکرہ نہیں کیا ہے مگر پھر بھی یہ رسالہ تاریخ شیعیان کشمیر کے حوالے سے بہت ہی مستند اور اہمیت کا حامل ہے۔ اس کو لکھتے وقت مؤلف کے زیر نظر شیخ حسن راہنما

جڈیبلی (دیکھئے احوال) کی کتاب المقامات رہی ہے۔ یہ سالہ عنقاء ہے۔تاریخ تصنیف: ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۶۴ھ طبع: مطبع الاسلامی لاہور شعبان ۱۲۶۴ھ

۲۔عبد الصالح (فارسی۔ تاریخ)؛اس کتاب میں بھی سادات موسوی کا تذکرہ شرح وبسط کے ساتھ کیا گیا ہے اور کتاب کے آغاز میں مؤلف کے اجازات بھی موجود ہیں۔اس کا مخطوطہ حکیم سید محمد منور آبادی کے کتب خانہ میں مرحوم ڈاکٹر حکیم سید کمال الدین حسین ہمدانی نے دیکھا تھا۔غیر مطبوعہ۔

۳۔شرح نفحۃ العرفان (فارسی عقائد)؛ علامہ سید حیدر قلندر موسوی (م۸۲۲ھ) کی کتاب نفحۃ العرفان کی شرح ان کے پوتے سید عبد اللہ بن سید عبد الغنی نے فارسی زبان میں لکھی تھی۔اور علامہ ابن رضا نے اس شرح کی شرح تحریر فرمائی۔[۱]

﴿۹۳﴾

ملا محمد جواد انصاری

(۱۲۸۱ھ)

آپ ملا فضل علی انصاری کے نور چشم تھے۔ سرینگر کشمیر میں ولادت پائی اور اپنے والد کے خرمن سے خوشہ چینی کی۔اور پھر مزید تعلیم کے لیے نہ معلوم کن اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں یگانہ روزگار اور ورع میں ابوذر ثانی تھے۔پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ جو کوئی بھی دعوت پر بلاتا، ان کے کھانے پینے کے برتن تک الگ رکھتا تھا۔آپ بلند پایہ عارف فقیہ عالم اور نسابہ خبیر تھے۔سادات میں خمس تقسیم کرنے کے لیے آپ نے خصوصی اہتمام فرمایا اور جو آپ کی تحقیق کے مطابق آل رسولؐ تھے انہیں اپنا حق دے دیا اور ملا موصوف کے بقول جنہوں نے سیادت کا جھوٹا دعویٰ کیا انہیں خمس سے محروم رکھا۔اس پر بعض لوگ ناراض ہوگئے اور بعد میں یہ بہت بڑے فتنہ کا سبب بنا، جس کے اثرات آج تک زائل نہ ہوسکے۔

۱۔ کحل الجواہر ص ۲۔۳، ۱۰۔۱۴؛ صاحب مودۃ القربیٰ ص۱۷۸۔

آپ کو عرفان سے گہرا شغف تھا اور روحانیت کے بلند درجہ پر فائز تھے۔ آپ کی کرامات آج تک زبان زد خاص و عام ہیں۔ ہم یہاں کچھ واقعات ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

خواجہ صفدر باباجڈی بل سرینگر کا مشہور تاجر ملا محمد جواد صاحب کا عقیدت مند تھا۔ ہر سال عید کے موقعہ پر وہ کچھ نقدی بطور ہدیہ آخوند محمد جواد صاحب کو پیش کرتا تھا۔ ایک دفعہ ہدیہ وقت پر نہ دے سکا۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے اپنے والد کو عالم خواب میں دیکھا جس نے ہدیہ بروقت نہ پہنچانے پر سخت مذمت کی اور تاکید کی کہ کل صبح سویرے ہدیہ ان کی خدمت میں لے جائے۔ خواجہ صفدر نیند سے بیدار ہوئے تو فوراً جواد صاحب کی خدمت میں جاکر رقم ان کے حوالے فرمائی۔ مولانا نے فرمایا یاد دلائے بغیر کیوں تشریف نہ لائے۔ خواجہ صاحب شرمندہ ہوگئے اور ان سے معافی مانگ لی۔

آپ کا مکان دریائے جہلم کے کنارے واقع تھا۔ اور اسی دریا پر آپ وضو کرنے جاتے تھے۔ حسب دستور ایک روز آپ دریا پر وضو کرنے چلے گئے۔ وہاں ایک شخص نے اپنی کشتی کو گھاٹ کے ساتھ رکھا تھا جس میں اس کا عیال تھا۔ جناب مولانا نے اس شخص سے استدعا کی کہ کشتی کو ذرا آگے کردے تاکہ میں وضو کرسکوں۔ مگر یہ شخص نہ مانا بلکہ آپ کے ساتھ بے ادبی سے پیش آیا۔ آپ گھر واپس آگئے اور وہیں پر وضو کرلیا۔ رات کو شور و غل برپا ہوا کیا دیکھتے ہیں کہ اس شخص کی کشتی کے تختوں کے جوڑ کھل گئے ہیں اور پانی کشتی میں آرہاہے۔ یہاں تک کہ یہ ناؤ غرق آب ہوگئی۔

غلام محمد ڈار صاحب جو آپ کے خدمت گذار تھے اس کا بیان ہے کہ جناب جواد صاحب ایک شب کہیں دعوت پر تشریف لے گئے تھے۔ تو میں ان کے کمرے میں سوگیا۔ لیکن رات بھر کھٹملوں کی وجہ سے سو نہ سکا اور میرا پیراہن بھی کھٹمل مارنے سے داغدار ہوگیا۔ مگر میں نے کبھی بھی جناب کے بسترے پر نہ ہی کھٹمل دیکھا اور نہ ان کے بستر پر خون کا کوئی دھبہ۔

اسی خادم نے دوسرا واقعہ اس طرح نقل کیاہے کہ جواد صاحب پر تنگدستی کا زمانہ گذر رہا تھا۔ شام کے وقت مجھ سے فرمایا کہ کل صبح تم خواجہ صفدر بابا کے یہاں جاکر ان سے اتنی رقم لے آنا۔ میں سونے گیا تو نصف شب مجھ کو بیدار کرکے فرمایا کہ خواجہ صاحب کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ خدائے

تعالیٰ نے ہمارے لیے انتظام فرمایا۔ صبح بلتستان کے راجہ کا آدمی کچھ سونا بطور ہدیہ لے کر آیا جو خرچہ کے لیے کافی تھا۔

آپ مومنین کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ کسی مومن کے یہاں مدعو تھے۔ انہوں نے کشمیری رواج کے مطابق نمکین چائے پیش کی۔ آپ نے ایک پیالی پی لی۔ میزبان نے مزید چائے کے لیے اصرار کیا تو آپ نے آدھی پیالی اور پی لی۔ اس کے بعد فوراً اٹھے اور گھر تشریف لائے۔ آپ کے جانے کے بعد جب لوگ چائے پینے لگے تو اس میں نمک اس قدر زیادہ پایا کہ پی ہی نہیں جاتی تھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ چائے بنانے والے نے چائے کے پتیلہ میں نمک کا ایک بڑا ٹکڑا ڈالا تھا جس کو واپس نکالنا بھول گیا۔ اور سارا نمک چائے میں تحلیل ہوا تھا۔ جناب جواد صاحب اسی وجہ سے مہینہ بھر بیمار ہوگئے لیکن انہوں اپنے طبیب یعنی حکیم محمد عظیم صاحب سے بھی اس بیماری کی وجہ ظاہر نہیں فرمائی۔ شاید اس لیے کہ کہیں اس مومن میزبان کے جذبات مجروح نہ ہو جائیں۔

۱۲۸۱ھ میں آپ انتقال کرگئے۔ آپ کے جنازہ کے ساتھ جم غفیر جن میں فقیر غنی چھوٹے بڑے سب شامل تھے۔ ان میں سے بعض سینہ واتو بعض گریہ کنان بعض نعرہ زنان اور بعض نوحہ پڑھتے تھے:

یوتو ماہ پیدا گھڑھا بیاکاہ

ونیہ بنا مسجدن پیہ ھایی

یعنی ان جیسی شخصیت اب دوبارہ پیدا ہونی مشکل ہے اب مسجدیں ویران ہو جائیں گی۔ آپ جڈیبل بابامزار میں دائمی آرام فرمارہے ہیں۔

آثار

شرح نہج البلاغہ؛ غیر مطبوعہ۔[۱]

۱۔ شیعیان کشمیر ص ۱۹۳۔ ۱۹۵؛ سیادۃ السادۃ ص ۱۹۷؛ دفع المغالطہ ص ۶؛ تنبیہ العباد ص ۹۔

﴿۹۴﴾

میرزا صادق علی

(۱۲۹۰ھ)

مولانا میرزا صادق علی بن محمد مہدی بن محمد کاظم عالم فاضل متقی پرہیزگار اور عابد وزاہد تھے۔آپ کا سلسلہ نسب حضرت امیر المومنین کے صحابی مالک اشتر نخعی پر منتہی ہوتا ہے۔ میرزا صادق صاحب کے دادا میرزا محمد کاظم نے شیراز سے کشمیر ہجرت فرمائی اور یہیں سکونت اختیار کی۔

میرزا صادق علی کے ماموں میرزا علی رضا خان جواہر رقم نے اپنی دختر کا عقد کرنے کے لیے آپ کو لکھنؤ طلب کیا۔ اس لیے آپ عنفوان شباب میں ہی وارد لکھنو ہوئے۔ اپنے ماموں کے یہاں کچھ مدت تک قیام کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ ان کے گھر میں غیر شرعی محافل برپا ہوتی ہیں۔ بسبب ورع و تقدس یہاں سے نکل گئے اور دوسری جگہ پر رہنے لگے۔ پھر جب علامہ سید علی شاہ رضوی (م۱۲۶۹ھ) فرخ آباد سے لکھنؤ تشریف لائے تو آپ نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

آپ کبھی بھی نماز تہجد اور تلاوت قرآن سے غافل نہیں ہوئے۔ حتیٰ کہ بیماری کی حالت میں بھی ان کا یہی دستور رہا۔ میرزا صادق علی صاحب ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۹۰ھ کو انتقال کر گئے۔

اولاد

میرزا محمد علی (م۱۳۰۹ھ)[1]

۱۔ تکملہ نجوم السماء ج۲؛ ص۱۲۹۔۱۳۰۔

﴿۹۵﴾

سید مرتضٰی رضوی

(ح۔ ۱۲۹۰ھ)

سید مرتضٰی رضوی بن سید موسیٰ رضوی خوشی پورہ میں سکونت کرتے تھے۔ کشمیر کے مایہ ناز عالم دین مولانا سید ابوالقاسم رضوی نے انہیں علامہ جیسی صفت سے یاد کیا ہے۔[1]

﴿۹۶﴾

شیخ صادق

(۱۲۹۰ھ)

شیخ صادق بن عباس علی کشمیری نے لکھنؤ میں آیات عظام آقا سید علی بن صفدر شاہ رضوی اور آقا سید حسین بن دلدار علی نقوی سے کسب فیض کیا اور بہت ہی قلیل مدت میں اپنے عہد کے معروف علماء میں شمار ہوئے۔ آپ نے ۱۲۹۰ھ میں وفات پائی۔[2]

۱۔ السیادۃ السادۃ ص ۱۴۳۔

۲۔ نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۲۲۲۔

﴿۹۷﴾

مرزا محمد علی قائمۃ الدین

(۱۲۹۳ھ)

مرزا محمد علی صاحب غالباً کشمیر میں پیدا ہوئے اور تحصیل کے لیے لکھنو چلے گئے جہاں علامہ سید حسین بن دلدار علی (م۱۲۵۳ھ) مولوی مفتی ظہور اللہ لکھنوی مولوی محمد ولی اللہ لکھنوی اور علامہ سید صفدر شاہ رضوی (م۱۲۵۵ھ) سے تعلیم حاصل کی۔ نواب واجد علی شاہ کی طرف سے آپ کو قوام الدین والایمان کا لقب ملا اور آپ بادشاہ سے بطور مجتہد کے تعلق رکھتے تھے۔ علامہ کنتوری نے اپنی سوانح حیات میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ اہل تشیع میں علوم فلسفہ میں وحید و فرید تھے۔ جب نواب واجد علی شاہ لکھنو سے کلکتہ تشریف لے گئے تو آپ کو بھی اپنے ساتھ لے لیا اور نماز پنجگانہ آپ کے پیچھے ادا کرتے تھے۔

علامہ مرزا محمد علی قائمۃ الدین از صبح تا شام درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ بڑے متورع متقی اور عالم متبحر تھے۔ مومنین کے حاجات پورے کرنا تمام عمر معمول رہا۔ شرعی امورات میں ہرگز کسی کی رعایت نہ کرتے تھے حتیٰ کہ خود بادشاہ ہی کیوں نہ ہوتے اور اکثر مسائل پر آپ دستخط قاضیانہ فرماتے تھے۔ آپ نے مٹیا برج کلکتہ میں تخمیناً اسی (۸۰) سال کی عمر میں ۱۲۹۳ھ کو وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

اولاد

مرزا محمد تقی (دیکھئے احوال)

تلامذہ

۱۔ سید علی حسین زنگی پوری ؛

۲۔ سید زکی حسن زنگی پوری؛
۳۔ حبیب حیدر کنتوری؛
۴۔ سید مظہر بن سید ریاض الحسن نونہروی؛
۵۔ علی حیدر لکھنوی؛
۶۔ سید شمشاد حسین زیدپوری؛
۷۔ مرزا محمد تقی (فرزند) [۱]

﴿۹۸﴾

سید عبد اللہ موسوی

(ح۱۲۹۵ھ)

آقا سید امیر الدین ذاخر کے فرزند ارجمند سید صفدر عالم پیری میں تاراج شیعہ کے دوران اہل و عیال سمیت لکھنو گئے۔ خود تو وہ کلکتہ میں فوت ہوئے۔ لیکن اُن کے دو فرزندان سید عبد اللہ اور سید بزرگ لکھنو میں ہی رہنے لگے۔ سید عبد اللہ نہایت ہی جلیل القدر عالم اور فاضل تھے۔ نواب اودھ کے ساتھ تعلقات پیدا کر کے نواب زادہ واجد علی شاہ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ موصوف کے ایک فرزند سید باقر نواب زادہ مذکورہ کے ہمدرس تھے۔ اور باقی دو فرزندان سید مصطفیٰ اور سید قاسم اسی شہر میں آباد ہوگئے۔ آپ نے حدوداً ۱۲۵۵ھ میں انتقال فرمایا۔ [۲]

---

[۱]۔ تذکرہ بے بہاء ص ۳۵۲۔ ۳۵۴۔

[۲]۔ کحل الجواہر ص ۱۲؛ فصل الخطاب ص ۹۔

﴿۹۹﴾

ابوالحسن کشمیری

(ح۔ ۱۲۹۵ھ)

اسوۃ العلماء مولانا ابوالحسن کشمیری مرشد آباد (ہند) میں سکونت کرتے تھے۔ صاحب تذکرہ بے بہاء نے ایک رسالہ لکھنو میں دیکھا تھا جس پر آپ کی توثیق تھی اور اس پر آپ کے لیے اسوۃ العلماء کا لقب تحریر تھا۔ فخر العلماء سید محمد بن مفتی ملا سید حمید الدین محمد موسیٰ مرشد آبادی (م ۱۲۹۵ھ) سے آپ کا تضاد رہا۔ کیونکہ آپ انہیں صوفی یا کشفی کہتے تھے۔ فخر العلماء کی طرف سے آپ کے جوابات ان کے شاگرد آخوند بندہ حسن ساکن بانس بریلی تحریر فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کے خلاف رسائل تک لکھے۔[1] آپ کا سنہ وفات معلوم نہیں البتہ فخر العلماء کے ہمعصر ہونے کی وجہ سے آپ کا عہد نکل آتا ہے۔[2]

---

[1]۔ ان سے مراد آج کل کے وہ رسائل نہیں جن میں علمی بحث ناپید اور شخصیتوں پر حملہ زیادہ تر ہوتا ہے۔ بلکہ یہ وہ علمی رسائل ہیں جو ایک دوسرے کے نظریات کو رد کرنے کے لیے علم کی روشنی میں لکھے جاتے تھے۔ فخر العلماء کے متعلق مشہور تھا کہ وہ صوفی تھے اور علامہ کنشوری نے بھی صاحب تذکرہ بے بہاء کو یہی تحریر فرمایا ہے۔

[2]۔ تذکرہ بے بہاء ص ۱۳ و ۳۴۵؛ نقباء البشر ج ۱ ص ۲۲۔

﴿۱۰۰﴾

ملا محمد صادق انصاری

(۱۲۹۶ھ)

ملا محمد صادق بن ملا فضل علی انصاری سرینگر کشمیر میں پیدا ہوئے۔ آپ ملک کشمیر کے مایہ ناز فقیہ، متکلم اور ادیب تھے۔ اپنے والد محترم کے علاوہ ماموں زاد بھائی مولانا سید علی موسوی سے اکتساب فیض کیا۔ چنانچہ انہوں نے آپ ہی کی فرمائش پر کحل الجواہر نامی کتاب تالیف فرمائی۔ علامہ سید ابوالقاسم رضوی نے آپ کی مدح و ثناء کرتے ہوئے فخر المتکلمین والمہندسین جیسے لقب سے یاد کیا ہے۔ مشہور کتاب شناس عالم آیت اللہ العظمیٰ آغا بزرگ تہرانی نے آپ کی تعریف میں لکھا ہے:

من الافاضل الاعلام والادباء العظام كتب الي سيد العلماء السيد حسين بن السيد دلدار علي النقوي كتاباً يظهر منه علو كعبه في الفضل والادب.[1]

آپ تبلیغ شریعت میں پوری زندگی سر گرم رہے۔ ہزاروں طلبہ کو مستفیض فرمایا۔ وقت وفات آپ کی کوئی اولاد زندہ نہ تھی۔ ۱۲۹۲ھ یا ۱۲۹۶ھ میں اس جہاں فانی سے کوچ فرمایا اور اپنے آبائی مقبرہ بابا مزار جڈیبل میں دفن ہوئے۔ مشہور مرثیہ نگار حکیم حبیب اللہ صاحب نے تاریخ وفات یوں لکھی ہے:

الا يابكوا ونوحوا قد مضىٰ من هذه الدنيا
اديب فاضل من كان عند الله مقرونا
سئلت العقل من تاريخ هذا الاورع الاحد
اديب حل في بستان خلد قال محزونا

---

[1] ۔ نہیں معلوم کہ آغا بزرگ تہرانی نے یہ الفاظ ان کے لیے لکھے ہیں یا شیخ صادق بن عباس علی (۱۲۹۰ھ) کے لیے جن کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

آثار

ا۔السیف المنتقی علی معاندی المرتضیٰ (عربی۔ عقاید)؛آغاز:الحمد لله الذي جعلنا من شيعة حيدر الكرار...تاريخ تاليف:تاريخ عام هذا التاليف قد اخذناالحق منهم يغلب ملهم الصواب،۱۲۷۷ھ، بروز یکشنبہ ۵ شوال ۱۲۸۱ھ، صفحات: ۲۴۴،اس کا ایک بہترین نسخہ خط نسخ میں تحریر ریسرچ لائیبریری (سرینگر) میں زیر نمبر ۱۴۴۱ موجود ہے۔اس پر ملا مصطفیٰ علی، ملا عبد اللہ اور ایک اور نامعلوم صاحب علم و فضل کی تقریض ہے۔[1]

﴿۱۰۱﴾

سید قاسم حسینی جلالی

(ح۔۱۲۹۸ھ)

السيد قاسم بن السيد احمد بن السيد مير محمد الوزير الكشميري بن السيد احمد بن السيد حيدر بن السيد مراد الثاني بن السيد حسين بن السيد شاه مراد الاول بن الميرزا السيد حسين الحسيني الجلالي السبزواري المختاري الاعرجي.

آپ سادات جلالی کے جلیل القدر عالم و فاضل اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ سب سے پہلے سادات جلالی میں سے سید قاسم کے پردادا سید احمد بن سید حیدر نے سکردو (پاکستان) ہجرت فرمائی اور وہیں آباد ہوئے۔ان کے قیام سے وہاں تشیع کو کافی فروغ ملا۔علامہ سید قاسم نے یہیں نشو و نما پائی اور ۱۲۸۹ھ سے پہلے انہوں نے اہل خانہ سمیت کربلا ہجرت کی۔ لیکن وہاں سے واپسی پر خود سکردو میں ہی انتقال کرگئے۔آپ کا مزار سکردو میں محلّہ اولدین کے امام باڑہ میں مشہور و معروف ہے۔

---

[1] ۔سیادۃ السادۃ ص ۱۹۷؛ کحل الجواہر ۱۔۲؛نقباء البشر ج ۲ ص ۶۳۳؛کلیات حکیم حبیب اللہ ص ۳۱۸؛تنبیہ العباد ص ۹۔

اولاد

۱۔ سید نقی شاہ جلالی؛

۲۔ سید باقر شاہ جلالی ؛

۳۔ سید علی شاہ جلالی (م۱۳۶۷ھ) (دیکھئے احوال)[1]

[1]۔ جواہر اللآلی ص ۳۳؛ الحبل المتین ص ۱۲۔ ۱۳؛ فہرس التراث ج ۲ ص ۵۵۲؛ مشجرت آل جلالی۔

فصل ہفتم

چودھویں صدی ہجری کے علماء

﴿۱۰۲﴾

ملا احمد الاعرج

(۱۳۰۱ھ)

ملا احمد الاعرج نے کتب عقلیہ اور صرف و نحو افاضل کشمیر کے پاس پڑھے اور عنفوان شباب میں لکھنؤ تشریف لے گئے اور یہاں علوم نقلیہ علامہ سید حسین بن دلدار علی نقوی سے حاصل کئے۔

آپ فاضل نبیل مقدس بے عدیل متورع خاشع اور خاضع تھے۔ موصوف کو علم نحو میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ ملا اعرج ۷ ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ میں عالم قدس کی طرف رحلت کر گئے۔

آثار

۱۔حل غاية البيان (عربي- صرف)؛

۲۔الحاشية علي شرح الصحيفة السجادية للسيد علي خان المدني(عربي)[1]

﴿۱۰۳﴾

شہید ملا عبد اللہ انصاری

(۱۳۰۵ھ)

آپ ملا محمد عباس بن ملا فضل علی کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کو فلسفہ، منطق، تفسیر، حدیث، کلام اور تاریخ پر کافی عبور تھا۔ ملا عبد اللہ اپنے دور کے قابل ترین مناظر اور بہت فصیح مقرر تھے۔ آپ کی

---

[1]۔ تکملۃ نجوم السماء ج۲ ص ۴۰۳۔

قابلیت دیکھ کر مہاراجہ رنبیر سنگھ نے آپ کو سرکاری مدرسہ میں ایک اہم منصب پر مامور کیا۔ مگر تبلیغ کا اتنا شوق تھا کہ ملازمت ترک کی اور ترویج دین کے لیے پنجاب اور سندھ (پاکستان) کا دورہ کیا۔ آپ کی تبلیغ کے باعث نوابان خیر پور سندھ نے شیعہ مسلک اختیار کیا اور وہ آپ کے زبردست معتقد اور گرویدہ ہو گئے۔

۱۸۵۸ء میں جب لارڈ کیننگ نے ہندوستان میں دربار منعقد کیا اور اس میں وائسرائے ہند نے ملکہ وکٹوریہ کا اعلان پڑھ کر سنایا۔ اس وقت یہاں ہندوستان کے تمام راجے نواب جاگیر دار وزراء اور رؤساء حاضر تھے۔ سر سالار جنگ وزیر اعظم ریاست حیدرآباد دکن کی تقریر نے مہاراجہ رنبیر سنگھ (والی ریاست جموں و کشمیر) کو بہت متاثر کیا۔ اس نے اپنے دیوان سے سر سالار جنگ کے ساتھ ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ چونکہ سر سالار جنگ شیعہ تھے اس لیے دیوان نے ملا عبداللہ انصاری صاحب سے مہاراجہ کی خواہش بیان کی۔ انہوں نے ملاقات طے کروائی اور سر سالار جنگ مہاراجہ کے کیمپ میں آگئے اور بہت دیر تک محو گفتگو رہے۔

اس ملاقات میں سر سالار جنگ نے مہاراجہ سے شیعیان کشمیر کے تحفظ کی سفارش کی تھی کیونکہ یہ گروہ ایک عرصہ تک ظلم و ستم کا شکار ہو رہا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب ۱۸۷۲ء میں شیعیان کشمیر کو غارت کیا گیا تو مہاراجہ نے فتنہ پردازوں اور لٹیروں کے خلاف سخت کاروائی کی اور ستم رسیدہ شیعوں کی مالی معاونت بھی کی۔

ملا عبد اللہ انصاری صاحب کا اقتدار بعض بد باطن اشخاص کو ناگوار گذرا اور انہوں نے نوکر کے ذریعہ مولوی صاحب کو زہر دے کر ۱۳۰۵ھ میں شہید کروایا۔ آپ بابامزار جڈبیل میں اپنے آبائی مقبرہ میں دفن ہیں۔[1]

---

[1] شیعیان کشمیر ص ۱۹۶۔ ۱۹۷۔

﴿۱۰۴﴾

میر سید زمان شاہ حسینی

(۱۳۰۵ھ)

راقم کے جد اعلیٰ علامہ آقائے میر سید زمان شاہ حسینی ہمدانی ۱۲۴۱ھ کو سرینگر کے تاریخی مقام حسن آباد میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے والد علامہ سید عبد اللہ شاہ اور دیگر مقامی علماء سے کسب فیض کیا۔ آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ ڈوگرہ حکومت کے افواج میں اکثر تبت گلگت (بلتستان) کے شیعہ امامیہ ملازم تھے۔ وہ انہیں اپنا مذہبی پیشوا مانتے تھے۔ لوگ مسائل دینی میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ بلالحاظ مسلک و ملت مردم آپ کے حضور میں حاضری دیتے اور نقد و جنس تحفے سید کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ مگر انہوں نے نذر و نیاز کو کبھی اپنی معیشت کا گزارہ نہیں بنایا بلکہ تجارت کر کے نہایت ہی عالیشان زندگی بسر کی۔ لوگوں سے جو کچھ حاصل ہوتا تھا اسے غرباء اور مسکین سادات میں تقسیم فرماتے تھے۔

آپ نے اپنی تمام عمر مذہب شیعہ اور محبان آل محمد ﷺ کی خدمت میں صرف کی۔ ان کے گھر واقع حسن آباد میں ہر روز شرعی عدالت کی کاروائی جاری رہتی تھی۔ بڑی خوش اسلوبی سے پیچیدہ تر قضیے حل فرماتے تھے۔ آپ نے نہ صرف حسن آباد میں بلکہ میر بحری میں بھی جگہ جگہ درس وتدریس کا سلسلہ قائم کیا۔ حسن آباد میں ”باغ میر سید زمان شاہ“ ماضی قریب تک مشہور و معروف تھا اور روز عاشورہ اسی میں نماز ظہرین ادا کی جاتی تھی۔

حسن آباد کی مسجد سجادیہ مسجد صاحب الزمان کے علاوہ امام باڑہ کے بھی آپ متولی تھے۔ فنون لطیفہ خوش نویسی کتابت اور تالیفات میں اچھی دستگارہ رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کی لکھی ہوئی کتاب معراج العابدین جو آپ کے دادا علامہ سید علی شاہ (م ۱۲۴۹ھ) کی تالیف ہے میرے کتب خانہ میں موجود ہے۔

اس پر آپ نے جگہ جگہ حاشیے لکھے ہیں اور یہ فن خطاطی کا ایک شاہکار ہے۔ افسوس کہ اس کے بعض اوراق ضایع اور بے احتیاطی کی وجہ سے یہ نسخہ بوسیدہ ہوگیا ہے۔

آپ نے ۲۳ ماہ رمضان ۱۳۰۵ھ کو انتقال فرمایا اور حسن آباد کے شاہی مقبرہ میں دفن ہیں۔ معروف مرثیہ نگار حکیم حبیب اللہ صاحب معروف بہ حبہ صاب نے تاریخ وفات اس طرح قلمبند کی ہے۔

شد روز، روز رحلت سید زمان چو شب
از بس زماتمش بفلک دود آه رفت
تاریخ آن فرشته خصائل کشیده آه
کردم رقم حیف سیادت پناه رفت

(۶۔۱۳۱۱۔۱۳۰۵)

اولاد

۱۔ سید مصطفےٰ شاہ مدفن حسن آباد؛
۲۔ سید محمد تقی شاہ مدفن بلتستان؛
۳۔ سید اسد اللہ شاہ مدفن حسن آباد؛
۴۔ سید رضا شاہ مدفن حسن آباد؛
۵۔ دختر زوجہ ملا حکیم عبد اللہ صاحب۔[1]

---

[1]۔ کلیات حکیم حبیب اللہ ص ۳۲۴؛ اخبار السادات ص ۶۷۔۶۸؛ صاحب مودۃ القربی ص ۱۶۵؛ الشجرۃ الطیبۃ جلد ۲ ص ۸۴۔

﴿۱۰۵﴾

سید سعید موسوی

(ح۱۳۰۵ھ)

السيد سعيد بن السيد مرتضيٰ بن السيد ميرزا ابن السيد اسد الله بن السيد علي بن السيد مراد بن السيد عبد الله بن الشهيد السيد عبد الغني بن الشهيد السيد محمد جبل العاملي بن الشهيد السيد حيدر قلندر الموسوي الصفوي.

مولانا سید سعید کو بچپن سے ہی علوم اسلامی حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ ابتدائی تعلیم کشمیر میں مکمل کرنے کے بعد عراق چلے گئے جہاں ایک مدت تک علوم اہل بیت حاصل کرتے رہے۔ آپ کو علم جفر سے خصوصی لگاؤ تھا۔ گوشہ نشینی مولانا پر غالب رہی فقط ایک مرتبہ لوگوں کے زبردست اصرار پر امام باڑہ جڈی بل میں عزاداروں سے خطاب کیا۔ دن رات عبادت اور مطالعہ کتب میں مصروف رہتے تھے۔ سجاد آباد چھتہ بل میں سکونت کرتے تھے اور غالباً وہیں پر دفن ہیں۔[1]

﴿۱۰۶﴾

محمد جواد

(ح۱۲۰۵ھ)

محمد جواد کشمیری کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ کر پایا۔ البتہ آپ کی تالیفات سے ظاہر ہے کہ آپ فاضل دھر اور مورخ بصیر تھے۔

۱۔ مشعل ص۱۸۔۱۹۔

آثار

۱۔اعمال عاشورہ واربعین (عربی۔ادعیہ)؛طبع: بمبئی ہند ۱۲۹۶ھ

۲۔ریحان معراج (تاریخ فارسی)؛طبع: لکھنو ۱۳۰۱ھ

﴿۱۰۷﴾

سید علی نقی رضوی حائری

(بعد ۱۳۰۸ھ)

علامہ سید علی نقی حائری بن میر از محمد علی رضوی حائری الشہیر بہ خوش نویس جڈیبل کے علمائے شیعہ میں سے تھے۔ مرحوم متقی پرہیز گار عالم اجل اور فاضل دھر تھے۔

آثار

۱۔دفع المغالطۃ (انساب فارسی)؛آغاز:"الحمد لله عالم الغيب والشهادة وجعل السيادت افضل النجابت..."انجام:"حسد فاضل ماهر اتفاق بياض افتاد وما علي الرسول الابلاغ..."

نه هر جاي مركب توان تاختن

كه جاها سپر بايد انداختن

یہ کتاب حاجی سید محمد باقر شاہ کابلی کی کتاب السیف الصارم کے رد میں لکھی گئی ہے۔ خود مؤلف سادات رضویہ سے تعلق رکھتے ہیں اور انہوں نے اپنے نسب کو صحیح ثابت کیا ہے جس کی تائید میں آخوند ملا جواد انصاری (م ۱۲۷۴ھ) ملا مصطفےٰ انصاری، مولوی حیدر علی انصاری (م ۱۳۳۳ھ)، سید ابوالحسن رضوی معروف بہ ابو صاحب (م ۱۳۱۳ھ) کی مہریں ثبت ہیں۔ موصوف اس کے لکھنے سے ۲۵ شوال ۱۳۰۷ھ کو فارغ ہوئے تھے۔ طبع: مطبع محمد بمبئی (ہند) ۱۳۰۸ھ[1]

[1]۔الذریعہ ج۱۶ص۲۳۱؛ دفع المغالطہ ص۱۔۱۰۔

﴿۱۰۸﴾

سید محمد باقر رضوی کابلی

(بعد ۱۳۰۸ھ)

آقا سید محمد باقر رضوی المدعو بباقر شاہ کابلی علامہ سید مرتضیٰ رضوی (خوشی پورہ) کے بیٹے تھے۔ کشمیر کے ذوی القدر علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مرحوم مولانا سید سعید اختر رضوی نے ان کے کھاتے میں دفع المغالطہ اور مضاریب المشککین نامی کتابیں بھی ڈالی ہیں۔ لیکن یہ دونوں ان کی تصانیف نہیں ہیں۔

آثار

۱۔السیف الصارم (انساب۔ فارسی)؛سادات رضویہ کشمیر کے نسب کے بارے میں تحقیق ہے۔اس کا جواب مولانا سید علی نقی حائری نے دفع المغالطہ کے نام سے دیا ہے جو بمبئی سے شائع ہو چکا ہے۔ طبع اول: فارسی در لاہور، طبع دوم: اُردو در دہلی۔[1]

﴿۱۰۹﴾

سید مہدی موسوی صفوی

(۱۳۰۹ھ)

السيد مهدي بن السيد حيدر الحكيم بن السيد رضا بن السيد صالح بن السيد فخر الدين بن السيد عسكر المرفوع بن السيد احمد بن السيد حيدر بن

---

[1]۔ الذریعہ ج ۱۲ص ۲۸۷؛خورشید خاور ص ۳۴۱۔

السيد علي بن السيد محمد بن السيد علي شمس الدين الشهيد بن السيد دانيال الشهيد بن الشهيد السيد محمد الاصفهاني المعروف به مير شمس الدين العراقي.

آیت اللہ آقا سید مہدی موسوی صفوی میر گنڈ تحصیل بڈگام میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حکیم سید حیدر اُٹھورہ (بارہمولہ) چھوڑ کر بڈگام میں متوطن ہوگئے تھے۔ آپ نے ابتداء میں اپنے والد اور علمائے کشمیر کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا اور پھر نجف اشرف مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے گئے اور وہاں ستائیس سال قیام کر کے مرتبہ اجتہاد پر فائز ہوگئے اور اس دوران انہوں نے کئی اہم کتابیں بھی تحریر فرمائیں۔ ان میں "التمرينية الغروية" زبردست اہمیت کی حامل ہے۔ اس کتاب کو ملاحظہ فرمانے کے بعد نجف کے مجتہدین عظام نے آپ کے لیے اجازہائے اجتہاد لکھے جو کتاب مسالۃالغناء میں درج ہیں۔ شیعیان کشمیر کے اصرار پر آپ ۱۲۹۷ھ میں واپس کشمیر آگئے۔

مورخین کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں آپ نجف سے کشمیر لوٹے اس وقت یہاں مومنین کا بہت برا حال تھا۔ غربت اور افلاس نے ان کا جینا مشکل کردیا تھا۔ اکثر لوگ مزدور پیشہ تھے اور شالبافی ان کا شغل تھا۔ بعض متمول شیعوں کے پاس بھی شالبافی کے کارخانے تھے اور ان میں تمام شیعہ مزدور کام کرتے تھے اور انہیں مقابلتاً بہت کم مزدوری ملتی تھی۔ کیونکہ غیر شیعہ حضرات انہیں کام نہیں دیتے تھے اور یہ ستم زدہ طبقہ اپنے ہم مسلک کے کارخانہ میں بہت کم مزدوری پر کام کرنے کے لیے مجبور ہو جاتے تھے۔ معمولی غلطیوں کے لیے انہیں سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ان حالات کے باعث یہ طبقہ فرائض مذہبی سے ناآشنا رہا۔ جب آقا سید مہدی نے یہ کیفیت دیکھی تو بہت بے چین ہوگئے۔ انہیں اس مفلوک الحال طبقہ کی فکر دامنگیر ہوئی لہٰذا انہوں نے نہایت ہی سرعت کے ساتھ اپنی تبلیغی سرگرمی کا آغاز کردیا۔ وعظ و نصیحت سے عوام کو بیدار کیا اور لوگوں میں اسلامی فکر پیدا کی۔ جہالت کو دور کرنے کے لیے جگہ جگہ مدارس اسلامیہ کا انتظام فرمایا اور رسومات بد کو منسوخ کروایا۔

موصوف نے نہ فقط منبر و محراب کے ذریعے دین کی تبلیغ کی بلکہ انہوں نے اپنی گرانقدر تصانیف کے ذریعہ خدمت مذہب اہل بیت کا مہتم بالشان فریضہ انجام دیا۔ اس کے علاوہ یہاں کے سیاسی حالات کو

مد نظر رکھتے ہوئے آپ نے کئی ایسے سیاسی اقدامات کیے جن کی نظیر ملنا مشکل ہے۔آپ نے مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی طرف دعوت دی۔ اس مصلح اکبر نے شیعیان کشمیر کو ایک ایسا انمول پیغام دیا جس سے اُنہیں تحفظ جان و مال فراہم ہو گیا۔اس حیرت انگیز فعالیت کا یہ اثر ا ہوا کہ لوگ انہیں اپنا رہبر و پیشوا تسلیم کرنے لگے۔ان کی علمی شہرت اور تقویٰ و عقلمندی کا چرچہ ہر طرف عام ہو گیا۔ عوام ان کا وعظ سننے کے لیے ہر طرح کی صعوبتیں برداشت کیا کرتے تھے۔مزدور اپنے کارخانوں سے نکل کر ان کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے اور کشمیر کے بہت سے لوگ ان کی تقلید کرنے لگے چنانچہ انہوں نے اپنے مقلدین کے لیے جامع عباسی (تالیف شیخ بہائی) پر حاشیہ لکھا۔

یوں تو ہر مصلح کو تبلیغ کے سلسلے میں ہمت شکن مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے خصوصی طور پر دنیا پرست عنصر مصلح دین کی تبلیغی تحریک کے پھلنے پھولنے میں ہمیشہ روڑے اٹکاتا آیا ہے۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ وہ ہمیشہ ثابت قدم رہے۔آقا سید مہدی صاحب کی دینی تحریک نے غریب عوام کو خواب غفلت سے بیدار کیا اور اہل ثروت پر واضح ہو گیا کہ اسلامی بیداری سے ان کے اقتدار میں اضمحلال پیدا ہونے لگا ہے۔اس لیے وہ سید موصوف کے خلاف اپنی سازشیں تیز کرنے میں منہمک ہو گئے جب کہیں سے بھی کامیاب نہ ہوئے تو آپ کو جلاوطن کرنے کی ایک خفیہ سازش رچی گئی۔

آپ چونکہ سرزمین عراق و حجاز کے زائر تھے اس لیے ایک جماعت نے مہاراجہ رنبیر سنگھ کی بارگاہ میں آپ پر جاسوسی کا الزام لگایا۔ جب مہاراجہ نے آپ کو دریافت حالات کے لیے طلب کیا تو ہزارہا مومنین آپ کے ہمراہ شیر گڈھی تک گئے اور دانستہ طور پر آپ کو ایسے وقت بلوایا گیا جب رنبیر سنگھ ایک قاتل کو پھانسی کی سزا سنا کر سخت غصہ کی حالت میں تھا لیکن آپ جوں ہی اس کے پاس پہنچے تو بادشاہ نے تعظیم کے لیے تخت سے حرکت کی اور اپنی داہنی طرف بٹھا کر خیر و خیریت پوچھ کر ایک سبز رنگ کا چوغہ اور پانچ سو اشرفیاں آپ کی خدمت میں بطور نذر پیش کی اور کہنے لگے کہ میں آپ کی ملاقات سے بہت خوش ہوا۔آپ جہاں چاہیں رہیں آپ کو اختیار ہے۔

آپ نے فقط ایک چوغہ اٹھایا اور وہ بھی ایک مسلمان درباری کو دے دیا اور کہا یہ لباس اہل دربار کے لیے موزوں ہے۔ ہم فقیروں کو اس سے کیا تعلق۔ غرض کشمیر آنے کے بعد آپ کو مصائب و آلام

میں مبتلا کیا گیا۔ غلط اور بے بنیاد الزامات عائد کر کے ان کے خلاف گھناؤنے پروپیگنڈے کئے گئے مگر ان ناگزیر حالات کے باجود بھی انہوں نے اُف تک نہ کی اور اپنے کام میں مصروف رہے۔ ان کے بارے میں اس قدر افواہیں پھیلائی گئیں کہ بیرونی ممالک کے علماء بھی ان باتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ آیت اللہ میرزا حسین نوری طبرسی (م۱۳۲۰ھ) نے آپ کی رد میں البدر المشعشع فی ذریۃ موسیٰ المبرقع (طبع ۱۳۰۸ھ) علامہ میرزا ابی الفضل نوری طہرانے (م۱۳۱۶) نے شفاء الصدور فی شرح زیارت العاشور (طبع ۱۳۱۰ھ) اور علامہ سید ابی القاسم رضوی (م۱۳۲۴ھ) نے السادۃ فی السیادۃ السادۃ (طبع ۱۳۰۸ھ) نامی کتابیں لکھی اور یہ سب کچھ غلط فہمی کی بنیاد پر ہوا اور تینوں علماء حقیقت حال سے واقف نہ تھے۔ کیونکہ وہ سب خارجی ممالک میں سکونت پذیر تھے۔

آقا سید مہدی کو انقلابیوں کی صف میں شمار کرنا بے جانہ ہوگا۔ کیونکہ آپ ایسے انقلابی ہیں جنہوں نے غریب عوام کے حقوق کی خاطر قیام فرمایا۔ ممدوح حسن اخلاق میں کمال رکھتے تھے اور انہوں نے اپنی پوری زندگی علوم محمد وآل محمد علیہم السلام کی اشاعت کے لیے وقف کر دی تھی۔

آخر کار زحمتوں اور صعبتوں کا مقابلہ کرتے کرتے ۲۱ رمضان ۱۳۰۹ھ (۱۹اپریل ۱۸۹۲ء) بروز چہار شنبہ یہ چراغ ہمیشہ کے لیے بجھ گیا اور کریوہ بڈگام میں اپنی آخری آرام گاہ پائی۔ ان کے مرقد پر روضہ بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ حجۃالاسلام آقا سید علی موسوی نے ان کے وفات پر مرثیہ کہا ہے جو رسالہ نیت کے آخر میں چھپ چکا ہے۔

اولاد

۱۔ سید محمد (دیکھئے احوال)؛
۲۔ سید علی (دیکھئے احوال)؛
۳۔ سید ابوالحسن (عالم شباب میں لاولد انتقال کر کے اپنے والد کے مقبرہ میں دفن ہوئے)۔

آثار

۱۔المترينية الغروية (عربي فقه)؛ فقہ واصول فقہ میں استدلالی مسائل پر مشتمل یہ کتاب مصنف نے تحصیل کے دوران نجف میں تحریر فرمائی اور ۱۲۹۷ھ میں اس کو تمام کیا۔ اس کتاب کو دیکھنے کے بعد مجتہدین نے انہیں سندات اجتہاد سے نوازا۔ اس کا قلمی نسخہ آقا سید محمد باقر موسوی کے پاس محفوظ ہے۔

۲۔مسائلة الغناء (عربي فقه)؛ مؤلف نے غنا کے مسئلہ پر سیر بحث حاصل کی ہے۔ یہ دراصل التمریبیۃ الغرویۃ کا ایک جُز ہے جو آقائے سید محمد باقر کی کوشش سے منظر عام پر آیا۔ موصوف نے اس کے ساتھ مصنف کی مفصل سوانح حیات اور اجازات بھی چھپوائے ہیں۔ طبع: قم ۱۴۰۴ھ

۳۔مطفئة الحرقيٰ الكبيرة (فارسي عقائد)؛ مقدمہ تین ابواب اور خاتمہ پر مشتمل یہ رسالہ امیر المومنین کی خلافت کے اثبات میں لکھا گیا ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ آقا سید محمد باقر نے امام مبین کے نام سے کیا جو مع اصل چھپ چکا ہے۔ تاریخ تصنیف: ۱۳۰۵ھ در کشمیر۔ طبع: کرام حسین پریس بنارس ۱۳۹۲ھ۔

۴۔مطفتة الحرقي الصغيره (عربي عقائد)؛ فرقہ ناجیہ کے تعین میں، غیر مطبوعہ

۵۔منقذة الغرقيٰ (فارسي فقه)؛ تقلید کے متعلق مختلف موضوعات پر بحث کی گی ہے۔ مؤلف نے یہ کتاب اپنے فرزند علامہ سید محمد موسوی کے نام سے تحریر فرمائی تھی۔ طبع لاہور ۱۲۹۶ھ۔

۶۔منقذة الغرقيٰ الصغيرة (فارسي فقه)؛ یہ منقذۃ الغرقی کی تلخیص ہے۔ طبع لاہور ۱۲۹۸ھ۔

۷۔الوجيزة النفسية (عربي كلام)؛ یہ اہل سنت عالم مولوی ملتانی کے اُن اعتراضات کا جواب ہے جو اس نے مطفئة الحرقيٰ پر وارد کئے تھے۔ غیر مطبوعہ۔

۸۔ترجمة اللمعة الدمشقية (فارسي فقه)؛ تاریخ ترجمہ شب جمعہ جمادی الثانی ۱۳۰۶ھ در کشمیر۔ طبع کشمیر ۱۳۸۸ھ۔

۹۔مضاريب المشككين (فارسي انساب)؛سادات کشمیر سے متعلق یہ خاندان انصاری کے بعض علماء کا جواب ہے جو قبیلہ سادات کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا تھے۔تاریخ تصنیف: ۱۳۰۸ھ۔ طبع: لاہور ۱۳۰۸ھ۔

۱۰۔الدرر الغالية (فارسي اخلاق)؛مرحوم علامہ نراقی کی کتاب معراج السعادۃ سے ماخوذ ہے۔یہ رسالہ اُردو ترجمہ کے ساتھ چھپ چکا ہے۔مطبوعہ۔

۱۱۔رسالة عجالة (فارسي انساب)؛در اثبات سیادت برائے گم گشتگان وادی ضلالت، آخوند ملا محمد جواد انصاری صاحب کا رد ہے۔ طبع: مطبع اسلامی لکھنؤ ۱۳۰۸ھ

۱۲۔جواب الامام الرازي(عربي كلام)؛فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر کے بعض اعتراضات کے جوابات ہیں۔غیر مطبوعہ۔

۱۳۔التعليقات علي فرائد الاصول (عربي اصول فقه)؛شیخ مرتضیٰ انصاری کی کتاب فرائد الاصول پر تعلیقات ہیں۔غیر مطبوعہ۔

۱۴۔حاشيه علي الجامع العباسي(فارسي فقه)؛مؤلف نے اپنے مقلدین کے لیے تحریر فرمایا تھا۔غیر مطبوعہ۔

۱۵۔رسالة النية (فارسي فقه)؛اس کا اُردو ترجمہ آقا سید محمد باقر موسوی نے کیا ہے جو اصلی کتاب کے ساتھ طبع ہوا ہے۔طبع بڈگام کشمیر۔

۱۶۔ترجمة آداب المتعلمين (فارسي اخلاق)؛علامہ طوسی سے منسوب رسالہ کا فارسی ترجمہ ہے۔اس کو آقا سید محمد باقر موسوی نے مرتب کرکے ایک موقر مقدمہ کے ساتھ چھپوایا۔طبع: بڈگام کشمیر ۱۴۲۸ھ۔[1]

---

[1] مسألۃ الغناء ص ۵۔۲۴؛ مقدمہ بہارسان شاہی ص ۹۷۔۹۸؛ شیعیان کشمیر ص ۲۰۲۔۲۰۸؛ ماہنامہ الارشاد شعبان ۱۳۸۴ھ ص۶۵۔۷۰؛ مطلع انوار ص۶۵۰؛ فہرس التراث ج۲ ص۲۰۸؛ الذریعہ ج۴ ص ۴۳۳، ۱۳۴، ج۲۱، ص۱۳۳۔ ۱۵۰، ج۲۳ ص۱۵۰، ج۲۵ ص۵۴۔

﴿۱۱۰﴾

سید حسن حسینی ہمدانی واعظ

(۱۳۰۹ھ)

السيد حسن بن السيد حسين بن السيد مهدي بن السيد حسين الحسيني الهمداني المعروف و به حسه پادشاه.

آپ اپنے عہد کے معروف عالم و فاضل تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں مکمل کر کے عراق گئے جہاں مزید تعلیم حاصل کی۔ پھر وطن لوٹ کر تبلیغ اور اشاعت علوم محمد وآل محمد میں مصروف ہوگئے۔ آقا سید حسن حبہ کدل (سرینگر) میں سکونت کرتے تھے اور گھر پر ہی درس وتدریس کرتے تھے۔ یہ سلسلہ ان کے پوتوں تک جاری رہا۔ آخری عمر میں پھر عتبات عالیات کا سفر کیا اور کربلائے معلیٰ میں ۱۳۰۹ھ کو انتقال فرمایا۔ آپ صحن مطہر حرم حضرت سید الشہداء میں دفن ہوئے۔ ان کے کچھ آثار قلمی صورت میں ان کے وارثان کے پاس موجود ہیں۔

اولاد

آپ کے تمام فرزندان علماء وفضلاء میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے مذہب اہل بیت کی تبلیغ میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔

۱۔ سید حسین: خانقاہ معلیٰ (سرینگر) میں دفن ہیں۔ آپ کے بیٹے آقا سید مرتضیٰ مدفن اچھ گام ہیں جو علامہ سید محمد اچھ گامی کے اُستاد تھے۔ اور دختر آقا سید احمد موسوی صفوی کی زوجہ تھیں جن کے بطن سے آقا سید مصطفیٰ موسوی صفوی (بڈگام) پیدا ہوئے۔

۲۔ سید مہدی: تبلیغ کے دوران شنگو سکردو (پاکستان) میں رحلت فرمائی اور وہیں دفن ہیں۔ آپ کے مرقد پر ایک خوبصورت روضہ بھی تعمیر کیا گیا ہے جہاں اکثر مومنین کا مجمع لگا رہتا ہے۔

۳۔ سید علی نقی ۱۳۴۵ھ (۱۹۳۴ء) میں خدا کو پیارے ہوئے اور بابامزار (جڈیبل) میں دفن ہوئے۔

۴۔ سید علی (۱۹۲۷ء) مدفن بابامزار (جڈیبل)؛

آقا سید حسن کی بڑی دختر سیدہ زینب آقا سید مصطفٰے بن علامہ سید زمان شاہ حسن آبادی کے حبالہ نکاح میں تھیں اور ان سے حجۃالاسلام آقا سید قاسم حسینی (م ۱۳۶۱ھ) تولد ہوئے اور دوسری بیٹی آقا سید محمد حسینی ہمدانے (منڈی بل) کی زوجہ تھیں۔[1]

۱۱۱

میرزا محمد علی

(۱۳۰۹ھ)

میرزا محمد علی بن میرزا صادق علی بن محمد مہدی کشمیری ۱۳ رجب ۱۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مکمل کر کے فقہ و اصول فقہ اور تفسیر سلطان العلماء علامہ سید محمد نقوی، حدیث و کلام فردوس مآب علامہ میر سید حامد حسین موسوی صاحب عبقات الانوار، فلسفہ وعلوم عقلی مولوی راجہ امداد علی خان کنتوری اور ادب و تفسیر کو علامہ مفتی سید محمد عباس موسوی شوستری جزائیری سے پڑھا۔

انہوں نے لکھنؤ میں ۱۳۰۹ھ کو وفات پائی اور حسینیہ علامہ سید دلدار علی معروف بہ امام باڑہ غفرانمآب (لکھنؤ) میں دفن ہوئے۔

اولاد

۱۔ میرزا محمد مہدی (ان کا تذکرہ آگے ملاحظہ فرمایئے۔)

۲۔ میرزا محمد ہادی جو شاعر تھے اور عزیز تخلص کرتے تھے۔ ۱۳۵۴ھ کو وفات پائی۔

---

[1] مکتوب آقای سید شبیر حسین الواعظ۔

آثار

۱۔ زعفران زار (فارسی)؛ شعرائے کشمیر کے حالات پر مشتمل ہے۔ نور مرکز میکرو فلم خانہ فرہنگ ایران نئی دہلی میں اس کتاب کا اصلی نسخہ موجود ہے۔ اسی نسخہ کو ڈاکٹر کریم نجفی نے مرتب کر کے حال ہی میں چھپوایا ہے اور اس پر مؤلف کے اولاد میں سے حیات لکھنوی کی تقریظ ہے۔

۲۔ مجمع الفوائد؛ غیر مطبوعہ

۳۔ دوحۃ الانوار؛ غیر مطبوعہ

۴۔ روضۃ الازہار؛ غیر مطبوعہ

۵۔ نجوم السماء فی تراجم العلماء (فارسی)؛ آغاز: "الحمد لله الذي رفع الدرجات العلماء حتيٰ فضل مدادهم عليٰ دماءِ الشهداء......" انجام: "برمرقد او نوشته شد تاريخش این قبر مقدس قلي است."

مؤلف نے کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ان حصوں کا نام نجم رکھا ہے۔ نجم اول میں گیارہویں صدی ہجری کے ۲۶۹ نجم دوم میں بارہویں صدی ہجری کے ۱۷۸ اور نجم سوم میں ۸۳ علمائے شیعہ کا شرح حال ہے۔ کل ملا کر ۵۳۰ علماء کے حالات کو قلمبند فرمایا ہے۔ سید محمد بن علی حسینی موسوی عاملی سے شروع کر کے مفتی سید محمد قلی بن سید محمد حسین موسوی کنتوری پر کتاب کو تمام کیا ہے۔

نجوم السماء پہلی مرتبہ ۱۳۰۳ھ میں ۴۲۴ صفحات پر مشتمل لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ پھر یہی چاپ عیناً ۱۳۹۴ھ کو توسط مکتبہ بصیرتی قم سے بذریعہ افسیت طبع کیا گیا اور اس کے ساتھ نسابہ خبیر فقیہ عصر مرجع بزرگ آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی نجفی علیہ الرحمۃ کا آٹھ صفحات پر پھیلا ہوا رسالہ "نبراس النور و الضياء في ترجمة مؤلف نجوم السماء" بھی ہے۔ اب حال ہی میں میر ہاشم محدث کی تحقیق و تصحیح کے ساتھ تہران سے ۱۴۲۴ھ کو دوبارہ چھپ چکی ہے۔[1]

۱۔ تکملہ نجوم السماء ج ۲ ص ۱۲۸؛ نقباء البشر ج ۱ ص ۱۴۵۳؛ الذریعہ ج ۱۱ ص ۲۸۸ ج ۲۰ ص ۴۱؛ اعیان الشیعہ ج ۹ ص ۴۴۴۔

﴿۱۱۲﴾

میرزا قاسم علی

(ح ۱۳۱۰ھ)

آثار

تعلیم الاطفال (اُردو)؛ طبع: لکھنؤ ۱۳۰۵ھ۔

﴿۱۱۳﴾

سید جعفر رضوی

(۱۳۱۰ھ)

آپ کی ولادت لکھنؤ میں روز یکشنبہ ۲۰ شوال ۱۲۸۹ھ کو ہوئی۔ آپ انتہائی ذہین اور علوم وفنون میں کمال رکھتے تھے۔ مولانا سید جعفر نے ابتدائی تعلیم اپنے والد علامہ سید ابوالحسن رضوی، مولوی سید حبیب حیدر صاحب اور جناب مولانا شیخ تفضل حسین سے حاصل کی۔ ۱۳۰۳ھ میں جب آپ کے والد محترم کا چوتھا سفر عتبات وعالیات کا تھا۔ اُس وقت آپ کی عمر تیرہ برس تھی۔ آپ بھی انہی کے ہمراہ گئے اور کربلائے معلیٰ میں بغرض تحصیل قیام فرمایا۔ شیخ الشریعت شیخ فتح اللہ شیرازی جو اپنے عہد کے بزرگ ترین عالم وفاضل تھے، کسی کو معالم الاصول نہیں پڑھاتے تھے لیکن آپ کو معالم پڑھانے لگے اور کچھ روز گذرنے کے بعد کہا کہ آپ درس رسائل میں آیئے۔ معالم پڑھنا آپ کے لیے ضروری نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کس قدر فقہ واصول فقہ پر قدرت رکھتے تھے۔

ابھی تحصیل علم میں مشغول ہی تھے کہ تپ میں مبتلا ہوگئے۔ ایک مدت تک علاج ہوتا رہا۔ بعض احباب نے مشورہ دیا کہ ہندوستان میں علاج کروائے مگر آپ نے قبول نہ کیا۔ جب آپ کی والدہ ماجدہ

نے لکھا کہ ہندوستان چلے آؤ تب وطن تشریف لائے۔ اس وقت آپ درجہ اجتہاد پر فائز ہو چکے تھے۔ یہاں آٹھ روز گذارنے کے بعد ۸ شعبان ۱۳۱۰ھ میں انتقال کر گئے۔ اور امام باڑہ ممتاز العلماء میں دفن ہوئے۔ آپ کی تالیفات مرتب نہ ہو سکیں۔ آپ نے بعض کتب درسیہ پر تعلیقات بھی لکھے ہیں۔ بقول مولانا سید محمد حسین نوگانوی آپ نے مدح ائمہ میں اس قدر عربی قصائد لکھے تھے کہ اگر جمع کئے جاتے تو ایک دیوان مرتب ہو سکتا ہے۔[1]

﴿۱۱۴﴾

مرزا محمد تقی

(ح ۱۳۱۲ھ)

مرزا محمد تقی بن مرزا محمد علی قائمۃ الدین کشمیری لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ نواب واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کو جب گرفتار کر کے مٹیا برج کلکتہ لایا گیا تو انہوں نے مرزا محمد تقی سے خواہش ظاہر کی کہ وہ انہیں کے ساتھ کلکتہ میں رہائش پذیر ہو جائیں۔ چنانچہ مولانا وہیں آکر رہنے لگے۔ کئی مرتبہ حج بیت اللہ بجالایا۔ بمبئی میں شیعیت کو فروغ دینے میں اہم رول ادا کیا۔ فقط ایک دن میں میمن قوم کے گیارہ سو افراد کو مذہب اہل بیت علیہم السلام سے روشناس کیا۔ علامہ سعید اختر رضوی طاب ثراہ نے آپ کے فرزند مرزا الطاف حسین کے حالات میں لکھا ہے کہ اُن کی عمر فقط آٹھ سال تھی جب ان کے والد محترم یعنی مرزا محمد تقی صاحب انتقال کر گئے۔ تو اس حساب سے آپ کا سال وفات حدوداً ۱۳۱۲ھ ہونا چاہیے۔ پسماندگان میں دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں چھوڑیں۔[2]

[1] ۔ اعیان الشیعہ ج ۴ ص ۱۷۸؛ تذکرہ بے بہاء ۱۱۳۔ ۱۱۴۔
[2] ۔ خورشید خاور ص ۳۴۷۔

﴿۱۱۵﴾

سید ابوالحسن رضوی

(۱۳۱۳ھ)

آیت اللہ سید ابوالحسن رضوی المعروف بہ ابو صاحب بروز جمعہ ۱۷ ربیع الاول ۱۲۶۰ کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ "خورشید علم" مادہ تاریخ ولادت ہے۔ آپ اپنے والد علامہ سید علی شاہ (م۱۲۶۹ھ) کی زیر نگرانی پروان چڑھے۔ جب موصوف نماز شب کے لیے اٹھتے تو آپ کو بھی مطالعہ کے لیے اُٹھاتے تھے۔ اس وجہ سے عبادت اور علم کی طرف بچپن سے ہی رغبت پیدا ہوگئی۔

مولانا سید ابوالحسن نو سال کی عمر میں یتیم ہوگئے۔ آپ نے جنت مآب سید محمد تقی (م۱۲۸۹ھ) سلطان العلماء سید محمد (م۱۲۸۴ھ) اور مفتی سید محمد عباس شوستری (م۱۳۰۶ھ) کے علاوہ دیگر مجتہدین لکھنؤ سے تعلیم حاصل کی اور فقط چودہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوگئے۔ اس کم سنی میں ہی علماء اور طلاب آپ کے درس کے شائق تھے۔ پندرہ سال کی عمر میں مقتدائے خاص وعام ہوگئے اور محض بائیس سال کی عمر میں علامہ سید ابوالحسن مسلم الثبوت مجتہد تھے۔ عالم شباب میں لکھنؤ کے بزرگ مجتہدین آپ کا زبردست احترام کرتے تھے۔ چنانچہ جن ایام میں مفتی سید محمد عباس جیسے عالم و ادیب اپنی کتاب "شریعت غرا" پر نظر ثانی فرما رہے تھے تو اس وقت اہل علم و فضل وہاں موجود رہتے اور آپ کی رائے کو مفتی صاحب سب پر فوقیت دیتے تھے۔ جنت مآب سید محمد تقی اکثر آپ کو جمعہ و جماعت اور مجالس کے لیے اپنی جگہ بھیجتے تھے۔

آپ نے تقریباً اُنیس سال کی عمر میں لکھنا شروع کیا اور اسی زمانے میں متعدد رسائل فقہ میں تحریر فرمائے۔ مولانا کے صفات حمیدہ اور خصائل پسندیدہ بیان سے باہر ہیں۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ قبل بلوغ آپ کے پاس چار سو روپے تھے جو کسی نے قرض لے لئے اور پھر واپس نہ کئے تو بسبب شدت ورع عنفوان شباب میں احتمال وجوب حج کی وجہ سے ۱۲۸۳ھ میں سفر حج اختیار فرمایا۔ حالانکہ آپ کے اساتذہ کی رائے کے مطابق حج واجب نہ تھا۔ مجالس عزا میں آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور اس قدر گریہ کرتے

تھے کہ دیکھنے والوں کو رقت ہوتی۔ آپ اکثر ماہ مبارک میں الہ آباد تشریف لے جاتے اور وہاں جمعہ و جماعت اور تبلیغی مجالس سے خطاب فرماتے تھے۔ آپ کا یہ دستور رہا کہ بعد نماز جمعہ ہمیشہ اپنے گھر میں مجلس عزا منعقد کرواتے تھے۔

مولانا سید ابوالحسن عمر بھر درس وتدریس، تبلیغ و تحقیق اور امامت وخطابت کرتے رہے۔ یہ انہی کی محنتوں کا ثمر ہے کہ ناظمیہ، ایمانیہ اور جامعہ سلطانیہ جیسے مدارس وجود میں آگئے۔ آپ جامعہ سلطانیہ میں خود درس دیتے تھے۔ آپ کے کافی تلامذہ درجہ اجتہاد پر بھی فائز ہوئے۔

مولانا ابوالحسن ۱۴ ماہ صیام ۱۳۱۲ھ کو پانچویں مرتبہ کربلائے معلیٰ کے سفر پر روانہ ہوئے اور بروز چہار شنبہ ۲۴ محرم ۱۳۱۳ھ علی الصباح کربلا میں انتقال کرگئے۔ نماز جنازہ فرزند ارجمند علامہ سید محمد باقر نے پڑھائی اور درزینبیہ کے قریب حجرے میں نواب کابلی نوازش علی خان کے مقبرے میں دفن ہوئے۔ وفات حسرت آیات پر جابجا مجالس عزا برپا ہوئیں۔ ارباب دانش نے مراثی لکھے واصل صاحب کا مصرعہ یہ ہے:

در جوار شاہ دین شد حامي دین مبین

تلامذہ

۱۔ سید مرتضی رضوی کشمیری؛
۲۔ سید محمد صادق کھجوئی؛
۳۔ نجم العلماء؛
۴۔ ظہیر العلماء؛
۵۔ سید عابد حسین بھیک پوری؛
۶۔ سید نظیر حسین بھیک پوری؛
۷۔ سید سبط حسین کربلائی؛
۸۔ سید محمد کاظم کشمیری حائری؛
۹۔ سید مہدی حسن؛

۱۰۔ سید احفاد الحسن؛
۱۱۔ سید محمد علی عظیم آبادی؛
۱۲۔ سید محمد حسین نوگانوی؛
۱۳۔ سید محمد باقر (فرزند)؛
۱۴۔ سید محمد جعفر (فرزند)؛
۱۵۔ سید محمد ہادی (فرزند)۔

اولاد

آپ کی زوجہ فردوس مکان علامہ سید ابراہیم نقوی (م۱۳۰۷ھ) کی دختر تھیں۔ ان سے آپ کے حسب ذیل چار فرزند ہوئے۔

۱۔ سید زین العابدین (آپ کربلا میں اپنے والد کی زندگانی میں ہی فوت ہوئے)۔
۲۔ سید محمد باقر (دیکھئے احوال)؛
۳) سید محمد جعفر (دیکھئے احوال)؛
۴) سید محمد ھادی (دیکھئے احوال)؛

آثار

۱۔الحاشية علي الرياض؛

۲۔الحاشية علي الفصول؛

۳۔خير الزاد في واجب الاعتقاد؛

۴۔ترجمة النخبة الكلباسية،طبع:هند؛

۵۔تراجم العلماء الكاملين؛ اس کتاب پر آقا سید علی اکبر ہندی کی تقریظ ہے۔ آغا بزرگ تہرانی نے رجال سید ابی الحسن کے عنوان سے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۶ـالحاشية علي القوانين؛

۷ـالانفغالية(في انفعال ماء القليل علي خلاف قول ابن ابي عقيل)؛

۸ـشرح اربعين حديثاً؛

۹ـالحاشية علي الرسائل؛

۱۰ـتعليقات علي منهج اليقين للعلامة الحلي؛

۱۱ـرسالة في نجاسة الماء القليل؛

۱۲ـرسالة في تغير الماء التقديري؛

۱۳ـرسالة فاقدة المثال (في اعتبار روية الهلال و عدمه قبل الزوال)؛

۱۴ـرسالة في تخلل الرد بين الايجاب والقبول؛

۱۵ـرسالة حرمة النظر الي الاجنبية؛

۱۶ـرسالة في احوال الائمة المعصومين؛

۱۷ـالرحيق المختوم في احوال بحرالعلوم؛

۱۸ـالتقريب في شرح التهذيب؛

۱۹ـشقائق الحدايق وحدائق الرقائق؛

۲۰ـتعليقات شرح كبير؛

۲۱ـنعمة الورقائ.[1]

---

[1]ـ الذریعه ج ۴ ص ۱۴۲، ۱۶۰، ج ۷ ص ۱۰۷، ۲۸۳ ج ۱۰ ص ۹۲؛ اعیان الشیعه ج ۹ ص ۴۳۰؛ تذکره بے بہاء ص ۲۵ـ۳۱؛ نقباء البشر ج ۱ ص ۳۹ـ

﴿۱۱۶﴾

سید رضی شاہ رضوی

(۱۳۱۳ھ)

فاضل نبیل علامہ جلیل سید رضی شاہ رضوی کی ولادت لکھنؤ میں علامہ حاج سید مہدی شاہ رضوی کے گھر ۱۲۸۹ھ کو ہوئی۔ آپ سید مہدی شاہ صاحب کے چھوٹے فرزند تھے اور آپ کے نانا مرجع بزرگ آیت اللہ سید علی شاہ رضوی کشمیری تھے۔ آپ نے تعلیم کے ابتدائی مراحل گھر میں طے کرنے کے بعد بغرض تکمیل فقہ و اصول فقہ نجف اشرف کی طرف رُخ کیا اور یہاں مجتہدین عظام کے درس خارج میں شریک ہوتے رہے۔ ذہین اور جید عالم ہونے کے علاوہ اعلیٰ اخلاقی و انسانی اصولوں کے نمونہ تھے۔ موصوف نے اپنے والد کی زندگی میں ہی مرض تپ میں مبتلا ہو کر فقط چوبیس سال کی عمر میں نجف اشرف میں تحصیل کے دوران ۱۳۱۳ھ کو رحلت فرمائی اور ان کا مدفن حرم امیر المومنین کے صحن شریف میں باب طوسی سے داخل ہو جانے کے بعد داہنی طرف پہلے والے حجرے میں ہے۔ نواب صاحب نے یہ قطعہ وفات تحریر فرمایا ہے:

پدر را بدست رنج دلي
فقيه وحيد آه سيد رضي

(۱۳۱۳ـ) [۱]

---

[۱] ـ تذکرہ بے بہاء ص ۳۵۵ـ۳۵۶؛ نقباء البشر ص ۷۸۶ـ۷۸۵ـ

﴿۱۱۷﴾

سید مہدی شاہ رضوی

(۱۳۱۴ھ)

السيد مهدي بن السيد محمد بن السيد كرم الله بن السيد رضي بن السيد حبيب الله بن السيد مهدي بن السيد محمد بن مير السيد ابي الحسن بن السيد سلام الله بن السيد شاه ميرزا بن السيد عزالدين بن السيد محمد بن السيد سلطان احمد بن السيد ابوالبقاء بن السيد محسن بن السيد مرسل بن السيد فريدون صائم بن السيد سلطان أُويس بن السيد عطاء الله بن السيد محمد هاشم بن السيد فخر الدين بن السيد عبد الرزاق بن السيد محمد بن السيد علاؤ الدين بن السيد اسماعيل بن السيد ابراهيم بن السيد محمد صالح بن السيد احمد بن السيد ابو احمد موسيٰ المبرقع بن الامام محمد الجواد عليهم السلام.[1]

---

[1] اُستاد محترم علامہ سید جلالی نے ان کا شجرہ نسب تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ یوں نقل کیا ہے:

السيد مهدى بن السيد محمد بن السيد كرم الله بن السيد رضي بن السيد حبيب الله بن السيد مهدي بن السيد محمد بن السيد ابي الحسن بن السيد سلام الله بن السيد شاه ميرزا بن السيد محمد بن السيد محمد بن السيد محمد (لگتاہے یہاں کاتب سے سہو ہوگیا ہے اس نے ایک ہی نام تین مرتبہ دہرایا ہے) بن السيد سلطان بن السيد ابي البقاء بن السيد صقربن السيد محزن بن السيد ابراهيم بن السيد علاء بن السيد محمد بن السيد اسماعيل بن السيد فريد بن السيد اويس بن السيد عطاء الله بن السيد عباس بن السيد فخر الدين بن السيد عبد الرزاق بن السيد محمد بن السيد علاء بن السيد اسماعيل بن السيد ابراهيم بن السيد صالح بن السيد احمد نقيب بقم بن السيد محمد الاعرج بن السيد احمد بن السيد موسيٰ المبرقع بن الامام محمد الجواد عليهم السلام

(جریدۃ النسب ص۱۲۱)

علامہ حاج سید مہدی شاہ رضوی ۱۴رجب ۱۲۳۳ھ کو کشمیر میں پیدا ہوئے۔ مقدمات کی تکمیل کے بعد نواب سعادت علی خان صاحب فرمانروائے اودھ کے عہد میں لکھنو تشریف لے گئے۔ جہاں مفتی سید محمد عباس شوستری (م۱۳۰۶ھ)، علامہ سید علی شاہ رضوی (م۱۲۶۹ھ) اور سید العلماء سید حسین نقوی (م۱۲۷۳ھ) سے تلمذ رہا۔ پھر عراق میں ملا حاج سید اسماعیل طباطبائی اصفہانی اور شیخ محمد حسن صاحب جواہر الکلام (م۱۲۶۶ھ) سے بھی فیض پایا۔ متعدد مرتبہ حج وزیارات ائمہ طاہرین سے مشرف ہوئے۔

آپ کا عقد علامہ سید علی شاہ رضوی کی دختر سے ہوا تھا۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ آپ عالم متبحر اور جلیل القدر فقیہ تھے۔ ادب، ریاضی، ہیئت، اقلیدس، کلام، منطق، فقہ، اصول، فقہ اور تجوید جیسے علوم وفنون کے ماہر تھے۔ مولانا رضوی عبادت اور زہادت میں بھی شہرہ آفاق تھے۔ پٹنہ عظیم آباد (ہند) آپ کی تبلیغ کا مرکز تھا۔ آپ نے وہیں پر ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۱۴ھ میں انتقال فرمایا اور یہیں پر دفن ہوئے۔ ان کے تلامذہ میں سے علی محمد شاد عظیم آبادی کا نام لیا جاتا ہے۔ نواب صاحب نے تاریخ وفات اس طرح نظم فرمائی ہے۔

پار سال آه بديد غم جانكاه مير
ساكن خطه كشمير شريعت آگاه
بهمان صدمه روحي به جمادي الاخريٰ
حاليا رفت جان سيد ما مهدي شاه

(۱۳۱۴ھ)

اولاد

۱۔ سید مرتضیٰ شاہ (دیکھئے احوال)؛
۲۔ سید رضی شاہ (دیکھئے احوال)۔

آثار

۱۔تعليقات علي شرح اللمعة؛

۲۔تعليقات علي القوانين؛

۳۔تعليقات علي شرايع الاسلام؛

۴۔الحاشية علي الارشاد للعلامة؛

۵۔تعليقات علي شهامة الادراك؛

۶۔الكشكول مسمي به فيض جاري۔[1]

﴿۱۱۸﴾

شیخ حسن

(ح۔۱۳۱۵ھ)

مولانا شیخ حسن علوم اہلبیت حاصل کرنے کے لیے کشمیر سے عراق گئے۔ یہاں مختلف علماء سے فیض پایا۔ سامراء میں سرکار آیت اللہ العظمٰی سید محمد حسن مجدد شیرازی (م۱۳۱۲ھ) سے بھی استفادہ کیا۔ ان کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین آیت اللہ العظمٰی میرزا محمد تقی شیرازی (م۱۳۳۸) کے شاگرد ہوئے۔آپ موصوف کے قریبی ساتھیوں میں شمار ہوتے ہیں۔

مولانا شیخ حسن نے تبت اور اس کے گرد و نواح میں کافی زحمت برداشت کر کے لوگوں کو اسلامی تعلیم دی اور وقت مرگ تک تبلیغی خدمات آیت اللہ شیرازی کے نمائندہ کی حیثیت سے انجام دیتے رہے۔آپ حدوداً ۱۳۱۵ھ کو غالباً تبت میں ہی فوت ہوئے۔[2]

---

[1]۔ تذکرہ بے بہاء ص۳۰۰۔ ۳۰۶؛ مطلع انوار ص ۶۴۹؛ فصل الخطاب ص۵۔۶؛ جریدۃ النسب ص۱۲۱؛ تکملۃ نجوم السماء ج۲ ص۱۸۷۔۱۹۱۔

[2]۔ نقباء البشر ج۱ ص۳۷۴۔

﴿۱۱۹﴾

محمد رضا طہرانی

(بعد ۱۳۱۶ھ)

شیخ محمد رضا طہرانی بن محمد جعفر طہرانی علامہ زمان فاضل دوران اور عالم متبحر تھے۔ شیخ آغا بزرگ تہرانی نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

«هو الشيخ محمد رضا بن محمد جعفر الطهراني عالم اديب و فاضل بارع.»

صاحب الذریعہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نجف سے ہندوستان ہجرت کی اور یہیں مقیم ہوگئے۔ لیکن راقم کہتا ہے کہ انہوں نے کشمیر میں رہائش اختیار کی تھی چنانچہ ان کی ایک تقریظ علامہ مولوی حیدر علی انصاری کی کتاب "بالقرة في تحقيق الغرة" پر ملتی ہے جو انہوں نے ماہ محرم ۱۳۱۶ کو وادی میں تحریر فرمائی تھی۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے ۱۳۱۶ھ کے بعد انتقال فرمایا ہوگا۔ نہ کہ ۱۳۱۰ھ کے آس پاس جیسا کہ ہمارے استاد محترم علامہ سید محمد حسین جلالی دام ظلہ نے لکھا ہے۔

آثار

ابطال التناسخ (فارسی)؛ اس کتاب کا خطی نسخہ آیت اللہ مرحوم حاج سید محسن جلالی کشمیری کے کتب خانہ میں ہے جو سید فضل علی شاہ داد شاہ نے بتاریخ ۲۹ رمضان ۱۳۵۷ھ لکھا ہے۔ مطبوعہ [1]

---

[1] نقباء البشر ج ا ص ۷۴۳؛ الذریعہ ا ص ۶۷؛ فہرس التراث ج ۲ ص ۲۱۰؛ بالقرۃ فی تحقیق الغرۃ ص آخر۔

﴿۱۲۰﴾

ابوالحامد منشی حسن

(بعد ۱۳۱۸ھ)

ابوالحامد منشی حسن فرزند منشی علی محلّہ ناؤپورہ (سرینگر) میں سکونت کرتے تھے۔ آپ نے پہلی مرتبہ کشمیر میں انگریزی تعلیم حاصل کی اور مغربی لباس بھی زیب تن کیا تاکہ مغربی علوم کے بارے میں لوگوں میں پائی جانے والی غلط فہمی دور ہو۔

آپ نے مرزا احمد قادیانی سے اُس کے دعویٰ کی تردید میں خط و کتابت بھی کی تھی اور آخری خط کا جواب نہیں ملا۔ منشی حسن بعد ۱۳۱۸ھ فوت ہوئے۔ مرحوم منشی محمد اسحاق آپ کے فرزند تھے۔

آثار

۱۔رسالة ترجمة الصلوٰة **(کشمیری فقہ)**؛ طبع: امر تسر پنجاب ۱۳۱۸ھ۔

۲۔میزان التحقیق **(اُردو کلام) (۲ جلد)**؛ جلد اول عیسائیت کے رد میں اور جلد دوم میں فرقہائے اسلامی سے متعلق تبصرہ ہے۔ مطبوعہ۔

۳۔آئینہ هیئت **(فارسی ہیئت)**؛ مطبوعہ۔

۴۔ عصمت الانبیاء **(اُردو عقائد)**؛ یہ کتاب رسالہ نبی معصوم کے جواب میں ہے۔ غیر مطبوعہ۔

۵۔ لغات کشمیر (اُردو فارسی)؛ غیر مطبوعہ۔

۶۔ترجمه توبة النصوح **(کشمیری)**؛ غیر مطبوعہ۔

۷۔ ترجمہ جامع عباسی (کشمیری فقہ)؛ غیر مطبوعہ۔

۸۔حیات امیر المؤمنین (اُردو تذکرہ)؛غیر مطبوعہ۔[1]

﴿۱۲۱﴾

سید محمد مرتضٰی رضوی

(۱۳۲۳ھ)

آیت اللہ سید مرتضٰی رضوی روز جمعہ ۸ ربیع الثانی ۱۲۶۸ھ کو کشمیر میں پیدا ہوئے۔[2] آپ کے والد علامہ حاج سید مہدی شاہ رضوی (م۱۳۱۴ھ) اور والدہ مولانا سید علی شاہ (م۱۲۶۹ھ) کی دختر تھیں۔ابتدائی تعلیم اپنے والد اور فضلائے کشمیر سے حاصل کر کے لکھنؤ گئے۔ یہاں اپنے ماموں علامہ سید ابوالحسن رضوی (م۱۳۱۶ھ) مفتی سید محمد عباس شوستری (م۱۳۰۶ھ) اور مولوی تفضل حسین صاحب کے پاس زانوئے تلمذ تہہ کیا۔آپ کی استعداد پر نہ صرف طلبہ بلکہ اکابر دین تک تعجب کرتے تھے۔آپ کی عمر چودہ یا پندرہ سال سے زیادہ نہ تھی جب آپ کا قیام ہند میں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کم سنی میں اکثر علوم وفنون میں صاحب تصنیف و تالیف تھے۔

جب لکھنؤ کی علمی فضا تنگ محسوس ہونے لگی تو اپنے ماموں کے ساتھ تقریباً ۱۲۸۴ھ میں عتبات عالیات تشریف لے گئے اور آیات عظام شیخ محمد حسین کاظمی، میرزا حسین خلیلی، میرزا حبیب اللہ رشتی، شیخ زین العابدین مازندرانی، فاضل اردکانی اور میرزا سید محمد حسن شیرازی سے کسب فیض کیا۔ کسی شخص نے آیت اللہ شیرازی سے پوچھا تھا کہ آیا سید محمد مرتضٰی کشمیری مجتہد مطلق ہیں؟آپ نے کہالاریب فیہ اور فرمایا تھا کہ میں معتقد ہوں ان سید سلمہ کا اور آبدیدہ ہوئے تھے۔ نجف میں تعلیم سے فراغت پاکر آپ کربلا گئے اور یہاں درس وتدریس کے علاوہ رواق حرم حضرت سید الشہداء میں امام جماعت مقرر ہوئے۔

---

[1]۔ چودھویں صدی ص ۱۱۰۔۱۱۱؛ترجمۃ الصلوٰۃ ص ۸۔

[2]۔ مولانا سید محمد حسین نوگانوی صاحب نے ان کا تولد لکھنو لکھا ہے۔(تذکرہ بے بہاء، ص ۳۶۵۔)

آپ کے خال محترم علامہ علامہ سید ابوالحسن رضوی نے اپنے والد کی سوانح حیات میں تحریر فرمایا ہے کہ اُن کی دختری اولاد میں سے العالم العامل الربانی والفقیہ الکامل الصمدانی والنورالساطع الشعشانی علم التقی جناب سید مرتضٰی النجفی ہیں۔ آپ اخبار زمانہ میں بڑے نیک اور جامع ہیں۔ عقلیات و نقلیات و طبیعات و ریاضت کے اور معرفت اخبار میں اس مرتبہ پر فائز ہیں کہ سوائے آپ کے کوئی اس مرتبہ پر نہیں پہنچا۔ علامہ سید ابوالحسن نے بالکل بجا لکھا ہے۔ سید مرتضٰی علماء کے سردار اور سرزمین کشمیر کے خورشید تھے۔ ایران و عراق کے علماء میں ان کا ثانی نہ تھا۔ خاص و عام انہیں بے حد عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

تمام صفات حمیدہ اور خصائل پسندیدہ سے متصف اور اپنے عہد میں اعبد، ازہد، اعلم، اتقی، اکرم، امجد اور اوحد تھے۔ فقہ و اصول فقہ میں مسلم الثبوت مجتہد تو تھے ہی لیکن حدیث، درایت، رجال، منطق، ہیئت، فلسفہ اور ریاضی جیسے علوم پر بھی بڑی قدرت رکھتے تھے۔ آپ کا شمار اعاظم عارفین شیعہ میں ہوتا ہے۔ آپ ایک معجزے سے کم نہ تھے اور یقیناً آپ آیاتِ الٰہی میں سے آیت کبریٰ اور طہارت، شرافت عبادت اور زہادت میں بے نظیر تھے۔ آیت اللہ بہجت (م ۱۴۳۰ھ) سے نقل ہوا ہے کہ مرحوم آیت اللہ حاج آقا حسین قمی جب زہد میں کسی کی مثال دینا چاہتے تھے تو آقا سید مرتضٰی کشمیری کی مثال دیتے تھے۔ مرحوم علامہ شیخ حسن علی نے جب آقا سید مرتضٰی کے فرزند علامہ سید محمد کو مشہد میں دیکھا تھا تو کہا تھا کہ آپ کے والد اتنی بزرگ ترین شخصیت تھے کہ اگر (مثلاً) ادعای امامت کرتے تو میں بلا دلیل اطاعت کرتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو طی الارض جیسی کرامت حاصل تھی۔ علمائے اعلام نے آپ کے بہت زیادہ کرامات نقل کئے ہیں جنہیں یہاں بیان کرنا ممکن نہیں۔ البتہ ہم یہاں اختصار کے ساتھ چند کرامات بیان کریں گے۔

۱۔ نواب فتح علی خان اپنے عم محترم جناب نوازش علی خان کے ہمراہ لاہور سے کربلا گئے۔ جب نواب فتح علی خان نے واپسی کا ارادہ کیا تو آقا سید مرتضٰی نے روک کر کہا کہ ابھی آپ کا جانا مناسب نہیں ہے۔ انہوں نے وجہ پوچھی مگر سید صاحب خاموش رہے۔ نواب صاحب جانے پر بضد ہوئے تو علامہ نے فرمایا کہ اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو چلے جایئے آپ کو اختیار ہے۔ لیکن ایک امر عظیم ہے۔ نواب صاحب

چلے گئے اور جب کاظمین پہنچے تو خبر آئی کہ نوازش علی خان صاحب سخت بیمار ہوگئے ہیں۔ فتح علی خان کو حیرانگی ہوئی، کہ وہ تو اچھے خاصے تھے، اور علالت کا کوئی اثر بھی نہ تھا۔ یہ کیسے ہوا؟ ابھی فتح علی خان صاحب کاظمین میں ہی تھے کہ نواب صاحب کے انتقال کی خبر سنی اور جب واپس کربلا پلٹے تو تجہیز و تکفین میں بھی شرکت نہ کر پائے۔ پھر معلوم ہوا کہ آقا سید مرتضیٰ نے انسے کیوں رکنے کے لیے کہا تھا۔

۲۔ سید محمد نصیر آبادی روایت کرتے ہیں کہ نواب مولوی اصغر حسین مجاور کربلا اس قدر علیل ہوئے کہ بچنے کی کوئی اُمید نہ تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک باغ کے اندر عالیشان عمارت ہے۔ میں نواب صاحب کی علالت کی وجہ سے پریشان ہوں اور جوں ہی اُس مکان سے باہر آنے کا قصد کیا تو ایک آواز آئی سید محمد کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے جواب دیا کہ نواب صاحب کے پاس جارہا ہوں وہ مریض ہیں۔ اس نے کہا مرتضیٰ شاہ صاحب کو دعا کرنے کے لیے کیوں نہیں کہتے وہ بھی اس مکان میں ہیں۔ میں وہاں گیا تو انہیں مصلیٰ پر مصروف تعقیبات پایا۔ بعد سلام میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نواب صاحب کی شفایابی کے لیے دعائے خیر فرمائیں۔ خواب سے چونکا تو اذان صبح ہو رہی تھی۔ بعد نماز نواب صاحب کی عیادت کے لیے ان کے گھر گیا تو آقا سید مرتضیٰ کو وہاں پایا۔ میں بہت خوش ہوا اور مجھے نواب صاحب کی صحت کا یقین ہوگیا۔ میں نے پورا خواب آقا سید مرتضیٰ صاحب کو سنایا تو جناب کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں اور فرمایا یہ شاید آپ کی نظر کی غلطی ہے۔ اچھا یہ سب کچھ کسی سے مت کہنا۔ انہوں نے دعا کی اور نواب صاحب تندرست ہوگئے۔

آیت اللہ آقا علی قاضی فرماتے تھے کہ سید مرتضیٰ حرم میں صرف دو رکعت کے اندر ختم قرآن کرتے تھے۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ ہر روز انا انزلناہ ایک ہزار مرتبہ پڑھتے تھے اور ہمیشہ دو رکعت میں ہزار دفعہ سورہ قل اللہ پڑھتے تھے۔ آپ کے سجدے اس قدر طویل ہوتے تھے کہ سردیوں کے موسم میں آپ کے اوپر کمبل اڑھائی جاتی تھی تاکہ سردی نہ لگے۔

آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ نجف میں صرف کیا۔ تصنیف و تالیف اور درس و تدریس میں آخری سانس تک مشغول رہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی تالیفات سے صندوق بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے

ہزاروں علماء کی تربیت فرمائی اور عراق، ایران، ہندوستان اور پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک کے مجتہدین کو شرف تلمذ بخشا۔ ان کے دسیوں شاگرد مرجعیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ آخری عمر میں آپ زیادہ تر بیمار رہتے تھے۔ علاج کی غرض سے نجف سے کربلا اور وہاں سے بغداد بھی لے جایا گیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بغداد سے واپسی پہ کلمہ شہادتین اور اسمائے معصومین کا ورد کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ اسی عالم میں یہ سورج ۱۴ شوال ۱۳۲۳ھ کو غروب ہوا۔ آپ کربلائے معلیٰ میں درزینبیہ کے قریب والے حجرے میں دفن ہوئے۔ آیت اللہ سید محمد باقر نے وفات پر ایک طویل مرثیہ نظم فرمایا ہے جو تکملہ نجوم السماء میں درج ہے۔ مولوی محمد صاحب نے تاریخ وفات یوں بیان کی ہے۔

راس الهداية قد تساقط صارخا

حلت رزيته علي الاسلام

اولاد

۱۔ سید محمد رضوی (دیکھئے احوال)؛
۲۔ سید علی نقی رضوی۔

آثار

۱۔حاشية علي القوانين؛
۲۔حاشية علي الرياض؛
۳۔حاشية علي شرح الهداية؛
۴۔حاشية علي اللمعة؛
۵۔حاشية علي تقويم المحسنين؛
۶۔رسالة في الهندسة؛
۷۔شرح علي تحرير سلطان الحكماء؛
۸۔شرح علي الاسطرلاب للبهائي؛
۹۔تعليقة علي شرح التهذيب؛
۱۰۔رسالة في الهيئة؛
۱۱۔شرح المنهاج للكلباسي؛
۱۲۔تعليقة علي رسالة ابن فهد الحلي؛
۱۳۔تعليقة علي امل الآمل؛
۱۴۔تعليقة علي خلاصة الحساب؛

۱۵۔تعليقة علي دراية الشهيد؛

۱۶۔تعليقة علي منتخب الاتحاف؛

۱۷۔تكمله رسالة الكرللبهائي؛

۱۸۔كشف الضماير؛

۱۹۔تعليقةعليالبدرالمشعشع للنوري؛

۲۰۔اعلام الاعلام.

اس کتاب کو آغا بزرگ تہرانی نے رجال السید مرتضیٰ کے نام سے بھی تحریر کیا ہے۔ کتاب کا مسودہ علامہ سید محمد باقر رضوی کے پاس لکھنؤ میں موجود تھا جیسا کہ انہوں نے صاحب الذریعہ کو بولا تھا۔[1]

﴿۱۲۲﴾

سید ابوالقاسم رضوی

(۱۳۲۴ھ)

السيد ابوالقاسم الرضوي بن السيد الحسين بن السيد النقي بن السيد علي بن السيد ابي الحسن بن الحاج السيد محمد بن السيد حسين القمي.

فاضل ہندی علامہ سید ابی القاسم رضوی کا اصل وطن کشمیر تھا۔ ان کے والد سید حسین رضوی وادی کے ایک خوبصورت علاقہ احمد پورہ میں رہائش پذیر تھے اور اکثر پشمینہ کی تجارت کے لیے لکھنو جاتے تھے۔ اسی زمانے میں فاضل ہندی ۱۲۴۹ھ میں فرخ آباد یوپی میں پیدا ہوئے۔[2] تعلیم کا آغاز گھر پر ہی کیا اور اپنی ذہانت اور محنت سے بہت لیاقت پیدا کرلی۔

---

[1]۔ منار الہدیٰ ص ۲۱۳۔ ۲۱۴؛ الذریعہ ج ۱۰ ص ۱۰؛ فہرس التراث ج ۲ ص ۲۴۷؛ مطلع انوار ص ۶۳۵۔ ۶۳۶؛ تکملہ نجوم السماء ج ۲ ص ۲۱۹۔ ۲۴۸؛ تذکرہ بے بہاء ص ۳۶۵۔ ۳۶۸۔

[2]۔ مرحوم علامہ سید مرتضیٰ حسین نے مطلع انوار ص ۶۵ اور مفتی شفیق الرحمٰن خان صاحب نے قصة الثقافة الاسلامية في كشمير ص ۹۱ میں بحوالہ نزہۃ الخواطر لکھا ہے کہ مولانا سید ابوالقاسم کے والد سید حسین قم سے کشمیر منتقل ہوئے تھے۔ جب کہ یہ درست نہیں۔ دراصل یہ چوک نزہۃ الخواطر میں دھر آئی ہے اور باقی تمام مؤلفین نے اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے اسی بات کو من و عن نقل کیا

یہاں تک کہ لکھنو کے شہرت یافتہ اور ممتاز اساتذہ بالخصوص سلطان العلماء علامہ سید محمد نقوی اور سید العلماء علامہ سید حسین نقوی کے شاگرد ہوئے۔ اور برصغیر کے معیار علم کے آخری درجہ پر فائز ہوئے۔ مزید تعلیم کے شوق نے انہیں لکھنؤ چھوڑنے پر مجبور کیا اور عتبات عالیات کے سفر کے قصد سے لاہور آگئے۔ اس شہر کے رئیس اعظم نواب علی رضا خان قزلباش ان کے علم و فضل اور تقویٰ و پرہیزگاری سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے لاہور میں قیام کرنے پر بے حد اصرار کیا۔ آپ نے اس پیش کش کو قبول کرلیا اور یہیں مقیم ہوگئے۔ مگر تحصیل علم کے جذبے نے آپ کو لاہور میں بھی چین سے بیٹھنے نہیں دیا اور نواب نوازش علی خان اور نواب ناصر علی خان کے ہمراہ حج بجالا کر آخرکار وارد عراق ہوئے۔

یہاں انہوں نے افقہ الفقہاء علامہ شیخ مرتضیٰ انصاری اور رئیس العلماء ملا حسین المعروف بہ فاضل اردکانی کے دروس خارج میں شرکت کرکے ان سے اجازہائے اجتہاد حاصل کئے اور دونوں آیات عظام نے انہیں فاضل ہندی کا لقب دیا۔ پھر آپ نے ایران میں شیراز، قم، کرمان، اصفہان اور مشہد کے اعاظم علماء و مجتہدین سے تبادلہ خیال اور علمی مباحثے کئے اور ان میں سے بھی کئی مجتہدین نے اجتہاد کے اسناد عطا فرمائے۔ اس مختصر سفر کے بعد آپ واپس لاہور چلے آئے۔

لاہور میں مذہب اہل بیت کو فروغ دینے میں جس شدت سے آپ نے محنت کی وہ دوسرے علماء کے لیے قابل رشک ہے۔ اس شہر میں علمی سرگرمیوں کے محرک اول مولانا سید ابی القاسم ہی قرار پائے۔ چنانچہ آپ نے اہل ثروت کی مدد سے موچی دروازہ میں مسجد و مدرسہ تعمیر کیا اور جمعہ و جماعت کا آغاز فرمایا۔ نواب صاحب مدرسہ کے مصارف خود برداشت کرتے تھے اور اس سلسلہ میں انہوں نے وقف بھی قائم کیا۔ اور اس کے علاوہ انہوں نے آپ کی تحریک پر علی رضا آباد، پشاور اور کئی دیگر مقامات پر مسجدیں اور امام باڑے تعمیر کروائے۔ ائمہ طاہرین علیہم السلام کی ولادت و وفات کی مجالس ہونے لگیں۔ محرم میں

ہے۔ صحیح یہ ہے کہ میر سید حسین قمی جن کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ سید ابوالقاسم کے جد اعلیٰ تھے۔ وہ عہد سکندری میں تبلیغ اسلام کی خاطر قم (ایران) سے کشمیر آئے تھے۔

روضہ خوانی کے علاوہ آپ خود عزاداروں سے خطاب فرماتے تھے اور ہر ہفتے تبلیغی مجالس کا انعقاد کرتے تھے۔اس وجہ سے پنجاب اور سندھ میں ایمانی رونق کو چار چاند لگ گئے۔

قرآن سے والہانہ عقیدت نے انہیں تفسیر نویسی کی طرف راغب کیا۔ اس کے لیے انہوں نے خصوصی اہتمام فرمایا اور لوامع التنزیل نامی تفسیر لکھنا شروع کی۔ مگر افسوس کہ زندگی نے وفانہ کی اور فقط تیرہ پاروں کی تفسیر کر پائے۔ مگر آپ کے فرزند آبرومند علامہ دھر سید علی حائری صاحب نے اس کو تکمیل کے قریب ہی پہنچایا تھا کہ وہ بھی فوت ہوگئے۔ اس تفسیر سے پدر و پسر دونوں کی عظمت ظاہر ہے۔ مولانا سید رضوی نے ایک ہفتہ قبل اپنے وفات کی پیشن گوئی کی تھی اور اپنے بیٹے کو حسب ذیل وصیتیں کیں:

۱۔اے میرے فرزند مرنا برحق ہے۔ خیر عواقب امور کے لیے ہمیشہ دعا کرنی چاہیے۔

۲۔زہد و تقویٰ من اللہ رکھنا چاہیے۔

۳۔ہمیشہ تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور حرام چیزوں سے پرہیز لازم ہے۔

۴۔دین کو دنیا پر مقدم رکھنا چاہیے۔

۵۔ میری میت پر جہال عوام الناس کی طرح گریہ وزاری نہیں ہونی چاہیے بلکہ تسبیح و تحلیل و تمجید رب المجید اور صلوٰۃ سے کام لیں۔

۶۔ کتب خانہ ضایع نہ ہونے پائے۔

۷۔ بارہ جلدوں میں سے جو چھ غیر مطبوعہ ہیں ان کی طباعت کی کوشش کی جائے اور باقی تمام عمر کو اس تفسیر کی اٹھارہ جلدوں کے مرتب کرنے میں صرف کردو۔

مولانا سید ابوالقاسم نے اپنی پُربرکت عمر میں بیش بہا اور نادر کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا تھا جن میں اکثر کتابیں علوم تفسیر پر مبنی تھیں اور آپ کے بیٹے نے حسب وصیت اس کتب خانہ کی حفاظت اور نگہداشت کے لیے ہر ممکن اقدامات کیے۔ مگر افسوس صد افسوس ان کی وفات کے بعد یہ ضائع ہوگیا۔آپ نے ۱۳ محرم کی مجلس میں نواب صاحب کے یہاں شرکت کی۔

۱۴ محرم کی شب کو آقای سید علی نے خواب دیکھا کہ نواب ناصر علی خان مرحوم پالکی میں کربلا سے آئے ہیں اوران کے ساتھ مولانا سید ابوالقاسم بھی ہیں۔ خواب سے بیدار ہوئے تو معلوم ہوا کہ والد صاحب کی طبیعت ناساز ہے۔ احتضار کے وقت درود و استغفار میں مشغول تھے۔ ۱۴ محرم ۱۳۲۴ھ کو انتقال فرمایا۔ کافور و کفن جو عتبات سے مس کر کے لائے تھے۔ اسی سے کفن و حنوط کیا گیاعلامہ حائری نے نماز جنازہ پڑھائی اور گامے شاہ کی کربلا میں دفن ہوئے۔ سید موسیٰ شاہ کلیم لاہوری کا مادہ تاریخ یہ ہے:

عازم خلد شد فقیه جلیل

اولاد

۱۔ سید علی حائری (دیکھئے احوال)؛

۲۔ ابوالمحاسن سید زین العابدین۔

آثار

۱۔معارف الفرقة الناجية والنارية (فارسي عقايد)؛ طبع لاہور ۱۲۹۶ھ

۲۔الابانة عربي كلام؛ غیر مطبوعہ

۳۔ابطال التناسخ أو بطلان النسخ والمنسوخ (فارسي عقائد)؛ طبع: لاہور ۱۳۱۴ھ

۴۔لاتدركه الابصار في نفي روية الله بالانظار (فارسي عقائد)؛ تاریخ تالیف: ۱۲۹۵ھ، طبع لاہور: ۱۳۰۲ھ۔

۵۔لب اللباب في ترجمة الجواب بالصواب في حكم طعام أهل كتاب (فارسي فقه)؛ اس کا ترجمہ مؤلف کے فرزند آقای سید علی نے اُردو میں کیا ہے۔ آغا بزرگ تہرانی نے الذریعہ ج۵ ص۱۷۰ میں اس کتاب کا تذکرہ جواب بالصواب کے نام سے بھی کیا ہے۔ طبع: لاہور ۱۳۱۶ھ۔

۶۔لوامع التنزيل و سواطع التأويل (فارسي تفسير)؛ برصغیر کی بہترین تفسیروں میں ایک تفسیر ہے۔ ہر پارے

کی ایک جلد ہے اور ہر جلد کے ساتھ ایک عالم کی رائے ہے۔ آپ خود صرف بارہ پاروں کی تفسیر کر پائے اور پھر مولانا سید علی حائری نے اس کام کو جاری رکھا۔ طبع: ہند ۱۳۲۶ھ۔

۷۔الخلافة (فارسي عقائد)؛

۸۔نفي رؤية الله (اُردو کلام)؛ طبع ہند۔

۹۔ازالةالغين في رؤية العين (فارسي عقائد)؛ طبع ہند۔

۱۰۔التذكرة في شرح تبصرة (فقه)؛

۱۱-تكليفالمكلفين(فارسي عقائد)؛ جُز اول در بیان اصول،جُز دوم در بیان فروع، طبع: ہند۔

۱۲۔الجبروالاختيار(فارسيعقائد)؛ طبع: ہند۔

۱۳۔جوابلاجواب(فارسي كلام)؛ کتب اہلسنت میں سے اُن احادیث کا بیان جو عزائے امام حسین کو جائز ٹھہراتے ہیں۔

۱۴۔برهان المتعة (فارسي عقائد)؛ تاریخ تالیف: ۱۲۹۵ھ، طبع: لاہور۔

۱۵۔البشريبالحسني(فارسيحديث ۲ جلد)؛ علامہ جلیل سید علی بن شہاب الدین حسینی ہمدانی (م۷۸۶) کی کتاب مودۃ القربیٰ کی شرح ہے۔ مطبوعہ

۱۶۔بطلان النسخ والمسخ (فارسي عقائد)؛ طبع: لاہور ۱۳۱۴ھ۔

۱۷۔التذكرة شرح تبصرة المتعلمين (عربي فقه)؛علامہ شیخ جمال الدین ابی منصور الحسن بن سدید الدین یوسف بن علی مطہر حلی (م۷۲۶ھ) کی کتاب تبصرۃ المتعلمین کی شرح ہے۔

۱۸۔ضياء النسمة (فارسي فقه)؛ طہارت، نماز، روزہ اور ذبائح کے بیان میں، طبع: ہند۔

۱۹۔زبدة العقائد وعمدة المقاصد (كلام)؛

۲۰۔رسالة نفي الجبار؛ مطبوعہ۔

۲۱۔جواب العين؛ مطبوعہ۔

۲۲۔الاركان الخمسة؛ مطبوعہ۔

۲۳۔الانوار الخمسة (اردو فقه)؛

۲۴۔زبدة المعارف؛

۲۵۔حكمة الايلام؛

۲۶۔ارض العتاق؛

۲۷۔برهان شق القمر؛

۲۸۔ برهان البيان؛ *مطبوعہ*۔

۲۹۔رسالة النور؛

۳۰۔ناصر العترة؛

۳۱۔تجريد المعبود؛

۳۲۔الابرازو الاعجاز؛

۳۳۔تعبد مالابد؛ *مطبوعہ*۔

۳۴۔غروب الشمس؛ *مطبوعہ*۔

۳۵۔خلاصةالاصول(عربي اصول فقه)؛

۳۶۔صيانة الانسان؛

۳۷۔اجوبه اسوله نصاري؛

۳۸۔خمس سادات؛

۳۹۔تخريج الآيات؛

۴۰۔الحقائق المدنية؛

۴۱۔عصمة الانبياء؛

۴۲۔رساله نوروز؛

۴۳۔جنة الوافية (۲ جلد)؛

۴۴۔بحث قبله؛

۴۵۔تعليقات علي شرح تجريد للعلامة؛

۴۶۔تعليقات علي تهذيب الاصول للعلامة؛

۴۷۔تعليقات علي شرح للمير عبد الوهاب (عربي)؛

۴۸۔تعليقات علي شرح مبادي الاصول للعلامة؛

۴۹۔تعليقات علي شرح باب حادي عشر (عربي)؛

۵۰۔السادةفي سيادة السادة (فارسي-انساب)؛ *طبع*: لاہور ۱۳۰۸ھ۔[1]

---

[1]۔ الذریعہ ج۱ ص۵۵، ۵۶، ۵۲۹، ج۳ ص۱۰۱، ۱۱۸، ۱۲۸، ۲۲۱ ج۴ ص۲۱، ۴۰۷ ج۵ ص۳۰، ۸۱، ج۱۲ ص ۳۰ ج۱۵ ص۱۳۱ ج۱۸ ص۲۶۷، ۲۹۸، ۳۶۵، ج۲۱ ص۱۹۳ ج۲۴ ص۲۶۸؛ نقباء البشر ج ۱ ص۶۶؛ اعیان الشیعہ ج ۲ ص۴۰۴؛ مطلع انوار ص۶۵؛ تذکرہ بے بہاء ص۳۹۔۴۱؛ السادة فی سیادة السادة ص ۱۴۲؛ تذکرہ علمائے امامیہ پاکستان ص۱۷۔۲۰۔

﴿۱۲۳﴾

محمد عسکری شاہ

(۱۳۲۵ھ)

مولانا محمد عسکری شاہ کشمیری لکھنو میں پیدا ہوئے۔ وہ عالم دوران تاج العلماء علامہ سید علی محمد بن سلطان العلماء سید محمد نقوی (م ۱۳۱۲ھ) کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ علامہ مولوی محمد حسین نوگانوی نے اخبار شیعہ کھجوہ مورخہ اکتوبر ۱۹۰۶ء کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ اس بے وفا زمانہ نے ایک تازہ صدمہ عظیم آباد کے شیعوں کو دے کر انہیں بے چین کر دیا ہے۔ اور اہالی عظیم آباد کی آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہیں۔ افسوس صد افسوس عالم یگانہ فاضل صمدانہ جناب فضیلت مآب حبر العلام بحر القمقام مولانا مولوی محمد عسکری شاہ صاحب ۲۵ ماہ رجب ۱۳۲۵ھ کو پٹنہ میں ہیضہ کے مرض میں مبتلا ہوئے اور فقط دو روز بیماری کی صعوبتیں برداشت کر کے ۲۷ رجب روز دوشنبہ صبح کے وقت راہی جنت ہوئے۔ اپنے احباب اور مومنین عظیم آباد کو ہمیشہ کے واسطے سوگوار چھوڑ گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف کی ذات مغتنم ہی نہیں بلکہ بے نظیر تھی۔

عالم با عمل ہونے کے علاوہ منکسر المزاج اور تقویٰ شعار تھے۔ اور ان خصائل حسنہ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ہرگز اس لائق نہ سمجھا جو اُن کے شایان شان تھا۔ ان کی بلند اخلاقی اور مخلوق خدا سے ہمدردی اس سے ظاہر ہے کہ دو روز عالم علالت میں ہر شخص غریب و امیر محتاج و غنی شیعہ و سُنی۔ یہاں تک کہ اہل ہنود تک بیک قلب و یک جان نہایت ہی سر گرمی سے خدمات کرنا اپنا فخر سمجھتے تھے اور اسے عظیم سعادت تصور کرتے تھے۔ ان کی وفات پر ہنود کا غم منانا سنی و شیعہ کا ایک ساتھ نماز جنازہ کا شرف حاصل کرنا ہر سوادنی واعلیٰ کا اظہار رنج و غم کرنا اور مضطرب الحال ہونا ثابت کرتا ہے کہ وہ وسیع الخلق لوگوں کے غمخوار علم و عمل کے پیکر تھے تاریخ وفات یہ ہے۔

ترک کرد این دار دنیا را دریغ　　　مولوي معنوي شيرين كلام

فاضل بی مثل عالم بی نظیر — بود آں در شهر پتنه پیش امام
اصل آن کشمیر و مسکن لکهنو — عابد و زاهد فقیه نیک نام
گفت هاتف سال فوتش آه آه — عسکري‌ای‌هائی شدجنت مقام

(۱۳۲۵ھ۔)[۱]

﴿۱۲۴﴾

سید محمد حسن رضوی

(۱۳۲۸ھ)

مرجع تقلید مروج شریعت نبوی ﷺ علامہ سید محمد حسن رضوی اپنے والد حجۃ الاسلام سید عبد اللہ رضوی[۲] صاحب کے ساتھ سات سال کی عمر میں کربلا تشریف لے گئے اور اسی شہر بے نظیر کو مسکن بنا کر علوم اہلبیت علیہم السلام کو مولی حسین فاضل اردکانی (م۱۳۰۲ھ) اور مولوی محمد تقی ھراتی کے علاوہ دیگر علمائے عصر سے حاصل کر کے مرتبہ اجتہاد کو پہنچے اور عرفان کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوئے۔

آپ وجیہہ المنظر اور بہت حسین و جمیل تھے۔ آپ کے شاگردوں میں بانی حوزہ علمیہ قم آیت اللہ شیخ عبد الکریم حائری، آیت اللہ شیخ زاہد قمی اور آیت اللہ سید محمد ہادی رضوی کشمیری جیسے اشخاص قابل

۱۔ مرحوم سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل نے آپ کی تاریخ وفات ۲۹ رجب ۱۳۲۹ھ بتلائی ہے جو درست نہیں۔ تذکرہ بے بہاء ص ۳۶۸۔۳۶۶؛ مطلع انوار ص ۵۷۲۔

۲۔ محمد الدین فوق نے تاریخ اقوام کشمیر جلد ۲ ص ۱۷۱ میں لکھا ہے کہ علامہ سید حسین رضوی قمی (مدفن زینہ گیر) کے فرزند ثانی کا نام آغا سید احمد تھا۔ ان کی اولاد کشمیر کے علاوہ مرشد آباد پٹنہ پشاور وغیرہ بلکہ عراق تک کے علاقوں میں موجود ہے۔ عراق میں آغا سید حسن کاشمیری آج سے کچھ عرصہ پیشتر مجتہد عراق کے نام سے مشہور تھے وہ اسی شاخ سے تھے۔ ادھر علامہ سید حسن رضوی کے پوتے آیت اللہ سید عبد الکریم رضوی کے شجرہ نسب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سید حسین قمی کے فرزند سید علی کی نسل سے تھے۔ ہم نے آقا سید حسن رضوی کے والد سید عبد اللہ رضوی کے حالات میں یہ شجرہ نقل کیا ہے۔ دونوں حضرات کے بیان میں تفاوت ہونے کی وجہ سے یہ نقطہ تحقیق طلب ہے۔

ذکر ہیں۔ شیخ عبد الکریم جب ان کے درس میں جاتے تو کہا کرتے تھے کہ میں درس کی طرف متوجہ ہو جاؤں یا ان کے جمال کا دیدار کروں۔ کربلا میں آپ خصوصیت سے فقہ کا درس دیتے رہے۔ ضریح مبارک کے پشت میں جو مسجد ہے اس میں آپ نے تادم مرگ امامت کے فرائض انجام دیئے۔

اس میں شک نہیں کہ آپ صاحب کرامات اور عارفین کے سید و سردار تھے۔ چنانچہ آپ کے جملہ کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ کچھ زائرین کربلا نے آپ سے حضرت علی اصغر علیہ السلام کی قبر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے جواب کے لیے ایک شب کی مہلت مانگی۔ حضرت سید الشہداء علیہ السلام سے متوسل ہوئے۔ عالم خواب (یا مکاشفہ) میں امام عالی مقام کو فرماتے سنا کہ علی اصغر علیہ السلام میرے سینہ پر (یا پاس میں) دفن ہیں اور کل پھر انہیں جواب دیا۔ اس واقعہ کو بعض علماء نے کتب مقاتل میں بھی نقل کیا ہے۔

آیت اللہ سید کاظم یزدی صاحب عروۃ الوثقیٰ[1] جیسے مرجع تقلید اور بیدار محافظ جب مریض ہو جاتے تو علامہ سید حسن رضوی کا لباس پہن کر شفا حاصل کرتے تھے۔ علامہ سید حسن کی عبادت و ریاضت کے بارے میں یہاں تک نقل ہوا ہے کہ وہ اس قدر طولانی سجدے بجالاتے تھے کہ اہل خانہ ان سے قطع امید کرتے اور ان کے اوپر کمبل اڑھاتے تاکہ سردی نہ لگنے پائے۔ نہ صرف عوام بلکہ بڑے بڑے علماء بھی آپ کے زبردست معتقد تھے۔ آیت الحق علامہ سید علی آقا قاضی (م۱۳۶۶ھ) نے انہیں دیکھا تھا اور وہ آپ کی بہت تعریف و تمجید کیا کرتے تھے۔ علامہ شیخ آغا بزرگ تہرانی آپ کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ کان من الأتقیاء الصلحاء والعباد الزہاد صار مرجعاً موجباً عند الخواص والعوام۔ اہل کربلا و ہند اور کشمیر کے بعض لوگ بھی آپ کے مقلد تھے۔ ۶ صفر المظفر ۱۳۲۸ھ کو آخرت کی جانب سفر اختیار کیا اور رواق روضہ حضرت امام حسین (کربلا) میں مسجد کے باہر دفن ہیں جو ضریح کے پیچھے ہیں۔

[1] علامہ سید حسن رضوی کے فرزند آقا سید محمد علی، آیت اللہ یزدی کے داماد تھے۔

اولاد

۱۔ سید مصطفیٰ؛

۲۔ سید محمد حسین؛

۳۔ سید محمد علی۔

آثار

الزبدۃ فی النحو (دستور زبان عربی)؛اس کا نسخہ علامہ تہرانی نے مؤلف کے فرزند سید مصطفیٰ کے پاس نجف میں دیکھا تھا۔[1]

﴿۱۲۵﴾

ملا محمد مہدی بحرینی

(۱۳۲۹ھ)

ملا محمد مہدی کے والد مولوی صادق علی صاحب تھے۔ آپ تقریباً ۱۲۹۱ھ کو سرینگر کشمیر میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کا ابتدائی دورہ مکمل کر کے عراق کا رُخ کیا۔ کربلا، سامرا اور نجف کے مختلف مدارس میں علوم اہلبیت حاصل کئے۔ آپ کے اساتذہ میں آیات عظام مرزا محمد تقی، سید صدر الدین عاملی اور حاجی میرزا حسین خلیلی قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ آپ نے آیت اللہ ملا آخوند خراسانی صاحب کفایۃ الاصول اور آیت اللہ سید کاظم یزدی طباطبائی صاحب عروۃ الوثقیٰ کے دروس خارج میں بھی شرکت فرمائی۔ تکملہ نجوم السماء کے مؤلف مرزا محمد مھدی جب ۱۳۲۴ھ میں عراق گئے تھے۔ تو اس زمانے میں انہوں نے آپ

---

[1]۔ تاریخ اقوام کشمیر ج ۲ ص ۱۷۱؛ آفتاب خوباں ص ۱۷۔ ۱۹؛ جمال آفتاب ص ۱۸۵۔ ۱۸۶؛ نقباء البشر ج ۱ ص ۴۰۸؛ الذریعہ ج ۱۶ ص ۱۲؛ روح ریحان ص ۱۸۔ ۲۰۔

سے وہیں ملاقات کی تھی۔ جیسا کہ انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ میں نے ملا محمد مقیم کی اولادوں میں سے مہدی علی صاحب کو نجف میں پڑھتے دیکھا تھا۔ نجف اشرف سے آپ تقریباً ۱۳۲۵ھ کو لوٹے۔

آپ بلند پایہ عالم ادیب اور متکلم تھے۔ افسوس کہ موت نے آپ کو فرصت نہ دی ورنہ نہ جانے کیا کیا کارنامے انجام دیتے۔ وطن مراجعت کرنے کے بعد آپ صرف چار سال زندہ رہ سکے اور فقط اڑتیس سال کی عمر میں غرہ محرم ۱۳۲۹ھ کو وفات پاگئے۔ بابامزار جڈیبل (سرینگر) میں متصل مسجد دفن ہیں۔

اولاد

شیخ محمد ہادی (دیکھئے احوال)

آثار

۱۔خصال الشیعۃ (فارسی عقائد)؛آغاز:"سپاس بیحد و ستایش بیعد مرخداوند احدي را سزد که از توحیدش درذات" **انجام:**"در حسرت و ندامت براي احقر و ایشان باشد. والسلام علي خاتمه الکلام علي من اتبع الهدي"طبع: **فیض عام پریس** لاہور، ۱۳۲۷ھ باتصحیح علامہ سید محسن علی سبزواری۔

۲۔استفہام عن علماء الاسلام (فارسی۔ عقائد)؛آغاز:"الحمد لله الذي جعل الانبياء معصومين والصلوٰة... الي يوم الدين. اما بعد حينين گويد جامع اين آيات كريمات..."**انجام:**"افتاده"

علامہ مرحوم شیخ محمد ہادی کے کتب خانہ میں ہم نے اس کتاب کا خطی نسخہ ذی القعدہ ۱۴۲۸ھ میں دیکھا تھا۔ یہ کتاب ۲۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی حالت بہتر نہیں ہے اگر بروقت نقل نہ کیا جائے تو اس کے تلف ہو جانے کا خطرہ ہے۔[1]

---

[1]۔ غروب آفتاب ص ۷۔۱۲؛ تکملہ نجوم السماء ص ۴۶۵۔

﴿۱۲۶﴾

حکیم مہدی

(۱۳۳۰ھ)

مولانا حکیم مہدی بن محمد کشمیری کی ولادت لکھنؤ میں ہوئی۔ علامہ مفتی سید محمد عباس شوستری کے علاوہ معاصر علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور حکیم مظفر حسین صاحب سے فن طبابت سیکھا۔ زندگی بھر درس و تدریس اور بیماروں کی خدمت کی۔ آخر کار ۲۲ رمضان ۱۳۳۰ھ (۱۹۱۲ء) کو راہی جنت ہو کر لکھنو میں پیوند خاک ہوئے۔[1]

﴿۱۲۷﴾

میرزا محمد مہدی

(۱۳۳۰ھ)

مولانا میرزا محمد مہدی فرزند میرزا محمد علی صاحب نجوم السماء نے ۲۹ رمضان المبارک ۱۲۸۲ھ میں ولادت پائی۔ مقدمات اپنے پدر کے پاس پڑھے۔ پھر فردوس مآب علامہ سید حامد حسین صاحب عبقات الانوار، مفتی سید محمد عباس موسوی جزائیری، سید محمد ہادی نقوی لکھنوی اور سید محمد مہدی مصطفےٰ آبادی معروف بہ ادیب سے کسب فیض کیا۔ نیز علوم طب حکیم شیخ محمد حسین سے پڑھے اور چودہ سال ان کے مطب میں بیٹھے۔ ان کی وفات کے بعد اپنا مطب قائم کیا اور بہت مشہور ہوئے۔

آپ نے جو علوم پڑھے ان میں مہارت کامل حاصل فرمائی۔ تین دفعہ زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ ۱۳۰۸ھ میں عراق اور پھر ۱۳۲۱ھ میں دوبارہ عراق اور ایران کا بھی سفر کیا۔ ۱۳۲۴ھ میں آخری

۱۔ مطلع انوار ص ۶۵۱؛ نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۴۸۳۔

مرتبہ عراق گئے۔ ان مبارک اسفار میں علمائے ایران و عراق کے دیدار سے مشرف ہوئے اور ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرنے کا موقعہ بھی حاصل کیا۔

تمام عمر درس وتدریس، طبابت اور تصنیف و تالیف میں گذاری۔ آپ نے لکھنو میں ایک طبّی مدرسہ "معیار طب" کے نام سے جاری فرمایا اور یہاں درس دیتے رہے۔ ۲۱ ماہ رمضان ۱۳۳۰ھ کو اس جہاں فانی سے کوچ کرگئے۔ آپ حسینہ غفرانمآب میں محو آرام ہیں۔ آپ کے برادر فاضل نے یہ تاریخ وفات نظم فرمائی ہے۔

اخي محترم من سبق آموز علوم
آن كه از عزت او پايه من بود قوي
آن كه در سبحه من بود امام اول
آن كه در رشته من بود بهين درّ سني
رفت بربست به بيست ويكم ماه صيام
زين‌خرابات جهان رفت به دربار علي
نقش زد بر لحدش خانه خونبار عزيز
قايم دار بقاء گشت محمد مهدي

(۱۳۳۰ھ)

آثار

۱۔تکملة نجوم السماء **(فارسی تذکرہ)**؛**نجم ثالث**: **قسمت اول**،**آغاز**:جناب مفاخرنصاب معالي آداب زين العلم والآداب قرن الفخر والنسل....."**انجام**:"وهمراه آن يك رساله پسرشان هم است اسم گرامي پسر شيخ موصوف بولد الحاج الشيخ باقر المتوفي

۱۳۰۱ھ"اس حصہ کی ابتداء مولانا عصمۃ اللہ کے حالات سے ہوتی ہے اور انجام شیخ محمد تقی اصفہانی پر ہے۔

نجم ثالث: قسمت دوم،آغاز:"الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علي محمد و آله الطيبين الطاهرين... امابعد مي‌گويد خادم الاطباء ميرزا محمد مهدي كه كتاب نجوم السمائ..."انجام:"كه شد آن زبده قراء و حفاظ داخل جنت هوي سلطان دين به جنت مولوي جعفر علي باشد."یہ نجم علامہ ملا محمد ماہ ابو گامی سے شروع ہو کر سید حسین امروہی پہ ختم ہوتا ہے۔

نجم چہارم:آغاز:"الحمد الله و كفي و الصلوٰة والسلام علي محمد المصطفيٰ وصهره و ابن عمه شمس الضحيٰ. اما بعد اين نجم چهارم است از تذكره تكمله......"انجام:"تادعاي داعيان بسط ظل وجودش را استدامت دوام خواهد شد."

اس نجم کا آغاز شیخ محمد باقر بن محمد تقی اصفہانی کی شرح حال سے اور انجام آقا آخوند بن رضا خدا بندہ پر ہے۔ تکملہ کا اصلی نسخہ کتب خانہ راجہ محمود آباد (لکھنؤ) میں ہے۔ دوسرا مخطوطہ کتب خانہ ناصریہ (لکھنؤ) میں موجود ہے۔

میرزا محمد علی کشمیری (م۱۳۰۵ھ) نے نجوم السماء میں وسط قرن سیزدھم تک کے علماء و فقہاء کے حالات لکھے تھے۔ اُن کی وفات کے بعد علامہ سید ابوالحسن رضوی (م۱۳۱۳ھ) نے میرزا موصوف کے فرزند میرزا محمد مہدی سے ۱۳۲۱ھ میں یہ فرمائش کی کہ آپ قرن سیزدھم کو مکمل کر کے قرن چہاردھم تک کے علماء کے حالات تحریر فرمائیے۔"اگر پدر نه تواند پسر تمام كند" کے مصداق میرزا محمد مہدی صاحب نے بالآخر قبول کیا اور تقریباً ۱۳۲۵ھ تک اسکی تالیف میں سرگرم رہے۔ کتاب کو مؤلف نے دو جلدوں میں تقسیم کیا ہے۔ جلد اول نجم سوم کا تکملہ ہے۔ اس میں تیرہویں صدی ہجری اور جلد دوم میں قرن چہاردھم کے فقہاء کی سوانح ہے۔ دوسری جلد دو حصوں میں ہے۔ حصہ اول میں اُن علماء

کاتذکرہ ہے جو صدیٔ چہاردھم میں وفات کر گئے اور دوسرے حصہ میں اُن علماء کے احوال ہیں جو اس زمانہ میں موجود تھے۔ طبع: قم ۱۳۹۷ھ۔

۲۔الباحر في احوال سفر الحائر (فارسي سفرنامه)؛

۳۔موضح القانون ترجمة موجز القانون لعلاء الدين الحزم القرشي ***(فارسی۔طب)***؛ طبع: لکھنؤ ۱۹۱۸ء۔

۴۔مجربات مہدوی (فارسی۔طب)؛ طبع: لکھنؤ ۱۳۲۳ھ۔

۵۔كشف الاسرار؛

۶۔تشريحات قطبيه؛

۷۔ترياق صغير؛

۸۔ ترياق كبير؛

۹۔ترياق اربعه؛

۱۰۔رسالة جنين؛

۱۱۔تلخيص الطب؛

۱۲۔علاج الامراض شفاء الاسقام؛

۱۳۔شمس التجارب؛

۱۴۔افضل التجارب؛

۱۵۔الشذور الذهبيه في اسماء الكتب الطبيه (عربي- طب)؛

۱۶۔الدرة في خواص الادوة المفرده (فارسي- طب)؛

۱۷۔احسن التجارب؛

۱۸۔دیوان شعر (فارسي)؛

۱۹۔ دیوان شعر (اُردو)؛

۲۰۔مجالس الابارر **(اُردو حدیث)**؛علامہ مجلسیؒ کی کتاب بحار الانوار کے جلد دھم کا اُردو ترجمہ ہے۔

۲۱۔الرّد علي شرح السلم للعلامة حمد الله الحنفي السند يلوي الهندي.[۱]

﴿۱۲۸﴾

مولوی غلام رسول خان حسن آبادی

(ح ۱۳۳۰ھ)

مولوی غلام رسول خان معروف بہ لسہ خان علامہ حیدر علی انصاری کے معاصر تھے۔آپ محلّہ حسن آباد[۲] میں سکونت کرتے تھے۔ موصوف نے ملا حیدر علی صاحب کے ساتھ کربلا اور نجف میں اکتساب فیض کیا اور واپس کشمیر آگئے۔آپ حدوداً ۱۳۳۰ھ میں انتقال کرگئے اور اپنے آبائی مقبرہ حسن آباد میں دفن ہوئے۔آپ کے فرزند محمد جعفر خان صاحب بھی مرد فاضل تھے۔[۳]

آپ ملا حیدر علی انصاری صاحب کے صاحبزادے تھے۔ اپنے والد سے پڑھنے کے بعد برادر اکبر مولوی فضل علی صاحب کے ہمراہ نجف جاکر مزید تعلیم حاصل کرنے میں مشغول تھے۔ لیکن صحت کی

۱۔ الذریعہ ج۴ص۴۱۶۔ ۴۱۷؛ فہرست کتابخانہ راجہ محمود آباد ص۴۱۹۔ ۴۲۰؛ التبصرة فی ترجمة مؤلف التكملة ص۱۔ ۸؛ تذکرہ اطبائے اودھ ص۱۶۸۔ ۱۷۰۔

۲۔ علاقہ حسن آباد میں فقط ایک ہی قبیلہ خان کے نام سے معروف ہے اور وہ تقریباً سب امام باڑہ کے سامنے رہتے ہیں۔

۳۔ ملا صادق انصاری ۱۳۳۱ھ۔

خرابی کی وجہ سے آپ کو مقررہ وقت سے پہلے ہی سرینگر آنا پڑا۔ آپ کا انتقال ۱۳۳۱ھ میں ہوا جب آپ کے والد بقید حیات تھے۔ ملا صادق بابامزار جڈیبل (سرینگر) میں دفن ہیں۔[1]

﴿۱۲۹﴾

مُلا حیدر علی انصاری

(۱۳۳۳ھ)

آیت اللہ مُلا حیدر علی انصاری بن ملا مصطفیٰ علی انصاری کشمیر کے علمی و سیاسی خانوادہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد علامہ مصطفیٰ علی سے تعلیم کا آغاز فرمایا اور پھر عتبات عالیات تشریف لے گئے جہاں حسب ذیل علماء سے کسب فیض کیا:

۱۔ آیت اللہ العظمیٰ ملا حسین المعروف بہ فاضل اردکانی؛

۲۔ آیت اللہ العظمیٰ سید میرزا ابوالقاسم طباطبائی؛

۳۔ آیت اللہ العظمیٰ حاج زین العابدین مازندرانی۔

اور خصوصی تلمذ سرکار آیت اللہ سید محمد حسن شیرازی سے رہا۔ آپ کی ذہانت اور قابلیت کو دیکھ کر میرزا شیرازی آپ کی بہت قدر کیا کرتے تھے۔ اور آپ کا شمار اُن کے خصوصی شاگردوں میں ہوتا ہے۔ اُن کی نظر عنایت آپ پر ہمیشہ رہی۔ مومنین کشمیر نے مرزا شیرازی کو متواتر خطوط لکھے جن میں مولوی حیدر علی صاحب کو واپس کشمیر بھیجنے کی استدعا کی گئی تھی مگر مولوی صاحب خود اس بات پر آمادہ نہ تھے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کوئی شخص اپنا سوال لکھ کر میرزا کے پاس آیا مگر موصوف ابھی مدرسہ نہیں آئے تھے تو طلبہ نے ان سے کہا کہ آپ یہ رقعہ یہاں رکھئے جب وہ آئیں گے تو جواب لکھ دیں گے۔ آپ کچھ مدت بعد تشریف لائیے۔ سائل چلا گیا ہر ایک طالب علم نے سوال کو پڑھ کر اسی طرح رکھا مگر

---

[1] تنبیہ العباد ص۱۱۔ ۱۲۔

جب مولوی حیدر علی کی باری آئی تو انہوں نے سوال پڑھ کر اس کے نیچے جواب تحریر فرمایا پھر کیا تھا جب آقا تشریف لائے تو انہوں نے سوال و جواب کو ملاحظہ فرما کر پوچھا یہ کس طالب علم نے جواب لکھا ہے۔ سب نے جواب دیا جی مولوی حیدر علی کشمیری نے جواب درست تھا۔

سرکار مسرور ہوئے اور مولوی صاحب سے کہا اب تم کشمیر چلے جاؤ وہاں تمہاری ضرورت ہے کیونکہ مجھے وہاں سے مسلسل پیغامات موصول ہو رہے ہیں۔ کشمیر کی طرف مراجعت کرنے کے بعد آپ نے تبلیغی نہضت کا آغاز فرمایا اور ترویج دین ناب محمدیﷺ میں مشغول ہوگئے۔ سرینگر کے علاقہ نواکدل میں جہاں آپ کی رہائش گاہ تھی طلبہ کو مستفید فرماتے تھے۔ اسی دوران فتح کدل میں ایک عیسائی راھب ٹنڈل بسکو نے ایک اسکول قائم کیا جہاں مروجہ علوم پڑھائے جاتے تھے۔ کچھ ملا حضرات نے لوگوں کو انگریزی تعلیم پڑھنے سے منع کیا۔ مگر آپ شاید پہلے ایسے شخص ہیں جنہوں نے جہالت کے اس قلعہ کو مسمار کرنے کے لیے قیام فرمایا۔ آپ نے اپنے دو صاحبزادوں کو سرکاری اسکول میں داخل کیا۔ اس کے علاوہ آپ کے ایک فرزند مولوی محمد عباس کوٹ پتلون اور نیک ٹائی پہنتے تھے۔ وہ غیر مسلموں کو فارسی و عربی کی تعلیم دے کر ان سے خود انگریزی سیکھتے تھے۔

قدیم زمانہ سے شیعیان کشمیر میں کچھ قبیح رسومات رائج تھے۔ جن کو مولوی حیدر علی صاحب نے جڑ سے ہی ختم کیا۔ میت کو دفن کرنے کے بعد رسم چہارم تک قبل از نماز فجر لوگ قبر پر فاتح خوانی کے لیے جمع ہو جاتے تھے اور جب تک یہ محفل اختتام پذیر نہیں ہوتی تھی تب تک تعزیہ دار کو قبر پر کھڑا رہنا پڑتا تھا۔ موسم سرما میں ایک روز مولوی صاحب کے کسی خاص شخص کے یہاں کوئی انتقال کر گیا۔

جب مولوی صاحب صبح فاتحہ کے لیے گئے تو دیکھا تعزیہ دار قبر پر کھڑا سردی سے کانپ رہا ہے۔ آپ نے اسے بٹھادیا اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں کل پھر آؤں گا میرا انتظار کرنا چاہیے۔ جب لوگ کل صبح پھر فاتحہ خوانی کے لیے آئے، انتظار کرتے کرتے سوچنے لگے کہ شاید آپ تشریف نہیں لائیں گے مگر جب سورج چڑھنے لگا تو آپ تشریف لائے۔ فاتحہ پڑھ کر لوگوں سے کہا کہ سحری کے وقت نہیں بلکہ نماز صبح پڑھ کر فاتحہ کے لیے جمع ہونا چاہیے اور تعزیہ دار کو کھڑا نہیں رہنا چاہیے۔ دوسری چیز

یہ کہ ایام محرم میں کشمیر کے شیعہ گوشت نہ کھاتے اور نہ پکاتے تھے۔آپ نے اپنے گھر میں مجالس عزا منعقد کیں اور گوشت بھی پکایا اور اس طرح ان رسومات کا قلع قمع کر دیا۔

آپ اتحاد بین المسلمین کے داعی تھے۔ امام باڑہ جڈیبل اور دوسرے بہت سے مقامات پر فصیح اور بلیغ تقاریر کرتے تھے۔آپ کے وعظ میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی تھی جس سے کسی کے جذبات مجروح ہوتے۔ کثرت سجود کی وجہ سے پیشانی پر گٹا پڑا ہوا تھا۔ اعلیٰ اخلاق اور صفات حمیدہ کے حامل شریف النفس اور ملنسار تھے۔ ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ جب کبھی باہر کے علماء کشمیر تشریف لاتے تو ان کو مدعو کر کے مجالس منعقد کرتے تھے۔ شیخ عبد العلی ھروی جب کشمیر تشریف لائے تو آپ نے ان سے کئی مقامات پر وعظ پڑھایا۔

جناب شیخ علی اصغر جب عتبات سے واپس لوٹے تو آپ کے گھر پر مہمان تھے۔ گویا آپ کا گھر مومنین کی پناہ گاہ تھا۔آپ کی ذات نہ صرف بر صغیر میں محترم تھی بلکہ ایران اور عراق کے علماء بھی آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ ۱۳۰۶ھ میں بعض لوگوں نے آیت اللہ حاج زین العابدین مازندرانی علیہ الرحمۃ کو لکھا کہ ہم آپ کے مقلدین ہیں اور آپ سے کافی دور رہتے ہیں ہم کشمیر میں کس عالم کی طرف رجوع کریں۔انہوں نے یہ جواب لکھا:

بسم الله وله الحمد- رجوع بجناب مستطاب علام فهام آخوند ملا حيدر علي نمائيد- وانا الاقل الجاني زين العابدين المازندراني در ۱۳۰٦ھ حرره عبده الراجي زين العابدين.

کشمیر کے دیگر مومنین جو سرکار میرزا محمد حسن شیرازی (المجدد الشیرازی) کے مقلدین تھے انہوں نے میرزا کو لکھا:

مامردم از مقلدين سركار عالي ميباشيم بسبب دوري مسافت حضور بخدمت عالي بسيار مشكل است حكم فرمائيد كه در اخذ مسايل دين ودانستن حلال و حرام ودادن مال امام وغيره بكدام عالم در كشمير رجوع نمائيم.

انہوں نے جواب میں لکھا تھا:

بجناب متسطاب عمدۂ العلماء الاذکیاء آخوند ملا حیدر علی زید فضله

در جمله این امور رجوع نمایند و فقکم الله تعالی.

حرره الاحقر محمد حسن الحسینی

آپ کا کتب خانہ غالباً کشمیر میں مکتب تشیع کا سب سے بڑا کتب خانہ ہے۔ اس میں اکثر کتابوں پر آپ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے حواشی نظر آتے ہیں۔ اس سے آپ کے وسعت علم کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ کشمیر میں عزاداری امام حسینؑ کو فروغ دینے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ مرثیہ نگار آپ کے محضر میں جمع ہو کر کشمیری زبان میں مرثیہ تخلیق کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے نہ صرف یہاں حسینیت کو رواج ملا بلکہ اسلام کے احکامات سے لوگ روشناس ہوئے۔

آیت اللہ مرزا حسین نوری طبرسی کی پیروی کرتے ہوئے آپ بھی مرثیہ نگاروں کو یہ نصیحت فرماتے تھے کہ معتبر روایات حاصل کر کے مرثیہ لکھا کرو۔ چنانچہ حکیم حسن علی صاحب نے جب مضمون صبر لکھا تو آپ نے اس پر تقریظ لکھ دی۔ لگتا ہے کہ کشمیر میں آپ پہلے ایسے عالم ہیں جو اس کام کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ بالآخر آپ نے ۱۰ ماہ رمضان ۱۳۴۳ھ میں انتقال فرمایا۔ جوں ہی یہ خبر عام ہوئی تو سحر سے ہی لوگوں کا تانتا شروع ہوا۔ نماز جنازہ امام باڑہ جڈی بل میں ادا کی گئی اور بابامزار میں دفن ہوئے۔

آثار

۱۔بالقرة في تحقيق الغرة؛ اس کتاب کے ساتھ ملا حیدر علی صاحب کے بہت سے اجازت بھی چھپ چکے ہیں اور اس پر انکے والد علامہ مصطفیٰ علی انصاری، ابوالقاسم لاہوری، محمد رضا التہرانی صاحب کی تقاریض ہیں۔ طبع۔

۲۔فصل الخطاب في جواب مشاكيك الانساب؛ جُز اول: اس میں آقای سید مہدی موسوی اور مولوی حیدر علی صاحب کے مابین سادات کشمیر پر خط و کتابت ہے۔ جُز ثانی: اس میں بعض مجتہدین کے فتویٰ اور شجرہ سادات و موسوی و رضوی اور بخاری درج ہے۔ طبع: لاہور: باہتمام ابوالحسن الرضوی اللاہوری

۳۔مصابیح الظلام۔[۱]

﴿۱۳۰﴾

شیخ محمد مہدی

(ح۱۳۳۵ھ)

شیخ محمد مہدی علامہ زمان وحید دوران اور مجتہد عصر تھے۔ انہوں نے علامہ سید محمد ہارون زندگی پوری (م۱۳۳۹ھ) کے لیے اجازہ روایت تحریر فرمایا تھا۔ یہ اجازہ موصوف کی کتاب "الرحلۃ العراقیۃ" میں موجود ہے۔اس کا مخطوطہ جامع العلوم جوادیہ کے کتب خانہ میں ہے۔ جناب شیخ محمد سعید الطریحی نے اس کی فوٹوکاپی حاصل کر کے اسے اپنے موقر سہ ماہی رسالہ الموسم میں شائع کیاہے۔آقای طریحی ہالینڈ میں رہتے ہیں اور ان کا یہ رسالہ بیروت میں چھپتااور ہالینڈ سے شائع ہوتا ہے۔[۲]

﴿۱۳۱﴾

فضل علی انصاری

(۱۳۳۶ھ)

ملا حیدر علی انصاری کے سب سے بڑے فرزند ملا فضل علی کی ولادت ۱۲۹۹ھ کو سرینگر میں ہوئی۔ آپ نے مقدمات اپنے پدر سے پڑھے اور پھر اپنے برادر ملا صادق صاحب کے ساتھ نجف گئے۔ علماء سے کمالات علمیہ حاصل کر کے اپنے وطن لوٹے اور والد صاحب کے ہمراہ تبلیغ میں مشغول ہوگئے۔ اپنے والد کی وفات کے بعد اُن کے جانشین ہوئے اور تمام ذمہ داریاں آپ کے کندھوں پر آگئیں جو آپ نے بخوبی

۱۔ شیعیان کشمیر ص ۲۰۰۔۲۰۱؛ دفع المغالطہ ص ۷؛ بالقرۃ فی تحقیق الغرۃ ص ۴۱ و ۴۷۔

۲۔ خورشید خاور ص ۴۱۶۔

نبھائیں۔ مولوی فضل صاحب ۱۵ محرم ۱۳۳۶ھ کو اس دار فانی سے رحلت کر گئے اور بابامزار جڈیبل میں دفن ہیں۔

اولاد

۱۔ فدا علی؛
۲۔ مقصود حسین؛
۳۔ عاشق حسین؛
۴۔ حسن علی۔[1]

﴿۱۳۲﴾

شیخ محمد حسین بحرینی

(۱۳۴۱ھ)

آپ نابدی پورہ جڈیبل میں پیدا ہوئے۔ مقدمات کی تکمیل کے بعد نجف گئے اور وہاں سے وطن واپس آکر تبلیغ میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ ۲۹ رمضان ۱۳۴۱ھ میں وفات پائی۔

اولاد

۱۔ شیخ محمد مہدی (مظفر آباد)؛
۲۔ شیخ عبد العلی۔[2]

---

[1]۔ آپ کے فرزند مولانا محمد عباس انصاری صاحب اس وقت تبلیغ کے علاوہ دیگر قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ موصوف حریت کانفرنس کے اہم رکن اور اتحاد المسلمین ٹرسٹ کے سرپرست اعلیٰ ہیں۔ مولوی حسن علی صاحب کے دوسرے فرزند مولانا مصطفیٰ حسین انصاری کے حالات اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیے۔ تنبیہ العباد ص۱۱۔

[2]۔ مکتوب ڈاکٹر شیخ محمد شفیع۔

﴿۱۳۳﴾

سید ابوالحسن رضوی

(۱۳۴۲ھ)

علامہ سید ابوالحسن [1] کے والد سید نقی شاہ رضوی کشمیری تھے۔ آپ ۲۷ رجب صبح صادق کے وقت ۱۲۶۶ھ میں بمقام لکھنؤ پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی اس لیے نظر کی تھی کہ جب لڑکا ہوگا تو کربلا لے جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مولانا رضوی جب سات سال کے ہوئے تو والدین آپ کو کربلا لے گئے۔ جس وقت حرم حضرت امام حسینؑ میں داخل ہوئے تو خادم حرم نے اپنے حق کا سوال کیا مگر سید نقی صاحب انہیں کچھ نہ دے سکے۔ اس پر خادم حرم حاجی سید مہدی برہم ہوئے اور دونوں میں تکرار ہوئی۔ سید نقی صاحب ضریح مبارک کے پاس گئے جالی پکڑ کر گریہ و زاری میں مشغول ہوگئے اور خادم کی شکایت کی۔ زیارت کے بعد جب اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے تو صبح کے قریب کسی نے دق الباب کیا اور بلند آواز سے پکارنے لگا۔ سید نقی صاحب نے دروازہ کھولا تو خادم کو پایا۔

وہ ان کے قدموں پر گرپڑا اور گڑگڑا کر معافی مانگنے لگا۔ خادم نے ان سے کہا کہ میں نے ابھی خواب میں حضرت سید الشہداء کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے کہ تو نے ہمارے فرزند کو ایذا پہنچائی ہے۔ جاکر ان سے معافی مانگ لو اور میں تب معاف کروں گا جب تم یہ قصہ یہاں کے علماء کے روبرو بیان کر کے قلمبند کروگے اور اس پر مہر بھی کروگے۔ حاج سید مہدی نے ایسا ہی کیا اور اس زمانہ میں شیخ مرتضیٰ انصاری (م۱۲۸۱ھ) اور مرزا علی نقی طباطبائی بقید حیات تھے۔ مولانا سید ابوالحسن نے وہ کتبہ محفوظ رکھا تھا۔

مولانا ابوالحسن نے معقولات مولوی محمد نعیم فرنگی محلّی سے پڑھیں اور اسی زمانہ میں مثناہ بالتکریر تک صدرا کا حاشیہ لکھا۔ تکمیل معقولات جنت مآب علامہ سید محمد تقی نقوی (م۱۳۳۶ھ) سے کی اور کتب

---

[1] نقباء البشر ص ۱۵۵۲ میں سید ابوالحسن کا تذکرہ السید علی الرضوی الکشمیری کے تحت کیا گیا ہے جو کہ واضح اشتباہ ہے۔

ادبیہ مفتی سید محمد عباس شوستری (م ۱۳۰٦ھ) سے پڑھیں۔ ایک روز مفتی صاحب نے مولانا اور ان کے ہمدرس میر سجاد علی صاحب کو متنبّی کا یہ شعر دیا کہ اس کی شرح لکھ کر دکھاؤ۔

من يهتدي في الفعل مالا يهتدي

في القول حتيٰ يفعل الشعراء

آپ کی شرح مفتی صاحب کو بہت پسند آئی تھی۔ فقہ و اصول میں آپ نے تاج العلماء سید علی محمد نقوی (م ۱۳۱۲ھ) سے فیض پایا۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو اجازہ اجتہاد دیا۔ اس کے علاوہ عراق میں آپ کے اساتذہ میں آیت اللہ مرزا علی نقی طباطبائی کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ آپ کی تالیفات سواء السبیل اور اسعاف المامول دیکھ کر آیت اللہ حاج شیخ محمد حسین نوری طبرسی (م ۱۳۲۰ھ) اور آیت اللہ سید محمد حسین شہرستانی (م ۱۳۱۵ھ) نے آپ کے لیے اجازہائے اجتہاد لکھے اور آخوند ملا محمد کاظم خراسانی (۱۳۲۹ھ) نے بھی کچھ تحریریں روانہ فرمائیں جو مثل اجازہ اجتہاد کے ہیں۔

آپ تقریباً چالیس سال کی عمر میں اپنے والد کے ہمراہ پھر سے زیارات ائمہ طاہرین کے لیے گئے اور حج بھی بجالایا۔ آپ نہایت ہی ذکی عالم و فاضل، واعظ کامل، مدرس معقولات و منقولات تھے۔ عابد شب زندہ دار نیک طینت اور طبیعت کے مالک تھے۔ پیرانہ سالی کی وجہ سے اکثر امراض میں مبتلا رہتے تھے۔ فاقوں کے سبب ضعف روز بروز بڑھا جاتا تھا۔ باالآخر ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ کو انتقال فرمایا اور حسینیہ غفرانمآب (لکھنؤ) میں مسجد کے سامنے دفن ہوئے۔

شعراء نے تاریخ وفات نظم کئے۔ مولانا سید محمد حسین صاحب تذکرہ بے بہاء نے یہ تاریخ رقم فرمائی ہے:

بوالحسن استاد ما علام ما

ختم کردہ اجتهاد ایوائی هائی

گفت از روی بکا هاتف ز غیب

رهگرای خلد گردید های های

آپ کے ایک دوسرے شاگرد لسان الہند مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی نے ایک طولانی مرثیہ نظم کیا ہے جس کے کچھ بند یہ ہیں۔

آہ فقیہ موتمن عالم اوحد الزمن
خاصه رب ذوالمنن مهر سپهر علم و فن
سیدما ابو الحسن شذز خزانه کهن
کرد جوار حق وطن رست ز کلفت و محن
خاتم شرع حلقه زن نوحه اونگین فتاد
آن برفت ابوالحسن رکن حریم دین فتاد

☆☆☆

قبله من مراد من سرور و استاد من
سید خوش نهاد من کوکب بامداد من
دم زده از وداد من خامه پرسواد من
خونشده چون فواد من جوش زند مداد من
خاتم شرع حلقه زن نوحه اونگین فتاد
آه برفت ابوالحسن رکن حریم دین فتاد

☆☆☆

رخت بدیست از جهان عازم گلشن جهان
آه ز گردش زمان گنج علوم شد جهان
یا به زمین شد آسمان خاک لحد بدوستان
داد ز عبرت ارمغان چشم عزیز خونفشان
خاتم شرع حلقه زن نوحه او نگین فتاد
آه برقت ابوالحسن رکن حریم دین فتاد

(۱۹۲۴ء)

اولاد

آپ کے فقط ایک فرزند حکیم سید مہدی صاحب تھے۔ جو ۱۵ شعبان ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے اور کتب درسیہ اپنے والد اور کتب طبیہ محقق ہندی سے پڑھیں اور چالیس سال کی عمر میں عتبات عالیات گئے۔

تلامذہ

مولانا سید ابوالحسن کے تلامذہ تو بکثرت ہیں مگر مجھے صرف حسب ذیل اسماء ملے ہیں:

۱۔ سید محمد حسین محدث؛

۲۔ سید حامد حسین؛

۳۔ چھنن صاحب؛

۴۔ شیخ محمد نقی مدرس سلطان المدارس؛

۵۔ حکیم مظفر حسین؛

۶۔ سید باقر کشمیری؛

۷۔ سید محمد وزیر؛

۸۔ سید محمد یوسف کاظمی؛

۹۔ نواب فتح علی خان؛

۱۰۔ نواب نثار علی خان؛

۱۱۔ مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی؛

۱۲۔ سید محمد حسین صاحب تذکرہ بے بہاء؛

۱۳۔ سید اصغر حسین نوگانوی؛

۱۴۔ رضا حسین نوگانوی۔

آثار

آپ نے ۳۲ کتابیں لکھی ہیں ان میں سے مجھے فقط حسب ذیل ۲۸ کتابوں کے نام مل پائے:

۱. اسعاف المامول في شرح زبدة الاصول (عربي- اصول فقه)؛آغاز: "نحمدك يامن نزلت الكتاب بآيات محكمات" شیخ بہائی (م ۹۳۰ھ) کی کتاب زبدۃالاصول کی شرح ہے۔ طبع: مطبع اثنا عشریہ ۱۳۱۲ھ

۲. سواء السبيل شرح زاد قليل (عربي)؛

۳. تاج العلماء؛ سید علی محمد نقوی (۱۳۱۲ھ) کی کتاب زاد قلیل کی شرح ہے۔ مطبوعہ۔

۴. حل المغلقات شرح سبع معلقات (عربي ادب)؛

۵. اقامة البرهان علي حلىة القهوة والقليان (عربي)؛

۶. الزكاتيه؛

۷. الزواتيه؛

۸. افادة المبتدين (في آداب التعليم)؛

۹. احسن المواعظ (۳ جلد)؛ جلد اول: در مواعظ (طبع لکھنو)، جلد دوم: در فضائل، جلد سوم: در مصائب

۱۰. المواعظ الحسنة؛ مطبوعہ

۱۱. النهارية؛

۱۲. عقدِاُم کلثوم (فارسی)؛ مطبوعہ۔

۱۳. الحجج القاطعة في اثبات وقوع عرس لقاسم ابن حسن(اُردو)؛ مطبوعہ۔

۱۴. دفع الخيثوم در جواب سفك المهج در بحث عروسي قاسم؛

۱۵. رساله(در بحث استعمال صدف مروارید)؛

۱۶. رساله (در بحث دف و طبل بلاغنا در مجلس عزا)؛

۱۷. رساله (در وکالت شخص واحد نکاح از طرفین)؛

۱۸. رساله (در بطلان نماز بانگشتري طلا)؛

۱۹. رساله (در صید سگ شکاري)؛

۲۰. رساله (در نماز اجاره ترتیب شرط نیست)؛

۲۱. رساله (در جواز وعدم جواز ریا)؛

۲۲. رساله (در خمس)؛

۲۳. رساله (در نماز قصر)؛

۲۴. مضارب موبقة رد علي رد المغالطة در جواز طبل در عزا؛

۲۵. رساله (در ثبوت اثباة نبوت)؛

۲۶. ازالة الشبهات في رد المادئیین؛

۲۷. معراجیه؛

۲۸. علل الصیام؛

۲۹. ارشاد المزکین۔[1]

---

[1] ۔الذریعہ ج۲ص ۲۶۳ ج۱۰ص۶، ۱۶، ۳، ۴۳، ج۱۱، ص۹، ۵۸، ۶۱، ۹۷، ۱۹۷، ج ۲۳ ص ۲۲۴، ۲۷۰؛ مطلع انوار ص۵۵۔۱۵۶؛ تذکرہ بے بہاء ص ۵۲۔۵۵؛ نقباء البشر ج ۴ ص ۱۳۳۴؛ ماہنامہ شعاع عمل نومبر ۲۰۰۵ئ۔ ص ۴۷۔۴۸۔

﴿۱۳۴﴾

سید ولی شاہ حسینی ہمدانی (۱۳۴۳ھ)

علامہ سید ولی شاہ بن طالب بن محمد بن علامہ سید علی شاہ حسینی ہمدانی اپنے دور کے مشہور عالم اور عارف تھے۔ علم وادب کے علاوہ انہیں فن طبابت پر بھی قدرت حاصل تھی۔ آپ انتہائی محتاط اور صاحب کرامات بزرگ تھے چنانچہ ان کی بعض کرامات ابھی تک لوگوں کو یاد ہیں۔ آپ اپنے گھر واقع حسن آباد میں درس دیا کرتے تھے۔ علاقہ باغوان پورہ کے بعض اطباء اور رعناواری کے کہنہ مشق حکماء نے ان کے پاس زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے۔ موصوف نے علاقہ میر بحری میں کئی دینی درسگاہیں قائم کروائی تھیں۔ آپ بروز دوشنبہ ۱۰ شوال ۱۳۴۳ھ کو انتقال کر گئے اور مقبرہ حسن آباد میں دفن ہوئے۔

اولاد

۱۔ سید حسن؛
۲۔ سید احمد؛
۳۔ سید حسین؛
۴۔ سید محمد۔

آثار

شرح معالم الاصول (عربی۔ اصول فقہ)[1]

---

[1] ۔ مکتوب سید لیاقت حسین ہمدانی۔

﴿۱۳۶﴾

سید محمد باقر رضوی

(۱۳۴۶ھ)

السيد محمد باقر المعروف به باقر العلوم بن السيد ابوالحسن بن السيد علي شاه بن السيد صفدر شاه بن السيد صالح الرضوي القمي الكشميري.

آیت اللہ سید محمد باقر رضوی ۷ صفر ۱۲۸۶ھ کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ شعراء نے تاریخ ولادت نظم فرمائی ہیں:

ملك گفت خورشید دین مبین

ماه نو طالع بشد بر آسمان اجتهاد

(۱۲۸۶ھ)

آپ کو بچپن سے ہی دینی تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ نانیہال اور دادیہال میں اجتہاد کئی پشت سے چلا آرہا تھا۔ اس لحاظ سے آپ ہر طرح وارث اجتہاد تھے۔ ممتاز العلماء سید محمد تقی نقوی (م۱۲۸۹ھ) آپ کے نانا تھے۔ آپ نے معقولات کا درس مولوی تفضل حسین صاحب تعلقدار فتحپورہ ہنسوہ، مولوی سید حیدر صاحب سب رجسٹرار لکھنؤ، مولوی سید حیدر علی صاحب ساکن محلّہ توپ دروازہ اور مولوی سید حسین صاحب سے حاصل کیا اور فقہ واصول فقہ میں اپنے والد ماجد مولانا سید ابوالحسن رضوی (م۱۳۱۳ھ) کے پاس زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

۱۳۰۱ھ میں آپ کی پہلی شادی آپ کے ماموں علامہ سید ابراہیم نقوی کی دختر سے ہوئی۔ لیکن ان کا انتقال بہت جلد ہوا۔ عقد ثانی مولانا سید اعجاز حسین کنتوری کی نواسی کے ساتھ ہوا۔ ۱۳۰۲ھ میں آپ اپنے والد کے ساتھ عتبات وعالیات گئے۔ سامراء میں آیت اللہ میرزا حسین نوری طبرسی (م۱۳۲۰ھ) کربلا میں آیت اللہ میرزا محمد حسین شہرستانی (م۱۳۱۵ھ) اور نجف اشرف میں نوسال تک آیات عظام شیخ

الشریعت فتح اللہ اصفہانی (م۱۳۳۹ھ)، آخوند ملا محمد کاظم خراسانی (م۱۳۲۹ھ)، سید کاظم یزدی طباطبائی (م۱۳۳۷ھ) اور میرزا حسین خلیلی کے دروس خارجیہ میں شرکت فرمائی۔ حسب ذیل علماء نے آپ کو اجازہائے اجتہاد عطا کیے۔

۱. شیخ الشریعت فتح اللہ اصفہانی؛
۲. میرزا حسین نوری طبرسی صاحب مستدرک الوسائل؛
۳. سید کاظم یزدی طباطبائی؛
۴. آخوند ملا محمد کاظم خراسانی؛
۵. میرزا حسین خلیلی؛
۶. میرزا حبیب اللہ رشتی؛
۷. سید محمد حسین شہرستانی۔

جب آپ کے والد ۱۳۱۳ھ میں انتقال کرگئے تو آپ لکھنؤ واپس تشریف لائے۔ آپ کے خسر اور ماموں سید العلماء ثانی سید ابراہیم ۱۳۰۷ھ میں وفات پاچکے تھے اور ان کی اولاد پسری میں اس وقت کوئی مجتہد نہ تھا۔ تو آپ دونوں کے قائم مقام قرار پائے۔ تقلید، تدریس، امامت غرض تمام امورات میں آپ مرجع کی حیثیت سے اُبھرے اور اپنے دور کے اکابر مجتہدین میں شمار ہوئے۔ آپ مدرسہ سلطانیہ کے سرپرست مقرر ہوئے اور آپ کی وجود نعمت سے اس مدرسہ کو چار چاند لگ گئے۔ اطراف ہند سے طلباء کا ہجوم ہوگیا۔ خود آپ یہاں فقہ واصول فقہ کا درس دیتے تھے۔ آپ کے کئی شاگرد مرتبہ اجتہاد پر فائز ہوئے۔

مولانا سید محمد باقر نہایت ہی سادہ زندگی بسر فرماتے تھے۔ آپ اکثر کھانے میں پانی ملاکر غیر لذیذ فرماتے تھے۔ زہد و تقویٰ، عبادت اور زہادت اور توکل و رضا میں عدیم النظیر تھے۔ آپ کے والد بھی آپ کے احتیاط کی تعریف فرماتے تھے۔ تبحر میں ثانی میر باقر داماد، علامہ بے نظیر، فقیہ نحریر، وحید عصر، علوم عقلیہ و نقلیہ میں بحر ذخار اور تشریح مسائل اصلیہ و فرعیہ میں دریائے ناپید کنار تھے۔ اپنے مقلدین کے

لیے آپ نے جامع عباسی پنج بابی (تالیف شیخ بہائی) کو اپنے فتاویٰ کے مطابق چھپوایا اور رسالہ تصحیح الاعمال میں بھی آپ کے فتاوی کے موافق مسائل ہیں۔

جناب باقر العلوم بے حد مشتاق دیدار امام عصر تھے۔ شب و روز جمعہ خصوصی طور پر ہمراہ شمشیر مشغول عبادت رہتے تھے۔ دوران مطالعہ سینہ پر کتاب رکھنے سے زخم ہو گیا تھا اور تکلیف و طہارت سے پریشان رہتے تھے۔ ایک شب انہوں نے اپنے کتب خانہ میں کسی بزرگ کو تخت نور پر تشریف فرما دیکھا۔ فرمائش ہوئی سید باقر کتاب نکالئے۔ آپ نے قریب جاکر کتاب حاضر کی انہوں نے سینہ پر اپنا دست مبارک رکھا اور دعا پڑھی۔ اب جو دیکھا تو نصف شب ہو چکی تھی اور کوئی بھی نظر نہ آیا تمام دروازے بند پائے اور احساس ہوا کہ میری تمنا پوری ہو گئی اور زخم بالکل ٹھیک ہو گیا۔

ایک روز کسی ضعیف الاعتقاد شخص نے سفر کے دوران عریضہ پر اعتراض کیا۔ آپ نے پانی طلب فرمایا اور اس کے سامنے عریضہ تحریر کر کے پانی کے گلاس میں ڈالا۔ پھر جب دیکھا تو عریضہ غائب ہو چکا تھا۔

آپ کی ذات پر سب کو اعتبار تھا۔ مسلمین و غیر مسلمین آپ کا زبردست احترام کرتے تھے۔ آپ کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ ایک مرتبہ کسی نادار مومن نے مصافحہ کے دوران آپ کی انگوٹھیاں اتارلیں۔ دوسرے مومن نے توجہ دلائی۔ آپ نے فرمایا کچھ مت کہو بہت پریشان ہیں۔ ان کے ساتھ بازار چلے جایئے جو قیمت ہو دے کر انگوٹھیاں لے آیئے۔

آپ کی سرپرستی میں کئی مدارس، مساجد اور مسافر خانے تعمیر ہوئے ہیں۔ آپ ۱۳۴۳ھ میں اپنے فرزند علامہ سید محمد کے ساتھ مشہد مقدس زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ پھر رجب ۱۳۴۶ھ میں اچانک سفر زیارت کا ارادہ فرمایا۔ تمام لوگ وداع کے لیے اسٹیشن پہنچ گئے۔ کسی نے عرض کیا واپسی کب ہو گی۔ تو فرمایا ۱۶ شعبان کے بعد معلوم ہو جائے گا۔ کربلا پہنچتے ہی آپ نمونیہ میں مبتلا ہو گئے۔ آپ کے فرزند کا بیان ہے کہ میں والد کی بیماری کی وجہ سے بہت پریشان رہتا تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ جناب کا انتقال ہو گیا اور میں ضریح اقدس امام حسین سے لپٹ کر گریہ وزاری کر رہا ہوں۔

مولا یہ کیا ہوا سب ذمہ داریاں مجھ پر آ گئیں۔ آپ کا در اور تعلیم بھی چھوٹ جائے گی۔ ضریح سے صدا آئی کہ سید باقر کو اپنے یہاں جگہ دی اور آپ مشغول رہیں گے پریشان نہ ہوں سب ٹھیک ہوگا۔ اچانک آنکھ کھلی، ننگے سر والد کے سرہانے پہنچا۔ دیکھ کر اطمینان ہوا اور بستر پر لیٹ گیا۔ اذان صبح ہوئی انہوں نے پکارا اور میں نے وضو کے لیے گرم پانی دیا۔ میں حرم گیا یہاں آیت اللہ سید ابوالحسن اصفہانی ملے۔ میں نے مصافحہ کر کے خواب بیان کیا۔ موصوف کا چہرہ متغیر ہو گیا مجھے تسلی دیتے رہے مگر حقیقت وہ سمجھ گئے تھے۔

بالآخر ۱۶ شعبان ۱۳۴۶ھ کے عصر کی گھڑی آہی گئی کہ جناب باقر العلوم نے انتقال فرمایا۔ اعلم دوران آقائے اصفہانی نے خبر پاتے ہی منارہ حرم سید الشہداء سے اعلان کرایا اور بازار بند کر دیئے گئے۔ انہوں نے تمام علماء اور طلباء کو اطلاع کرائی، خود بہت جلد تشریف لائیے۔ کاظمین کربلا نجف ہر طرف سے طلباء اور علماء کا ہجوم ہوا۔ تمام کشمیری عزیز و اقارب بھی جمع ہو گئے۔ اور آپ کو کربلا میں نواب کابلی کے مقبرہ میں اپنے پھوپھیرے بھائی جمال السالکین علامہ سید مرتضیٰ کشمیری کے ساتھ دفن کیا گیا۔ کربلا و نجف میں علماء و طلباء کی طرف سے فاتحہ خوانی کا سلسلہ چلتا رہا۔ آپ کی خبر وفات نے پورے برصغیر کو ہلا کے رکھ دیا۔ شعراء نے تاریخیں لکھیں اور جگہ جگہ مجالس عزا کا انعقاد ہوا۔ کسی انگریزی روزنامہ میں آپ کے لیے تحریر تھا کہ یہ وہ ذات تھی کہ ہر مذہب والا آپ کو پیشوا بناتا تو نامناسب نہ تھا۔

اولاد

۱. سید محمد (دیکھئے احوال)؛
۲. سید علی (دیکھئے احوال)؛
۳. سید رضی؛
۴. سید مرتضیٰ (بچپن میں انتقال کر گئے۔)
۵. دختر (زوجہ مولانا حسن)
۶. دختر (زوجہ مولانا حسین)؛
۷. دختر (زوجہ مولانا سید کلب عابد نقوی)۔

آثار

۱. القول المصون في فسخ نكاح المجنون (عربي- فقه)؛ **تاریخ تصنیف: ۱۳۸۸ھ۔**

۲. اسداء الرغاب في مسئلة الحجاب (عربي- فقه)؛ *طبع: نجف اشرف ۱۳۴۷ھ۔*

۳. الروضة الغناء في حرمة الغناء (عربي- فقه)؛ *طبع: ایران؛*

۴. صوب الديم النوافث؛

۵. رد المقدمة في الكلام؛

۶. شهادت ولایت جُز اذان (اُردو عقائد)؛ *طبع: لکھنؤ ۲۰۰۰ء*[1]

﴿۱۳۷﴾

سید حسن رضوی

(۱۳۴۷ھ)

السيد حسن بن حاج السيد احمد بن السيد باقر بن السيد رحمة الله بن السيد محمد بن السيد هدايت الله بن السيد صالح بن السيد صادق بن السيد مهدي بن السيد حاج بن السيد قاسم بن السيد محمد بن السيد حسين القمي الرضوي الكشميري

[1]۔ الذریعہ ج ۱۷ ص ۲۱۴؛ تذکرہ بے بہاء ص ۸۸۔ ۹۰؛ اعیان الشیعہ ج ۹ ص ۱۸۰؛ مطلع انوار ص ۴۹۶۔ ۴۹۹؛ نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۴۱۲؛ فرشتگان جہان ص ۱۰۔ ۲۵۔

حاج سید حسن نے ۱۲۶۰ھ میں بمقام جڈی بل (سرینگر) ولادت پائی۔ آپ عالم فاضل متقی پرہیزگار اور مذہب حقہ کے بے لوث مبلغ تھے۔ اس قدر عبادت کیا کرتے تھے کہ کثرت سجود سے ماتھے پر گٹا پڑا تھا۔ عشق حسین میں اتنے غرق کہ زندگی بھر ٹھنڈا پانی نہیں پیا۔

آپ نے اپنے گھر میں ایک کمرہ مجالس عزا کے لیے مخصوص رکھا تھا۔ بعد میں اس کے ساتھ حسینیہ تعمیر کر کے مجالس کے لیے وقف رکھا۔ یہاں پر ہر شب جمعہ و روز جمعہ کے علاوہ دیگر خصوصی تاریخوں پر مجالس و محافل کا انعقاد کرواتے تھے۔ ماہ رمضان میں درس قرآن دیتے تھے اور آیات قرآنی کا ترجمہ اور تفسیر لوگوں کو ذہن نشین کراتے تھے۔ آپ نے کئی دفعہ فریضہ حج بجالایا اور زیارت ائمہ طاہرین کے لیے حجاز، عراق، ایران، شام اور اُردن کا سفر کیا۔ آپ نے ۱۱ صفر ۱۳۴۷ھ میں وفات پائی اور اسی جگہ دفن ہوئے جہاں عمر بھر عبادت کی تھی۔ موصوف لاولد تھے۔

آثار

۱. اصول الدین (کشمیری منظوم)؛ یہ رسالہ مومنین کشمیر کے لیے بہت مفید ثابت ہوا۔ اکثر درسگاہوں کے نصاب میں شامل ہے اور بیشتر افراد کو یہ رسالہ ازبر ہے، مطبوعہ۔
۲. مجالس الابرار (۳ جلد)؛ مطبوعہ۔
۳. چہل حدیث (کشمیری۔ حدیث)،[1]

[1] ۔ مکتوب مولانا حاج سید عبدالباقی رضوی۔

﴿۱۳۸﴾

سید محمد موسوی صفوی

(۱۳۵۰ھ)

آیت اللہ آقا سید مہدی موسوی کے فرزند اکبر آقا سید محمد نے پہلے کشمیر کے علماء سے اکتساب فیض کیا اور پھر لکھنؤ مزید تحصیل کے لیے گئے اور ایک مدت تک علمائے لکھنو کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی۔ وہاں سے واپس کشمیر آگئے اور انہی ایام میں آپ کے والد عراق سے وطن آگئے تھے اور پھر آپ نے اپنے پدر عالی قدر کی خدمت میں ہی علوم اسلام کے آخری مدارج طے فرمائے۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ان کے جانشین مقرر ہوئے اور تادم مرگ تبلیغ و تحقیق میں انتھک جدو جہد فرمائی۔

بڈگام میں حامی الاسلام کے نام سے دینی مدرسہ قائم کیا۔ امام باڑہ بڈگام میں آپ ہی نے ۱۳۱۵ھ میں بنوایا۔ آپ جلیل القدر عالم، فاضل اجل، تقویٰ اور پرہیزگاری کا نمونہ تھے۔ غریبوں اور مسکینوں کی کمک کے لیے ہمیشہ کمربستہ رہتے۔ دوسروں کے دکھ کو اپنا درد بنالیتے تھے۔ کوئی بھی سائل آپ کے در سے خالی نہیں گیا۔

آپ ۲۸ شوال ۱۳۵۰ھ میں رحلت کرگئے۔ جنازہ میں ہزاروں افراد سر برہنہ شریک تھے۔ آستانہ بڈگام میں اپنے والد کے پاس دفن ہوئے۔

اولاد

۱. سید احمد موسوی (دیکھئے احوال)؛
۲. سید یوسف موسوی (دیکھئے احوال)۔

آثار

۱. **معراج الفلاح و منہاج الصلاح (کشمیری فقہ) (۲ جلد)**؛آغاز:"الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوٰة والسلام"،انجام:"وهو حسبي و نعم الوكيل والحمد الله رب العالمين والصلوٰة والسلام علي خير خلقه محمد و آله الطاهرين"کشمیری زبان کی پہلی کتاب جو رسالہ عملیہ کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ مصنف نے اسے آیت اللہ سید کاظم یزدی طباطبائی کے فتاوے کے مطابق لکھا ہے اور اس پر ان کی توثیق و تقریظ بھی ہے۔ کشمیر میں یہ کائشر کتاب کے نام سے معروف ہے اور یہاں بعض مدارس کے نصاب میں یہ کتاب شامل تھی۔تاریخ تصنیف:۱۱ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ، طبع: اسلامیہ پریس لاہور۔

۲. **ضیاء الہدیٰ (فارسی عقائد)**؛در بیان اصول دین۔

۳. **تمریض المشککین (فارسی انساب)**؛

۴. **جوہر ایمانی (فارسی)**۔[1]

﴿۱۳۹﴾

مرزا محمد مہدی

(ح۱۳۵۰ھ)

علامہ مرحوم سید سعید اختر رضوی نے انہیں مجتہد لکھا ہے اور ان کا قیام نجف اشرف بتلایا ہے۔ مرزا محمد مہدی کشمیری نے سید غلام حسین حیدرآبادی (م۱۳۵۲ھ) کی کتاب اثبات النبوۃ والرسالۃ فی النبی

---

[1] ۔الذریعہ ج۱۵ص۱۳۱، ج۲۳ص۱۶۵؛خورشید خاور ص۳۳۲؛مقدمہ بہارستان شاہی ص۹۸؛شیعیان کشمیر ص۲۰۸۔ ۲۰۹؛ ماہنامہ الارشاد شعبان ۱۳۸۴۔ص۷۰۔

والسلالۃ پر گمراہی پیدا کرنے والی کی کتاب کا فتویٰ صادر فرمایا تھا۔ ان کی تاریخ وفات حدوداً ۱۳۵۰ھ ہونی چاہیے۔[۱]

﴿۱۴۰﴾

سید مصطفیٰ رضوی

(۱۳۵۳ھ)

علامہ سید مصطفیٰ رضوی آیت اللہ حاجی سید محمد حسن رضوی کے فرزند آبرومند تھے۔ ان کی ولادت کربلا میں ۱۳۰۹ھ کو ہوئی۔ آپ نے اپنے والد، شیخ عبدالکریم حائری، شیخ محمد علی قمی، شیخ حسین مازندرانی، شیخ میرزا محمد تقی شیرازی، شیخ غلام حسین مرندی جیسے علماء سے فیض پایا۔ یہاں تک کہ علم و فضل میں بلند مقام پر فائز ہوگئے۔ اپنے باپ کے جانشین قرار پائے اور اُن کے بعد کربلا میں نماز جماعت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ ۱۳۵۲ھ کو چل بسے اور کربلا میں دفن ہوئے۔[۲]

﴿۱۴۱﴾

شیخ علی اصغر

(۱۳۵۳ھ)

علامہ شیخ علی اصغر اسکندرپورہ (بیروہ) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد اسد اللہ صاحب زمینداری کا کام کرتے تھے۔ آپ کو بچپن سے ہی علم دین پڑھنے کا شوق تھا اس لیے ابتدائی تعلیم حاصل کر کے آغاز جوانی میں ہی عراق گئے اور سامراء میں آیت اللہ سید محمد حسن مجدد شیرازی، آیت اللہ سید محمد اصفہانی اور

۱۔ خورشید خاور ص ۲۷۴۔

۲۔ آفتاب خوباں ص۱۹؛ منار الہدیٰ ص ۲۲۳۔ ۲۲۴؛ نقباء البشر ج۱ ص۴۰۹؛ اعیان الشیعہ ج ۲۳ ص ۴۶۔

آیت اللہ شیخ محمد تقی شیرازی وغیرہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور تقریباً چالیس برس عراق میں مقیم رہے۔ سامراء میں آپ آغا بزرگ تہرانی صاحب الذریعہ الی تصانیف الشیعہ کے قریبی دوستوں میں سے تھے چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب میں آپ کی بہت تعریف کی ہے۔

مولانا شیخ علی اصغر عالم پیری میں عراق سے دہلی آگئے اور یہاں کچھ مدت گزار کر رشد و ہدایت کا کام کرتے رہے۔ پھر کشمیر چلے آئے اور سرینگر میں مولانا حیدر علی انصاری کے مہمان ہوئے۔ انہوں نے مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور مختلف جگہوں پر آپ سے وعظ و نصیحت بھی کرایا۔ آپ علم و فضل میں یکتا صاحب ورع و تقویٰ، اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار کے مالک تھے۔ سادگی کا عالم یہ تھا کہ کچے اور خس پوش مکان میں رہتے تھے۔ غرض آپ دنیا میں رہ کر بھی دنیا کے نہ ہوئے۔ موصوف کی کوشش سے ملا مہدی نراقی کی کتاب "انیس الموحدین" (فارسی) طبع ہوئی تھی۔ آپ کا انتقال ۱۳۵۳ھ میں ہوا اور اپنے آبائی گاؤں اسکندرپورہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے فرزند شیخ علی نقی مرحوم تھے جن کا تذکرہ آگے آئے گا۔[1]

﴿۱۴۲﴾

سید علی موسوی صفوی

(۱۳۵۶ھ)

آپ آقا سید مہدی موسوی کے منجلے صاحبزادے تھے۔ اپنے بابا کی آغوش میں پرورش پائی اور پھر نجف اشرف میں علوم اہلبیت حاصل کئے۔ وطن مراجعت کرکے میرگنڈ (تحصیل بڈگام) میں سکونت اختیار کی اور لوگوں کو راہ ہدایت دکھائی۔ لیکن بعد میں آپ پوری طرح گوشہ نشین ہوگئے اور کبھی گھر سے باہر نہیں آئے۔ دن رات عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے اور دنیا سے اس حد تک کنارہ کشی

---

[1] شیعیان کشمیر ص ۲۱۰۔۲۱۱؛ نقباء البشر ج ۴ ص ۱۵۷۰۔۱۵۷۱۔

اختیار کرلی تھی کہ عمر بھر شادی بھی نہیں کی۔ آپ ۱۳۵۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے اور اپنے والد کے روضہ میں دفن ہوئے۔[۱]

﴿۱۴۳﴾

سید محمد ھادی رضوی

(۱۳۵۷ھ)

آپ ۳ ذی القعدہ ۱۲۹۱ھ کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد علامہ سید ابوالحسن رضوی (م۱۳۱۳ھ) تھے۔ بنیادی تعلیم اپنے والد، برادر بزرگوار مولانا سید محمد باقر (م۱۳۴۶ھ) اور دیگر علمائے عصر سے حاصل کی۔ پھر زیارت مشہد مقدس ایران سے مشرف ہوکر کربلا گئے۔ یہاں آیت اللہ سید محمد حسن رضوی کشمیری (م۱۳۲۸ھ) کے درس میں شرکت فرمائی اور انہوں نے آپ کو اجازہ اجتہاد عطا کیا۔ اس کے بعد نجف اشرف تشریف لے گئے اور آیات عظام شیخ الشریعت فتح اللہ اصفہانی، سید محمد کاظم یزدی طباطبائی اور آخوند ملا کاظم خراسانی سے فیض پایا۔ انہوں نے بھی آپ کو اجازت سے نوازا۔

تکمیل تعلیم کے بعد لکھنو واپس آگئے اور سلطان المدارس میں نائب مدرس اعلیٰ کا عہدہ سنبھال کر طلباء کو مستفید فرماتے رہے۔ خارج اوقات میں طلاب کو گھر پر بھی پڑھاتے تھے۔ شیعہ جامع مسجد میں آپ نے امامت کا فریضہ بھی انجام دیا۔ آپ خطیب شعلہ بیاں، محتاط قانع، عابد شب زندہ اور وسیع النظر مجتہد تھے۔ جب آپ کے برادر باقر العلوم علامہ سید محمد باقر نے ۱۳۴۶ھ میں رحلت فرمائی اور ان کے فرزند مولانا سید محمد ابھی زیر تعلیم تھے تو آپ ہی نے سلطان المدارس کی سرپرستی فرمائی۔ پھر جب مولانا سید محمد تعلیم مکمل کر کے واپس لکھنؤ آگئے تو آپ نے انہیں پرنسپل کا عہدہ سونپ کر خود وائس پرنسپل کی حیثیت سے تاحیات خدمات دینیہ انجام دیں۔ مولانا سید محمد ھادی کا انتقال ۱۳۵۷ھ (۱۹۳۸ء) کو کربلا میں ہوا اور حرم میں تدفین ہوئی۔

۱۔ ماہنامہ الارشاد شعبان ۱۳۸۴ھ۔ ص۷۰۔۷۱؛ شیعیان کشمیر ص ۲۰۹۔۲۱۰۔

اولاد

آپ کے حسب ذیل تینوں فرزند علم و فضل میں بلند مقام رکھتے تھے:

۱. سید احمد؛
۲. سید محمد حسن؛
۳. سید محمد حسین؛
۴. دختر (زوجہ خان بہادر مولوی سید مہدی حسن)؛
۵. دختر (زوجہ مولانا سید علی رضوی آل باقر العلوم)۔

آثار

۱. الحاشية علي القوانين؛
۲. الحاشية علي شرح اللمعة؛
۳. هدية سنية شرح روضة البهية؛
۴. الحاشية علي الرسائل؛
۵. الحاشية علي شرح كبير؛
۶. رساله طهارت آب منجمد؛
۷. نهج الادب؛
۸. المواعظ۔[1]

۱۴۴

[1]۔ تذکرہ بے بہاء ص۲۴۶؛ الذریعہ ج۲۳ ص۲۲۵؛ فرشتگان جھان ص۲۶-۲۹۔

شیخ محمد مہدی

(ح ۱۳۵۹ھ)

مولانا محمد مہدی صاحب کشمیری گولا گنج لکھنو میں رہتے تھے۔ عالم بزرگوار اور تقویٰ شعار شخصیت تھے۔ مولانا یوسف حسین صاحب قبلہ نے انہیں دہلی میں دیکھا تھا۔ جب وہ تقریباً ساٹھ برس کے تھے۔ نواب حامد علی خان کی مسجد میں نماز جماعت اور خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔[۱]

﴿۱۴۵﴾

سید علی رضوی حائری

(۱۳۶۰ھ)

آیت اللہ سید علی حائری ۱۲۸۸ھ کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد علامہ سید ابوالقاسم رضوی کے پاس زانوئے تلمذ تہہ کر کے مزید تحصیل کے لیے عراق کا سفر فرمایا۔ یہاں آیات عظام میرزا سید محمد حسن شیرازی، سید کاظم یزدی طباطبائی، شیخ زین العابدین مازندرانی، آخوند ملا محمد کاظم خراسانی، سید ابوالقاسم طباطبائی اور میرزا حبیب اللہ رشتی سے استفادہ کیا۔ تقریباً تمام علماء نے اجازت سے نوازا۔

آپ نے لاہور واپس آکر تبلیغ و تحقیق اور درس و تدریس میں ٹھوس اقدامات کئے۔ تقریر و تحریر سے لوگوں کو حق کی طرف بلایا۔ آپ کے ارادتمندوں میں نہ صرف عام عوام بلکہ علماء اور دانشور حضرات بھی شامل تھے۔ آپ کی تقلید علاقہ پنجاب کے علاوہ برما اور افریقہ میں بھی کی جاتی تھی۔ حکیم

۱۔ مطلع انوار ص۶۱۸۔

الامت علامہ اقبال کو آپ سے خصوصی لگاؤ تھا اور شاید یہی وجہ ہے کہ آپ نے اُن کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔[۱]

علامہ حائری نے وسن پورہ لاہور میں اپنے گھر کے قریب ایک شاندار مسجد تعمیر کروائی۔ عزاداری کو فروغ دیا اور جلوس ذوالجناح نکالا۔ آپ کی توجہ سے انجمن مواعظ صادقیہ، انجمن اثنا عشریہ، انجمن اعوان الوفاء لاہور، انجمن مرتضوی امرتسر، انجمن امامیہ پشاور، انجمن اتفاق امامیہ بٹالہ اور انجمن تذکرہ المعصومین فیروز پور جیسی فعال تنظیمیں معرض وجود میں آئیں۔ ۱۹۱۴ء میں آپ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے صدر بھی قرار پائے اور اپنی افتتاحی تقریر سے اس کانفرنس کی کایا پلٹ دی۔ اس تقریر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بعد میں بعض اہل علم حضرات نے اسے کتابی صورت میں پیش کر کے لکھنؤ سے شائع کیا تھا۔

مولانا حائری نے ہزاروں مجالس میں خطاب فرمایا اور موعظہ نہایت ہی مدلل ہوتا تھا۔ بلا تقیہ مگر مہذب الفاظ میں گھنٹوں تقریر کرتے تھے اور آپ کے سامعین میں ہر فرقے کے لوگ پائے جاتے تھے۔ آپ کے بارے میں یہاں تک نقل کیا گیا ہے کہ آپ کی تقریر کے دوران ہی لوگ شیعہ ہونے کا اعلان کر دیتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ لاہور میں تقیہ کے موضوع پر بول رہے تھے کہ اسی وقت ہزاروں کے مجمع میں تین افراد نے مذہب تشیع قبول کیا۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو دس ہزار کے مجمع میں مخالفین کے سوال کا جواب ۴۸ معتبر کتب سے دیا اور ۲۶ جنوری ۱۹۲۳ء میں پانچ ہزار لوگوں کے سامنے ثابت

۱۔ محقق معاصر ڈاکٹر اکبر حیدری صاحب اپنی کتاب اقبال اور علامہ شیخ زنجانی ص۱۸ میں رقمطراز ہیں کہ راقم (ڈاکٹر اکبر حیدری) کو مشہور محقق اور نامور ادیب مولانا سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل مرحوم (مطلع انوار ص ۳۹۲) کے اس بیان سے بھی اتفاق نہیں کہ علامہ اقبال کی نماز جنازہ پنجاب کے عظیم المرتبت عالم و مجتہد شمس العلماء مولانا سید علی حائری نے پڑھائی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اقبال کی غائبانہ نماز جنازہ علامہ حائری نے شیعہ برادری میں پڑھائی ہو گی۔ لگتا ہے حیدری صاحب اس بات سے بے خبر ہیں کہ فقہ جعفریہ میں غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔ اس بات سے انکار کرنے کی کوئی معقول وجہ معلوم ہی نہیں ہوتی۔ چونکہ اقبال کو نہ صرف اہلبیت طاہرین سے بے پناہ عقیدت تھی بلکہ شیعوں کے ساتھ اُن کے روابط تھے۔ اُن کے ابتدائی اُستاد سید میر حسن بھی تو شیعہ ہی تھے۔ لہٰذا ممکن ہے کہ مولانا حائری نے شیعہ طریقے سے ان کی نماز جنازہ ادا کی ہو اور اہلسنت نے اپنے طریقے سے جیسا کہ مشہور شخصیات کے بارے میں دیکھنے کو ملتا ہے۔

کردیا کہ اہلسنت حضرات تحریف قرآن کے قائل ہیں نہ کہ شیعہ۔ مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کی زبردست مخالفت کی اور اسکے باطل عقائد کے خلاف کتابیں بھی لکھیں۔

تالیف تفسیر لوامع التنزیل میں اپنے والد علام کے ساتھ رہے۔ موصوف فقط بارہ پاروں کی تفسیر کر پائے تھے۔ مگر آپ نے اپنے والد کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے تیرہویں پارے سے لے کر ستائیسویں پارے کے سورہ قمر تک اسی اسلوب میں تفسیر کو لکھا۔ آپ کے والد نے جو کتب خانہ چھوڑا تھا۔ آپ نے اس کو وسعت دی۔ اس میں کئی ہزار مخطوطات اور مطبوعہ کتابیں تھیں۔ علامہ آغا بزرگ تہرانی مولانا حائری کے بارے میں لکھتے ہیں:

فقد كانت له يدطولي في التفسير والحديث والكلام والتاريخ والفقة والاصول والادب وغيرها- وقد حظي بما حظي به والده من قبل من الوجاهة التامة بين الخواص والعوام- فقد كان مبجلاً محترماً و محبوباً عند مختلف طبقات الناس وقد رجع اليه باالتقليد فالف رسالة عملية لعمل المقلدين، و قفي عمره في خدمة الشرع الشريف من تاليف دفاع عن الدين و تدريس ونشر احكام واهداية وارشاد الي ان توفي بعد سنة ١٣٤٣.

آپ کو اپنے آبائی وطن کشمیر سے بہت محبت تھی اور اہل کشمیر کی فلاح و بہبود میں ہمیشہ دلچسپی لیتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۲۹ء کے اجلاس کشمیری کانفرنس (گوجرانوالہ) کی دعوت کے جواب میں آپ نے جو خط تحریر فرمایا تھا اس میں لکھا ''میں جلسہ کی شرکت کے لیے بلکل تیار تھا لیکن ایک اشد ضرورت کی وجہ سے ارادہ فسخ کرنا پڑا۔ باوجود اس کے کہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کشمیری کانفرنس کے ساتھ قومی حیثیت سے مجھے خاص اُنس اور دلی ہمدردی ہے۔ میں اس کی ہر ممکن خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ میرا یہ مخلصانہ پیغام میری معزز قوم کو سنایا جائے۔ دعا کرتا ہوں کہ خدا اس جلسہ کو کامیاب کرے۔

آپ بہتر سال کی عمر میں تفسیر نویسی کے دوران علیل ہوگئے اور ۳ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ (۲۸ جون ۱۹۴۱ء) کو دارالشریعت وسن پورہ لاہور میں رحلت فرمائی۔ آپ کے انتقال کی خبر سن کر حکومت نے

دفاتر اور تاجروں نے بازار بند کر دیئے۔ جنازہ میں اس قدر جمعیت تھی کہ اہل لاہور کو اب تک یاد ہو گا۔ گامے شاہ کی کربلا میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ تاریخ وفات یوں لکھی گئی ہے۔

بتاریخ وفات سیده روزی که بدشنبه
رسید روح آن مرحوم نزد حضرت احمد
چوشد "امر رقم" حاصل هم آواز ملک گفته
بگو در خلد علامه علي حائري آمد

اولاد

۱. سید رضی؛
۲. سید زکی؛
۳. سید تقی؛

آثار

۱. منهاج السلامة لاهل الكرامة (فارسي عقائد)؛ طبع: لاہور ۱۳۱۶ھ۔

۲. منهج المعاد (اُردو فقه)؛ اس کتاب کو مولانا عبد الخالق یزدی نے سید علی حائری کے فتوؤں کے مطابق جمع فرمایا ہے۔ یہ کتاب مقدمہ دو باب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ طبع: لاہور ۱۳۲۸ھ۔

۳. المؤيد (اُردو- كلام)؛ طبع: لاہور ۱۳۴۳ھ۔

۴. المهدي الموعود (اُردو كلام)؛ حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کے حالات زندگی، اثبات غیبت اور قادیانیوں کی رد میں لکھی گئی ہے۔ طبع: لاہور ۱۳۴۴ھ۔

۵. میزان الاعمال (فارسي عقائد)؛ آغاز: "الحمدالله المتصف بالعدل" معاد سے متعلق ہے۔ طبع: لاہور ۱۳۱۶ھ۔

۶. مسیح موعود (اردو۔کلام)؛آغاز "بسمله و خطبه اما بعد اہل اسلام کو عموماً اور اہل ایمان کو خصوصاً معلوم ہونا چاہیے کہ میرزا صاحب قادیانی کے پاس مایہ ناز صرف ایک مسئلہ وفات مسیح ہے۔اس کتاب میں حیات مسیح کو ثابت کیا گیا ہے۔"طبع: لاہور ۱۹۲۶ء۔

۷. اباحة نكاح الهاشمية لغير الهاشمي (فارسي فقه)؛ مطبوعہ۔

۸. لمعه معاني (فارسي عقائد)؛اس رسالہ میں سجدگاہ سے متعلق بحث ہے۔طبع: لاہور ۱۳۲۲ھ

۹. اللواء في الثواب الدفن بكربلا (اُردو مناقب)؛ طبع: ہند۔

۱۰. حكمة الايلام (فارسي)؛ طبع: ۱۳۱۳ھ

۱۱. النفلية (فقه)؛صلوٰۃ نوافل کے بیان میں، غیر مطبوعہ۔

۱۲. الحجر والاخفات (فارسي)؛ طبع: ۱۳۲۲ھ۔

۱۳. بنات اَبي تراب (فارسي- عقايد)؛در بیان جواز عقد سیدہ با غیر سید طبع: ہند ۱۳۱۵ھ۔

۱۴. تبصرة العقلاء در مقتل كربلا؛ مطبوعہ

۱۵. تحذير المعاندين اَو تحفة المسلمين (تذكره)؛در بیان حال معاویہ طبع: ہند ۱۳۱۶۔

۱۶. القرة في غرة شهر الصيام (فقه)؛

۱۷. غاية المقصود في المهدي الموعود (فارسي كلام) (٤ جلدى)؛امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف سے متعلق قادیانیوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔طبع: اول ۱۳۱۸ھ و چہارم ۱۳۲۱ھ۔

۱۸. دليل المتعة (عقائد)؛ طبع: لاہور۔

۱۹. احکام الشکوك للفقراء والملوك (اُردو فقه)؛آغاز:"بسمله و خطبه اما بعد اقل الخلیفة ابو تراب السید علي الحائري لاهوري"،مسائل شکیات نماز پر بحث کی گئی ہے۔ طبع: ۱۳۱۵ھ۔

۲۰. مقدمات نماز شیعه (اُردو فقه)؛آغاز:"بسملہ و خطبہ اما بعد مومنین کی خدمت میں سید علی حائری عرض رساں ہے۔"طبع: لاہور ۱۳۲۰ھ۔

۲۱. مناسك حج (اُردو- فقه)؛ آغاز:"بسملہ و خطبہ اما بعد سید علی حائری لاہوری مومنین کی خدمت میں عرض۔"طبع لاہور: ۱۹۰۰ء

۲۲. حجاب النسواں (اُردو عقائد)؛آغاز (بسملہ و خطبہ اما بعد خادم شرع نبوی ابوتراب سید علی الحائری لاہوری عرض، طبع: لاہور، رمضان ۱۳۲۳ھ۔

۲۳. فتاویٰ حائری (اُردو۔ عقائد، ۴ جلد)؛یہ کتاب مختلف مسئلوں پر مشتمل ہے۔ طبع: لاہور۔

۲۴. تقلید المقلدین (اُردو فقه)؛آغاز (بسملہ و خطبہ اما بعد ارباب دانش و اصحاب معرفت پر پوشیدہ تر ہے کہ اس۔ یہ کتاب ایک مقدمہ پانچ باب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ طبع: لاہور ۱۳۱۷ھ۔

۲۵. البرهان (اُردو کلام)؛ آغاز (بسملہ و خطبہ اما بعد خادم شریعت نبوی ابوتراب سید علی حائری عرض، طبع: لاہور۔

۲۶. تقریر افتتاحي (اُردو)؛اکتوبر ۱۹۱۴ء کو آل انڈیا شیعہ کانفرنس لکھنؤ میں کی گئی تقریر۔ طبع: لکھنؤ۔

۲۷. ملفوظات الحائري (اُردو کلام)؛عزاداری پر ہونے والے اعتراضات کا جواب۔ طبع: پنجاب لاہور محرم ۱۳۲۵ھ۔

۲۸.حجت شاهده بجواب خلافت راشده (اُردو کلام)؛آغاز (بسمله و خطبه اما بعد خادم خدام شرع نبوی ابوتراب السید علی لاہوری عام اہل اسلام کی خدمت)۔عبد الکریم سیالکوٹی کی کتاب خلافت راشدہ کا دندان شکن جواب ہے۔طبع: لاہور ۱۳۲۰ھ

۲۹. رسالة مضمون طاعون (اُردو کلام)؛آغاز: (بسمله و خطبه اما بعد خاکسار بنده نحیف و ضعیف ابوتراب سید علی، قادیانیوں کے جواب میں، طبع: لاہور ۱۳۲۲ھ۔

۳۰.ترجمہ رسالہ نور (فارسی اردو)؛یہ رسالہ مترجم کے والد مولانا سید ابوالقاسم رضوی نے فارسی زبان میں تحریر فرمایا تھااور انہوں نے اسے اردو میں منتقل کیا۔طبع: لاہور

۳۱. بشارت احمدیه في اثبات نبوت محمدیه (فارسي کلام)؛ مطبوعہ۔

۳۲. سیف الفرقان (فارسي عقائد)؛ مطبوعہ۔

۳۳.اظهار الحقیقة (اُردو کلام)؛سات سوالوں کے جوابات جو ان سے چند مخالفین نے کئے تھے۔طبع: ہند۔

۳۴.تقریظات المشاهیر (۴جلد)

۳۵.التنقیددر اجتهاد و تقلید (فارسي اصول فقه)؛ طبع: لاہور ۱۳۱۳ھ۔

۳۶. تنبیه المؤمنین در شرائط اجتهاد (فقه)؛

۳۷.حل مالا ینحل در احکام کفارو ولد الزنا؛

۳۸.مسائل ضروریه؛

۳۹.مفید الصبیان؛

۴۰.عشره کامله؛

۴۱. هدایات حائري؛

۴۲.رسالة سکوت امیر المؤمنین؛

۴۳. موعظه تقیه؛

۴۴. موعظه مباهله؛

۴۵. فلسفه اسلام؛

۴۶. رسالة الهديٰ؛

۴۷. حديث قرطاس؛

۴۸. مواعظه حسنه؛

۴۹. رسالة الغدير في الامامة الامير (فارسي كلام)؛ طبع: لاہور ۱۳۱۸۔

۵۰. موعظه تحريف قرآن؛

۵۱. رساله انوار در علت اغسال.[1]

﴿۱۴۶﴾

سید قاسم حسینی ہمدانی

(۱۳۶۱ھ)

مولانا آقا سید قاسم کے داداعلامہ میر سید زمان شاہ (م ۱۳۰۵ھ) اور والد آقا سید مصطفیٰ شاہ تھے۔ والدہ علامہ سید حسن واعظ (م ۱۳۰۹ھ) کی دختر سیدہ زینب تھیں۔ موصوف نے اسلامی علوم دادیہال او

---

[1]۔ الذریعہ ج۱ ص ۵۵ ج۲ ص ۲۲۰، ۳۷۶ ج۳ ص ۱۵۱، ۳۱۸ ج۷ ص ۵۶ ج۸ ص ۳۶۱ ج۱۱ ص ۲۲۰ ج۱۲ ص ۲۸۷ ج۱۵ ص ۳۰۲ ج۱۶ ص ۲۳ ج۱۷ ص ۶۷ ج۱۸ ص ۳۵۴ ج۲۳ ص ۲۳، ۱۶۲، ۲۸۵، ۳۰۶ ج۲۴ ص ۲۶۷؛ امامیہ مصنفین ج۲ ص ۸، ۱۷، ۳۹، ۵۱، ۵۲، ۶۵، ۷۲، ۷۶، ۱۲۳، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۵۵، ۳۹۶، ۴۰۷، ۴۱۱؛ تذکرہ بے بہاء ص ۲۶۲۔ ۲۶۴؛ مطلع انوار ص ۳۴۱۔ ۳۴۲؛ تذکرہ علمای امامیہ پاکستان ص ۱۷۸۔ ۱۸۲؛ نقباء البشر ج۴ ص ۱۳۳۹۔

رنانیہال کے فقہاء سے حاصل کئے اور دو مرتبہ عتبات و عالیات کا سفر بھی کیا۔ آپ اپنے دادا کے جانشین تھے اور انہی کی طرح خدمت دین حقہ کو اپنا نصب العین بنایا تھا۔ آپ نے علاقہ حسن آباد اور میر بحری میں کئی دینی درسگاہیں بنوائی تھیں۔

مولانا سید قاسم عالم فاضل تقوی شعار اور عابد شب زندہ دار تھے۔ ان کے کرامات آج تک مشہور و معروف ہیں۔ آپ نے بروز پنجشنبہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ (۱۰ دسمبر ۱۹۲۴ء) کو وضو ار تماسی کے دوران پانی کے حوض میں غرق ہو کر انتقال فرمایا اور حسن آباد میں اپنے آبائی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

اولاد

۱. سید محمد سعید (دیکھئے احوال)؛
۲. سید محمد رضا (دیکھئے احوال)؛
۳. حاج سید مصطفیٰ (م ۱۴۲۵ھ)؛
۴. حاج سید افضل
۵. دختر (زوجہ آقا سید علی ہمدانی مرحوم)؛
۶. دختر (زوجہ آقا سید احمد واعظ)

﴿۱۴۷﴾

سید احمد موسوی صفوی
(۱۳۶۴ھ)

آقا سید احمد موسوی صفوی ۱۳۰۴ھ کو بڈگام میں پیدا ہوئے۔ آپ علامہ سید محمد موسوی (دیکھئے احوال) کے سب سے بڑے فرزند ارجمند تھے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کر کے ۱۳۱۴ھ میں نجف کی راہ لی اور تکمیل تحصیل کے بعد وطن مالوف لوٹے۔ آپ کے فرزند حجتہ الاسلام سید محمد باقر موسوی قبلہ کا بیان

ہے کہ آپ کی پہلی شادی خاندان واعظین میں آقا سید حسین حسینی ہمدانی (مدفن خانقاہ معلیٰ) کی دختر سے ہوئی جن کے بطن سے حجۃالاسلام آقا سید مصطفےٰ موسوی (دیکھئے احوال) پیدا ہوئے۔ جب یہ معظّمہ فوت ہوگئیں تو آپ کا دوسرا عقد راقم کے خاندان میں زین السادات آقا سید اسد اللہ شاہ حسینی ہمدانی کی بیٹی سے ہوا جو حجۃالاسلام حاج سید محمد باقر موسوی[1] کی والدہ تھیں۔

[1]۔ حجۃالاسلام حاج سید محمد باقر موسوی حفظہ اللہ ہمارے دور کے اعلیٰ پایہ ادیب مصنف اور مبلغ ہیں۔ انہوں نے باب العلم میں تعلیم حاصل کر کے نجف کا رخ کیا اور بعد فراغت واپس کشمیر آگئے اور آج کل بلیغ و تحقیق میں مصروف ہیں۔ خداتعالیٰ انہیں طول عمر عطاء فرمائے۔ موصوف کی حسب ذیل تالیفات ہیں:

۱۔ ترجمہ الغدیر (اردو۔ عقائد، ۲ جز)؛ علامہ شیخ عبدالحسین امینی کی کتاب الغدیر کی پہلی جلد کا اُردو ترجمہ دو اجزاء میں کیا گیا ہے۔ طبع بڈگام، کشمیر۔

۲۔ امام مبین (اُردو۔ عقائد)؛ علامہ سید مہدی موسوی صفوی کی کتاب مطفِیۃ الحرقی کا اُردو ترجمہ ہے اور مع اصل چھپ چکا ہے۔ طبع: اکرام حسین پریس، بنارس۔

۳۔ ترجمہ الوحی والالہام و برہان الامامۃ (عربی۔ عقائد)؛ آیت اللہ میرزا عبدالکریم زنجانی سے علامہ اقبال لاہوریؒ نے وحی الہام اور امامت سے متعلق کچھ سوالات لاہور میں کئے تھے اور اُنہوں نے ان کا تشفی بخش جواب دیا تھا۔ ان تمام سوالات وجوابات کو لاہور کے ممتاز فاضل سید حسن جعفر فارسی میں قلمبند کرتے گئے اور اسے کتابی شکل دے کر اس کا اُردو میں ترجمہ کر کے اصل اور ترجمہ کو یکجا لاہور سے ۱۳۵۶ھ میں نشر کیا۔ یہ اسی فارسی رسالے کا عربی ترجمہ ہے۔ طبع بڈگام کشمیر، ۱۴۲۵ھ۔

۴۔ ابن سینا جاودان (اُردو)؛ علامہ میرزا عبدالکریم زنجانی کے مقالہ ابن سینا جاودان کا اُردو ترجمہ ہے۔ طبع: بڈگام، کشمیر۔

۵۔ عمرو بن عاص (اُردو۔ تذکرہ)؛ طبع: اکرام حسین پریس بنارس۔

۶۔ اختر درخشان (اُردو۔ تاریخ)؛ کشمیر کی شیعی تاریخ سے متعلق سے مقالہ میں میر شمس الدین عراقی اور ان کے فرزند میر سید دانیال کے احوال کو تفصیل سے قلمبند کیا گیا ہے، طبع: اکرام حسین پریس بنارس۔

۷۔ ترجمہ رسالہ لباسیہ (اُردو۔ فقہ)؛ آیت اللہ سید ابوالقاسم الخوئی کی کتاب کا اُردو ترجمہ ہے۔ اس میں لباس مشکوک کو عنوان بنایا گیا ہے۔ طبع: بڈگام، کشمیر ۱۴۲۵ھ۔

۸۔ ترجمہ اصول الاستنباط (اُردو۔ اصول فقہ)؛ علامہ حیدری نجفی کی کتاب مشتمل بر بحث اصول فقہ کا ترجمہ ہے۔ طبع: بڈگام کشمیر۔

۹۔ ترجمہ رسالہ نیت (اُردو۔ فقہ)؛ آقا سید مہدی موسوی صفوی کے فارسی رسالہ کا اُردو ترجمہ ہے اور اصل و ترجمہ دونوں ایک ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔ طبع: بڈگام کشمیر۔

چونکہ آپ کے والد پر اواخر عمر میں ہی ضعف اور بیماری کے آثار نمایاں ہوئے۔ اس لیے ان کی زندگی میں ہی آپ مسند مرجعیت پر جلوہ افروز ہوئے۔ موصوف نے امام باڑہ بڈگام کی تعمیر پایہ تکمیل تک پہنچادی اور امام باڑہ حسن آباد کی مرمت ۱۳۵۵ھ میں کرائی۔ اپنے جد امجد میر شمس الدین عراقی کا روضہ چاڈورہ میں تعمیر کروایا اور خانقاہ جڈیبل میں خوشحال سر کی طرف دیوڑھی بنوائی۔ اس کے علاوہ دینی مدارس کا قیام فرمایا اور قریہ قریہ میں اساتذہ کی تقرری فرمائی۔ قوم کی حالت بہتر بنانے کے لیے انجمن موسوی کی بنیاد ڈالی جو بعد میں انجمن شرعی شیعیان میں تبدیل ہوگئی۔ ۴ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ میں اس دنیا سے تشریف لے گئے اور آستانہ بڈگام میں اپنے والد کے پاس دائمی آرام فرمارہے ہیں۔[1]

﴿۱۴۸﴾

سید علی حسینی جلالی

(۱۳۶۷ھ)

علامہ سید علی جلالی فرزند حجۃ الاسلام سید قاسم جلالی ۱۲۹۰ھ کو کربلائے معلیٰ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے مقامی مدرسے سے تعلیم حاصل کی اور ۱۳۲۰ھ میں حرم امام حسین علیہ السلام میں امام جماعت منتخب ہوئے۔ پھر کشمیر چلے آئے اور ایک مدت قیام کرکے واپس کربلا پہنچے اور یہیں نکاح بھی کرلیا۔ پھر کربلا سے سامراء ہجرت کی اور آیت اللہ میرزا محمد تقی شیرازی سے استفادہ کیا۔ یہاں تک کہ آیت اللہ شیرازی ۱۳۳۶ھ میں کربلا آگئے اور آپ بھی انہیں کے ہمراہ پھر سے کربلا میں ساکن ہوگئے۔

یہاں تمام عمر درس وتدریس میں مشغول رہے۔ اس کے علاوہ حرم میں امامت کے فرائض بھی حسب دستور انجام دیتے رہے۔ آپ ۷ جمادی الاول ۱۳۶۷ھ کو کربلا میں انتقال کرگئے اور حرم سید

۱۰۔ فروغ تعلیم (فارسی۔ اخلاق، تحقیق)؛ علامہ طوسیؒ سے منسوب رسالہ آداب المتعلمین کا فارسی ترجمہ آقا سید مہدی موسوی صفوی نے کیا تھا اور آقا سید باقر موسوی نے اس کی تصحیح کرکے ایک گرانقدر مقدمہ کے ہمراہ اس کو شائع کرایا، طبع: بڈگام کشمیر۔

[1]۔ ماہنامہ الارشاد شعبان ۱۳۸۴ھ۔ ص ۲۷

الشہداء علیہ السلام کے صحن مطہر میں جنوب کی طرف کلیدار کے کمرے کے مقابل دفن ہیں۔ سید محمد حسن آل طالقانی نے یہ تاریخ وفات نظم فرمائی ہے۔

طوت لوا العلياء من هاشم　　فادحة جاء بها الدهر
صفي علي لرياض الهنا　　و صنم تلك الغرة القبر
اُصيب فيه العلم فرداً كما　　من التقي قد قصم الظهر
و ظلت الشرعية بتكي دماً　　عليه اذ قد نابها الذعر
تساُل هل لنكبتي مشبه　　و هل عني قادتي الاُمر
اجابها من ساُلت اُرخي　　اُجل لقد ريع بها الفقر[1]

﴿۱۴۹﴾

شہید محمد علی

(۱۳۶۷ھ)

مولانا شیخ محمد علی کشمیر کے برہمن خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد نے اسلام قبول کیا۔ شیخ محمد علی صاحب نے مولوی فاضل اور منشی فاضل پاس کر کے علم دین میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ ۱۹۲۰ء کے بعد دہلی اینگلو عربک اسکول میں اُستاد کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور اس دوران امامت نماز کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ آپ بعد میں سونی پت میں ساکن ہوئے۔ قیام پاکستان کے وقت سونی پت میں چھ ہزار روپیہ چندہ جمع کیا اور اہل رسول پور کے غریب خاندانوں کی کمک کے لیے ۱۹۴۷ء/۱۳۶۷ھ میں روانہ ہوئے۔ دہلی سے ۲۲ میل کے فاصلہ پر بلب گڈھ ضلع گوڑ گاؤں پہنچے کہ کسی نے آپ کو شہید کر کے روپیہ چھین لئے۔

[1] نقباء البشر جز ۴ ص ۱۵۰۰۔۱۵۰۱؛ من ایام الجلالی فی القاسم ص ۱۰۔۱۱۔

آثار

ترجمہ و حواشی قرآن (اُردو) مطبوعہ [1]

﴿۱۵۰﴾

سید محمد علی رضوی

(۱۳۶۸ھ)

آپ آیت اللہ سید محمد حسن رضوی (م۱۳۲۸ھ) کے فرزند تھے۔ آپ کی ولادت ۱۳۱۲ھ کو کربلائے معلیٰ میں ہوئی۔ مقامی علماء اور اپنے والد سے علوم دینی حاصل کئے۔ سولہ سال کی عمر میں آپ یتیم ہوگئے۔ تکمیل تحصیل کے بعد آپ کی شادی آیت اللہ العظمیٰ سید محمد کاظم یزدی طباطبائی (م۱۳۳۷ھ) کی دختر سے ہوئی۔

مولانا رضوی بڑے عالم فاضل، مقدس اور زاہد تھے۔ آپ دعا کمیل، یستشیر اور احتجاب کی تلاوت کثرت سے کرتے تھے۔ آپ نے اپنے فرزند سے بھی ان ادعیہ کو پڑھنے کی وصیت فرمائی تھی۔ آپ کے پاس تین سو سال پرانی تربت امام حسین علیہ السلام تھی۔ اس کو پانی میں ڈال کر مریضوں کو پلاتے تھے جس سے وہ شفایاب ہو جاتے تھے۔

آپ آیت اللہ شیخ عبد الکریم حائری کے بہت گہرے دوست تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے فرزند کا نام عبد الکریم رکھا تھا۔ نجف میں دستور تھا کہ جب کوئی بزرگ عالم وفات پاتے تو کسی بلند جگہ سے اس خبر غم کا اعلان کیا جاتا تھا۔ ایک روز کوئی ایرانی عالم وفات کر گئے اور اس کا اعلان کیا گیا۔ علامہ سید محمد علی رضوی نے اپنے فرزند سید عبد الکریم سے پوچھا کہ ذرا دیکھ کیا کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ کسی عالم کا انتقال ہوگیا۔ ہے۔ اس کے بعد آقا سید عبد الکریم اپنی والدہ کے پاس جاکر کہنے لگے کہ کل

۱۔ مطلع انوار ص ۵۸۳۔ ۵۸۴۔

باباکا بھی انتقال ہو جائے گا۔ ماں نے بیٹے کی طرف نگاہیں پھیر کر کہا! یہ تو کیا کہہ رہا ہے۔ پھر جب صبح ہوئی مولانا سید محمد علی رضوی چھپن سال کی عمر میں ۱۳۶۸ھ کو نجف میں فوت ہوگئے۔[1]

﴿۱۵۱﴾

مولوی غلام علی بابا

(۱۳۴۹ھ)

مولوی غلام علی بابا طالب بابا کے فرزند تھے۔ آپ نے رئیس کشمیر صفدر بابا صاحب کے یہاں کاٹھمیدان جڈی بل میں ولادت پائی۔ اور اسی گھر میں پروان چڑھے۔ مقامی علماء سے تعلیم حاصل کی۔ موصوف مرحوم نواب آقا سید حسین شاہ جلالی کے مدرسہ امامیہ اسکول میں عربی فارسی اور دینیات کے استاد تھے۔ مدرسہ میں ان کی اقتداء میں نماز ظہر و عصر بھی ادا کی جاتی تھی۔ آپ نہایت خداترس، خوش مزاج، انسان پرور سخی اور علم دوست شخصیت تھے۔

اپنے گھر میں بڑے جوش وجذبے کے ساتھ مجالس عزا اور علمی محافل کا انعقاد کرواتے تھے۔ آقا سید علی نقی واعظ اور شیخ عبد العلی بحرینی کے ساتھ آپ کے گہرے تعلقات تھے۔ آپ کے پاس قلمی کتابوں پر مشتمل ایک نفیس کتابخانہ تھا۔ لیکن افسوس کہ ان کے انتقال کے بعد وہ برباد ہوگیا اور اب ان کے وارثان نے چند اہم نسخے محفوظ کرلئے ہیں۔ آپ کا انتقال بوقت پانچ بجے ۱۳ شعبان ۱۳۶۹ھ کو ہوا اور گلستان بابا مزار جڈیبل میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔[2]

---

[1]۔ روح و ریحان ص ۱۵۔۱۷؛ آفتاب خوباں ص ۱۳۔۱۷۔

[2]۔ مکتوب مبشر حسین میر صاحب۔

﴿۱۵۲﴾

سید قاسم موسوی

(۱۳۷۲ھ)

آپ چھتیر گام (بڈگام) میں رہتے تھے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ مفتاح العلوم میں حاصل کرنے کے بعد نجف کا رخ کیا اور کشمیر واپس آگئے۔ ۱۳۷۲ھ (۱۹۵۳ء) میں آپ چھتر گام میں فوت ہوئے۔ آپ کے فرزند مولانا سید محمد موسوی اس وقت خدمت مذہب حقہ میں مصروف ہیں۔[1]

﴿۱۵۳﴾

شیخ عبد العلی بحرینی

(۱۳۷۲ھ)

شیخ عبد العلی کی ولادت جڈی بل سرینگر میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم علمائے کشمیر سے حاصل کی اور پھر مزید تحصیل کے لیے نجف گئے۔ آپ اپنے دور کے فاضل اجل اور عالم بے بدل تھے۔ موصوف نے قوم کو متحد کرنے میں بڑی کوششیں کیں۔ پوری عمر نماز جمعہ کو رائج کرانے میں کوشاں رہے۔ آپ نہایت ہی حلیم، منکسر المزاج اور اخلاق حسنہ کے مالک تھے۔ یکم محرم ۱۳۷۲ھ میں وفات پائی۔ آپ بابامزار جڈیبل میں آسودہ ہیں۔

اولاد

۱. شیخ محمد عباس؛

---

[1] ۔ مکتوب مولانا سید محمد سبطین موسوی۔

۲. شہید شیخ نثار حسین۔[۱]

﴿۱۵۴﴾

ملا محمد جواد انصاری

(۱۳۷۷ھ)

جناب مولانا مولوی محمد جواد انصاری ۱۵ صفر المظفر ۱۳۱۴ھ کو علامہ ملا حیدر علی انصاری (م ۱۳۳۳ھ) کے گھر نواکدل سرینگر کشمیر میں پیدا ہوئے۔ آپ ایسے آباو اجداد کے وارث تھے جو پشت در پشت عوام کی ہدایت اور علوم اسلامی کے حصول میں کوشاں رہے تھے۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کی بناء پر بچپن اور لڑکپن کے دور میں ہی تعلیمات مقدمات عربی و فارسی، منطق فقہ اور اصول فقہ اپنے والد سے پڑھیں۔ جب اُنیس سال کے ہوئے تو سایہ پدری سے محروم ہوگئے۔

پھر اپنے برادر بزرگوار اور حجۃالاسلام حاج ملا فضل علی انصاری صاحب سے اپنے برادر اصغر مولوی عبد العلی کی معیت میں کسب فیض کیا۔ مگر ۱۳۳۶ھ میں ان کی نعمت وجود سے بھی محروم ہوگئے۔ باپ اور بھائی کی بے وقت موت نے آپ کو بے بس اور دل ملول کر دیا مگر آپ نے ہمت نہیں ہاری اور علامہ زمان شیخ علی اصغر طاب ثراہ (دیکھئے احوال) کے محضر سے مسلسل کئی سال استفادہ کیا یہاں تک کہ دقیق مراحل سے روشناس ہوئے۔

آپ کا زہد و تقویٰ ضرب المثل ہے۔ احسان و رحمت کا سرچشمہ تھے۔ منشی جعفر صاحب رقمطراز ہیں خداوند کریم نے اپنی خاص عنایات سے مولانا کو سلجھا ہوا دماغ عطا کیا تھا۔ آپ کی طبیعت میں غائت درجہ کی متانت اور سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ مجالس اور نجی بات چیت میں آپ کا کلام قلیل اللفظ اور کثیر المعنی ہوا کرتا تھا۔ حاضر جوابی، معاملہ فہمی، تدبر اور سریع الفہمی میں اپنی مثال آپ تھے۔ مزاج میں صبر اور استقلال کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ آپ کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف ستودہ سے متاثر ہوکر کوئی فرد آپ

۱۔ مکتوب ڈاکٹر شیخ محمد شفیع۔

سے ترش کلامی کی جرأت نہیں کر سکتا تھا اگر کسی وقت غلط فہمی سے کسی شخص کا پارا چڑھ بھی جاتا تو آپ اپنے دلپذیر جواب سے اس کے غیض و غضب کا پارا اس طرح نقطہ اعتدال پر اُتارتے تھے کہ وہ عرق انفعال میں تر ہو کر آپ سے معافی حاصل کئے بغیر رخصت نہ ہوتا تھا۔

آپ کو کبھی مخالفین سے شکوہ شکایت کے الفاظ کہتے نہ سنا گیا، آپ ہر وقت عفو سے کام لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک کے دل پر حکومت کرتے تھے۔ نااتفاقی کے آپ جانی دشمن تھے۔ ہر وقت مومنین و مسلمین کو تنازعات اور فسادات سے باز رہنے کی تلقین کرتے وقت اوامر اور نواہی میں بہت بے باک واقع ہوئے تھے۔ کریم النفسی اور ایثار طبعی میں بے نظیر تھے۔ آپ کے نفس میں تعمیری جبلت فطرتاً تمہیدی صورت میں پائی جاتی تھی۔ اس فطری قوت کی تحریک سے آپ رات دن قوم اور قومی یادگاروں کی تعمیر میں قابل قدر تجاویز مرتب کرتے تھے۔ اگر وقت اور مالی حالت نے ساتھ دیا ہوتا تو اس وقت قومی استحکام کی کچھ اور حالت ہوتی۔

مولانا محمد جواد انصاری کشمیر کے ان علماء میں سے تھے جو جرائت اور دوسروں کی مخالفت کی پروانہ کرتے ہوئے وسعت نظر سے اپنے فیصلے سناتے تھے۔ اپنی قابلیت سے قضایا کے پیچیدہ تر معاملوں کو پلوں میں حل کر دیتے تھے۔ عوام کی کیا بات ہے علماء بھی دیکھ کر ششدر و حیران رہ جاتے۔ علمائے کشمیر خصوصاً شیخ علی اصغر صاحب آپ کو فیصلوں میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ گویا آپ شرعی فیصلوں کو نمٹانے کے چیمپین تھے۔ اپنی عمر عزیز دین و ملت کی خدمت میں گذاری اور ہر کام کو ذمہ داری کے ساتھ انجام دیا۔ جب باطل حکومت میں آپ کو قانون ساز اسمبلی کی رکنیت قبول کرنا پڑی تو بعض لوگوں نے اس کی شکایت سرکار آیت اللہ سید ابوالحسن اصفہانی علیہ الرحمہ سے کی۔ انہوں نے مولانا کو دعائے خیر سے یاد کرتے ہوئے فرمایا مولانا وہی کام انجام دے رہے ہیں جو عہد عباسیہ میں خاندان برامکہ نے انجام دیا تھا۔[1]

---

[1]۔ اہل بیت طاہرین علیہم السلام کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ باطل حکومت کی ملازمت کرنا تب تک جائز ہے۔ جب تک مومنین کی خدمت ہوتی رہے۔ ہارون رشید کے عہد میں علی ابن یقطین نامی شخص وزارت کے عہدہ پر فائز تھا اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا صحابی بھی تھا۔ اس نے امام علیہ السلام سے اس بات کی اجازت چاہی کہ ہارون کی وزارت سے مستعفی ہو جائیں۔ آپ نے انہیں روک کر فرمایا کہ یہ مناسب نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارے ذریعہ کسی بندہ مومن کا دل شکستہ دل مطمئن ہو جائے یا کم از کم

۱۹۳۱ء میں جب کشمیر میں تحریک حریت کا آغاز ہوا اور قریب تھا کہ ہماری قوم کا شیرازہ بکھر جاتا۔ ایسی حالت میں مولانا کے لیے خاموش بیٹھنا ممکن نہ تھا۔ بس قومی اجتماعیت کی بقاء کی خاطر آل جموں و کشمیر شیعہ ایسوسی ایشن کی بنیاد ڈالی جس کا نصب العین مذہبی، علمی، سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی خدمات تھا۔ انہوں نے عموماً مسلمین اور بالخصوص مومنین جموں وکشمیر کو اصلاح اور تعمیر وترقی کی طرف دعوت دی۔ کشمیر کا قدیم ترین امام باڑہ جڈی بل شخصی تصرفات میں رہنے کی وجہ سے اپنی آخری سانسیں گن رہا تھا۔ مولانا نے اس عظیم ثقافتی اور علمی مرکز کو شخصی تسلط سے آزاد کرا کر ۲۸ محرم الحرام ۱۳۵۳ھ برابر ۱۴ مئی ۱۹۳۴ بروز یکشنبہ آل جموں وکشمیر شیعہ ایسوسی ایشن کی تحویل میں لایا اور آیت اللہ اصفہانی کی باضابطہ اجازت سے اس کی انتظامیہ کمیٹی ترتیب دے کر اپنے زیر صدارت قائم فرمائی۔ کئی سال انتہائی جدوجہد اور زحمات برداشت کرنے کے بعد اس کی مرمت کروائی اور اس کے لیے زینت و آرائش کا سامان مہیا فرمایا۔ عرصہ دراز سے یہ حُسنیہ متنازعہ صورت اختیار کر گیا تھا مگر مولانا نے انتھک محنت سے یہ قصہ سرے سے ہی ختم کیا۔ صاحب تنبیہ العباد کے الفاظ یہ ہیں امام باڑہ جڈی بل سرینگر سے متعلق غصب و مباح کا خانمان سوز تنازعہ تقریباً اسی سال سے چلا آ رہا تھا۔

اس تنازعہ کی وجہ سے قوم دو ٹولیوں میں بٹی ہوئی تھی۔ آئے دن اسی فکر میں رہتے تھے کہ کب اس فتنہ و فساد سے قوم کو چھٹکارا ملے۔ آپ ہر وقت قوم کے حساس اور بالغ النظر افراد و عمائدین سے اس قضیہ کو نپٹانے میں مشورہ کیا کرتے تھے۔

بالآخر فضل ایزدی سے مولانا صاحب کی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں اور قوم کے چند درد دل رکھنے والے حضرات نے مولانا صاحب کی ہمنوائی کر کے ہمیشہ کے لیے اس غصب و مباح کے قضیہ کو ختم کر ڈالا۔ چنانچہ ۲۷ نومبر ۱۹۵۵ء کو ایک دستاویز بعنوان مصالحہ مومنین ضبط تحریر میں لائی گئی۔ جس نے اس قضیہ کو حرف باطل کی طرح مٹا کر قوم کے رِستے ہوئے ناسور کو ہمیشہ کے لیے مندمل کر دیا۔ مولانا صاحب ان مخلص کارکنان کا جن میں سید باقر صاحب بن غفران مآب سید حسن صاحب مرحوم

مخالفت کی آگ نہ بھڑکنے پائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ تم میرے دوستوں کے احترام کا وعدہ کرو میں تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ نہ کبھی قتل ہو گے نہ کبھی گرفتار ہو گے اور نہ کبھی فاقہ کی نوبت آسکتی ہے (ترجمہ الامام الصادق والمذاہب الاربعۃ ص ۳۴)

ساکن خوشحال سر جڈی بل خاص طور پر قابل ذکر ہیں، مرتے دم تک شکریہ ادا کرتے تھے۔ ان مخلص اور روشن ضمیر افراد کی سعی مشکورہ سے غصب و مباح کا خانماں سوز تفرقہ ہمیشہ کے لیے مٹ گیا۔

مولانا نے امام باڑہ جڈی بل سرینگر کی مرمت کا از سر نو بیڑا اٹھایا مگر آپ کی بے وقت موت نے یہ کام ادھورا ہی چھوڑا۔ مگر ان کے فرزند حجۃ الاسلام مولانا مولوی افتخار حسین انصاری صاحب نے اپنے والد کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرتے ہوئے۔ اس امام باڑے کو از سر نو تعمیر فرما کر ایک نئی تاریخ رقم کی۔ اُمید ہے کہ موصوف اس کے ساتھ کتب خانہ بھی تعمیر کریں گے۔ انشاء اللہ۔

عید سعید غدیر یعنی ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ کے مبارک موقعہ پر مولانا محمد جواد صاحب نے امام باڑہ احمد پورہ کی بنیاد ڈالی۔ نماز عیدین پڑھنے اور باقی دوسرے اجتماعات منعقد کرنے کے لیے جڈی بل میں ایک وسیع باغ کو اپنے مولا امیر المومنین علیہ السلام کے نام سے منسوب کر کے اس کا نام علی پارک رکھ کر عوام کے حوالے فرمایا۔ نمچہ بل سرینگر میں فرودگاہ ذوالجناح کو تعمیر کیا اور کمانگر پورہ سرینگر میں ذوالجناح شریف کے قیام کی خاطر قطعہ زمین بھی خریدا۔ امام باڑہ جڈی بل کی مستقل آمدنی کے لیے علمگری بازار میں کمپلیکس اور دوکانیں خریدیں۔ اپنی رہائش گاہ خانقاہ سوختہ نواکدل کے قریب ایک مسجد کافی خستہ حال ہو چکی تھی۔ اس کی مرمت کی تحریک چلائی۔ وفات سے ایک روز قبل سارا دن کھڑا رہ کر اسی مسجد میں کاریگروں کو ہدایت دیتے رہے۔

اگرچہ سردی کافی شدت سے پڑھ رہی تھی مگر آپ نے اس کی پرواہ نہ کی۔ حبک تحصیل بارہمولہ میں ایک سید زادے کے مزار کی حالت زار تھی۔ آپ سے دیکھا نہ گیا تو فوراً اسکی تعمیر کے لیے اقدام کرنے لگے اور خطیر رقم کو جمع بھی کیا مگر افسوس موت نے اتنی بھی فرصت نہ دی کہ اس روضہ کی تکمیل اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے۔

روز چہار شنبہ ۲۷ نومبر ۱۹۵۷ء بمطابق ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ حسب معمول مولانا نے نماز فجر تعقیبات اور تلاوت کلام پاک سے فراغت پائی تھی کہ اچانک آٹھ بج کر بیس منٹ پر سکتہ کا حملہ ہوا۔ مرحوم مولوی حسن علی صاحب پاس ہی بیٹھے تھے۔ انہوں نے کافی اصرار کیا کہ ڈاکٹر کو مشورہ کے لئے بلائیں گے مگر مولانا مانع ہوئے اور فرمایا اب کوئی فائدہ نہیں۔

دس پندرہ منٹ کے بعد درد میں شدت آگئی اور حالت بگڑ گئی۔ سرینگر کے بڑے بڑے ڈاکٹر علاج کے لیے لائے گئے مگر آفاقہ نہ ہوا آخر کار پونے آٹھ بجے شام ریڈیو کشمیر نے مولانا کے انتقال کی جانگداز خبر نشر کی۔ خبر سنتے ہی ہزاروں کی تعداد میں لوگ پاسر برہنہ آپ کے گھر کی طرف آنے لگے۔ رات بھر جزع و فزع کا عالم رہا۔

رات کے بارہ بجے آپ کو آخری غسل دیا گیا اور جنازہ کے ارد گرد صبح صادق تک قرآن خوانی ہوتی رہی۔ ۲۸ نومبر ساڑھے گیارہ بجے قبل از ظہر اپنے آبائی گھر سے آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ لوگوں کی جم غفیر جنازے کے ساتھ تھی۔

علماء معاصرین عمائدین اور رؤساء شہر کے علاوہ ریاست جموں و کشمیر کے وزیر اعظم بخشی غلام محمد صاحب اور حکومت کے باقی تمام اعلیٰ اراکین جنازے میں شریک تھے۔ علامہ مرحوم شیخ علی نقی صاحب نے علی پارک جڈی بل میں نماز جنازہ پڑھائی اور شام پانچ بجے اپنے اجداد بزرگوار کے روضہ بابا مزار جڈی بل سرینگر میں دفن ہوئے۔ ۲ دسمبر ۱۹۵۷ء کو پورا دن تعزیتی مجلس امام باڑہ جڈی بل میں ہوئی اور اسی روز مولانا مولوی حاج افتخار حسین انصاری صاحب کے سر پر علامہ شیخ علی نقی صاحب نے عمامہ رکھا اور موصوف اپنے پدر نامدار کے جانشین قرار پائے۔

جناب مرحوم منشی محمد صادق فاضل ادبیات سابق مدرس اورینٹل کالج کا قطعہ تاریخ وفات یہ ہے:

آه واويلا ز جور گردش گردون دون
كاخ علم وورع را اینک بیفتاده ستون

عالم در انظار مردم تار گردید و سیاه
شمس ملت کرد افول واه کشمیر شد تباه

چهارم جمادي الاولین و چار شنبه رانمود
سالک راه بقا بر طارم اعلی صعود

از وفاتش خطه کشمیر گردید بی پدر
ملت بیضاء یتیم و ملک بی ظل سربسر

ساکنان کاشمیر از ناگهاني فوت او
جامه هارا چاک کرده خاک مالیدند برو

عابد و امجد یتیمانش چو گریند زار زار
مخلصان راجان بکاهد قلب میگردد فگار

افتخار آل حیدر مولوي محمد جواد
خردمي نازد بروچون عقل مي یافت شاد

در تدبر در تفکر بی نظیر
حرف شیرین های وي د شمنا نرا دلپذیر

روز و شب چون بود کارش ذکر سبط مصطفی
گریه عباس و حیدر آه بهر مجتبیٰ

آن جواد مطلق از فیض سني فضل علي
سینه عرفان زائش را نموده منجلي

در جنان صادق ز بهر مقدمش آراست جائی
حوریاں و مها گرفته مید میدند آه نائی

از سروش و حدتم چون بهر فخر الواعظین
مي رسد آواز طبتم فادخلوها خالدین

بهرسال فوت او چون از خرد کردم سوال
از سر علم و رضا وز روی آه کرد این مقال

شمع دین حق گل از باد اجل شد هائی هائی
صادقا بر گوهمین باناله های وای وائي

۱۳۷۷ھ ۱۳۷۷ ۱۳۹ ۹۶۷ ۲۷۱

مرحوم سید محمد اکبر جے پوری کا مادہ تاریخ یہ ہے:

واه دریغا این چه ماتم در مومنان کاشمیر

چون ز عالم عالم ذي قدر و عاليجاه رفت

روشني بزم عرفان و عبادت بود او
عالمی تاریک شُد زير زمين آن ماه رفت

سوئی جنت پنجمن ماه جمادي الاولين
در شب پنجشنبه از دنیای فاني آه رفت

از سر حزن و کرب جُستم به سال وصال
در جنان آقا علي جواد حق آگاه رفت"

۱۳۴۹۲۰۸ ۱۳۷۷ھ [۱]

﴿۱۵۵﴾

سید محمد موسوی

(۱۳۷۸ھ)

فقیہ بزرگوار آیت اللہ سید محمد بن سید مصطفیٰ موسوی صاحب اواخر ۱۳۲۹ھ میں کشمیر کے قصبہ اچھ گام میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دروس اپنے والد معظم کے پاس پڑھے اور پھر اپنے بڑے بھائی مولانا سید محمد جعفر صاحب (دیکھئے احوال) کے مکتب میں داخل ہوئے۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کے باعث یہاں سے جلد فارغ التحصیل ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں یتیم ہوگئے۔ آپ کی پرورش مولانا سید محمد جعفر صاحب نے کی۔ جب گیارہ سال کے ہوئے تو سرینگر آکر ناصر الملت میر آقا سید حسین شاہ جلالی مرحوم کے یہاں قیام فرماکر مولانا شیخ محمد حسین (نابدی پورہ) اور مفتی اعظم جناب مولانا شریف الدین صاحب سے چھ سال تک اکتساب فیض کیا۔ جب سرینگر کی علمی فضا تنگ محسوس ہونے لگی تو لکھنو جانے کا قصد کیا اور ناظمیہ عربی کالج میں داخلہ لے کر سرکار نجم الملت طاب ثراہ کی نگرانی میں انتہائی محنت اور جان فشانی سے

---

[۱] تنبیہ العباد ص ۲۔۲۰۔

سال اول میں درجہ عالم کو مکمل کیا۔ پھر سلطان المدارس سے صدر الافاضل کی ڈگری حاصل کی اور ساتھ ساتھ شیعہ عربی کالج سے عماد الادب و عماد الکلام اور دانشگاہ لکھنؤ سے فاضل ادب جیسے امتحانات کو بھی امتیازی شان سے پاس کیا۔

مولانا کے تحصیل علم کے شوق کو دیکھ کر سرکار حجۃ الاسلام آقای سید محمد خلف باقر العلوم (مدرس اعلیٰ سلطان المدارس) نے ان کے نجف اشرف جانے کا انتظام فرمایا۔ وہاں مشہور و ممتاز اساتذہ کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی اور سند اجتہاد[1] لے کر راہی وطن ہوئے۔ ان کے آجانے سے قبل ہی ان کے علم وورع کی شہرت یہاں پہنچ چکی تھی چنانچہ علاقہ پنجاب (پاکستان) میں مقیم کشمیری عالم علامہ سید علی حائری نے مولانا سے اس سفر کے دوران ملاقات کی اور التجا فرمائی کہ آپ پنجاب میں ہی سکونت اختیار کریں۔ مگر طبیعت راس نہ آئی اور کشمیر کی طرف چل پڑے۔ یہاں بڑے زور و شور سے آپ کا استقبال کیا گیا۔ وادی آکر مولانا نے سب سے پہلے اپنے برادر کے مکتب کو وسعت دے کر اسے حوزہ علمیہ میں تبدیل کر کے اس کو "مفتاح العلوم" کے نام سے موسوم کیا۔

نصاب ترتیب دے کر مدرس مقرر فرمائے اور خود پرنسپل کی حیثیت سے تادم مرگ فرائض انجام دیتے رہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے خندہ (تحصیل پلوامہ) گانگو (تحصیل پلوامہ) قصبہ دیوسر (تحصیل کولگام) بانیگن اور بالہامہ (تحصیل سرینگر) وغیرہ میں بھی مدارس قائم فرمائے۔ اچھ گام میں وسیع اور خوبصورت جامع مسجد تعمیر کی اور انجمن معین الاسلام کی داغ بیل ڈالی جو آج بھی ان کے پوتے مولانا سید محمد سبطین کی زیر سرپرستی تبلیغی خدمات انجام دے رہی ہے۔

مولانا موسوی فقہ اور طبابت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ پوری عمر طلبہ کو فقہ کا درس اور فن طبابت سکھلاتے رہے۔ ان کے درس میں طلبہ بلا لحاظ مسلک شرکت کرتے تھے۔ آپ انتہائی متورع پرہیزگار اور اعلیٰ اخلاق و انسانی اصولوں کا نمونہ تھے۔ پریشان حال عوام کی خبر گیری اور طلبہ پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔ انہیں انتشار فتنہ اور فساد سے سخت نفرت تھی اور اتحاد اسلامی کے زبردست حامی تھے۔

---

[1]۔ کتاب آخر میں ان اجازات کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

ابتداء سے ہی آلام و امراض میں مبتلا تھے۔ جیسے زمانہ گذرتا گیا مرض غالب آتا گیا۔ آخری عمر میں دہن اقدس سے خون بھی آنے لگا تھا۔ بہت علاج کرایا گیا مگر بے فائدہ ثابت ہوا۔ آخر کار اسی مرض میں بروز شنبہ ۲۳ شوال المکرم ۱۳۷۸ھ کو انتقال فرمایا۔ پورے کشمیر میں کہرام برپا ہو گیا۔ غسل و کفن اور دوسرے لوازمات شب میں ہی مکمل کیے گئے اور جنازے کو رات بھر امام باڑے میں رکھا گیا جس کے ارد گرد صبح تک مومنین تلاوت کلامِ پاک میں مصروف رہے۔ خبر وفات عام ہو گئی علی الصبح لوگ جوک در جوک مع اکابر و اعیان آخری دیدار کے لیے تشریف لائیے۔ حجۃ الاسلام علامہ حاج سید یوسف موسوی نے نماز جنازہ پڑھائی اور قدوۃ العارفین علامہ حاج سید احمد رضوی نے سوگواروں سے خطاب فرمایا۔ یوم یکشنبہ ۲۴ شوال دو بجے دن آبائی گاؤں میں اپنے اُستاد آقای سید مرتضٰی واعظ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اخبارات نے اس جانگداز خبر کو بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ سلطان المدارس میں طلبہ نے فاتحہ خوانی کی مجلس برپا کی۔ آقائے شریعت مرحوم مولانا سید کلب عابد صاحب اور دیگر علمائے کرام نے اس سلسلہ میں خصوصی مجالس کا انعقاد کیا۔

اولاد

آپ کے ایک فرزند مرحوم سید ظفر الحسن تھے۔ اور اب ان کے فرزند مولانا آقای سید محمد سبطین صاحب اپنے دادا کے وارث ہیں۔

تلامذہ

۱. مرحوم آقا سید محمد قاسم؛
۲. مرحوم آقا سید محمد صادق رضوی؛
۳. شیخ محمد جعفر؛
۴. سید نور الدین شاہ؛
۵. سید محمد اکرم؛
۶. شیخ غلام حسین؛

۷. حکیم احمد اللہ؛
۸. حکیم شمس الدین؛
۹. حکیم محمد مقبول؛
۱۰. حکیم عبد العزیز؛
۱۱. حکیم اسد اللہ؛
۱۲. حکیم محمد جعفر؛
۱۳. سید محمد تقی موسوی؛
۱۴. شیخ ولی محمد؛
۱۵. شیخ محمد ابراہیم؛
۱۶. شیخ غلام مہدی؛
۱۷. سید محمد بن سید مصطفیٰ؛
۱۸. شیخ غلام رسول؛
۱۹. شیخ مہدی حسین نجفی؛
۲۰. شیخ غلام حسین نجفی؛
۲۱. سید احمد؛
۲۲. شیخ محمد حسین۔

آثار

۱. خود نوشت سوانح عمری؛ یہ کتاب مفقود ہے
۲. کتاب الفقہ؛ یہ کتاب نامکمل ہے اور اس کا مسودہ شاید آج بھی ان کے کتب خانہ میں موجود ہے۔[1]

[1] آثار محمدی ص ۱-۳۰؛ مدرسہ مفتاح العلوم ص ۱-۴۔

﴿۱۵۶﴾

شیخ امان اللہ

(۱۳۷۸ھ)

مولانا حاج شیخ امان اللہ نے مرتضیٰ آباد ہونزہ گلگت کے موقر و معزز خاندان میں ولادت پائی۔ تعلیم کا آغاز اپنے وطن میں کیا اور مسقط راس میں بھی کچھ دیر تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر آپ ثقۃ الاسلام شیخ محمد جان صاحب کے ساتھ کشمیر آگئے اور بڈگام میں سکونت اختیار فرمائی۔ مقدمات تمام کرنے کے بعد شیخ محمد جان صاحب عتبات عالیات تشریف لے گئے مگر شیخ امان اللہ نے کشمیر میں ہی قیام کیا اور حجۃ الاسلام آقای سید محمد موسوی صفوی اور ان کے فرزند آقای سید احمد موسوی کے پاس تعلیم و تربیت حاصل کرنا شروع کی۔ آقای سید محمد موسوی کی وفات کے بعد شیخ صاحب مزید تحصیل کے لیے نجف جانا چاہتے تھے مگر سید احمد صاحب مانع ہوئے اور انہیں یہیں روک کر درس و تدریس پر مامور کیا۔

پھر آپ نے بھی وہاں جانے کا ارادہ ترک کیا اور ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جس میں خود درس دیا کرتے تھے۔ روز وفات تک اس خدمت کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ آپ نے دو مرتبہ حج کا فریضہ بجالانے کے علاوہ عراق اور ایران کا بھی سفر کیا۔ پوری عمر تدریس اور عبادت میں بسر فرمائی۔ رمضان کی ایسی کوئی شب نہیں جب آپ سوئے ہوں۔ زہد و تقویٰ میں بے مثل ہر سختی میں صابر، تکلیف کی شکایت نہ کرنے والے اور نفس کشی میں بے نظیر تھے۔

چونکہ آپ نے علاقہ بڈگام میں مدرسہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی تھی۔ اس لئے باب العلم کا افتتاح ہونے کے بعد آپ کو یہاں بحیثیت مدرس عربی مقرر کیا گیا گویا یہ مدرسہ انہی کی کوشش کا نتیجہ تھا۔ تادم مرگ آپ نے جامعہ باب العلم میں باقاعدگی اور ذمہ داری کے ساتھ درس دیا۔ حتیٰ کہ روز وفات بھی مدرسہ میں پڑھانے گئے۔ نماز ظہر کے بعد مغربین بھی مسجد میں ہمراہ جماعت ادا کی۔ آخر شب ۱۵ رمضان ۱۳۷۸ھ حسب عادت مناجات اور عبادت میں مشغول ہوگئے۔ نماز تہجد کے لیے تجدید وضو کر کے چند منٹ کے اضطراب سے راہی ملک بقاء ہوئے۔ پھر سولہویں رمضان رات نو بجے حسب وصیت

آستانہ بڈگام میں دفن ہوئے۔ مولانا حکیم جلال الدین غازی نے آپ کا مرثیہ کہا ہے۔ جو مجلّہ الارشاد میں چھپ چکا ہے۔[۱]

﴿۱۵۷﴾

سید ہادی تبتی

(۱۳۷۸ھ)

علامہ سید ھادی تبت کے باشندہ تھے۔ انہوں نے کشمیر میں پہلے مرحوم آقای سید یوسف موسوی سے تعلیم حاصل کی اور تین سال کے بعد عراق گئے جہاں علوم اسلامی میں کمال پا کر تیرہ سال کی مدت کے بعد ماہ شعبان میں غیر معمولی بیماری کے شکار ہوئے۔ ڈاکٹروں نے واپس کشمیر جانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ ماہ شوال میں ہی آپ نے تبت (کشمیر) کی طرف رخت سفر باندھا۔ راستے میں حد سے زیادہ بیمار ہوئے تو رفیقوں نے سرینگر پہنچادیا اور یہاں فقط چھ دن زندہ رہ کر ۱۹ ماہ ذی القعدہ ۱۳۷۸ھ کو بمقام گرو بازار (سرینگر) انتقال کرگئے۔ نعش کو بڈگام لے جایا گیا اور آقای سید یوسف موسوی کے زیر اہتمام آپ کی تجہیز و تکفین اور دیگر مراسم انجام دیئے گئے۔ امام باڑہ بڈگام میں آقای سید یوسف نے آپ کا نماز جنازہ ادا کیا جس میں کثرت سے مومنین اور حجۃالاسلام شیخ رحمت اللہ تبتی کے علاوہ دیگر علماء نے شرکت کی۔ مرحوم سید ھادی آستانہ بڈگام میں شیخ امان اللہ کی قبر کے پاس دفن ہیں۔[۲]

---

[۱]۔ ماہنامہ الارشاد شوال ۱۳۷۸ھ ص ۲، ۱۲؛ رمضان ۱۳۷۹ھ ص ۳۷۔

[۲]۔ ماہنامہ الارشاد ۱۳۷۸ھ ذی القعدہ۔ ص ۲۴۔

﴿۱۵۸﴾

سید عبدالرسول رضوی

(۱۳۸۰ھ)

حاج السيد عبد الرسول رضوي بن السيد علي بن السيد مهدي بن السيد رضا بن السيد محمد بن السيد مهدي بن السيد فاضل بن السيد صالح بن السيد حسن بن السيد محمد بن السيد احمد بن مير السيد حسين الرضوي القمي الكشميري.

آپ سرینگر کے رضوی سادات کے ایک معروف گھرانے میں پیدا ہوئے۔ تاریخ پیدائش کے بارے میں کسی دقیق تاریخ کا معلوم نہ ہوسکا۔ البتہ آپ کے فرزند بزرگ راقم کے اُستاد حجۃ الاسلام والمسلمین حاج آقای سید محمد رضوی دام ظلہ کے مطابق آپ نے ۲۵ رمضان ۱۳۸۰ھ کو اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس حساب سے آپ نے تقریباً ۱۳۰۰ھ میں ولادت پائی ہوگی۔

اسلامی علوم کے مقدمات کو نواکدل اور رحبہ کدل کے دینی مکاتب میں خاندان انصاری اور خانوادہ ہمدانی (واعظین) کے علماء سے حاصل کرنے کے بعد ۱۳۱۷ھ میں جب آپ کا سن سترہ سال کا تھا اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے عراق کا سفر اختیار کیا۔ حوزہ علمیہ نجف اشرف میں دینی دروس کے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد اپنے دور کے معروف اساتید جیسے آیت اللہ العظمیٰ سید حسین بروجردی اور آیت اللہ العظمیٰ سید حسین قمی کے درس خارج میں شرکت فرمائی۔ حوزہ علمیہ میں آپ کے ہم درس آیت اللہ سید عبدالھادی شیرازی اور آیت اللہ میرزا مہدی شیرازی کربلائی جیسے فقہاء قابل ذکر ہیں۔

یہ دونوں آیات عظام بعد میں مرجعیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔

نجف میں تقریباً دس سال تک دینی تعلیم کے اعلیٰ ترین مراحل طے کرنے کے بعد وطن لوٹنے کا ارادہ فرمایا۔ آپ کے مکتوبات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لگ بھگ ۱۳۲۷ھ میں کشمیر واپس آئے۔ بعض

نامساعد حالات کے باعث آپ نے شہر سرینگر بلکہ وادی کشمیر سے ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا۔ اتفاق سے اس زمانہ میں حاجی تراب شاہ نامی ایک دیندار تاجر مشرق وسطیٰ میں اپنی نوعیت کے بڑے تاجر مانے جاتے تھے۔ وہ تاجر ہونے کے علاوہ علم شناس بھی تھے اور کاروبار کے معاملہ میں متدین بھی۔

انہوں نے ناگفتہ بہ حالات کے پیش نظر مولانا سید عبد الرسول کی خدمت میں یہ درخواست کی کہ وہ ان کے تجارتی معاملات میں شرعی امداد کی دیکھ بال اور راہنمائی کی ذمہ داری قبول کریں اور ساتھ ساتھ مختلف علاقوں خاص کر چینی ترکستان، یارقند اور لداخ وغیرہ میں تبلیغ کا کام بھی انجام دیں۔ آپ نے حاجی تراب شاہ کی اس تجویز کو منظور کیا اور کشمیر سے ہجرت فرمائی چونکہ اس سفر کا پہلا پڑاؤ لداخ تھا۔ اس لیے آپ نے اس پہاڑی علاقہ کے مومنین کے درخواست پر کچھ مدت وہاں پر قیام فرماکر تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔

اس دوران وہاں پر اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز بھی کیا۔ کچھ مدت بعد اپنے اہل و عیال کے ساتھ چینی ترکستان کے مشہور شہر یارقند روانہ ہوئے۔ اور وہاں پر تقریباً پندرہ سال تک سید تراب شاہ کی وسیع تجارت کے شرعی رقومات کے حساب وکتاب ہدایات و راہنمائی کے علاوہ اس علاقہ میں تبلیغ کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ پندرہ سال کے بعد پھر لداخ تشریف لے آئے۔ اس کے بعد یہاں کے شیعوں کے بے حد اصرار پر چھچھوت گونگما نامی شیعہ آبادی والے علاقہ میں سکونت اختیار کی اور اپنی زندگی کے آخری لمحات تک یہیں پر اپنے دینی فرائض انجام دیتے رہے۔ اس علاقہ میں تبلیغ اسلام کے علاوہ درس و تدریس کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے۔ اس دوران وقتاً فوقتاً وادی کشمیر کا سفر بھی کرتے رہے۔ لیکن یہاں پر قیام کرنا پسند نہ کیا۔

آپ آیت اللہ العظمیٰ سید ابوالحسن اصفہانی اور ان کے بعد آیت اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیم اور آیت اللہ العظمیٰ سید حسین بروجردی کی طرف سے مشرق وسطیٰ میں وکیل تھے اور مذکورہ مراجع آپ پر پورا پورا اعتماد اور بھروسہ کرتے تھے کئی علماء وفقہاء سے آپ کی خط وکتابت بھی تھی۔ نمونہ کے طور پر آیت اللہ سید ابوالحسن اصفہانی کے ایک خط کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

۷ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ

جناب مستطاب شریعتمآب مروج الاحکام آقای سید عبدالرسول کشمیری سلمہ اللہ تعالیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

بفضل خدا! انشاء اللہ آپ پوری صحت و سلامتی کے لمحات گزار رہے ہوں گے کچھ عرصہ پہلے آپ کے دستخط سے چار رجسٹریاں ملیں۔ ہر ایک میں جناب مستطاب عمدۃ الاجلۃ والاعیان حاجی سید تراب شاہ کے شرعی رقومات سے مربوط مبلغ ایک ایک ہزار روپیہ انگریزی شامل تھے۔ اس کے لیے میں آپ کا اور اُن کا مشکور و ممنون ہوں۔ اس سے قبل میں نے آپ کی طرف سے اجرت نماز کے طور پر مبلغ ایک سو ساٹھ روپیہ وصول پائے ہیں۔ جس کا میں نے الگ سے رسید ارسال کیا ہے۔ بہت زیادہ اور غیر معمولی مصروفیات اور صحت کی خرابی کے سبب جواب لکھنے میں ذرا تاخیر ہوئی۔ ...... کے لیے شکریہ ادا کرتا ہوں اور اہم مواقع پر آپ کے لیے دعا کرتا ہوں۔ اُمید ہے کہ بارگاہ الٰہی میں آپ سرفراز و سرخرو ہوں گے اور حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے پوشیدہ و عیاں لطف سے مستفید ہوتے ہوں گے۔ اگرچہ ناگفتہ بہ حالات اخلاقی برائیوں کے رواج اور لوگوں کی شہوت و دنیا پرستی سے تقریباً ناامیدی پھیلی ہے لیکن اس کے باوجود تکلیف الٰہی کے مطابق دین کی ترویج اور اس کی نصرت کو جاری رکھتے ہیں۔ تلاش و کوشش میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ ابھی حوزہ علمیہ نجف کا تحفظ اہم ترین مسئلہ ہے۔ ظاہراً اس حوزہ کا تحفظ اس کی مالی مدد پر منحصر ہے۔ کیونکہ مالی امداد بند ہونے کی صورت میں اس کے بکھر جانے کا اندیشہ ہے۔ گزشتہ دو تین سال سے بعض ملکی قوانین کے سبب ایران سے شرعی رقومات یہاں پہنچنا مشکل ہے۔

اس وقت وہاں سے ایک روپیہ کے آنے کا بھی امکان نہیں ہے۔ جب کہ وہاں کی ہی شرعی رقومات پر اس حوزہ کی معیشت کا انحصار تھا۔ لہٰذا جس طرح بھی ممکن ہو سکے۔ ڈرافٹ یا حوالہ کے ذریعہ شرعی رقومات کو نجف اشرف پہنچانے کی کوشش کیجئے۔ چونکہ اس حوزہ علمیہ کے نظم و نسق کی ذمہ داری ظاہری طور پر میرے ذمہ ہے۔ اس وقت کم از کم ماہانہ دس ہزار روپیہ طلاب کے کھانے پینے کے خرچ میں صرف ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے انتہائی مشکلات سے دوچار ہوں اور ایک خطیر رقم کا مقروض بھی ہو چکا ہوں۔ لہٰذا اس چیز کا خاص خیال رکھئے اور اسے اہم مسائل میں شمار کرتے ہوئے لوگوں کو سمجھایئے کہ ان کے لیے اس مرکز کا تحفظ

کرنا واجب ہے۔ اگرچہ انہیں اپنے ذاتی مال سے بھی یہ کام انجام دینا پڑے، خاص کر شرعی رقومات کے ذریعہ سے۔ حاجی عبد الحسین صاحب نے جو سہم امام سے ایک ہزار روپیہ خرچ کرنے کی اجازت مانگی تھی۔ انہیں اجازت دی جاتی ہے کہ وہ اس میں سے نصف رقم کو وہاں خرچ کرسکتے ہیں اور باقی نصف رقم کو یہاں بھیج دیں۔ جناب حاج سید احمد اور ان کے والد کو ہمارا سلام پہنچانا۔ ہمیشہ آپ کی صحت وسلامت کا متمنی۔

الاحقر ابوالحسن الموسوی الاصفہانی

مولانا سید عبد الرسول رضوی نے تقریباً تریسٹھ سال کی طوفانی عمر مسافرتوں اور مہاجرتوں میں گذارنے اور اس دوران تبلیغ اور ترویج دین حق کے لیے انتھک کوشش کرنے کے بعد آخرکار اسی سال کی عمر میں ۲۵ رمضان ۱۳۸۰ھ کو لداخ کے گاؤں چھچھوت گونگما میں وفات پائی۔ آپ کی وفات پر مومنین میں صف ماتم بچھ گئی۔ بڑے شاندار طریقے پر آپ کا تشییع جنازہ کیا گیا۔ اس وقت آپ کا مرقد علاقہ کے مومنین کے لیے زیارت گاہ اور احترام کا مرکز ہے۔

اولاد

مرحوم نے اپنے پیچھے دو لڑکیاں اور دو لڑکے چھوڑے۔ ان کے فرزند اکبر استاد مکرم حجۃ الاسلام والمسلمین حاج آقای سید محمد رضوی ہیں۔ انہوں نے اپنے والد اور دیگر مقامی علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرکے انجمن نصرۃ الاسلام سرینگر میں داخلہ لیا۔ وہاں سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کرکے نجف اشرف چلے گئے۔ جہاں ممتاز علمائے دین سے کسب فیض کیا گزشتہ ۳۸ سال سے کشمیر اور بیرون کشمیر دینی تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ آپ حوزہ علمیہ امام رضا علیہ السلام کے پہلے پرنسپل رہ چکے ہیں اور گزشتہ ۱۴ برسوں تک وہاں درس وتدریس کرتے رہے۔ صحت کی خرابی کی وجہ سے اب وہاں جانا بھی ترک کیا ہے۔ ہم نے آپ کے درس نہج البلاغہ اور درس تفسیر میں شرکت کی ہے۔ اس کے علاوہ زبان فارسی، صرف و نحو اور عربی ادب کے ابتدائی دروس بھی آپ کے پاس پڑھے ہیں۔ مولانا کے

دوسرے فرزند سید عبد اللہ رضوی ریاست جموں وکشمیر کے محکمہ تعلیم میں استاد کی حیثیت سے تعینات تھے۔ اب شاید ملازمت سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔[۱]

﴿۱۵۹﴾

سید احمد رضوی

(۱۳۸۴ھ)

السید احمد بن حاج السید حسین بن السید محمد بن السید باقر بن السید رحمة الله بن السید محمد بن السید هدایت الله بن السید صالح بن السید صادق بن السید مهدي بن السید حاج بن السید قاسم بن السید محمد بن السید حسین الرضوي القمي الکشمیري.

آیت اللہ سید احمد رضوی ۱۳۱۸ھ کو نابدی پورہ جڈیبل (سرینگر) میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے مقدمات پڑھنے کے بعد لکھنؤ میں تین سال تک علماء سے اکتساب فیض کرتے رہے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے نجف اشرف گئے اور بیس سال تک تحصیل میں مصروف رہے۔ آیات عظام میرزا محمد حسین نائینی، سید ابوالحسن اصفہانی، سید حسین قمی، شیخ ضیاء الدین عراقی نے آپ کو شرف تلمذ بخشا اور عرفان واخلاق میں آیۃ الحق سید علی آقا قاضی طباطبائی اور آیت اللہ شیخ محمد حسین کمپانی سے استفادہ کیا۔ آپ کے ہم درس حضرات میں آیات عظام سید ابوالقاسم خوئی، سید اسد مدنی، سید خلخالی اور سید علی نقی نقوی جیسی شخصیات قابل ذکر ہیں۔

آپ کو عرفان سے گہرا شغف تھا۔ آپ کا شمار اعاظم عارفین شیعہ میں ہوتا ہے۔ آیت اللہ سید عبد الکریم رضوی آپ کی تعریف وتمجید کرتے تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ آپ سوختہ دل تھے۔ ہر شب سونے

۱۔ مشجرات سادات رضویہ؛ مکتوب حجۃ الاسلام والمسلمین آقای سید محمد رضوی۔

سے قبل بارہ ہزار مرتبہ "یا اللہ یا ہُو" پڑھتے تھے۔ آپ کے کرامات کشمیر میں بہت مشہور ہیں۔ آپ عالم باعمل، فاضل متبحر، عابد شب زندہ دار، تقویٰ شعار اور انسانی صورت میں دراصل ملک تھے۔ اخلاق و صفات میں اپنے اجداد طاہرین کے تابع و پیروکار تھے۔ سنا گیا ہے کہ آپ کسی کے مقلد نہ تھے بلکہ خود اجتہاد فرماتے تھے۔

مولانا سید احمد نے تبلیغ اسلام اور ترویج شریعت میں انتھک جدوجہد کی۔ آپ ہر ولادت و وفات پر محافل و مجالس منعقد کرواتے تھے۔ لوگوں کو دقیق ترین مسائل شرعیہ تک سے واقف کرایا اور ہفتہ میں تقریباً دو مرتبہ حُسینیہ حاج سید حسن رضوی میں فقہ کا درس دیتے تھے۔ آپ نے عزاداری کو بھی کافی فروغ دیا۔ آپ ہی کے عہد میں اس حسینیہ سے جلوس شام غریباں نکالا گیا جس کی روایت آج بھی پائی جاتی ہے۔ آپ ہر قوم میں معزز و مکرم تھے۔ سابق وزیر اعلیٰ جموں و کشمیر شیخ محمد عبداللہ آپ کے زبردست عقیدت مند تھے۔

آخری وقت میں عام لوگوں پر ان کی عظمت، بزرگی اور فضیلت ظاہر ہوئی جب ان کا آپریشن ہوا جو اصل میں نہیں ہونا چاہیے تھا۔ ڈاکٹر صاحبان حیرت سے انگشت بداندان رہ گئے۔ جب جراہی کے لیے ان کا پیٹ کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ ان کے اندرونی اعضاء کی ایسی حالت ہونے کے باوجود وہ ابھی تک زندہ ہیں۔ حالانکہ ایسی حالت میں تو انہیں بہت مدت پہلے فوت ہو جانا چاہیے تھا۔ اس واقعہ کے بعد شہر کے بڑے بڑے ڈاکٹر ان سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے لیے آتے تھے۔ آخری ایام میں آپ کئی روز غشی کی حالت میں رہے۔ لوگ ان کے آخری رسومات انجام دینے کی تیاری میں لگے تھے۔ اچانک تیسرے روز سر کے نیچے سے سرہانہ نکالنے پر کھڑے ہو گئے۔ حاضرین کو ڈانٹ کر کہا کیوں میرے آخری مشاہدات میں خلل ڈالتے ہو۔ آخر کار روز پنجشنبہ ۲۸ صفر ۱۳۸۴ھ (۹ جولائی ۱۹۶۴ء) کو فوت ہو گئے اور بابا مزار جڈیبل میں دفن ہیں۔ آپ کی قبر پر یہ ابیات درج ہیں۔

درین رنج و الم کردم حسابی
نوشتم سال رحلت لاجوابي
بروز رحلت سردار کونین
زد نیا رفت آن غفران مآبی

اولاد

۱. حاج سید حسین؛
۲. سید محمود؛
۳. سید علی؛
۴. سید مجتبیٰ۔

آثار

زجر الظلام؛
کشکول ملا محمد مقیم (تحقیق)۔[1]

﴿۱۶۰﴾

سید محمد جعفر موسوی

(۱۳۸۴ھ)

السيد محمد جعفر بن السيد مصطفي بن السيد مولي بن السيد حسن بن السيد محمد بن السيد علي بن السيد رحمت الله بن السيد رضا بن السيد احمد بن السيد جعفر بن السيد باقر بن السيد اصغر بن السيد مهدي بن السيد احمد بن السيد شرف بن السيد نور الدين بن السيد سلطان بن السيد نوران بن السيد جعفر بن السيد عباس بن السيد محمد بن السيد مصطفي بن السيد عبد الله بن السيد ولي بن السيد حسن بن السيد كاظم بن السيد يعقوب بن السيد

---

[1]۔ مکتوب حجۃ الاسلام حاج سید عبد الباقی رضوی قبلہ۔

محمود بن السید محسن بن السید صادق بن السید محمد بن السید ابراهیم بن السید محمد بن السید عبید الله بن الامام موسیٰ بن جعفر علیهم السلام.

فاضل جلیل مولانا سید محمد جعفر اچھ گام (بڈگام) میں پیدا ہوئے۔ مقدمات کی تکمیل کے بعد لکھنؤ گئے۔ اس کے بعد نجف اشرف میں مزید تعلیم حاصل کی۔ وطن واپس تشریف لاکر آپ نے حیرت انگیز فعالیت کا مظاہرہ کیا اور اپنے آبائی محلّہ میں ایک دینی مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ آپ نے جس طرح مذہب اہل بیت کی خدمت فرمائی۔ اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اپنی پوری عمر درس وتدریس میں گذاری۔ کشمیر کے بیشتر علماء نے ان کے محضر سے استفادہ کیا ہے۔ مولانا کے حلقہ درس میں نہ فقط شیعہ بلکہ اہلسنت طلبہ بھی حاضر ہوتے تھے۔

آپ نے ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ (۲ ستمبر ۱۹۶۴ء) میں رحلت فرمائی اور اچھ گام میں دفن ہوئے۔ آپ کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ مرحوم مولانا سید صادق رضوی آپ کے داماد تھے۔[1]

۱۶۱

سید محمد موسوی صفوی

(۱۳۸۶ھ)

حاج مولانا سید محمد موسوی صفوی جامعہ باب العلم بڈگام (کشمیر) کے مدرس اعلیٰ تھے۔ آپ نے ۲ صفر المظفر ۱۳۸۶ (۲۳ مئی ۱۹۶۶ئ) کو رحلت فرمائی۔[2]

۱۔ خورشید خاور ص ۳۴۸؛ مکتوب مولانا سید محمد سبطین؛ شجرہ نسب سادات موسویہ۔

۲۔ خورشید خاور ص ۳۳۳۔

﴿۱۶۲﴾

سید محمد رضوی

(۱۳۹۲ھ)

آیت اللہ سید محمد رضوی المعروف بہ آقائے پرہیزگار ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ کو نجف یا کربلا میں پیدا ہوئے۔ آپ نے پوری تعلیم نجف اشرف میں اپنے والد بزرگوار جمال السالکین آیت اللہ سید مرتضیٰ رضوی اور آیات عظام شیخ عبدالحسین شرع الاسلام، سید محمد رضا شاہ عبدالعظیمی اور سید ابوالحسن اصفہانی سے حاصل کی۔ امام خوئی آپ کے ہمدرس تھے۔

آپ کی بیشتر زندگی نجف جیسے مقدس شہر میں گذری لیکن ہندوستان پاکستان اور ایران کے کئی تبلیغی دورے کئے۔ آپ انتہائی محتاط اور پرہیزگار شخصیت تھے۔ آپ کو عرفان سے گہرا شغف تھا۔ زہد و تقویٰ میں بے نظیر اور دنیا سے کنارہ کش تھے۔ علم و ادب میں نابغہ روزگار اور بحر ناپید کنار تھے۔ آپ ۳ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ کو کراچی (پاکستان) میں واصل بحق ہوئے۔ ۲۲ شعبان ۱۳۹۳ھ میں حسب وصیت حرم حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے صحن مطہر (نجف) میں دفن ہوئے۔

اولاد

۱۔علامہ سید مرتضیٰ رضوی: آپ نے نجف کے جید اساتذہ سے فیض پایا۔ علمائے نجف و قُم میں معروف ہیں۔ آپ نے تبلیغ کے سلسلے میں مصر میں کافی وقت گذارا۔ آپ کی مشہور کتابیں "مع رجال الفکر فی القاہرہ" اور "وسائل الشیعہ" ہیں۔

۲۔علامہ سید محمد رضی رضوی: آپ بلند پایہ محقق، ادیب، عالم اور فاضل ہیں۔ آپ کے تالیفات کی تعداد پچاس سے زیادہ ہے۔ ان میں بعض کے اسماء یہ ہیں:

۱. لماذا اخترنا الدین الاسلام؛
۲. لما ذا اخترنا مذهب الشیعة ؛

۳. تحفة الرضوية؛

۴. فوارق؛

۵. توضيح البيان في تفسير القرآن؛

۶. الشيعة في عصور الظالمين؛

۷. علي لاسواه ؛

۸. فتاوي الامامية ؛

۹. نبراس الشريعة الاسلامية في تصانيف الشيعة الامامية ؛

۱۰. ثمرة العلم؛

۱۱. حقائق راهنه (رد علي ابن خلدون)؛

۳۔علامہ سید رضا رضوی: آپ کا شمار دور حاضر کے جلیل القدر علماء میں ہوتا ہے۔

۴۔ کیپٹین قاری سید عبد الحمید رضوی: آپ نے ابتداء میں مولانا شیخ عبد اللطیف سے کوئٹے میں اکتساب کیا اور پھر جامع المنتظر لاہور میں بھی فیض پایا۔ پاکستان کے مستند قراء میں سے ہیں۔

۵۔سید مہدی رضوی: آپ مسقط میں سول انجینئر ہیں۔

آثار

۱. مثنوي آب ودانه (فارسي)؛ آغاز: "الحمد لله الملك الرحمٰن الذي خلق الانسان علمه البيان..." آغا بزرگ تہرانی نے اس کا اصل نسخہ نجف میں اربیع الاول ۱۳۶۵ھ کو دیکھا تھا۔

۲. ارجوزة في اصول الدين (عربي)؛ طبع: تہران "باشرح شیخ مجتبيٰ لنكراني بعنوان اٴوفي البيان في اصول الدين والايمان"

۳. بضاعة المسكين (عربي- ادعيه)؛اس میں اعمال واوراد بیان کئے گئے ہیں۔آغا بزرگ تہرانی نے اس کا مسودہ بھی دیکھا تھا۔

۴. الكهف الحصين في الدين المبين (عربي)؛مقدمہ تین ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

۵. ريگستان نجف (فارسي ديوان)؛طبع: لاہور۱۳۲۸ھ

۶. حصي النجف (عربي- ديوان)؛

۷. انيس الغريب؛

۸. خطرات الجنان؛

۹. تحفة النجف؛

۱۰. الناصح والائم؛

۱۱. النحلة الروضية؛

۱۲. الاراجيز النافعة؛

۱۳. بلوغ المعاني۔[1]

[1]۔ منارُ الہدیٰ ص۱۹۹؛تذکرہ علمای امامیہ پاکستان ص۲۷۲۔ ۲۷۴؛ فہرس التراث ج۲ ص۵۲۲۔ ۵۲۳؛ الذریعہ ج۳ ص۱۲۸ ج۷ ص۲۳ ج۱۱ص ۳۴۳ ج۱۸ص۱۸۹ ج۱۹ص ۱۰۳۔

﴿۱۶۳﴾

شیخ محمد مہدی غروی بحرینی

(۱۳۹۳ھ)

علامہ شیخ محمد مہدی نے جڈ بیل کے ایک علمی گھرانے میں جنم لیا۔ ان کے والد علامہ شیخ محمد حسین علمائے کشمیر میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ آپ نے گھر پر ہی تعلیم حاصل کی اور مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے لکھنؤ گئے۔ یہاں تکمیل تحصیل کے بعد عراق گئے جہاں نجف اشرف، کربلا معلیٰ اور کاظمین وغیرہ کے ماہر علماء سے علوم اسلامی حاصل کئے۔ واپسی پر رام پور (ہندوستان) تشریف لے گئے اور یہاں کی مشہور رضا لائبریری میں کام کرتے رہے۔ قرآن و حدیث پر بہت گہری نظر رکھتے تھے۔ تفسیر اصول تفسیر، اصول حدیث، فقہ واصول فقہ میں انہیں ید طولیٰ حاصل تھا۔

آپ کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ علم رجال پر ان جیسی شخصیت دیکھنے میں نہیں آئی ہے۔ ان تمام علوم کے علاوہ علم جعفر اور نجوم میں بھی خاصی مہارت رکھتے تھے۔ کشمیری ان کی مادری زبان تھی ہی عربی فارسی اُردو اور انگریزی پر بھی عبور تھا۔ حق و حقیقت بیان کرنے میں بے باک اور اعتقادات میں مصالحت کے لیے تیار نہ تھے۔

۱۹۴۷ء میں مولانا سرینگر سے مظفر آباد ہجرت کر گئے اور آزاد کشمیر کے سیکرٹریٹ میں ملازمت اختیار کی۔ مظفر آباد کی امام بارگاہ کے قریب ہی آپ سکونت پذیر ہوگئے اور پوری عمر اس کے ساتھ وابستہ رہے۔ دور دور سے علماء کو دعوت دے کر اس امام بارگاہ میں مجالس عزا منعقد کرواتے تھے۔ آپ نے تحریک آزادی میں بھی خصوصی کام کیا حکومت اسلامی کے زبردست حامی تھے۔ افسوس کشمیر کا یہ چراغ عالم غربت میں ۲۹ رجب ۱۳۹۳ھ (۲۹ اگست ۱۹۷۳ء) کو بُجھ گیا۔ آخری آرام گاہ بھی امام بارگاہ کے قریب ہی پائی۔ آپ لاولد تھے۔ مولانا شیخ محمد مہدی کے مرقد پر یہ عبارت تحریر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فصل

علامہ شیخ محمد مہدی نور اللہ مرقدہ خلف علامہ شیخ محمد حسین الغروی اعلیٰ اللہ مقامہ ساکن نابدی پورہ جڈی بل سرینگر کشمیر۔[1]

﴿۱۶۴﴾

مرزا الطاف حسین

(۱۳۹۳ھ)

مرزا الطاف حسین مفتی الحائری کے والد مرزا محمد تقی اور دادا مرزا محمد علی کشمیری معروف بہ قائمۃ الدین تھے۔ ۸ محرم الحرام ۱۳۰۴ھ (۹ جون ۱۸۸۶ء) کو مٹیا برج کلکتہ میں پیدا ہوئے۔ مٹیا برج کے قیصریہ اسکول میں تعلیم حاصل کی اور آٹھ سال کی عمر میں سایہ پدری سے محروم ہوئے۔ اس کے بعد والدہ نے پرورش کی۔ سترہ سال کی عمر میں اپنی والدہ کے ساتھ کربلا گئے جہاں چند روز کے اندر والدہ کا بھی انتقال ہوگیا اور مرحومہ وادی السلام میں سپرد خاک ہوئیں۔ اٹھارہ سال تک عراق میں تعلیم حاصل کی اور خصوصی تلمذ نجف اشرف میں آیت اللہ سید کاظم طباطبائی سے رہا۔ واپسی کے وقت گیارہ مجتہدین نے اجازوں سے نوازا۔

۱۹۱۹ء میں عراق سے واپس مٹیا برج کلکتہ آگئے۔ کچھ سال قیام کرکے پھر عراق تشریف لے گئے اور وہاں پانچ سال تک مقیم رہے۔ پھر وطن آکر زندگی کے آخری لمحات تک دینی خدمات انجام دیتے رہے۔

---

[1] تذکرہ علمای امامیہ پاکستان ص ۳۶۹۔ ۳۷۰؛ مطلع انوار ص ۶۱۸۔

۲۹ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ (۲۴ جنوری ۱۹۷۴ء) کو رحلت کر گئے اور مٹیا برج کی جامع مسجد کے آہنی پھاٹک کے سامنے سپرد خاک ہوئے۔[1]

﴿۱۶۵﴾

سید محمد رضوی

(۱۳۹۴ھ)

حجۃ الاسلام علامہ سید محمد رضوی ۱۶ رجب ۱۳۱۶ھ (۱۸۹۸ء) کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ آپ آیت اللہ سید محمد باقر رضوی (م ۱۳۴۶ھ) کے خلف اکبر تھے۔ ابتدائی تعلیم سلطان المدارس میں اپنے والد اور عم محترم علامہ سید محمد ہادی رضوی (م ۱۳۵۷ھ) کے سایہ عاطفت میں حاصل فرمائی۔ پھر مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے عتبات عالیات تشریف لے گئے اور آیاتِ عظام سید ابوالحسن اصفہانی، سید محمد ھادی خراسانی، شیخ اسد اللہ کرمانی، سید عبد الحسین طباطبائی، سید صدر الدین موسوی، سید ضیاء الدین عراقی، سید عبدالحسین رشتی اور آقائے علی شاھرودی کے دروس خارج میں شرکت فرمائی۔ تمام علماء نے اجازہائے اجتہاد سے نوازا۔ آپ تقریباً دس سال مشغول تحصیل علم دین رہے۔

لکھنؤ واپس آنے کے بعد آپ سلطان المدارس کے پرنسپل مقرر ہوئے اور تقریباً پنتالیس سال تک یہ خدمت بخوبی انجام دی۔ اگرچہ سیاسی انقلابات کی وجہ سے یہ مدرسہ کئی مرتبہ اثر انداز ہوا۔ لیکن آپ کی عقلمندی سے یہ مدرسہ ترقی کرتا گیا اور اس کا معیار تعلیم بلند ہوتا رہا۔ آپ نے سینکڑوں علماء کی تربیت فرمائی اور مدرسہ کی طرف سے اپنے بعض شاگردوں کو افریقہ گجرات اور دیگر کئی مقامات پر تبلیغ کے لیے بھیجا۔

مولانا رضوی نے نہایت ہی سادہ زندگی بسر فرمائی۔ معمولی لباس پہننا پسند فرماتے تھے۔ ہمیشہ پیدل مدرسہ تشریف لے جاتے اور جب مومنین کی طرف سے چلنا دشوار ہوتا تو عامۃ المسلمین اور غیر مسلمین

---

[1] خورشید خاور ص ۸۷؛ تذکرہ بے بہاء ص ۴۷۔

کی طرف سے چلے جاتے۔ طلبہ پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔ آپ کی ذات نہ صرف مسلمین ہی میں محترم و مکرم تھی بلکہ غیر مسلمین بھی آپ کا احترام کرتے تھے۔

آپ نے شب یکم محرم ۱۳۹۴ھ (۱۳ جنوری ۱۹۷۵ء) کو لکھنؤ میں انتقال فرمایا۔ یکم محرم باوجود کرفیو جنازہ جم غفیر کے ساتھ علموں کے سایہ میں اٹھا اور حُسنیہ غفرانمآب میں بطور امانت سپرد خاک کیا گیا۔ بعد میں آپ کی تدفین کربلائے معلیٰ میں ۱۳۹۶ھ (۱۵ دسمبر ۱۹۷۶ء) کو ہوئی۔[۱]

﴿۱۶۶﴾

سید محمد رضی رضوی

(ح ۱۳۹۵ھ)

مولانا سید محمد رضوی سرکار علامہ سید علی حائری کے فرزند اور علامہ سید ابوالقاسم لاہوری کے پوتے تھے۔ آپ بڑے نیک سیرت عالم اور فاضل تھے۔

آثار

الغریب (اُردو)؛ فلسفہ شہادت امام حسین کو بیان کرکے مخالفین عزاداری کے جوابات تحریر فرمائے ہیں۔[۲]

۱۔ فرشتگان جھان ص ۳۰۔ ۴۲۔

۲۔ رسالہ الواعظ دسمبر ۱۹۲۵ئ؛ خورشید خاور ص ۳۷۰۔

﴿۱۶۷﴾

سید محسن حسینی جلالی

(۱۳۹۶ھ)

آل جلالی کے چشم و چراغ آیت اللہ علامہ سید علی جلالی (دیکھئے احوال) کے فرزند دلبند سید محسن جلالی کی ولادت ۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ کو شہر سامراء میں ہوئی۔ ۱۳۳۶ھ میں جب چھ برس کے ہو چکے تھے تو اپنے والد مقدس کے ہمراہ کربلا گئے۔ ابتداء میں علوم عقلیہ و نقلیہ اپنے والد سے حاصل کئے۔ اور دیگر علماء سے بھی کسب فیض کیا۔آپ کی شادی خانہ آبادی کربلا کے مرجع تقلید حضرت آیت اللہ العظمی سید ہادی خراسانی کی فاضلہ دختر ا سے ہوئی تھی۔ ۱۳۴۳ھ میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے نجف اشرف روانہ ہوگئے۔[1] جہاں پہلے آیت اللہ شیخ صدرا باد کوبی، آیت اللہ سید محمد تقی شاہ عبد العظیمی، آیت اللہ سید حسن بجنوردی اور آیت اللہ سید جمال الدین گلپیگانی سے علوم اہل بیت علیہم السلام حاصل کئے اور پھر آیت اللہ میرزا حسین نائینی، آیت اللہ آقا ضیاء الدین عراقی اور آیت اللہ سید ابوالحسن اصفہانی کے درس خارج میں بھی شرکت کی۔

رمضان ۱۳۵۸ھ میں اپنے وطن کشمیر آگئے اور کچھ مدت قیام فرمانے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ ۱۳۶۵ھ میں نجف سے واپس کربلا آگئے اور حرمین شریفین میں امام جماعت کا فریضہ انجام دینے لگے چنانچہ امام حسین علیہ السلام کے روضہ میں نماز فجر اور حرم حضرت عباس علیہ السلام میں ظہر و مغربین باجماعت پڑھایا کرتے تھے۔ اس دوران اپنی تعلیم کو جاری رکھتے ہوئے آپ آیت اللہ سید ہادی خراسانی، آیت اللہ سید ہادی میلانی اور آیت اللہ سید مہدی شیرازی کے حلقہ درس میں بھی شامل ہوئے۔ درج ذیل علماء نے مولانا جلالی کو اجازہ اجتہاد عطا کئے۔

۱۔ آیت اللہ شیخ مرزا حسین نائینی (م ۱۳۵۵ھ) بتاریخ ۷ جمادی الاولی ۱۳۵۴ھ؛

---

[1] ادھر ان کے فرزند علامہ سید محمد حسین جلالی صاحب نے نجف جانے کی تاریخ ۱۳۴۵ھ لکھی ہے۔ (جواہر اللالی، ص ۱۰۴۔)

۲. آیت اللہ سید ابوالحسن موسوی اصفہانی (م ۱۳۶۵ھ)؛
۳. آیت اللہ شیخ ضیاء الدین عراقی (م ۱۳۶۱ھ)؛
۴. آیت اللہ سید حسین طباطبای بروجردی (م ۱۳۸۰ھ)؛
۵. آیت اللہ سید ھادی میلانی (م ۱۳۹۵ھ)؛

۱۳۶۵ھ، ۱۳۷۵، اور ۱۳۷۹ھ میں آقای سید محسن امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کے لیے مشہد گئے۔ اور ۱۳۷۲ میں حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی زیارت کی غرض سے دمشق گئے۔ ۱۳۸۵ھ اور ۱۳۸۸ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔

حاج سید محسن جلالی نے حضرت ابوذرؓ جیسی زندگی بسر کی۔ تمام عمر ایک مخصوص دستور العمل پر گامزن رہے اور اس کے سخت پابند تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے ہم عصر علماء بھی اس کی پابندی نہیں کر پاتے تھے۔ آخر شب یعنی سحر سے آپ کی ابتداء نماز تہجد سے ہوتی تھی اور اس کے بعد سر مبارک سید الشہداء علیہ السلام کے پاس طلوع فجر تک قرآن کی تلاوت فرماتے تھے اور مسلسل تلاوت ہی میں مصروف رہتے سوائے اس کے کسی نمازی کے سوال کا جواب دینا ہوتا تو اسے جواب دینے کے بعد بھی طلوع آفتاب تک تلاوت فرماتے اور اگر اس میں کسی قسم کا رخنہ پڑ جاتا تھا تو کوئی اور وقت نکال کر اپنی تلاوت تمام کرتے تھے۔ البتہ جہاں تک رمضان کی بات ہے تو ہر ہفتہ ختم القرآن کرتے تھے۔ اتنی مصروفیت کے باوجود بھی درس وتدریس امامت اور لوگوں کی حاجت روائی میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا تھا۔ حسن اخلاق ورع وزہد میں اپنی مثال آپ تھے۔ زہد و پارسائی کا یہ عالم تھا کہ اپنی تحریروں کو بے وقعت شمار کرتے تھے۔ اور اُن کی اشاعت سے گریزاں تھے کہ کہیں خود پسندی غالب نہ آجائے۔

اپنے حسن عمل اور کردار سے لوگوں کو راہ ہدایت دکھائی۔ آپ کے علمی فیوض سے اہل عراق ہمیشہ مستفید رہے۔ اپنی عمر عزیز کو درس وتدریس اور تصنیف و تالیف کے لیے وقف کیا تھا۔ اس کے علاوہ ہزاروں علماء کی تربیت فرمائی۔ صدام نے آپ کے گھر کو ویران کر دیا۔ بڑے فرزند آیت اللہ شہید سید محمد تقی جلالی کو بے جرم وخطا شہید کر دیا اور دیگر تمام پسران اور عزیز و اقارب کو آوارہ وطن کر دیا۔

روز شنبہ بوقت فجر ۲۰ صفر المظفر یعنی روز اربعین ۱۳۹۶ھ میں آپ نے کربلائے معلّٰی میں وفات پائی۔ اس روز کربلا خون کے آنسو رو رہا تھا۔ اور اہل کربلا اپنے محسن و مربی کو الوداع کہہ رہے تھے۔ جنازہ میں لاتعداد لوگوں کے علاوہ معروف علماء و مراجع نے شرکت کی۔ تابوت کو حرمین شریفین حضرت امام حسین و حضرت عباس علیہم السلام کا طواف کرایا گیا۔ جسد اطہر کو حسب وصیت نجف لے جایا گیا اور امیر المومنین علیہ السلام کے حرم میں نماز جنازہ فقیہ اکبر مرجع عالیقدر امام خوئی علیہ الرحمہ نے پڑھائی اور روضہ اقدس میں آپ کو اپنے جد امجد حضرت علی علیہ السلام کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔ شیخ محمد باقر ایروانی نے یہ تاریخ وفات تحریر فرمائی ہے۔

یارا حلاً للخلد انت مخلد — في جنة الماويٰ و طابت مسكنا

و سعدت اذ جاورت مهجة حيدر — حياً كما جاورت حيدر مدفنا

صوت الخلود اٴشاد في تاريخه — يا ذالجلال ارحم بعطفك محنا

(۱۳۹۶ھ)

سید مہدی سویج نے یوں رقم فرمائی ہے:

واسفاكم عالم مات اسي — وهو بتهج علمه مثالي

في اربعين الطف ارخوا — قضي النقي محسن الجلالي

شیخ حسن منیف نے لکھا ہے:

يالسنا قد فاق في كربلا — علماء و حلما مع السبق الندي

وواحد اقد زاد في تاريخه — لقد قضي المحسن فينا هدي

آپ کے فرزند ارجمند محقق معاصر علامہ سید محمد رضا جلالی صاحب نے آپ کی مدح میں ایک طویل قصیدہ لکھا ہے جو "فداء الاربعین" کے نام سے آیت اللہ سید محمد حسین جلالی صاحب نے اپنی کتاب "جواہر اللالی فی سلسلۃ آل الجلالی" میں شامل فرمایا ہے۔

اولاد

الحمد للہ مولانا سید جلالی کے تمام فرزند علم و حلم سے آراستہ ہیں اور دنیائے اسلام میں ایک منفرد مقام کے حامل ہیں۔ ہم یہاں ان کا مختصر تذکرہ پیش کرتے ہیں:

۱. شہید سعید آیت اللہ سید محمد تقی حسینی جلالی (دیکھئے احوال)؛

۲. آیت اللہ حاج سید محمد حسین حسینی جلالی۔

اُستاد علامہ آقای سید محمد حسین جلالی دام ظلہ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۶۳ھ کو کربلائے معلیٰ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز اپنی مادر گرامی سے کیا اور قرآن کو حفظ کر کے اپنے قوی حافظ کا ثبوت دیا۔ ابتدائی تعلیم علامہ سید مرتضیٰ قزوینی کے مدرسہ میں اپنے والد سید محسن جلالی، برادر شہید سید محمد تقی جلالی، شیخ عبد الکریم شیرازی، شیخ محمد شاہرودی، سید عبد اللہ خوئی، شیخ مہدی کابلی، شیخ علی اکبر نائینی، شیخ محمد رضا اصفہانی، شیخ یوسف خراسانی، شیخ علی عیثان احسائی حائری، سید محمد حسین آقا میرزا قزوینی، سید اسد اللہ ہاشمی اصفہانی اور شیخ جعفر رشتی سے حاصل کی۔

پھر ۱۳۷۹ھ میں عازم نجف ہوئے اور آیات عظام سید محسن حکیم، سید ابوالقاسم خوئی، سید میرزا حسن بجنوردی، سید عبد الاعلیٰ سبزواری، شیخ مرزا باقر زنجانی، سید علی المعروف بہ علامہ فانی، اور سید محمد روحانی جیسے عظیم مجتہدین کے دروس خارج میں شرکت کی۔

۱۳۹۳ھ میں استاد قطر چلے گئے، اور دین مبین کی ترویج اور نشر و اشاعت میں وہاں تین سال قیام فرما کر ۱۳۹۶ھ میں قم ہجرت کی اور یہاں شیخ مرتضیٰ حائری کے درس خارج میں شرکت کر کے ان سے اجازہ اجتہاد حاصل کیا۔ ان کے علاوہ آپ کے والد، اور اُستاد آیت اللہ سید میرزا حسن بجنوردی نے بھی آپ کے لیے اجازہائے اجتہاد لکھے۔ اُستاد محترم نے سالہا آغا بزرگ تہرانی صاحب "الذریعہ الیٰ تصانیف الشیعہ" کی زیر نگرانی تحقیق کا کام انجام دیا ہے۔ آپ کو ان سے خصوصی تقرب حاصل تھا۔ انہوں نے اُستاد کے لیے دو بار اجازہ روایت حدیث تحریر فرمایا۔ موصوف آپ کے والد کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وله عدة بنين أوسطهم ولد فاضل هو السيد محمد حسين الجلالي من المشتغلين بطلب العلم في النجف ومن أهل البحث والاطلاع وله الاجازة منافي رواية الحديث.

صدام ملعون کے مظالم کی وجہ سے تنگ آکر آپ نے وطن عزیز مجبوراً چھوڑا اور ۱۳۹۹ھ میں امریکہ کے شہر شیکاگو چلے گئے جہاں تاحال قیام پذیر ہیں اور تصنیف و تالیف، تحقیق اور نایاب آثار اہلبیت علیہم السلام کی جستجو کر کے انہیں تشنگان علم تک پہنچا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی رہائش گاہ میں ہی ایک مدرسہ The Open School کے نام سے قائم کیا ہے۔ جہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔ مئی ۲۰۰۳ء میں آقای سید جلالی کشمیر تشریف لائے۔ انہی ایام میں راقم ان کی زیارت سے مشرف ہوا۔ موصوف نے جس طرح میرا خیر مقدم کیا وہ ان کی بلندی کا مظہر تھا۔ اس مبارک سفر میں ہمیں کئی مرتبہ ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

آثار

۱. الاصول الاربعمائة (عربي)؛ طبع اول: بیروت (سید حسن امین کی کوشش سے دائرۃ المعارف الاسلامیۃ الشیعۃ کی پانچویں جلد میں) ۱۳۹۳ھ۔ ترجمہ فارسی: موسسہ، علمی تہران ۱۳۹۴ھ۔

۲. الاكتفاء بماروي في أصحاب الكساء (عربي)؛ طبع اول: دفتر تبلیغات حوزہ علمیہ قم (با تحقیق سید محمد جواد جلالی) ۱۴۲۲ھ۔

۳. أسبوعان في اليمن (عربي)؛ طبع اول: مدرسہ مفتوحہ شیکاگو۔ ۱۴۲۰ھ۔ ۱۵ محرم تا ۲۷ محرم ۱۴۳۰ھ کو اُستاد مکرم یمن میں مقیم تھے۔ اُس سفر کے بارے میں تمام حالات اس رسالہ میں درج ہیں۔

۴. أوضح البيان في تفسير القرآن (عربي)؛ طبع اول: موسسہ العارف للمطبوعات بیروت ۱۴۱۱ھ۔ ۲۹واں پارہ معجم الاحادیث کی جلد اول کے ساتھ اور ۳۰واں پارہ جداگانہ۔ طبع دوم: بدون تاریخ، مدرسہ مفتوحہ شیکاگو۔

۵. جريدة النسب لمعرفة من انتسب اليٰ خير اٴب (عربي)؛ طبع اول: بدون تاریخ، اردن۔ طبع دوم: اردون (باتقدیم فتحی عبد القادر سلطان) ۱۴۱۸ھ۔ طبع سوم: بدون تاریخ، مدرسہ مفتوحہ شیکاگو۔

۶. غاية الاماني في حياة شيخنا الطهراني (عربي)؛ علامہ آغا بزرگ تہرانی کی سوانح حیات ہے۔ طبع اول: بدون تاریخ، مدرسہ مفتوحہ شیکاگو۔ ترجمہ فارسی از سید محمد علی البحری، مجلس شوریٰ اسلامی تہران، ۱۳۸۲ھ ش

۷. دراسة حول الصحيفة السجادية (عربي)؛ طبع سوم: موسسہ اعلمی، بیروت ۱۴۳۱ھ۔

۸. دراسة حول القرآن الكريم (عربي)؛ طبع اول، موسسہ اعلمی، بیروت ۱۴۲۲ھ۔ ترجمہ اُردو از عمران حسین راجانی، صراط حق فاؤنڈیشن نیوجرسی امریکا ۱۴۲۶ھ۔

۹. دراسة حول نهج البلاغة (عربي)؛ طبع سوم: موسسہ اعلمی بیروت ۱۴۲۱ھ۔ اس کے دوسرے حصہ میں تمام خطبات، کلمات اور خطوط کے اسناد شامل ہیں جس کا نام ''مسند نہج البلاغۃ'' ہے۔ ابھی تک یہ مسودہ کی صورت میں مؤلف کے پاس ہے۔

۱۰. دراية الحديث (عربي)؛ مطبوعہ، بدون تاریخ۔

۱۱. دليل جواهر الكلام في فقه اٴهل البيت (عربي)؛ طبع اول، اردن ۱۴۱۹ھ۔

۱۲. سلسلة الرواة للاجازات والاثبات (عربي)؛ مطبوعہ، معجم الاحادیث کے ضمن میں۔

۱۳. صفحة من تاريخ اللاجئين العراقين في الجزيرة العربية (عربي)؛ طبع: ۱۴۱۳ھ۔

۱۴. ضوء المشكاة في سلسلة الرواة (عربي)؛ طبع اول: بدون تاریخ، دارالانصار قاہرہ۔ طبع دوم: بدون تاریخ، مدرسہ مفتوحہ شیکاگو۔ طبع سوم: انتشارات دارالحرمین قاہرہ ۱۴۲۲ھ۔ یہ وہ اجازہ ہے جو آقای جلالی نے سید محمد مشکاۃ بیرجندی کو عنایت فرمایا ہے۔

۱۵. الفقة عليٰ مذهب اٴهل البيت (عربي)؛ طبع اول: بدون تاریخ، مطبع النجمہ، اردن۔ طبع دوم: مدرسہ مفتوحہ شیکاگو ۱۴۱۷ھ۔

۱۶. فهرس التراث اٴهل البيت (عربي ۳ جلد)؛ طبع اول: شرکۃ الجذور الصوتیات والمربیات، اردن ۱۴۱۸ھ۔ طبع دوم: موسسہ اعلمی بیروت ۱۴۱۸ھ۔ طبع سوم: بدون تاریخ، مدرسہ مفتوحہ شیکاگو (باتحقیق سید محمد جواد جلالی)؛ ترجمہ فارسی: انتشارات بعثت تہران ۱۴۲۰ھ۔

۱۷. لامية الغرب (عربي)؛ طبع بدون تاریخ، مدرسہ مفتوحہ شیکاگو۔ ۱۶ ابیات پر مشتمل قصیدہ مع کشمیری ترجمہ۔

۱۸. كشف الحُجب من أسانيد الكتب (عربي)؛ طبع مع معجم الاحادیث

۱۹. لباب النقول في موافقات جامع الاصول لابن الجزري؛ طبع: ۱۴۲۲ھ۔

۲۰. مزارات أهل البيت (عربي)؛ طبع اول: موسسہ اعلمی بیروت ۱۴۰۹ھ۔ طبع دوم: موسسہ اعلمی بیروت ۱۴۱۴ھ۔ طبع سوم: موسسہ اعلمی بیروت ۱۴۱۵ھ۔ طبع چہارم: بدون تاریخ، مدرسہ مفتوحہ شیکاگو۔ اس کتاب کا فارسی ترجمہ ایران سے اور اُردو ترجمہ کراچی پاکستان سے شایع ہوا ہے۔

۲۱. معجم الاحاديث (عربي)؛ طبع اول: بدون تاریخ، اردن۔ طبع دوم: اردن ۱۴۱۹ھ۔ طبع سوم: اردن ۱۴۲۰ھ۔ یہ کتاب تذکرہ شیوخ اور اجازت پر مشتمل ہے۔

۲۲. من مزارات أهل البيت بدمشق الفحياء (عربي)؛ طبع اول: (با تحقیق سید محمد جواد جلالی) ۱۴۲۲ھ۔ طبع دوم: مدرسہ مفتوحہ شیکاگو۔

۲۳. المواعظ الدينية (عربي)؛ طبع اول: قم ۱۳۵۹ھ۔ طبع دوم: موسسہ اعلمی بیروت۔ طبع سوم: مدرسہ مفتوحہ شیکاگو۔ چالیس حدیثوں کی شرح ہے۔ اس کا فرنسیسی ترجمہ بھی شائع ہوا ہے۔

۲۴. المؤتلف من احاديث سلف (عربي)؛ طبع: مع معجم الاحادیث۔

۲۵. موارد الاعتبار في تواريخ أهل البيت (عربي ۱۵ جلد)؛ طبع: مدرسہ مفتوحہ شیکاگو (با تحقیق سید محمد جواد جلالی) ۱۴۲۳ھ۔

۲۶. شهادة الحسين (عربي)؛ طبع اول: دار کنان دمشق، طبع دوم: مدرسہ مفتوحہ شیکاگو۔

۲۷. شرح نہج البلاغۃ (عربی)؛ طبع جلد اول مدرسہ مفتوحہ شیکاگو (با تحقیق سید محمد جواد جلالی) ۱۴۲۲ھ۔

۲۸. تهذيب مباني الاصول (عربي ۳ جلد)؛ طبع: مدرسہ مفتوحہ شیکاگو (با تحقیق سید محمد جواد جلالی) ۱۴۲۲ھ۔

۲۹. شرح الصحيفة السجادية (عربي)؛ طبع: مدرسہ مفتوحہ شیکاگو (با تحقیق سید محمد جواد جلالی) ۱۴۲۳ھ۔

۳۰. جواهر اللآلي في سلسلة آل الجلالي (عربي)؛نسب نامہ سادات حسینی جلالی کا مفصل تذکرہ ہے۔ طبع: مدرسہ مفتوحہ شیکاگو ۱۴۲۲ھ۔

۳۱. في كشمير (عربي)؛اُستاد جلالی کا سفر نامہ کشمیر۔ طبع: شریعت آباد بڈگام کشمیر ۱۴۲۴ھ۔

۳۲. مصادر الحديث عند الامامية (عربي)؛ طبع: مطبعہ حسان قاہرہ ۱۳۹۵ھ۔

۳۳. الطريق الي الله (عربي)؛ طبع: مدرسہ مفتوحہ شیکاگو ۱۴۲۱ھ

۳۴. دعائے کمیل (انگریزی)؛دعائے کمیل کا انگریزی ترجمہ ہے۔ طبع: مدرسہ مفتوحہ شیکاگو۔

۳۵. ضياء المفازات في طرق مشايخ الاجازات (عربي)؛آغا بزرگ تہرانی کی تالیف ہے۔ اُستاد نے اس کی جمع آوری کی اور آقای محمد رضا حائری نے تحقیق کا کام انجام دیا۔ طبع اول: مرکز تحقیقات دارالحدیث قم ۱۳۷۹ش۔ طبع دوم: مدرسہ مفتوحہ شیکاگو ۱۴۲۲ھ۔

۳۶. الدرر المنتشره في طرق الحديث المسلسل بالعشره (عربي)؛ شیخ محمد یاسین فارانی کی کتاب ہے۔ اس کا استدراک اُستاد نے کیا ہے۔ طبع، دارالحرمین، قاہرہ۔

۳۷. مسند الامام موسي بن جعفر (عربي تحقيق)؛ طبع اول: نجف اشرف ۱۳۸۹ھ۔ اس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

۳۸. نصوص الدراسة في الحوزة العلمية (عربي تقديم و تحقيق)؛اس کتاب میں حوزہ ہائے علمیہ میں پڑھائے جانے والے ۲۳ متن شامل ہیں۔ طبع: موسسہ اعلمی بیروت ۱۴۰۸ھ

۳۹. فكرة عن الشيعة (عربي)؛ طبع اول: بحرین ۱۳۹۵ھ۔

۴۰. مسائل والاجوبة (عربي)؛ طبع اول: شیکاگو ۱۴۰۳ھ۔

۴۱. مع الكتب (عربي)؛ طبع اول: بیروت ۱۴۱۸ھ۔

۴۲. The Islamic Answer طبع: شیکاگو ۱۳۹۹ھ۔

۴۳. Forty Hadith Explained طبع: شیکاگو ۱۳۹۹ھ۔

۴۴. احكام النساء (عربي) مطبوعہ۔

متذکرہ بالا تالیفات کے علاوہ انہوں نے سینکڑوں کتابوں پر تعلیقات، حواشی اور مقدمے تحریر فرمائے ہیں جو تقریباً تمام چھپ چکے ہیں۔ خدائے تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اُستاد کو طول عمر عطا فرمائے۔

اور تراث اہل بیت علیہم السلام کی حفاظت کے سلسلے میں ان کی بے پناہ محنتوں اور کوششوں کے عوض انہیں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے حقیقی فرزندان میں شمار فرمائے۔ آمین۔

﴿۱۶۸﴾

علامہ سید محمد رضا حُسینی جلالی

(۱۳۶۵ھ)

آقای سید رضا جلالی ۷ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ کو کربلا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنی والدہ سے حاصل کی۔ شرائع الاسلام اور شرح لمعہ اپنے والد محترم کے پاس پڑھیں۔ شیخ عبد الرضا کے پاس امثلہ، شیخ علی ساوجی کے پاس صرف، سید مرتضیٰ ضیای کے پاس رسالہ عملیہ، شیخ جعفر رشتی کے پاس ادب، شیخ عبد الرحیم قمی کے پاس عروۃ الوثقیٰ، سید محمد علی بحرانی کے پاس علم ہیت، شیخ مہدی کابلی کے پاس قوانین اور شیخ علی اکبر نائینی کے پاس خط میں مہارت حاصل کی۔ ۱۳۸۴ھ میں نجف گئے اور وہاں آیت اللہ سید مرتضیٰ خلخالی، آیت اللہ شیخ صدرا باد کوبی، آیت اللہ شہید سید اسد اللہ مدنی تبریزی، آیت اللہ شیخ مسلم ملکوتی سرابی اور شیخ میرزا کاظم تبریزی کے دروس میں شامل ہوئے۔

پھر فقیہ اکبر آیت اللہ سید ابوالقاسم خوئی، امام راحل آیت اللہ سید خمینی اور آیت اللہ سید محمد روحانی قمی کے درس خارج میں شریک ہو کر اجتہاد کے مرحلہ تک پہنچ گئے۔ جب آپ کے والد ماجد ۱۳۹۶ھ میں انتقال کر گئے تو آپ کربلا آ کر والد صاحب کے قائم مقام قرار پائے۔ مگر بعثی حکومت کے ظلم کی وجہ سے بالآخر آپ کو بھی کربلا چھوڑنا پڑا اور ۱۴۰۰ھ میں قم تشریف لے گئے اور یہاں درس و تدریس اور تصنیف و تحقیق میں مشغول ہیں۔

آثار

۱. نہضة الحسین (عربي)؛ **طبع اول:** مجله اجوبة المسائل الدینیة **شماره اول مکتب** الثقافة الدینیة، کربلا، محرم ۱۳۸۵ھ۔ طبع دوم: موسسہ امام صادق مطبعه النعمان کربلا ۱۳۸۶ھ۔

۲. رسول الله(عربي)؛ **طبع: مطبعه اہل البیت کربلا ۱۳۸۵ھ۔**

۳. السنة الشریفة (عربي)؛ **طبع: مجلّہ تراثنا شماره ۲۲ از ص ۱۱ تا ص ۵۷، قم ۱۴۱۱ھ۔**

۴. نظرات في تراث الشیخ المفید (عربي)؛ **طبع: المؤتمر العالی ۱۴۱۳ھ۔**

۵. آداب المتعلمین (عربي تحقیق)؛ **مؤلف: خواجہ نصیر الدین محمد بن محمد حسن طوسی (م ۶۷۲) طبع: مدرسہ امام عصر، شیراز ۱۴۱۶ا۔**

۶. الاحادیث الملقوبة (عربي تحقیق)؛ **مؤلف: سید حسین بروجردی طباطبای (م ۱۳۸۰ھ)؛ طبع: دار الحدیث، قم ۱۴۱۶ھ۔**

۷. الارجوزة اللطیفة (عربي تحقیق)؛ **طبع: مجلّہ تراثنا شماره ۴ از ص ۲۶۔۲۱۷، قم ۱۴۰۶ھ۔**

۸. اسباب نزول القرآن (عربي)؛ **طبع: مجلّہ تراثنا شماره ۴ از ص ۱۹۔۶۷، ۱۴۰۶ھ۔**

۹. اسماء السور القرآنیۃ (عربي تحقیق)؛ **مؤلف: تقی الدین ابراہیم بن علی کفعمی (م ۹۰۵)؛ طبع مجلّہ تراثنا شماره ۲۸ از ص ۱۹۲۔ ۲۳۴ قم ۱۴۱۲ا۔**

۱۰. الامامة والتبصرة من الحیرة (عربي تحقیق)؛ **مؤلف: شیخ علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ والد شیخ صدوق (م ۳۲۹ھ)؛ طبع: موسسہ آل البیت، بیروت ۱۴۰۷ھ۔**

۱۱. انجاح المطالب في الفوز بالمآدب (عربي تحقیق)؛ **مؤلف: شیخ محمد بن رضا مشہدی قمی، طبع: مجلّہ تراثنا شماره ۲۵ از ص ۱۱۵۔ ۲۴۲ قم ۱۴۱۱ھ۔**

۱۲. من لم یرو عن الائمة (عربي‌تحقیق)؛ طبع: مجلّہ تراثنا شمارہ ۷۔۸ از ص۴۶۔ ۱۴۹ قم ۱۴۰۷ھ۔

۱۳. الباقیات الصالحات (عربي‌تحقیق)؛ مؤلف سید محمد ہادی خراسانی (م۱۳۶۸) طبع: مجلّہ تراثنا شمارہ ۲۶ از ص۱۹۱۔ ۲۲۵ قم ۱۴۱۲ھ۔

۱۴. تاریخ اهل البیت (عربي‌تحقیق)؛ طبع اول: موسسہ آل البیت قم، طبع دوم: بیروت ۱۴۱۰۔

۱۵. تحقیق النصوص (عربي)؛ مجلّہ تراثنا قم کے مختلف شماروں میں یہ کتاب بھی چھپ چکی ہے۔

۱۶. تدوین السنة ام تزییف الشریعة (عربي)؛ طبع: مجلّہ تراثنا شمارہ ۳۵۔ ۳۶ از ص ۷۔ ۴۷ قم ۱۴۱۴ھ

۱۷. التسمیات طلیعة (عربي)؛ طبع: مجلّہ تراثنا شمارہ ۱۵ از ص۱۱۔۷۵، قم۔

۱۸. تسمیة من قُتل مع الحسین (عربي تحقیق)؛ طبع: تراثنا شمارہ ۲ از ص ۱۲۷۔ ۱۶۰ قم ۱۴۰۶۔

۱۹. تفسیر الحبري (عربي تحقیق)؛ مؤلف حسین بن حکم بن مسلم بن ابی عبد اللہ حبری وشاء کوفی (م۲۸۱ھ)، طبع: موسسہ آل البیت، بیروت ۱۴۰۸ھ۔

۲۰. ثبت الاسانید العوالي بطرق الجلالي (عربي)؛ مطبوعہ۔

۲۱. جهاد الامام السجاد (عربي)؛ طبع قم ۱۴۱۳۔

۲۲. الحسین سماته و سیرته (عربي)؛ طبع اول: مکتبہ فقیہ کویت ۱۴۱۶ھ، طبع دوم: دارالمعروف قم ۱۴۱۶ھ۔

۲۳. الحكايات في الفرق بين المعتزلة والشيعة (عربي،تحقيق) طبع اول: مجلّہ تراثنا شمارہ ۱۶از ص۹۱۔ ۱۶۴ قم ۱۴۰۹ھ، طبع دوم: قم ۱۴۱۳ھ۔

۲۴.خاتمة وسائل الشيعة (عربي،تحقيق)؛مؤلف: محمد بن حسن حر عاملی (م۱۱۰۴)، طبع: موسسہ آل البیت قم ۱۴۱۲ھ۔

۲۵.الخلاصة في علم الكلام (عربي،تحقيق)؛مؤلف: قطب الدين سبزواری، طبع: مجلّہ تراثنا شمارہ ۲۴از ص۱۲۴۔ ۲۲۶ قم، ۱۴۱۳ھ۔

۲۶. ديوان الاجازات المنظومة (عربي)؛ طبع: مجلّہ تراثنا شمارہ ۳۵۔ ۳۶ از ص ۲۱۹۔ ۳۷۳، قم۔

۲۷. رسالة ابي غالب الرازي (عربي،تحقيق)؛مؤلف: احمد بن محمد بن محمد بن سلیمان رازی (م۳۶۸)، طبع: مرکز اعلام اسلامی قم ۱۴۱۱ھ۔

۲۸.شرح البداية في علم الدراية (عربي،تحقيق)؛مؤلف: شہید ثانی شیخ زین الدین بن علی شامی عاملی (م۹۶۵)، طبع: قم ۱۴۱۴ھ۔

۲۹. شهداء حقا (عربي)؛ طبع: مجلّہ ذکریات معصومین شمارہ۱، محرم نمبر کربلا ۱۳۸۵ھ۔

۳۰.عجالة المعرفة في اُصول الدين (عربي،تحقيق)؛مؤلف: ظہیر الدین بن ابی الفضل محمد بن سعیدبن هبة الله راوندی، طبع: مجلّہ تراثنا شمارہ ۲۹از ص۱۹۹۔ ۲۴۰، قم ۱۴۱۲ھ۔

۳۱. عروض البلاء علی الاولیاء (عربی، تحقیق)؛مؤلف: سید محمد ہادی خراسانی (م۱۳۶۸ھ) طبع: مجلّہ تراثنا شمارہ ۳۷از ص ۲۱۳۔ ۲۴۴ قم ۱۴۱۴ھ۔

۳۲. علم الائمة بالغيب (عربي)؛ طبع: مجلّہ تراثنا شمارہ ۳۷از ص ۷۔ ۱۰۷ قم ۱۴۱۴ھ۔

۳۳. فرق الشيعة (عربي)؛ طبع: مجلّہ تراثنا شمارہ ۱از ص ۲۹۔۵۱ قم ۱۴۰۵ھ۔

۳۴. فوات فهرس الفهارس والاثبات (عربي)؛ طبع: مجلّہ تراثنا شمارہ ۲۹، از ص ۱۰۵ قم ۱۴۱۲۔

۳۵. كتابي تازه در علم رجال باسبكي جديد (ترجمه عربي)؛ طبع: مجلّہ آئینہ پژوهش، مکتب علام اسلامی شمارہ ۱۶ ص ۱۴۔۲۳، ۱۴۰۱ھ۔

۳۶. الكنية (عربي)؛ طبع: تراثنا شمارہ ۱۷ از ص ۷۔۹۵، قم ۱۴۰۹ھ۔

۳۷. مجدود المذهب و سماتهم البارزة (عربي)؛ طبع: مجلّہ تراثنا شمارہ ۳۸ از ص ۹۶۔۱۰۶ قم ۱۴۱۴ھ۔

۳۸. مسند الحبري (عربي،تحقيق)؛ مؤلف: محدث حسین بن حکم بن مسلم ابی عبد اللہ حبری وشاء کوفی (م ۲۸۲ھ)، طبع: تراثنا شمارہ ۳۲۔۳۳ از ص ۲۷۵۔ ۲۸۵ قم ۱۴۱۳ھ۔

۳۹. المصطلح الرجالي (عربي)؛ طبع مجلّہ تراثنا شمارہ ۳ از ص ۹۹۔ ۱۵۴ قم ۱۴۰۶ھ۔

۴۰. مقدمة (لوامع الانوار،عربي)؛ مؤلف: مجد الدین بن محمد بن منصور مویدی حسینی، طبع: مکتبہ تراث الاسلامی، یمن ۱۴۱۴ھ۔

۴۱. مقدمة (المقنع في الامامة،عربي)؛ طبع: جامعۃ المدرسین قم ۱۴۱۴ھ۔

۴۲. مقولة جسم لاكجسام (عربي)؛ طبع: مجلّہ تراثنا شمارہ ۱۹ از ص ۷۔۱۰۷ قم ۱۴۱۰ھ۔

۴۳. من اٴدب الدعاء في الاسلام (عربي)؛ طبع: مجلّہ تراثنا شمارہ ۱۴ از ص ۱۰۔۳۴ ۱۴۰۹ھ۔

۴۴. المنتقيٰ النفيس من دررالقواميس (عربي)؛ طبع: مجلّہ تراثنا شمارہ ۲۴ از ص ۱۰۰۔ ۲۳۷ قم ۱۴۱۱ھ۔

۴۵. موقف اٴهل الكتاب (عربي)؛ طبع: قم ۱۴۱۲ھ۔

۴۶. نقد الحديث بين الاجتهاد والتقليد (عربي)؛ طبع: مجلّہ تراثنا شمارہ ۳۲۔۳۳ از ص ۷۔۶۷ قم ۱۴۱۳ھ۔

۴۷. النكت الخفية في النادرة الشريفة (عربي)؛ طبع: مجلّہ تراثنا شمارہ ۱۴، از ص ۱۶۳۔۱۷۰ قم ۱۴۰۹ھ۔

۴۸. النكت في مقدمات الاصول (عربي،تحقيق)؛ مؤلف: شیخ محمد بن محمد نعمان مفید (م ۴۱۳ھ)، طبع: مجلّہ تراثنا شمارہ ۳۰۔۳۱ از ص ۴۴۵۔۵۱۰ ۱۴۱۳ھ

﴿۱۶۹﴾

سید محمد حسینی جلالی

علامہ آقای سید محمد حسینی ۱۳۶۸ھ میں کربلا میں پیدا ہوئے۔ اور اپنی والدہ و والد سید محسن جلالی، شیخ عباس حائری، شیخ عبدالکریم شیرازی، شیخ عبدالرحیم قمی، سید مرتضیٰ قزوینی، شیخ عبدالحسین بیضاوی، سید محمد صادق قزوینی، سید محمد علی بحرانی، سید محمد کاظم قزوینی سے کسب فیض کیا۔ ۱۳۹۲ھ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے نجف کا رُخ کیا۔ یہاں سید ابوالقاسم خوئی اور شہید سید محمد باقر صدر کے حلقہ درس میں شرکت کی۔ ۱۴۰۰ھ میں اپنے برادر کے ساتھ قم آکر رہنے لگے اور تبلیغ مذہب اہل بیت علیہم السلام میں مشغول ہیں۔

آثار

آپ کی حسب ذیل کتابیں عربی زبان میں چھپ چکی ہیں:

۱. الاذان والمؤذن؛

۲. الاسلام عقيدة و دستور؛

۳. حاجتنا الي الدين؛

۴. خير الاثر؛

۵. فوائدالصوم؛

۶. لمحة عن شخصية الامام علي؛

۷. شرح الاخبار (تحقيق)؛مؤلف: قاضی نعمان مصری۔

۸. سيد محمد جواد جلالي؛

علامہ سید محمد جواد جلالی ۱۳۷۳ھ کو کربلا میں پیدا ہوئے اور اپنی والدہ و والد کے علاوہ شیخ عباس حائری، شیخ عبدالرحیم قمی، شیخ جعفر رشتی، سید علی صدر، شیخ غلام رضا وفائی، شیخ عبدالرضا صاتی، شیخ محمد علی داعی الحق، سید محمد حسن لکھنوی ہندی، معروف بہ جناب کے پاس زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ حتیٰ کہ ۱۳۹۲ھ میں نجف اشرف گئے اور یہاں شیخ مجتبیٰ لنکرانی، سید اسد اللہ مدنی، شیخ صدرا باد کوبی اور پھر سید ابوالقاسم خوئی کے درس خارج میں حاضر ہوئے۔ بھی قم میں مقیم ہیں۔

آثار

اکثر کتابوں پر آپ نے تحقیق کا انجام دیا ہے جو سب شائع ہو چکی ہیں۔

مثلاً:۔

۱. احادیث مہدی فی مسند احمد بن حنبل؛

۲. نورالحقیقۃ (تحقیق)؛

۳. فہرس التراث (تحقیق)؛

۴. مسند الزہراء (تحقیق)؛

۵. التفسیر الوجیز (تحقیق)؛

۶. الذریۃ الطاہرۃ (تحقیق)؛

۷. تفسیر غریب القرآن (تحقیق)؛
۸. سلسلۃ الابریز (تحقیق)؛
۹. آیۃ التطہیر؛
۱۰. جامع المقدمات (تحقیق)؛
۱۱. شرح التجرید (تحقیق)؛
۱۲. النکت الاعتقادیۃ (تحقیق)؛ مؤلف: شیخ محمد بن محمد نعمان مفید (م ۴۱۳ھ)
۱۳. مسند فاطمۃ (تحقیق)؛ مؤلف: سید حسین اسلامی

شاگرد

۱. سید ابن حسن رضوی بن سید حسن جناب لکھنوی ؛(کربلا میں ۱۳۵۰ھ کو پیدا ہوئے۔)
۲. سید جعفر شاہ جلالی پاکستانی؛(آپ کے چچا کی اولادوں میں سے ہیں۔)
۳. سید حسن شہید بن سید میرزا مہدی شیرازی؛(۱۳۵۴ھ میں پیدا ہوئے اور بیروت لبنان میں ۱۴۰۰ھ کو شہید ہوئے۔ قم میں آپ کا مزار موجود ہے۔)
۴. سید حیدر مہدی بن سید حسن جناب لکھنوی؛(۱۳۵۴ھ میں کربلائے معلیٰ میں ولادت پائی۔)
۵. سید صادق بن سید مہدی شیرازی ؛(کربلا میں ۱۳۶۰ھ کو پیدا ہوئے۔)
۶. سید عباس کاشانی؛(کربلا میں ۱۳۵۰ھ کو پیدا ہوئے۔)
۷. سید علی صدر؛(کربلا میں ۱۳۶۶ھ کو پیدا ہوئے۔)
۸. سید علی میلانی بن سید نور الدین؛(کربلا میں ۸ رمضان ۱۳۶۷ھ میں پیدا ہوئے۔)
۹. سید فضل اللہ روحانی؛(۱۳۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰ رجب ۱۴۱۸ھ کو رحلت کر گئے۔)
۱۰. سید مجتبیٰ بن سید میرزا مہدی شیرازی؛ (۱۳۶۲ھ کو کربلا میں پیدا ہوئے۔)

۱۱. سید محمد بن سید میرزا مہدی شیرازی حائری ؛(۱۷ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ کو نجف میں ولادت پائی اور اپنے والد کے ساتھ ۱۳۵۶ھ میں کربلا گئے اور قُم میں ۱۴۲۲ھ کو چل بسے۔)
۱۲. سید محمد بن مرتضیٰ طباطبائی ؛(۱۳۵۵ھ کو کربلا میں پیدا ہوئے۔)
۱۳. شہید سید محمد تقی حسینی جلالی ؛(فرزند)
۱۴. اُستاد سید محمد حسین حسینی جلالی؛(فرزند)
۱۵. سید محمد رضا حسینی جلالی؛(فرزند)
۱۶. سید محمد حسینی جلالی ؛(فرزند)
۱۷. سید محمد جواد حسینی جلالی؛(فرزند)
۱۸. سید محمد رضا بن جعفر حسینی اعرجی آل الفحام الحائری ؛(۲۴ ذی الحجۃ ۱۳۶۸ھ کو کربلا میں ولادت پائی اور ۱۰ رمضان ۱۴۲۱ھ کو قم میں رحلت فرمائی۔)
۱۹. سید محمد علی بن سید محمد رضا طبسی حائری ؛(کربلا میں ۱۳۶۴ھ کو پیدا ہوئے۔)
۲۰. سید مرتضیٰ ضیائی خراسانی؛
۲۱. سید مصطفیٰ فائزی آل طعمۃ؛(۱۳۴۸ھ کو کربلا میں ولادت پائی اور اسی شہر مقدس میں ۱۴۲۱ھ کو فوت ہوئے۔)
۲۲. سید ھادی طباطبائی حکیم حائری ؛(۱۳۴۸ھ کو کربلا میں ولادت ہوئی اور شوال ۱۴۰۹ھ میں شہر قم میں واصل بحق ہوئے۔)
۲۳. شیخ ابراہیم نصراللہ نبلی حلبی سوری؛(۱۳۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔)
۲۴. شیخ احمد معرفۃ بن شیخ علی؛(۱۳۶۰ کو کربلا میں ولادت پائی۔)
۲۵. شیخ جعفر عباس حائری، صاحب بلاغۃ الامام علی بن الحسین؛(کربلا میں ۱۳۵۵ھ کو پیدا ہوئے۔)
۲۶. شیخ حسن غفوری نجفی ؛(بلتستان شمال پاکستان میں ۱۳۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔)

۲۷. شیخ سلمان مہدی پاکستانی ؛(بلتستان)

۲۸. شیخ صادق دامغانی؛

۲۹. شیخ عباس حائری یزدی، صاحب حوادث الایام؛(۱۳۴۰ھ کو کربلا میں پیدا ہوئے اور ۸ ذی الحجہ ۱۴۰۶ھ کو قم میں فوت ہوئے۔)

۳۰. شیخ عبد الرضا صافی حلیبی شہید صاحب بلاغۃ الامام الحسن؛(کربلا میں ۱۳۵۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷ ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ کو انہیں عراق میں شہید کیا گیا۔)

۳۱. شیخ عبدالغنی حُرِ عاملی؛

۳۲. شیخ محسن بن شیخ محمد حسین اعلمی؛(کربلا میں ۱۳۶۴ھ میں ولادت پائی اور ۱۳ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ کو قم میں انتقال فرمایا۔)

۳۳. شیخ محمد مجاہد بن حاج مہدی؛(۱۳۵۹ھ کو کربلا میں آنکھ کھولی اور ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ کو اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔)

۳۴. شیخ محمد تقی تاج الدین؛(کربلا میں ۱۳۵۵ھ میں جنم لیا اور ۷ محرم ۱۴۱۲ھ کو اس دنیا سے تشریف لے گئے۔)

۳۵. شیخ محمد رضا حکیمی؛(۱۳۵۸ھ میں کربلا میں ولادت پائی اور یوم جمعہ ۱۸ شعبان ۱۴۱۲ھ کو وفات پائی۔)

۳۶. شیخ محمد ہادی معرفۃ بن شیخ علی (۱۳۴۶ھ میں کربلا میں پیدا ہوئے۔)

۳۷. شیخ محمود بن شیخ مرزا احمد سیبویہ حائری؛

۳۸. شیخ ملازم حسین ہندی۔

آثار

۱. تنبیه الامة (عربي)؛آغاز:"الحمد لله المبدع في وجوب وجوده و صلي اللّه علي محموده و آله الحجج يوم وروده و بعد فيقول الراجي عفو ربه محسن بن

علي الحسيني الجلالي"...انجام:"فقال اَبوعبد الله، هذا آخر كلام تكلم به النبي علي المنبر"۔یہ کتاب مقدمہ چار ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ باب اول واجبات کے بیان میں باب دوم مستحبات کے بارے میں باب سوم میں مکروہات کا تذکرہ ہے اور باب چہارم میں محرمات سے متعلق احادیث درج ہیں۔ طبع اول: مدرسۃ مفتوحہ شیکاغو، ۱۴۲۰ھ، طبع دوم: (با تحقیق سید محمد باقر حسینی جلالی (مولف کے پوتے)، موسسہ بضعۃ المختار قم ۱۴۲۴ھ۔

۲. مصباح الهديٰ في اُصول دين المصطفي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عربی) سال تألیف: ۱۳۵۷ھ، طبع: قم، ۱۳۹۶ھ، ۳(شرح اللمعۃ (عربی)، غیر مطبوعہ۔

۳. تعليقة علي كفاية الاصول (عربي)؛ غیر مطبوعہ۔

۴. حقيقة التناسخ وابطاله في الفلسفة (عربي)؛ غیر مطبوعہ۔

۵. ديوان شعر (عربي)؛ غیر مطبوعہ

۶. افادات و اضافات (فارسي)؛ طبع: مجلّہ الارشاد کے مختلف شماروں میں، بڈگام کشمیر۔

۷. ردالاوهام (عربي)؛ غیر مطبوعہ۔

۸. الاخبار الصحيحة (عربي)؛ غیر مطبوعہ۔

۹. آيات الاحكام (عربي)؛ غیر مطبوعہ۔

۱۰. اَجوبة المسائل الدينية (عربي)؛ مطبوعہ۔

۱۱. تقريرات السيد الخراساني في الاصول (عربي)؛ غیر مطبوعہ۔

نوٹ: آقای سید محسن جلالی کی وفات کے بعد ان کی تین حسب ذیل سوانح حیات طبع ہوئی ہیں:

۱. ذكري آية الله الجلالي (عربي)؛ان کی پہلی برسی کے موقعہ پر یہ کتاب منتشر ہوئی تھی۔ طبع اول: مطبعہ النعمان نجف اشرف، ۱۳۹۷ھ، طبع دوم: مطبعہ الآداب نجف اشرف ۱۴۰۱ھ۔
۲. ذكري الاربعين لفقيد الاربعين (عربي)؛ طبع: نجف اشرف ۱۳۹۷ھ۔
۳. اثر التربية الاسلامية في حياة الفقيد الجلالي (عربي)؛ تألیف: عبد الجبار ساعدی، طبع: مطبعہ النعمان نجف اشرف ۱۳۹۷ھ۔[1]

﴿۱۷۰﴾

سید مصطفےٰ زیدی

(۱۳۹۹ھ)

السید مصطفےٰ بن السید جواد بن السید حسین بن السید محمد بن السید اسد بن السید تقی تاجر تبتی الحسینی المدنی شیشگری محلّہ خانیار میں سکونت کرتے تھے۔ آپ پیشے کے لحاظ سے تاجر تھے لیکن علماء کی صحبت میں رہ کر خود بھی عالم و فاضل ہوگئے تھے۔ آپ نے ۱۳۹۹ھ میں انتقال فرمایا۔ حسن آباد میں امام باڑہ کے سامنے آپ کا مرقد ہے۔

اولاد

۱. حاج سید حسین زیدی؛
۲. مرحوم سید علی زیدی۔

---

[1] مقدمہ تنبیہ الامہ از سید محمد باقر حسینی جلالی ص ۱۰۔۲۵؛ فہرس التراث ج ۲ ص ۵۵۲۔ ۵۵۴؛ تذکرہ علمای امامیہ پاکستان ص ۲۶۳۔ ۲۶۴؛ منار الہدیٰ ص ۱۵۶۔۱۵۷؛ نقباء البشر ج ۴ ص ۱۵۰۱؛ جواہر اللالی ص ۱۰۴۔ ۱۱۵؛ مشجرات سادات جلالی۔

آثار

صراط النجاۃ (اُردو۔ کلام)؛ مطبوعہ

﴿۱۷۱﴾

شیخ علی نقی

(ح ۱۴۰۰ھ)

شیخ علی نقی کے والد علامہ شیخ علی اصغر تھے۔آپ نے عراق میں تعلیم حاصل کی اور کشمیر آکر تبلیغ میں مصروف رہے۔ شیخ علی نقی اسکندرپورہ میں سکونت کرتے تھے۔آپ علمائے کشمیر میں ممتاز مقام کے حامل تھے۔آخری عمر میں آپ قم چلے گئے جہاں تقریباً ۱۴۰۰ھ میں فوت ہوئے۔

اولاد

شیخ علی اصغر اوحدی (مقیم ایران)؛
شیخ ابوالحسن اوحدی؛
دختر (زوجہ مولانا سید مقصود رضوی)؛

فصل ہشتم

پندرہویں صدی ہجری کے علماء

﴿۱۷۲﴾

شہید شیخ نثار حسین بحرینی

(ح ۱۴۰۱ھ)

شیخ نثار حسین کے والد علامہ شیخ عبد العلی بحرینی تھے۔ آپ نے اپنے خاندان کے علماء سے تعلیم حاصل کی اور ساتھ ساتھ مروجہ تعلیم بھی پڑھتے رہے۔ دسویں جماعت کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا اور اورینٹل کالج سے مولوی فاضل کی سند بھی پائی۔ پھر مزید تحصیل کے لیے نجف گئے اور وہاں جامعۃ النجف الدینیۃ میں علوم اہلبیت حاصل کئے۔ آپ آیات عظام سید ابوالقاسم خوئی اور شہید خامس آیت اللہ سید محمد باقر صدر کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ عراق میں بیس سالہ قیام کے دوران اپنے گھر والوں کو وقتاً فوقتاً خطوط لکھتے رہے۔ مگر ۱۴۰۰ھ کے بعد یہ رابطہ منقطع ہو گیا۔ بسیار تلاش اور چھان بین کے بعد صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ آپ کو صدام کے امر سے حدود ۱۴۰۱ھ میں شہید کیا گیا تھا۔[1]

﴿۱۷۳﴾

سید یوسف موسوی صفوی

(۱۴۰۲ھ)

علامہ حاج سید یوسف خانوادہ موسوی (بڈگام) کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد حاج سید محمد (م ۱۳۵۰ھ) اور دادا حاجی سید مہدی موسوی صفوی (م ۱۳۰۹ھ) تھے۔ سید یوسف نے ابتداء میں اپنے والد ماجد سے تعلیم حاصل کی اور ان کے انتقال کے بعد ۱۳۵۳ھ میں نجف اشرف گئے جہاں اعاظم

۱۔ مکتوب ڈاکٹر شیخ محمد شفیع۔

علمائے امامیہ سے علوم اہلبیت حاصل کئے۔ وہاں ایک مدت تک قیام کرنے کے بعد فارغ التحصیل ہو کر کشمیر لوٹے اور برادر سید احمد موسوی کی وفات کے بعد ۱۳۶۴ھ میں کشمیر کے عمومی مرجع قرار پائے۔

آپ کے علم، حلم، تقویٰ، حسن تدبر، پرہیزگاری، دیانتداری، بزرگی، عظمت اور ذہانت کے تمام لوگ قائل تھے حتیٰ کہ امراء وزراء سیاستدان اور علماء بھی اس زمرے میں شامل ہیں۔ آیات عظام سید محسن الحکیم سید ابوالحسن اصفہانی، سید محمود شاہرودی، سید ابراہیم حسینی، سید حسین طباطبائی بروجردی، سید جمال الدین گلپیگانی، آغا بزرگ تہرانی اور سید محسن جلالی جیسے بزرگ علماء آپ کی شرافت اور فضیلت کا اعتراف کرتے تھے۔ اس بات پر وہ تمام اجازے گواہ ہیں جو انہوں نے آقا سید یوسف کو مرحمت فرمائے تھے اور سب ایقاظ العباد نامی کتاب میں چھپ چکے ہیں۔

آپ نہ تو کسی سرکاری عہدہ پر فائزہ تھے اور نہ ہی سیاست سے کوئی سروکار تھا۔ لیکن نہ صرف کشمیر بلکہ دیگر ممالک کے بڑے بڑے سیاستدان اور سرکاری افسران بھی ان کا زبردست احترام کرتے تھے۔ سابق وزراء اعلیٰ کشمیر بخشی غلام محمد، خواجہ غلام محمد صادق، سید میر قاسم اور شیخ محمد عبداللہ اکثر و بیشتر آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کرتے تھے۔

آپ نے انجمن شرعی شیعان جموں و کشمیر کی بنیاد ڈالی اور یہ تنظیم آپ کے زیر نگرانی مذہب حقہ کی تبلیغ و ترقی میں مصروف رہی۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ کو بڈگام میں جامعۃ باب العلم قائم کیا اور اسی سال یہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کی شاخیں جموں و کشمیر کے طول و عرض میں کھولی گئیں تاکہ کوئی بھی شخص دینی تعلیم سے بے بہرہ نہ رہنے پائے اور ان تمام مدارس کا انتظام آپ خود فرماتے تھے۔ آپ نے باب العلم کی فلاح کے لیے لاکھوں روپے کی ملکیت کی اراضی وقف کردی تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے امام باڑہ بڈگام اور حسن آباد کی تجدید تعمیر بھی فرمائی اور امام باڑہ میر گنڈ، جامع مسجد بڈگام اور خانقاہ جڈی بل کو از سر نو تعمیر فرمایا۔ علاقہ جڈیبل اور بڈگام میں اوقاف کی کئی عمارتیں تعمیر کروائیں۔

آقا سید یوسف نے اپنے گھر پر شرعی عدالت قائم کی، جہاں شرعی نظام کے تحت فیصلے ہوتے تھے۔ عوام کو ان فیصلوں پر پورا پورا اعتماد ہوتا تھا۔ نہ فقط شیعہ بلکہ اہلسنت یہاں تک کہ غیر مسلم حضرات بھی ان فیصلوں کا احترام کرتے تھے۔ سرکار بھی بسر و چشم ان فیصلوں کو تسلیم کرتی تھی اور بعض سرکاری

عدالتیں تو پیچیدہ معاملات میں انہی کی طرف رجوع کرتی تھیں۔ جو لوگ دور علاقوں سے اپنے قضیوں کو نمٹانے کے لیے ان کے پاس آتے تھے اور ان کے ٹھہرنے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا وہ تاریخ مقررہ سے پہلے ایک روز آکر ان کے گھر میں قیام کرتے تھے اور موصوف خود ان کے قیام وطعام کا بندوبست فرماتے تھے۔ لوگ آپ کے پاس بڑی رقومات ذر وزیور بغیر کسی رسید یا شاہد کے بطور امانت رکھتے تھے۔

آپ کے منجملہ کارناموں میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے کشمیر یونیورسٹی کی اورینٹل فیکلٹی میں شیعہ طلباء کے لیے امامیہ نصاب منظور کروایا۔ جب بھی شریعت کے خلاف ریاستی اسمبلی میں کوئی بل پیش ہوتا تھا تو موصوف پوری قوت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہو کر صدائے احتجاج بلند کرتے تھے۔ چنانچہ جب شیخ محمد عبداللہ کی سرکار نے لینڈ ریفارم ایکٹ کے تحت مالکان زمین کو اپنی جائیداد سے بے دخل کر کے یہ ملکیت کاشتکاروں کو دے دی تو آپ نے سخت غصہ کی حالت میں انہیں آگاہ فرمایا کہ یہ بل فقہ اثنا عشریہ کے خلاف ہے پھر حکومت نے اعلان کر کے شیعوں کو اس قانون سے مستثنیٰ قرار دیا۔

حضرت امام خمینی کے ساتھ آپ کے خاص مراسم تھے۔ جب انہیں ایران سے جلاوطن کیا گیا تو آپ نے انہیں کشمیر آنے کی دعوت دی۔ موصوف نے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا کہ بعض سیاسی وجوہات کی بنا پر یہ ممکن نہیں ہے اگرچہ امام خمینی کشمیر آنے کے خواہشمند تھے۔ سید یوسف نے سہم امام سے ایک بڑی رقم امام خمینی کو بھجوائی تھی۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے دینی مدارس میں زیر تعلیم طلباء کے لیے بھی آپ شہریہ بھجواتے تھے۔ یتیموں اور بیواؤں کی کمک کے لیے ہمیشہ کمر بستہ رہتے تھے۔ بڈگام کے جس علاقہ میں آپ سکونت کرتے تھے اس کا نام ہی شریعت آباد پڑا۔

غرض اس حد تک تبلیغ کے لیے کوشش کی کہ آپ نے مجلّہ الارشاد کے نام سے ایک ماہنامہ بھی جاری فرمایا جس میں علمائے عرب و عجم کے گرانقدر مقالات چھپتے تھے مگر افسوس کہ آپ کی وفات کے بعد یہ مؤقر رسالہ بند ہو گیا۔ انہوں نے انجمن شرعی کے شعبہ نشر واشاعت کے تحت کئی اہم کتابیں بھی زیور طبع سے آراستہ کروائیں۔ آپ کی فعالیت کو دیکھ کر بعض لوگ اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے آپ سے متعلق رسائل اور جرائد میں مضامین لکھنا شروع کیے۔ غلام رسول ریزو سابق ہوم سیکریٹری نے انجمن کو دو ہزار روپیہ نقد آپ کا شرح حال طبع کروانے کے لیے دیئے تھے۔

آپ آخری وقت میں قلیل عرصہ کے لیے علیل ہوگئے۔ وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ صاحب نے دہلی سے اپنے معالج ڈاکٹر خلیل اللہ اور دوسرے ڈاکٹروں کو اپنے فرزند ڈاکٹر فاروق عبداللہ کے ساتھ آپ کے علاج کے لیے بھی بھیجا۔ بالآخر شب دوشنبہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ (۳۰ اگست ۱۹۸۲ئ) کو اسی (۸۰) برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ یہ خبر پورے کشمیر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیلی اور لوگ بڈگام آنا شروع ہوگئے۔ یہ دن قیامت سے کچھ کم نہ تھا۔ صبح نو بجے آپ کا تابوت گھر سے برآمد ہوا تو لوگوں نے اپنے گریبان چاک کئے اور سر پر خاک اڑائی۔ ان کے گریہ وزاری سے زمین بڈگام متزلزل ہوئی۔ تابوت ۱۲ بجے دن تک امام باڑہ بڈگام میں رکھا گیا۔

پھر کریوہ بڈگاہ کے وسیع میدان میں نماز جنازہ آقا سید مصطفےٰ موسوی نے پڑھائی اور سہ پہر کو آپ اپنے دادا کے پاس سپرد خاک ہوئے۔ سرکاری طور پر ایک دن کا سوگ منایا گیا اور عام تعطیل کا بھی اعلان ہوا۔ سرکاری عمارتوں پر قومی پرچم سرنگوں رہا اور ڈسٹرکٹ بڈگام میں تین روز تک تمام سرکاری دفاتر اور کاروباری ادارے بند رہے۔ مجلس سوم بروز جمعہ امام باڑہ بڈگام میں انجام دی گئی جس میں سیاستدان، دانشمندان، شعراء و علماء اور عوام کے جم غفیر نے شرکت کی۔ امام خمینی کی طرف سے آیت اللہ سید محمد جعفریاں نے مجلس سوم میں نمائندگی فرمائی اور ۶ ستمبر کو وزیراعظم آنجہانی اندرا گاندھی ریاستی گورنر جی۔ کے۔ نہرو کے ہمراہ بڈگام گئیں اور سید یوسف کے لواحقین کو تعزیت پیش کی۔

آثار

۱. ایقاظ العباد (فارسی۔ حدیث)؛ طبع بڈگام کشمیر ۱۳۷۰ھ۔
۲. سرمایہ نجاح (کشمیری فقہ)؛ آپ کے والد آقا سید محمد کی کتاب منہاج الصلاح و معراج الفلاح کی تلخیص مطابق فتوی آیت اللہ سید حسین طباطبائی بروجردی ہے۔ طبع دوم: بڈگام کشمیر ۱۳۷۶ھ۔[1]

---

[1] بہارستان شاہی ۹۹۔۱۰۳؛ ایقاظ العباد ۲۶۱۔۲۷۷۔

﴿۱۷۴﴾

شہید سید محمد تقی حسینی جلالی

(۱۴۰۲ھ)

آیت اللہ شہید سید محمد تقی جلالی ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ کو کربلائے معلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد آیت اللہ سید محسن جلالی (م۱۳۹۶ھ) اور والدہ مرجع تقلید آیت اللہ سید ھادی خراسانی (م۱۳۷۸ھ) کی دختر تھیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کربلا میں آیات عظام سید محسن جلالی، شیخ جعفر رشتی (م۱۳۹۷ھ)، سید محمد طاہر بحرانی (م۱۳۸۴ھ)، شیخ یوسف خراسانی (م۱۳۹۷ھ)، سید عبد اللہ خوئی (م۱۳۷۸ھ)، شیخ مہدی کابلی (م۱۳۹۹ھ)، شیخ محمد رضا اصفہانی قزوینی (م۱۲۸۰ھ)، شیخ محمد شاھرودی (م۱۴۰۹ھ) اور شیخ علی اکبر نائینی (م۱۳۸۵ھ) سے حاصل کی اور پھر ۱۳۷۷ھ میں نجف پہنچے اور یہاں آیات عظام سید محسن حکیم (م۱۳۹۰ھ)، سید ابوالقاسم خوئی (م۱۴۱۳ھ)، شیخ حسین علی (م۱۳۹۴ھ) اور سید علی فانی (م۱۴۰۹ھ) کے درس خارج میں شرکت کر کے منزل اجتہاد پر فائز ہوگئے۔

۱۳۸۵ھ میں شہید جلالی آیت اللہ العظمیٰ سید محسن حکیم کے وکیل کی حیثیت سے ناحیۃ القاسم تشریف لے گئے اور اسی سال آپ نے یہاں ایک حوزہ علمیہ کی داغ بیل ڈالی جس کو آپ کے وجود سے چار چاند لگ گئے۔ اس کے علاوہ آپ نے اس علاقے میں آٹھ امام باڑے، تین مساجد اور حضرت قاسم ابن امام موسیٰ کاظم علیہم السلام کی قبر پر نئی ضریح بھی بنوائی۔ ہیۃ التالیف والنشر قائم کر کے متعدد کتب و رسائل چھپوائیں۔ غریب مومنین کی خاطر ایک موسسہ خیریہ کا انتظام بھی فرمایا۔

آپ نہایت ہی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ علماء کا بہت احترام کرتے تھے اور دینی طلبہ پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔ جود و سخا آپ کا شعار تھا۔ آپ نے تمام عمر درس و تدریس، تصنیف و تالیف، رشد و ہدایت اور مذہب اہل بیت کی نشر و اشاعت میں گذاری۔ لبنان، شام، ایران، سعودی عرب اور عراق کے مختلف شہروں کے کئی تبلیغی دورے کئے۔ صدام کی اسلام دشمن حکومت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور اسی وجہ سے آپ کو گرفتار کرلیا گیا۔ زندان میں طرح طرح کی جسمانی اذیتیں دی گئیں۔ بالآخر ۲

رمضان ۱۴۰۲ھ کو پھانسی پر لٹکا کر شہید کیا گیا۔ آپ کی نعش اطہر بیٹوں کے حوالے کی گئی اور کسی کو خبر کرنے سے منع کیا گیا۔ چند افراد نے غسل دیا اور علامہ سید محمد تقی خوئی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس وقت شہید سید محسن میلانی، شہید سید عبد المجید خوئی، شہید سید ابراہیم خوئی اور آپ کے بیٹے موجود تھے۔ اسی خاموشی کے عالم میں شہید جلالی کو وادی السلام میں سپرد خاک کیا گیا۔ اگر موت نے فرصت دی تو ان کی سوانح حیات پر مستقل کتاب مومنین کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ انشاء اللہ۔

اولاد

آپ کی زوجہ علامہ سید ابراہیم نبوی حائری استر آبادی (م۱۳۹۶ھ) کی دختر تھیں۔ جس سے حسب ذیل اولادیں ہوئیں:

۱. حجۃ الاسلام سید علی ہادی جلالی؛
۲. حجۃ الاسلام سید قاسم جلالی؛
۳. حجۃ الاسلام سید محمد باقر جلالی؛
۴. حجۃ الاسلام سید محمد صادق جلالی؛
۵. دختر زوجہ شہید سید ابراہیم خوئی۔

تلامذہ

۱. شہید عبد الزہرا طائی؛
۲. سید عبد الزہرا منصوری؛
۳. سید جواد عذری؛
۴. شیخ عباس ھادی مطراوی؛
۵. خطیب شیخ عبد علی حمزہ جوذری؛
۶. شیخ وہاب قاسم اسدی؛
۷. سید اسماعیل کاظم موسوی؛
۸. سید باقر حسن موسوی؛
۹. سید حسین موسوی؛
۱۰. سید عدنان طاہر موسوی؛
۱۱. سید محمد بدر موسوی؛
۱۲. شہید خطیب سید حسن کاظم اعرجی؛

۱۳. سید حمزہ موسوی؛
۱۴. شیخ سلمان کاظم نائلی؛
۱۵. سید شامل محمد طاہر حسینی؛
۱۶. شیخ صالح مہدی جعفر خفاجی؛
۱۷. شیخ طاہر خفاجی؛
۱۸. شیخ عبد الزہرا رسول خفاجی؛
۱۹. شیخ عادل رسول خفاجی؛
۲۰. شیخ عبد الامیر خویلدی؛
۲۱. شیخ محمد جواد خویلدی؛
۲۲. شیخ محمد علی ربانی اصفہانی؛
۲۳. شیخ علی ربانی اصفہانی؛
۲۴. شیخ عبد السلمان جوذری؛
۲۵. شیخ فرحان عباس مطراوی؛
۲۶. شیخ عبد الجبار نائلی؛
۲۷. شیخ قاسم ہاشم عکوش محمودی؛
۲۸. شیخ کریم عبد معین جنابی؛
۲۹. سید والی سلمان زاملی؛
۳۰. سید لطیف سید چیاد موسوی؛
۳۱. سید توفیق عبد الحسین موسوی؛
۳۲. سید مجید زاملی موسوی؛
۳۳. شیخ نعمہ دُھیف جبوری؛
۳۴. شیخ نعمہ اسود جبوری؛
۳۵. شیخ نعمہ کاظم محمودی؛
۳۶. شیخ حیدر قاسم اسدی؛
۳۷. شیخ عطیہ عبد العباس شکری؛
۳۸. سید عماد یحیٰی موسوی؛
۳۹. سید محمود ہاشمی شاہرودی؛
۴۰. شیخ عبد اللہ لنکرانی؛
۴۱. شیخ محمد علی داعی الحق؛
۴۲. سید محمد علی طبسی حائری؛
۴۳. شیخ محمد رضا حکیمی؛
۴۴. سید محمد حسین حسینی جلالی۔

آثار

۱. فقه العترة في شرح العروة (عربي، فقه)؛ طبع: ۱۳۹۶ھ
۲. كتاب الصلاة (عربي فقه)؛

۳. کتاب الصوم (عربي فقه)؛

۴. کتاب الزکاة (عربي فقه)؛

۵. الفطرة من فقة العترة (عربي فقه)؛

٦. من فقه الامام الحکیم (عربي فقه)؛

۷. من فقه آیت الله الفاني (عربي فقه)؛

۸. خرائد المکاسب علي مکاسب الشیخ الانصاري (عربي فقه)؛

۹. الحدیقة الودریة في ارث اللمعة الدمشقیة (عربي فقه)؛

۱۰. الدرة النقیة في شرح الروضة البهیة (عربي فقه)؛

۱۱. لمعة النور في اختصاص الجمعة بالحضور (تحقیق،عربي فقه)؛مؤلف: سید ہادی خراسانی۔

۱۲. المتعتان في الکتاب والسنة (عربي فقه)؛

۱۳. الغناء في المذاهب الخمسة (عربي فقه)؛

۱۴. الاحکام الشرعیة (عربي فقه)؛طبع: ۱۳۹٦ھ۔

۱۵. من اصول الامام الخوئي(عربي، اصول فقه)؛

۱٦. شرح کفایة الاصول (عربي، اصول فقه)؛

۱۷. کشف الفرائد علي رسائل الشیخ الانصاري (عربي، اصول فقه)؛

۱۸. تقریر التهذیب في المنطق (عربي منطق)؛

۱۹. حاشیة الحاشیة للمولي عبد الله الیزدي (عربي منطق)؛

۲۰. حاشیة علي معالم الاصول (عربي اصول فقه)؛

۲۱. الهدية السنية في رد الصوفية (عربي كلام)؛

۲۲. علائم الظهور (عربي كلام)؛

۲۳. معجم الانبياء والاوصياء (عربي تاريخ)؛

۲۴.تاريخ الروضة القاسمية (عربي تاريخ)؛ *طبع: ۱۳۹۴ہجری۔*

۲۵.صدف اللآلي في نسب آل الجلالي (عربي انساب)؛

۲۶. جواهر الادب في المبني والمعرب (عربي ادب)؛ *طبع:۱۴۰۰ھ۔*

۲۷. اَجوبة المسائل القاسمية (عربي- ادب)؛

۲۸.اللالي من محفوظات الجلالي (عربي- ادب)؛

۲۹. المجالس الجلالية (عربي)؛

۳۰.قبسات من الزهراء (عربي- كلام)؛

۳۱. الاسناد علي اَهل الكفرو الالحاد (عربي- كلام)؛

۳۲. تفسير الفرقان (عربي- تفسير)؛

۳۳. شرح الخطبة الشقشقية (عربي- كلام)؛

۳۴. المواعظ الجلالية (عربي)؛

۳۵. المحفوظات الشعرية في فضائل العترة الزكية (عربي- مناقب)؛

۳۶. المجربات من الاحراز والاذكار والمحفوظات والصلوات (عربي)؛

۳۷. الاَمالي حاشية اللالي منظومة السبزواري (عربي)؛

۳۸. سرور العيد لمن اراد العيش الرغيد (عربي)؛

۳۹.تنویهات اهل البیت بالمکتشفات الحدیثة (عربی)؛

۴۰.فهرس ابجدی لمصادر الاحراز والادعیة (عربی)؛

۴۱. نزهة الطرف فی علم الصرف (عربی- صرف)؛ *طبع*: ۱۳۹۷ھ۔

۴۲.کفایة الحاج فی اعمال و احکام الحج والعمرة (عربی- فقه)؛ *طبع*: ۱۴۰۰ *ہجری*۔

۴۳. سیرة آیة الله الخراسانی الموجزة (عربی- تذکره)؛ *طبع*: ۱۳۹۳ *ہجری*۔

۴۴. البدائة فی علم النحو والصرف (عربی- دستور زبان)؛ *طبع*: ۱۳۹۷ *ہجری*۔

۴۵. معجم الاسماء المبنیة وعلة بنائها؛ *طبع*: ۱۳۹۹ *ہجری*۔

۴۶.المغرفة فی المعرفة (تحقیق،عربی- فلسفه)؛ *مؤلف*: *سید ہادی خراسانی*۔

۴۷. القول السدید بشأن الحُر الشهید (تحقیق،عربی- تذکره)؛ *مؤلف*: *سید ہادی خراسانی*، *طبع*: ۱۳۹۴ *ہجری*۔

۴۸. موقفا الحر الشهید (عربی- عقائد)؛ *طبع*: ۱۳۹۴ *ہجری*۔

۴۹.الصلاة الیومیة (عربی- فقه)؛ *طبع*: ۱۳۸۶ *ہجری*۔[1]

---

[1] قبس من سیرة ص ۲۰-۱۳۵؛ فہرس التراث ج ۲ ص ۵۹۵-۵۹۶۔

﴿۱۷۵﴾

سید محمد سعید حسینی ہمدانی

(۱۴۰۴ھ)

آپ حجت الاسلام سید قاسم حُسینی (م۱۳٦۱ھ) کے فرزند اور جانشین تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کر کے اورینٹل کالج سے مولوی فاضل، منشی فاضل اور ادیب کامل کی اسناد حاصل کیں۔ آپ سرکاری مدرسہ میں اُستاد تھے۔ عمر بھر لوگوں کو اپنی روحانی طاقت سے فیض پہنچایا۔ آپ کے دسیوں مضامین مجلّہ الارشاد میں شائع ہو چکے ہیں۔ آقا سید یوسف (م۱۴۰۲ھ) کی تالیف ایقاظ العباد کے ایک حصے کا اُردو ترجمہ بھی آپ نے کیا ہے جو چھپ چکا ہے۔

مولانا سید محمد سعید ۳ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ (۹ دسمبر ۱۹۸۳ئ) کو انتقال کر گئے۔ اپنے پدر کے پاس مقبرہ حسن آباد میں تدفین ہوئی۔ قطعہ تاریخ وفات یہ ہے:

زامر حق عنایت شُد، کرم شد، فضل بی حد شُد
که آن مبرور در فردوس پیوست آب و جد شُد
ندائی غیب آمد، صورت تاریخ برجسته
شریک زینت بیت جنان سید محمد شد

(۱۹۸۳ء)

اولاد

۱. سید ابوالفضل؛
۲. سید ظہور؛
۳. سید حسن؛
۴. مرحوم سید اعجاز۔

﴿۱۷۶﴾

سید محمد حسین موسوی صفوی

(۱۴۰۴ھ)

حجت الاسلام سید محمد حسین موسوی ۴ محرم ۱۳۶۱ھ کو بڈگام میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا حاجی سید مصطفیٰ موسوی (م ۱۴۲۳ھ) اور والدہ علامہ سید یوسف موسوی (م ۱۴۰۲ھ) کی دختر نیک اختر تھیں۔ ابتداء میں آپ نے اپنے نانا اور مولانا شیخ امان اللہ ہونزوی (م ۱۳۷۸ھ) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ پھر جب ۱۳۷۰ھ میں جامعہ باب العلم کا افتتاح ہوا تو آپ نے جامعہ ہذا میں داخلہ لیا اور تقریباً سولہ سال تک یہاں زیر تعلیم رہے۔ درجہ مولوی فاضل کی تکمیل کے بعد اسی مدرسہ میں درس دینے لگے۔ مگر مزید تحصیل کے شوق نے آپ کو چین سے بیٹھنے نہ دیا اور نجف اشرف تشریف لے گئے۔ وہاں چھ سال تک بزرگ علماء سے کسب فیض کیا جن میں آیات عظام سید محسن حکیم، سید ابوالقاسم خوئی، سید روح اللہ خمینیؒ اور شہید سید محمد باقر صدر بھی شامل تھے۔ اس دوران آپ نے عراق کی بعثی حکومت کے خلاف کافی کام کیا اور امام خمینی کے تحریک میں بھی غیر معمولی حصہ لیا۔ آپ آیت اللہ شہید سید مصطفیٰ خمینی کے خواص میں جانے جاتے تھے۔

نجف اشرف سے واپس آئے تو امام باڑہ حسن آباد (سرینگر) میں امام جمعہ مقرر ہوئے۔ انقلاب انگیز خطبوں سے لوگوں میں انقلابی کیفیت اور ولولہ پیدا کیا۔ وطن میں انقلاب اسلامی کا پرچار کیا اور کافی حد تک کشمیر کے عوام کو امام خمینی کی تحریک سے روشناس کرایا۔ انقلاب کی کامیابی کے بعد آپ دو مرتبہ ایران تشریف لے گئے اور عالمی ائمہ جمعہ کانفرنس منعقدہ طہران میں بھی شرکت کی۔

آپ نے اوڑینہ اور سونہ پاہ میں نماز جمعہ قائم کروائی اور موضع شانسہ میں ایک دینی مدرسہ کے لیے ایک عمارت تعمیر کر کے اس میں درس و تدریس کا انتظام فرمایا۔ آپ جامعہ باب العلم کو یونیورسٹی بنانے کے متمنی تھے چنانچہ آپ نے جامعہ کے اساتذہ کی بے حد حوصلہ افزائی کی اور اُن کی تنخواہوں میں معتد بہ اضافہ کیا۔

مولانا سید محمد حسین بہت جرأت مند راہنما تھے۔ قوم کو متحد کرنے کی خاطر جو عملی اقدامات آپ نے کئے وہ دیگر علماء کے لیے قابل رشک ہیں۔ ۱۴۰۴ھ میں آپ اچانک بیمار ہوگئے۔ جس کی وجہ سے آپ کو پہلے صدر اسپتال سرینگر اور بعد میں آل انڈیا میڈیکل انسٹیچوٹ دہلی لے جایا گیا۔ مگر افسوس ۱۳ جمادی الاول ۱۴۰۴ھ (۱۷فروری ۱۹۸۴ئ) شب جمعہ ۹ بجے داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ لاش دہلی سے کشمیر لائی گئی اور بڈگام میں لاکھوں افراد نے جنازے کا استقبال کیا۔ نماز جنازہ والد صاحب نے پڑھائی اور اپنے آبائی قبرستان بڈگام میں دفن ہوئے۔

اولاد

۱. مرحوم سید صفی الدین؛
۲. سید محمد موسیٰ؛
۳. مولانا سید محمد عقیل۔[1]

﴿۱۷۷﴾

سید علی رضوی

(۱۴۰۶ھ)

مولانا سید علی رضوی آیت اللہ سید محمد باقر المعروف بہ باقر العلوم کے فرزند تھے۔ لکھنؤ میں ۷ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ (۲۰ مئی ۱۹۰۵ء) کو ولادت ہوئی۔ اپنے گھر کے دینی ماحول میں تعلیم کا آغاز کیا پھر سلطان المدارس میں داخل ہوئے۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے وارد عراق ہوئے۔ وہاں سے واپسی کے بعد سلطان المدارس میں درس دیتے رہے اور اپنے برادر اکبر مولانا سید محمد رضوی کی وفات کے بعد سلطان المدارس کے پرنسپل منتخب ہوگئے۔ اور آخری لمحہ تک اس ذمہ داری کو نبھاتے رہے۔ عربی ادب

---

[1] ۔ امیر کاروان ص ۱۷۔ ۲۳۔

سے گہرا لگاؤ تھا۔ حماسہ اور متنبّی کے اشعار بر محل استعمال کرتے تھے۔ آپ نے کچھ عربی قصائد و مراثی بھی لکھے ہیں۔ ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ (۲۵ دسمبر ۱۹۸۵ء) کو بوقت صبح رحلت فرمائی اور حسینہ غفرانمآب میں دفن ہوئے۔

اولاد

۱. مولانا سید محمد عباس؛
۲. سید حیدر عباس؛
۳. سید ظفر عباس۔

آثار

دعائے سمات (ترجمہ اُردو)
صحیفہ کاملہ (ترجمہ اردو)؛ طبع: لکھنو، ہند۔[1]

﴿۱۷۸﴾

حکیم جلال الدین غازی میثم

(۱۴۱۳ھ)

مولانا حکیم جلال الدین غازی خانقاہ معلیٰ سرینگر میں روز سہ شنبہ ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۴۴ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ نے تمام تر تعلیم کشمیر میں حاصل کی۔ آپ کو عربی، فارسی، اُردو اور کشمیری زبانوں پر کافی عبور تھا۔ آپ عربی و فارسی میں نہایت ہی برجستہ شعر کہتے تھے اور میثم تخلص کرتے تھے۔ اس کے علاوہ

---

[1]۔ خورشید خاور ص ۲۴۵۔۲۴۶۔

کشمیری مرثیہ نگاری میں بھی انہوں نے طبع آزمائی کی۔ آپ کو علم فقہ اور کلام میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کے سینکڑوں مقالات مجلّہ الارشاد اور دیگر رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

مولانا غازی کئی سال تک مدرسہ باب العلم کے پرنسپل رہے اور یہاں فقہ اور عربی ادب بھی پڑھاتے تھے۔ مجلّہ الارشاد کے ایڈیٹر کی حیثیت سے بھی انہوں نے خدمات انجام دیں۔ آخری وقت میں آپ بمبئی چلے گئے جہاں کسی مدرسہ میں عربی زبان کا درس دیتے تھے۔ آپ نے ۱۴۱۳ھ میں رحلت فرمائی اور بڈگام میں تدفین ہوئی۔

آثار

۱. رد المرتاب (اُردو- تذکرہ)؛ میر شمس الدین عراقی (م۹۳۲ھ) کی سوانح حیات تحفۃ الاحباب کا اُردو ترجمہ ہے۔ جو ماہنامہ الارشاد میں قسط وار شائع ہوتا رہا۔
۲. ترجمہ تنبیہ الانام (اُردو)؛ سید یوسف موسوی (م۱۴۰۲ھ) کی کتاب ایقاظ العباد کے ایک حصے کا اُردو ترجمہ ہے۔ طبع: کشمیر ۱۳۷۰ھ۔
۳. ازالۃ الشبیہات عن العوام (فارسي- اردو)؛ طبع: کشمیر۔
۴. طبیان الفرقان في تفسیر القرآن (کشمیري- تفسیر)؛ مطبوعہ
۵. حدیث ابوذر؛ طبع: کشمیر ۱۴۰۷ھ۔
۶. دیوان (عربي)؛ غیر مطبوعہ۔
۷. دیوان (اُردو)؛ غیر مطبوعہ۔[1]

[1] کاشرن مرثین ہند تواریخ ص ۵۲۸۔

﴿۱۷۹﴾

سید مصطفیٰ رضوی

(۱۴۱۷ھ)

مولانا حاجی سید مصطفیٰ بن مرتضیٰ بن حیدر رضوی ۱۳۶۹ھ (۹ جون ۱۹۵۰ء) کو قریہ احمد پورہ (ماگام) میں پیدا ہوئے۔ کشمیر میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد لکھنؤ گئے اور وہاں سے نجف اشرف تشریف لے گئے جہاں دس سال تک مقیم رہے۔ وطن مراجعت کرنے کے بعد اپنے آبائی گاؤں احمد پورہ میں امام جماعت مقرر ہوئے۔ آپ نے تاعمر حوزہ علمیہ جامعہ امام رضا علیہ السلام (گنڈ حسی بٹ) میں استاد کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے۔ ہم نے ان کے گھر میں مسائل فقہ پر مشتمل کچھ تحریرات دیکھے جنھیں ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔ آپ شب یکشنبہ ۱۵ شوال ۱۴۱۷ھ (۲۳ فروری ۱۹۹۷ء) کو انتقال کرگئے اور اپنے آبائی مقبرہ احمد پورہ میں محو آرام ہیں۔[1]

﴿۱۸۰﴾

شیخ مہدی حسین نجفی

(۱۴۱۹ھ)

علامہ شیخ مہدی حسین ولد میر علی خندہ میں ۴ محرم ۱۳۵۶ھ (۳ مارچ ۱۹۳۷ئ) کو پیدا ہوئے۔ آپ کو بچپن سے ہی اسلامی تعلیم حاصل کرنے کا شوق تھا چنانچہ ابتدائی تعلیم ثقۃ الاسلام سید محمد موسوی اور ان کے برادر فاضل جلیل سید محمد جعفر موسوی سے مدرسہ مفتاح العلوم (اچھ گام) میں حاصل کی۔ یہاں سے فارغ ہوکر سلطان المدارس (لکھنؤ) سے صدر الافاضل کیا اور پھر الہ آباد یونیورسٹی سے ایم۔

---

[1] ۔ بیان زوجہ حاجی سید مصطفیٰ رضوی۔

اے کی ڈگری حاصل کی۔ مزید تحصیل کے لیے نجف گئے اور یہاں طویل عرصے تک قیام پذیر تھے۔ آپ آیات عظام سید محسن حکیم، سید ابوالقاسم خوئی اور دیگر مجتہدین کے دروس خارج میں بھی شریک ہوئے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ سلطان المدارس میں فقہ کا درس دیتے تھے۔ پھر جب مولانا سید محمد جعفر رحلت کر گئے تو آپ مدرسہ مفتاح العلوم کے پرنسپل مقرر ہوئے۔

مولانا شیخ مہدی حسین نہایت ہی ذہین، مقدس، تقویٰ شعار اور پرہیزگار عالم تھے۔ علم فقہ پر اُنہیں مکمل قدرت حاصل تھی۔ آپ مولانا سید محمد موسوی اچھ گاموی کے داماد تھے۔ آپ کی شریک حیات بھی عالمہ و فاضلہ تھیں۔ دونوں نے مل کر مومنان کشمیر کی جو خدمت کی ہے وہ سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ آپ ایک سال علیل رہ کر ۴ رمضان ۱۴۱۹ھ (۲۳ دسمبر ۱۹۹۸ء) میں رحلت کر گئے۔ آپ خندہ میں دفن ہیں۔

اولاد

۱. سبط محمد حسن؛
۲. ڈاکٹر سبط محمد مجتبیٰ؛
۳. مولانا سبط محمد شبیر۔ آپ اپنے والد کے جانشین ہیں اور آج کل تبلیغ میں مصروف ہیں۔

آثار

۱. آثار محمدی (اُردو۔ تذکرہ)؛ علامہ سید محمد موسوی کی سوانح حیات ہے۔ طبع: امین آباد لکھنؤ ۱۹۵۳ء
۲. تنبیہ الغافلین (کشمیری۔ فقہ)؛ شیخ بہائی کے رسالہ کا کشمیری ترجمہ ہے۔ طبع سوم: کشمیر ۱۴۱۴ھ۔
۳. اصول الدین (کشمیری۔ منظوم)؛ غیر مطبوعہ۔
۴. ترجمہ قرآن (اُردو)؛ یہ ترجمہ نامکمل ہے۔ صرف تین پاروں کا ترجمہ کر پائے ہیں۔[1]

---

[1] مکتوب مولانا سبط محمد شبیر قُمی۔

﴿۱۸۱﴾

سید عبدالکریم رضوی

(۱۴۱۹ھ)

آیت اللہ العظمیٰ سید عبدالکریم کشمیری ۱۳۴۳ھ کو نجف اشرف میں پیدا ہوئے۔آپ کے دادا آیت اللہ سید محمد حسن رضوی (م۱۳۲۸ھ) اور نانا آیت اللہ سید کاظم یزدی طباطبائی (م۱۳۳۶ھ) صاحب عروۃالوثقیٰ تھے۔آپ کے والد علامہ سید محمد علی نے آپ کا نام اپنے نامور اُستاد بانی حوزہ علمیہ قُم آیت اللہ شیخ عبدالکریم حائری کے نام پر رکھا۔ بچپن سے ہی آپ کے چہرے پر بزرگی اور روحانیت کے آثار نمایاں تھے۔

آقائے سید عبدالکریم نے مقدمات عربی و فارسی اپنے والد کے پاس پڑھے اور پھر آیات عظام شیخ مجتبیٰ لنکرانی، شیخ مرتضیٰ راضی تبریزی، شیخ محمد تقی بہجت فومنی، شیخ محمد حسین تہرانی، حاجی فیض خراسانی، شیخ صدرا باد کوبی، شیخ عبدالحسین رشتی اور سید احمد اشکوری کے سامنے زانوئے ادب تہہ فرمایا۔ اس کے بعد آیات عظام سید عبدالاعلیٰ سبزواری، سید عبدالہادی شیرازی، میرزا حسن بجنوردی اور سید ابوالقاسم خوئی کے درس خارج میں شرکت کی یہاں تک کہ منزل اجتہاد پر فائز ہوگئے۔آیت اللہ خوئی نے آپ کے لیے اجازہ میں لکھا تھا"حرم علیک التقلید"

آپ نے عرفان کے اعلیٰ مدارج پہلے آیت اللہ شیخ مرتضیٰ طالقانی کے پاس طے کئے اور ان کے بعد آیت اللہ سید علی آقا قاضی طباطبائی کی شاگردی اختیار فرمائی۔آپ کو ان سے کافی لگاؤ تھا اور انہیں بھی سید عبدالکریم سے والہانہ محبت تھی۔آقا سید مھدی فرزند آقا علی قاضی سے جب سوال کیا گیا کہ آپ کے بابا کو کسی وجہ سے آقای کشمیری سے اتنی رفاقت تھی؟ تو انہوں نے جواب میں کہا تھا کہ اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ آقای کشمیری عرفان کی طرف راغب ہیں، اور دوسری آقائے کشمیری کے دادا آقا سید حسن رضوی کی خاطر کہ میرے والد اُن کے بہت بڑے مداح تھے۔ سید مہدی اکثر فرماتے تھے کہ جب میں آقای کشمیری کو دیکھتا ہوں تو مجھے اپنے والد یاد آتے ہیں۔

آپ نجف اشرف میں درس و تدریس کرتے تھے اور گاھے حرم حضرت سید الشہداء علیہ السلام (کربلا) میں نماز جماعت بھی پڑھاتے تھے۔ شہر نجف اشرف سے آپ کو گہرا شغف تھا۔ یہ شہر ان کے دل میں اس طرح رچ بس گیا تھا کہ جب لوگ انہیں دیکھتے تھے تو اُنہیں بھی نجف یاد آتا تھا۔ مرحوم و مغفور جعفر آقا مجتہدی جو آقای کشمیری کے دوست تھے، وہ کہتے تھے کہ جب کبھی میں آقای کشمیری کو دیکھتا ہوں تو مجھے حضرت امیر المومنین اور نجف یاد آتا ہے۔آپ نجف کا تذکرہ اس طرح کرتے تھے کہ گویا دنیا میں نجف کے علاوہ کوئی شہر ہی نہ ہو۔ اُن کی نظر میں پورا ایران ایک نجف کے برابر بھی نہ تھا۔ فرماتے تھے کہ یہ شہر اس قدر مہم ہے کہ آیت اللہ شیخ زین العابدین مرندی جیسے مسلم الثبوت مجتہد حب حرم امام علی کی زیارت کے لیے تشریف لاتے تو دروازے کے پاس اس جگہ بیٹھ جاتے تھے۔ جہاں فقراء بیٹھتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا کہ آقا یہ جگہ آپ کے لیے موزوں نہیں ہے۔ تو جواب میں فرماتے تھے کہ اس راستے سے امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف اور حضرت خضر علیہ السلام حرم میں جاتے ہیں۔

ممکن ہے کہ یہ دونوں حضرات میری طرف بھی توجہ دیں۔ اس شہر کے معروف قبرستان وادی السلام سے انہیں اس قدر محبت تھی کہ کبھی کبھی طلبہ کو اسی مقبرے میں درس دیا کرتے تھے۔ موسم گرما کی تاریک راتوں میں وہاں جاکر عمامہ کو سرہانہ اور عبا کو چادر بناکر سوجاتے تھے۔ اسی سبب کی بنا پر لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ سید عبد الکریم کے پاس اسم اعظم ہے۔ حتیٰ کہ آپ اپنی شادی کی صبح کو بھی وادی السلام چلے گئے۔ اہل خانہ نے کسی شخص کو آپ کے پاس واپس بلانے کے لیے بھیجا کیونکہ بعض علماء مبارکباد پیش کرنے کے لیے گھر آرہے تھے۔ تو مجبور ہوکر گھر واپس آگئے۔ آپ کے مطابق نجف میں ۳۶۰ اور کربلا میں ۱۲۶۰ انبیاء مدفون ہیں۔ مرحوم عالم ربانی سید ہاشم رضوی شاگرد آقا علی قاضی فرماتے تھے کہ آقا سید عبد الکریم نجف کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں۔

نجف میں سید عبد الکریم اور شہید آیت اللہ سید مصطفیٰ خمینی کے دوستانہ مراسم تھے۔ کبھی کبھی دونوں آیت اللہ سید علی آقا قاضی طباطبائی کے درس میں اکٹھے جاتے تھے۔ شہید سید مصطفیٰ نے آقای کشمیری کی تعریف و توصیف اپنے پدر نامدار امام خمینی کے پاس کی اور کہا کہ وہ غیب کی خبریں بتاتے ہیں۔

امام خمینی نے اپنے فرزند سے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور ابھی تک کسی سے بیان نہیں کیا۔ ان سے پوچھو وہ خواب کیا تھا؟ سید عبد الکریم نے شہید سید مصطفیٰ سے کہا کہ تمہارے والد نے قم میں خواب دیکھا کہ نجف میں وفات کر گئے ہیں اور یہیں دفن ہوئے۔ مگر سنگ پہلوی انہیں آزاد دیتا ہے۔ ایک روز حضرت امیر المومنین امام خمینی کا حال دریافت کرنے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ تمہارے والد ان سے عرض کرتے ہیں کہ میں ٹھیک ہوں لیکن پہلوی کا یہ پتھر مجھے اذیت دے رہا ہے۔ اور جناب امیر اس پتھر کو وہاں سے ہٹاتے ہیں۔

جب شہید سید مصطفیٰ نے اپنے بابا سے خواب بیان کیا تو انہوں نے تصدیق کی کہ ہاں میں نے یہی دیکھا تھا۔ اس کے بعد امام خمینی اور آقائے کشمیری کے درمیان رابطہ قائم ہوتا ہے۔ شہید سید مصطفیٰ نے ان سے یہ سوال بھی کیا تھا کہ کیا میرے والد نجف میں انتقال فرمائیں گے؟ انہوں نے کہا تھا نہیں وہ ایران میں وفات کریں گے مگر آپ کو سرزمین ایران نصیب نہ ہوگی۔ پھر جس وقت سید عبد الکریم وطن چھوڑنے پر مجبور ہوگئے اور ایران تشریف لے گئے۔ امام خمینی نے انہیں اپنے گھر بلایا۔ دور شہر قم میں مکان خریدنے کے لیے سید عبد الکریم کو کچھ نقد رقم بھی بھیجی اور اکثر اپنے قاصد کو ان کا حال احوال پتہ کرنے کے لیے بھیجتے تھے۔

صدام نے علمائے حق خواہ شیعہ ہوں یا سُنی دونوں پر اپنا قہر ڈھایا۔ اس زد میں سید عبد الکریم بھی آگئے۔ ایک روز حرم کے صحن میں کسی نے ان سے سوال کیا تھا کہ صدام کیسا آدمی ہے۔ تو آپ نے فرمایا تھا"کلب عقور"یعنی کاٹنے والا کتا۔ پھر کل بعض احباب نے انہیں خبر دی کہ آپ فوراً نجف چھوڑ کر چلے جائیں کیونکہ صدام کی فہرست میں آپ کا نام بھی موجود ہے۔ انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی کیونکہ ان کے بقول وہ ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ لیکن بعض دوستوں اور رشتہ داروں کے زبردست اصرار پر نجف چھوڑنے پر مجبور ہوگئے اور قم چلے گئے۔

آپ مکہ اور مدینہ کی زیارت نہ کر سکے۔ فقر کی وجہ سے ان سے یہ واجب ساقط تھا۔ اواخر عمر میں ایک روز صبح دو عرب جوان ان کی خدمت میں آکر عرض کرنے لگے کہ ہم فلانی کے فرزند ہیں جو پہلے نجف میں کام کرتے تھے۔ آج کل وہ کویت یا بحرین میں رہتے ہیں۔ اُنہوں نے نذر مانی تھی کہ اگر اُن کی

حاجت روا ہو جائے تو آپ کو حج تمتع کے لئے جائیں گے۔ اسی لیے ہم آپ کی خدمت میں آئے ہیں۔ سید عبد الکریم نے فرمایا کہ اپنے والد کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ ضعیفی کی وجہ سے مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ حج پر جاسکوں۔ ان سے یہ ذمہ داری ساقط ہے۔ آپ ایران و عراق میں تمام ائمہ اور ان کے صاحبزادوں کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ ائمہ میں جناب امیر اور امام حسین کی زیارت کو اہمیت دیتے تھے۔ امام زادوں میں سے جناب عباس (کربلا) سید محمد (سامراء) اور قبور وادی السلام میں سے شیخ زین العابدین مرندی اور سید علی آقا قاضی کی قبروں کی زیارت کے لیے کثرت سے جاتے تھے۔

قم میں حرم حضرت معصومہ اور حضرت علی بن جعفر کا مزار مہم گردانتے اور اصفہان میں بابا رکن الدین کی قبر کو اہمیت دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ مریض ہوگئے تو عالم مکاشفہ میں دیکھا کہ کچھ سید زادے سبز عمامہ پہنے ہوئے آپ کی عیادت کے لیے تشریف لائے ہیں۔ تو آپ فوراً سمجھ گئے کہ یہ وہی امام زادے ہیں جن کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تھے جب آپ امام زادہ شاہ جمال (حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہم السلام کی اولادوں میں سے ہیں) کی زیارت کے لیے اپنے ایک شاگرد کے ہمراہ تشریف لے گئے تو دعائے استجاب کی تلاوت کے بعد صاحب قبر سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ بنی اُمیہ نے آپ کو آوارہ کر دیا اور صدام نے ہمیں۔ میں آپ کی زیارت کے لیے دو مرتبہ آیا مگر آپ ایک بار بھی میرے پاس تشریف نہ لائے۔ بعد از ظہر آقای کشمیری اور ان کے شاگرد نے قیلولہ کے دوران خواب میں امام زادہ شاہ جمال کو دیکھا۔ ان کا رنگ گندم گوں اور شکل و صورت حضرت موسیٰ بن جعفر علیہم السلام جیسی ہے۔ شاگرد نے چاہا کہ امام زادہ کی دست بوسی کرے مگر انہوں نے آقای کشمیری کی طرف اشارہ کر کے فرمایا پہلے وہ آقا۔ اور ان کے پاس جا کر ان سے معانقہ کیا۔

علامہ سید عبد الکریم کے کرامات بہت مشہور ہیں۔ ہم یہاں فقط چند کرامات نقل کرنے پر اکتفاء کریں گے:

۱. ایک روز آپ حسب معمول درس و تدریس میں مشغول تھے۔ ایک طالب علم بحالت جنابت (شاید وقت کی کمی کی سبب سے) ان کے درس میں آگیا۔ آپ نے اسے فوراً

پہچان کر کہا کہ حالت جنابت میں درس کے لیے آنا درست نہیں۔ وہ اُسی وقت اُٹھ کر چلا گیا۔

۲. ایک سید تاجر کی دو لڑکیاں تھیں اور اٹھارہ سال تک اس کا کوئی لڑکا نہ ہوا تھا۔ دل کا مریض تھا۔ یہ تاجر اپنے ایک دوست کی وساطت سے سید عبد الکریم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آقای کشمیری نے ان سے کہا کہ تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ جب موصوف علاج کی خاطر ڈاکٹر کے پاس گئے تو بالکل تندرست ہو چکے تھے۔ پھر ایک دفعہ سید عبد الکریم نے انہیں خوشخبری دی کہ تمہارے یہاں لڑکا ہوگا۔ تاجر حیرت زدہ رہ گئے اور کسی کام کے لیے جرمنی چلے گئے۔ ادھر بیوی نے ٹیلیفون کر کے خبر دی کہ وہ حاملہ ہیں۔ ڈاکٹروں نے سونو گرافی کے وسیلہ سے بتایا کہ بچہ لڑکی ہے۔ اس تاجر نے اسپتال کے سینئر ڈاکٹر سے کہا کہ ایک بزرگ عالم نے مجھ سے کہا ہے کہ لڑکا ہوگا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ علماء کو ان چیزوں سے کوئی سروکار نہیں۔ ان کی باتوں پر ذرا کم ہی دھیان دیجئے۔ یہ تاجر آقای کشمیری کی خدمت میں پھر سے حاضر ہوا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ آقا نے یقین کے ساتھ کہا کہ بیٹا ہوگا اور اس کا نام علی رکھنا۔ تاجر گھر آ گیا۔ دو دن کے بعد ولادت ہوئی اور بجائے دختر کے پسر ہوا۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹروں کے ہوش اُڑ گئے۔ تاجر کے پاس جا کر کہنے لگے آخر یہ کون سے عالم ہیں جنہوں نے ایسی سچی خبر دی۔ مجھے بھی ان کے پاس لے چلئے۔

۳. آقای کشمیری کے ایک شاگرد کا بیان ہے کہ میں ایک روز صبح قُم میں ان کے گھر گیا۔ انہوں نے مجھے خاموش رہنے کے لیے کہا اور کچھ دیر بعد مجھ سے بولے کہ تمہاری ماں اس وقت غمگیں ہے مجھے تعجب ہوا کیونکہ میری ماں شہرستان میں رہتی تھیں اور سوچنے لگا کہ آقا کو کیسے معلوم ہے؟ پھر ایک عرصہ کے بعد جب میں گھر چلا گیا تو اس گفتگو کو بھول چکا تھا۔ ایک دفعہ میری والدہ نے ایک دردناک واقعہ کا تذکرہ کیا۔ مجھے

فوراً اُستاد کی بات یاد آگئی اور جب تاریخوں کا موازنہ کیا تو بلکل وہی تاریخ اور وہی وقت تھا۔ پھر میں سمجھ گیا کہ اُنہیں الہام ہوا تھا۔

شہر نجف کے تئیں آیت اللہ کشمیری کی عقیدت ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ وہ اس سر زمین کو اس قدر چاہتے تھے کہ آخری وقت میں ان کی یہی خواہش تھی کہ وہیں پر دفن ہوں۔ مگر پھر وصیت کی کہ مجھے اپنی پھوپھی حضرت معصومہ کے حرم مطہر میں دفن کیا جانا چاہیے۔ ۳۰ آبان ۱۳۷۴ھ کو کہا کہ سفر مرگ نزدیک ہے۔ لیکن میرے ہاتھ خالی ہیں۔ موت میرے سامنے ہے اور یہ مزاق نہیں۔ چند مرتبہ کسی شاگرد نے پوچھا کہ کس حال میں ہیں۔ فرماتے تھے کہ حالت نزع میں ہوں۔ آقا سید ہاشم حداد نے خواب میں کہا کہ تم کیوں غمگیں ہو۔ آرام کے لحات اب نزدیک ہیں۔ آخری ایام میں ان اشعار کی تکرار فرماتے تھے۔

کجا رفتند آن رعنا جوانان
کجا رفتند آن پاکیزه جوانان
همه بار سفر بستند و رفتند
مرا خونین جگر کردند و رفتند

آپ کی زبان پر زمزمہ موت جاری تھا اور فقط کہتے تھے کہ سارے چلے گئے۔ اُن میں آخری سید ہاشم حداد تھے۔ دل کا دورہ کئی مرتبہ پڑا۔ آخری مرتبہ ماہ مبارک ۱۴۱۹ھ میں اپنے گھر قم میں سکتہ کر گئے۔ پھر آپ کو تہران لے جایا گیا اور یہاں تین ماہ بیہوشی کے عالم میں رہے یہاں تک اطباء علاج سے نا اُمید ہوگئے۔ بالآخر چہار شنبہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۱۹ کو ۷۴ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ جنازہ تہران سے قم لایا گیا۔ تغسیل و تکفین کے بعد حضرت آیت اللہ العظمیٰ شیخ محمد تقی بہجت (م ۱۴۳۰ھ) نے حرم حضرت معصومہ میں نماز جنازہ ادا کی اور مقام معظم رہبری انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنائی حفظہ اللہ کی اجازت سے حرم حضرت معصومہ کے اُوپر والے حصہ میں آیت اللہ طباطبائی کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔

آثار

۱. شرح الکفایۃ؛اس پر آیت اللہ خوئی اور آیت اللہ میلانی نے تقریظیں تحریر فرمائیں تھیں۔

۲. الدروس الاخلاقیۃ؛آیت اللہ العظمیٰ شیخ مرتضیٰ طالقانی کے درسہای اخلاق۔[1]

﴿۱۸۲﴾

سید محمد حسینی ہمدانی

(۱۴۲۰ھ)

مولانا سید محمد ہمدانی صاحب کے والد ماجد کا نام آقا سید ولی شاہ حسینی ہمدانی تھا۔ موصوف سادات ہمدانیہ حسن آباد کے برجستہ علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔آپ ۱۸ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ (۲۷اگست ۱۹۲۳ئ) کو سرینگر میں پیدا ہوئے۔ ماں اور باپ دونوں طرف سے سلسلہ نسب حضرت حاج علامہ امیر سید تاج الدین حسینی ہمدانی تک جاپہنچتا ہے۔ دو سال کی عمر میں یتیم ہوگئے۔ پھر اپنی نشو ونما کے بارے میں آپ خود ہی تحریر فرماتے ہیں کہ صغیر السنی میں ہی والد بزرگوار کا سایہ سر سے اُٹھا لیکن میرے دو برادروں آغا سید حسن ہمدانی اور آغا سید حسین ہمدانی نے مجھے اولاد کی طرح پالا۔ قرآن کریم کی تعلیم دے کر علوم و فنون کے ابتدائی دروس سے واقف کرا کے میرا داخلہ انجمن نصرۃ الاسلام کے مدرسہ عربیہ اورینٹل کالج میں کرایا۔ یہاں سے میں نے مولوی عالم کے امتحانات اعزاز کے ساتھ پاس کئے۔

اب میرے برادروں کو میری مزید تعلیم کی فکر ہوئی مگر مدرسہ عربیہ اورینٹل کالج میں صرف مولوی عالم تک پڑھایا جاتا تھا۔ میں نے اپنے شوق کا اظہار اپنے اُستاد مولوی نور الدین بن عتیق اللہ سے

---

[1] جس وقت آیت اللہ کشمیری عراق سے قم جارہے تھے تو بعثیوں نے ان کے تمام مسودات چھین لئے تھے جن میں یہ دو کتابیں بھی شامل تھیں۔روح وریحان ص ۱۳۔۱۳۰؛آفتاب خوبان ص ۱۳۔۶۰؛جمال آفتاب ص ۱۸۳۔۲۰۱۔

کیا جنہوں نے میری بات سُن کر خاموشی اختیار کی۔ پھر چند لمحوں کے بعد فرمایا اچھا کل صبح میر واعظ منزل آنا۔ اگلے دن جب میں میر واعظ منزل پر پہنچا تو اُستاد مکرم مولانا مولوی نور الدین صاحب بن عتیق اللہ (وائس پرنسپل) نے حضرت میر واعظ مولانا محمد یوسف شاہ صاحب سے ملا کر میر واعظ کی بارگاہ میں کہا یہ طالب علم حسن آباد میں رہتا ہے۔ اس نے مولوی اور مولوی عالم پاس کیا ہے۔ شیعہ جماعت میں پہلا شخص مولوی عالم ہے (یعنی اس مدرسہ میں) اس کو مولوی فاضل پڑھنے کا بہت شوق ہے۔

میر واعظ علامہ یوسف شاہ صاحب یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور مولانا نور الدین وائس پرنسپل کو حکم سنایا اب مدرسہ عربیہ اورینٹل کالج میں مولوی فاضل کا کلاس کھولا جائے۔ میر واعظ مولانا مولوی محمد یوسف شاہ صاحب میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے دیکھو اچھی طرح محنت کرو اور خوب کوشش کرو اور انجمن نصرۃ الاسلام کی طرف سے جو روپیہ تم پر صرف ہو جائیں گے ان کو بامقصد بناؤ۔ یہاں اس بات کا تذکرہ کئے بغیر نہ رہوں گا کہ چند علماء جن کا میں نام نہ لوں گا میر واعظ اور مولانا نور الدین صاحب سے اندرونی طور پر سخت ناراض ہوئے کہ انہوں نے کیوں ایک شیعہ مسلک کے طالب علم کے لئے مولوی فاضل کی کلاس کھولی لیکن علامہ یوسف شاہ صاحب نے ان کو جواب دیا کہ علم کے فیض سے کسی بھی طالب علم کو محروم رکھنا اخلاقاً و شرعاً درست نہیں۔ میں یہ فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ مولانا میر واعظ نے خاص میرے لیے مدرسہ عربیہ اورینٹل کالج نصرۃ الاسلام میں مولوی فاضل کی کلاس کھولی اور ریکارڈ دیکھ کر اس بات کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔

آپ نے مولوی فاضل سے فراغت حاصل کرنے کے بعد منتظمین جڈی بل ہائی اسکول کی درخواست پر اسکول ہذا میں کام کیا مگر یہاں طبیعت راس نہ آئی اور اس مدرسہ کو خیر باد کہا۔ پھر گورنمنٹ ہائی اسکول گاندربل میں بحیثیت استاد تقرری ہوئی۔ دوران ملازمت علی گڈھ مسلم یونیورسٹی سے ادیب کامل اور دانشگاہ کشمیر سے منشی فاضل کی اسناد حاصل کیں۔ آپ نے ملازمت کے آخری اٹھائیس سال اورینٹل کالج باغ دلاور خان میں گذارے اس کے علاوہ کشمیر یونیورسٹی میں عربی اور فارسی کے بورڈ آف اسٹیڈیز کے دیرینہ ممبر بھی رہے۔

مولانا ہمدانی انتہائی متورع زہد اور تقویٰ کے حامل تھے۔ علم ہیئت سے انہیں گہری دلچسپی تھی۔ کافیہ ابن حاجب، دیوان حماسہ اور دیوان علی از بر تھے۔ آیت اللہ خوئی کی طرف سے نماز پنجگانہ کے علاوہ خمس کا بھی اجازہ ملا مگر احتیاط کا یہ عالم تھا کہ نہ کبھی پیش نماز بننا قبول کیا اور نہ ہی خمس کے بارے میں کسی سے مطالبہ کیا۔ گوشہ نشینی مولانا پر غالب رہی۔ اپنی روحانی طاقت سے لوگوں کو بلا تفریق مذہب و ملت فیض پہنچایا۔ حسن آباد (سرینگر) میں میرزا شاہ کا مقبرہ آپ کی تولیت میں تھا جو ۱۹۹۱ء میں آگ لگ جانے سے خاکستر ہو گیا۔ آپ نے مومنین کی مدد سے اسے از سر نو تعمیر فرمایا۔ آپ کی تصانیف اور مضامین سے آپ کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے۔ کشمیر کے بعض ادبی اور علمی رسالوں اور جرائد میں آپ کے فکر انگیز مضامین آئے دن چھپتے رہتے تھے۔ ۱۹۸۳ء میں اپنے جد بزرگوار امیر کبیر میر سید علی ہمدانی کی کتابوں کا ترجمہ کرنے کا بیڑا اٹھایا اور بہت حد تک کامیاب ہوئے۔

آپ کا انتقال ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ (۲۸ جولائی ۱۹۹۹ء) کو بروز سہ شنبہ نو بجکر اٹھائیس منٹ پر ہوا۔ نماز جنازہ حجۃ الاسلام مولانا سید محمد باقر موسوی صاحب کی اقتداء میں امام باڑہ حسن آباد میں ادا کی گئی۔ راقم کی عمر اس وقت تیرہ سال تھی اور میں نے بھی نماز جنازہ میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔ آپ حسن آباد کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ وفات کی مادہ تاریخ یہ ہے:

عارف دین و صاحب ایقان
رفت از منزل و مکان جهان
گفت رضوان برائي تاريخش
زينت افزائي جنت عرفان

۱٤۲۰ھ

اولاد

موصوف کے پسماندگان میں کئی بیٹیاں اور دو پسر سید لیاقت حسین اور ڈاکٹر سید کرامت حسن صاحب قابل ذکر ہیں۔

آثار

۱. آئینہ ہدایت (اردو کلام)؛آغاز: الحمد اللہ الذی جعلنا من الذین آمنوا باللہ و رسولہ والنور... سرزمین کشمیر جنت نظیر میں ہمدانی سادات کے چند افضل......انجام: اسے ہم روکنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے اور ان جیسے علماء کو رائے دیں گے کہ وہ اب صراط مستقیم پر آجائے۔ یہ کتاب وہابی عالم منظور نعمانی کی تالیف "انقلاب ایران امام خمینی اور شیعیت" کا مدلل جواب ہے۔ اس پر علامہ مجتبیٰ علی خان المعروف بہ ادیب الہندی کا مقدمہ بھی ہے۔ طبع: ندائے حق پریس، جعفری سوسائٹی لکھنو، ۱۹۸۹ء۔

۲. سادات نامہ (اُردو۔ حدیث)؛مؤلف: میر سید علی بن شہاب الدین بن محمد حسینی ہمدانی (م۷۸۶ھ)آغاز: الحمد للہ واجب الوجود و خالق... اما بعد! حجۃ الاسلام علامہ میر سید علی ہمدانی اسلامی دنیا کے ان......انجام: نیز قبروں پر مت چلو اور نہ ہی ستون پر بیٹھو۔ فاضل مؤلف علامہ سید علی ہمدانی نے فضائل آل رسول ﷺ سے متعلق اس رسالہ میں ۴۴ احادیث کو جمع کیا ہے۔ یہ تمام احادیث حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہیں۔ طبع: حسن آباد کشمیر ۱۹۹۱ء۔

۳. مجموعۃ الرسائل (اُردو۔ تصوف)؛مؤلف: سید علی بن شہاب الدین بن محمد حسینی ہمدانی (م۷۸۶ھ)آغاز: الحمد للہ واجب الوجود و خالق ممکن...... اما بعد! تصوف وہ علم ہے جو بذریعہ ہدایت نور...انجام: وہ پیغام سُن کر خوشی اور رضامندی ظاہر کرنے لگے۔ یہ تین رسائل کا مجموعہ رسالہ خواطریہ، رسالہ اربعینہ اور رسالہ فی فضل الفقر و بیان حالات الفقراء پر مشتمل ہے۔ طبع: حسن آباد کشمیر، ۱۹۹۴ء۔

۴. کتاب السبعین فی فضائل امیر المومنین (اُردو حدیث)؛مؤلف: سید علی بن شہاب الدین بن محمد حسینی ہمدانی (۷۸۶ھ)،آغاز: زمانہ جاہلیت میں عرب کے ہر قبیلہ اور قبیلہ کی ہر شاخ اپنا الگ مذہب رکھتی تھی...انجام: خود گمراہی میں بھٹکتے رہتے ہیں۔ لوگوں سے ڈرتے ہیں اور اپنے پروردگار سے نہیں ڈرتے۔ حضرت امیر المومنین علی بن ابی

طالب علیہم السلام کی امامت فضیلت شجاعت اور خلافت سے متعلق علامہ سید علی ہمدانی نے ستر احادیث اکٹھے کئے ہیں۔ سید محمد ہمدانی صاحب نے اس پر ایک گرانقدر مقدمہ لکھ کر اس کا ترجمہ اُردو زبان میں کیا ہے۔ اور اس پر جا بجا حاشیے لکھے ہیں۔ نیز مترجم کے فرزند ڈاکٹر سید کرامت صاحب کا مضمون "کشمیر میں اسلام کی اشاعت" بھی شامل ہے۔ طبع: حسن آباد کشمیر، ۱۹۹۷ئ

۵. مودۃ القربیٰ واہل العبائ (عربی) (اُردو۔ حدیث)؛ مؤلف: سید علی بن شہاب الدین بن محمد حسینی ہمدانی (م۷۸۶ھ)، آغاز: میرا خاندان ایک علمی خاندان ہے۔ آباء واجداد علوم وفنون میں یکتاء زمانہ تھے......انجام: اللہم صل علی محمد وآلہ الطاہرین واصحابہ المکرمین آمین یا رب العالمین۔ مناقب اہل بیت علیہم السلام پر علامہ سید علی ہمدانی کی کتابوں میں سے بہت ہی اہم کتاب ہے۔ مؤلف نے کتاب کو چودہ حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ان کا نام مودت رکھا ہے۔ طبع: حسن آباد کشمیر ۱۹۹۱ء۔

۶. معرفۃ الزہد (عربی) (اردو۔ تصوف)؛ مؤلف: سید علی بن شہاب الدین بن محمد حسینی ہمدانی (۷۸۶ھ)، آغاز: الحمد للہ واجب الوجود...... الی فعل المعود اما بعد! رسالہ ہذا میں حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی نے اپنا موضوع سخن معرفت زہد بنایا ہے۔ انجام: جب تعریفوں سے تو خوش ہوتا ہے تو اپنے اوپر غرور کرتا ہے اور عجب عمل ضائع کردیتی ہے۔ طبع: کشمیر ۲۰۰۶ئ

۷. آل محمد (اردو۔ مناقب)؛ مطبوعہ۔

۸. ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان (اُردو تذکرہ)؛ مطبوعہ۔

۹. پیام حق (اُردو)؛ مطبوعہ۔

۱۰. توضیح المسائل (اُردو فقہ)؛ مطبوعہ۔

۱۱. دو متباین تصویریں (اُردو۔ کلام)؛ابوالحسن علی ندوی کتاب "دو متضاد تصویریں" کا جواب ہے۔ لیکن جب علامہ شاہد زعیم فاطمی کی کتاب بولتی تصویریں منظر عام پر آگئی تو اپنی اس کتاب کو چھاپنے کا ارادہ ترک کیا۔

۱۲. عصمۃ الانبیاء (عربی کلام)؛ ہم نے اس کا مسودہ مولانا ہمدانی کے فرزند سید لیاقت حسین صاحب کے پاس دیکھا تھا۔[1]

﴿۱۸۳﴾

شیخ محمد ہادی

(۱۴۲۰ھ)

علامہ شیخ مہدی بن مولوی صادق علی کے فرزند آبرومند شیخ محمد ہادی ۱۳۲۸ھ کو جڈی بل سرینگر میں پیدا ہوئے۔ ابھی فقط چھ ماہ کے تھے کہ سایہ پدری سے محروم ہوئے۔آپ کی پرورش آپ کے چچا حجۃ الاسلام شیخ محمد حسین صاحب نے کی اور ان کے نور نظر یعنی آپ کے ابن عم علامہ شیخ عبد العلی کی زیر نگرانی پروان چڑھے۔

تعلیم حاصل کرنے کے لیے شیخ صاحب کو وادی کے معروف تعلیمی ادارہ امامیہ اسکول میں بھیجا گیا اور دینی تعلیم کا باقاعدہ آغاز شیخ عبد العلی سے کیا اور شرح لمعہ ان کے پاس پڑھی۔ پھر سلطان المدارس میں داخل ہوئے اور بہت جلد وہاں سے فارغ ہوئے۔ اس دوران علامہ سید علی نقی نقوی کی نظر عنایت آپ پر خصوصی طور سے رہی اور ان کے ساتھ تعلقات استوار ہوگئے۔ مئی ۱۹۲۹ء میں جب آپ کا سن بیس برس کا تھا تو علوم اہلبیت علیہم السلام کو حاصل کرنے کے لیے عازم نجف ہوئے۔ اور تقریباً سات سال حوزہ کے جید اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ آیت اللہ شیخ مرزا حسین نائینی کے درس تفسیر اور آیت

---

[1] ۔ مکتوب سید لیاقت حسین ہمدانی۔

اللہ سید ابوالحسن اصفہانی کے درس خارج میں بھی شرکت کی۔ آیت اللہ سبزواری اور آیت اللہ طباطبائی آپ کے ہم درس اور قریبی دوست تھے۔ چنانچہ دونوں آپ کی معاونت میں ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔

تحصیل علوم اسلامی کے بعد عراق سے اوائل ۱۹۳۶ء میں وطن مالوف لوٹے۔ آپ نے زندگی کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ چنانچہ نمدے اور غالیچے یارقند وغیرہ سے لاکر کشمیر میں فروخت کرتے تھے مگر ۱۹۴۷ء کے سیاسی انقلاب کے بعد یہ سلسلہ بند ہوگیااور کرگل تک پشمینہ کی جزوی تجارت کا سلسلہ کچھ وقت تک تھوڑا بہت رہا۔ تبلیغ و تلقین اور شیعان کشمیر کو متحد اور انہیں تعلیم کی طرف مائل کرنے کے لیے پوری عمر کوشاں رہے۔ جامع مسجد حاجی عید محمد (علمگری بازار) جڈی بل میں نماز پنجگانہ باجماعت کے علاوہ جمعہ، عیدین، عشرہ محرم اور دیگر ایام متبرکہ کے دوران تبلیغ فرماتے تھے۔ ایجوکیشنل ٹرسٹ اور تنظیم المکاتب کے کئی جلسوں کی صدارت کی اور خصوصاً جوانان قوم کو حصول علم کے لیے تاکید فرماتے تھے۔ کچھ عرصہ قبل مرجع تقلید حضرت آیت اللہ گلپیگانی کی طرف سے آیت اللہ شیخ حسین کرمانی کشمیر تشریف لائے اور انہوں نے کشمیر کے علماء کو ایک جگہ پر جمع کیا۔ اس تحریک کے کئی جلسے منعقد ہوئے ان میں سے ایک جلسہ علامہ کے گھر واقع نابدی پورہ جڈی بل میں ہوا۔ اس تحریک میں بھی انہوں نے بہترین رول ادا کیا تھا۔

وسط ۱۹۸۰ء میں امام خمینی کے خصوصی سفیر کشمیر آئے انہوں نے علمائے شیعہ (کشمیر) کو مسجد حاجی عید محمد کے صحن میں اکٹھا کر کے اتحاد کے موضوع پر ایک اہم میٹنگ بلائی۔ مرحوم نے اُس وقت بھی اس تحریک کا دفاع کرتے ہوئے دوسرے علماء کی توجہ بھی اس مسئلہ کی طرف مبذول کروائی۔ نہضت اسلامی کی کوشش سے جب ۱۹۹۱ء میں مجلس علماء کشمیر تشکیل دی گئی تو اس کے چیئرمین کی حیثیت سے بھی آپ نے کافی خدمات انجام دیں۔

تعصب سے بالاتر آپ اتحاد اسلامی کے حامی تھے۔ اس وجہ سے نہ صرف شیعوں میں بلکہ اہلسنت میں بھی اچھی خاصی شہرت کے مالک تھے۔ چنانچہ ۱۹۷۱ء میں جب شریمتی اندرا گاندھی (سابق وزیراعظم ہند) کی تحریک جبری نس بندی کے خلاف انجمن تحفظ الاسلام نے دو احتجاجی جلسے منعقد کئے۔ ان میں سے ایک جلسہ بال گارڈن میں مولانا مرحوم کی قیادت میں برپا کیا گیا۔ ۷۶-۱۹۷۵ء کے دوران مرحوم سید میر

قاسم (سابق وزیراعظم کشمیر) کے دور میں اسقاط حمل بل کے خلاف جو احتجاج مسلم پرسنل لاء فورم کی جانب سے ہوا تھا۔ اس کی بھرپور حمایت کرتے ہوئے انہوں نے فتویٰ جاری کیا جو شائع ہو چکا ہے۔

دنیا کے متعدد علماء اور اسلامی اداروں سے ان کے روابط تادم مرگ قائم تھے۔ خصوصاً آیت اللہ سید علی نقی نقوی، آیت اللہ مازندرانی، آیت اللہ خلخالی، آیت اللہ نائینی اور آیت اللہ سبزواری کے ساتھ۔ آیت اللہ سبزواری تو انہیں ہر نئی تفسیر کا ایک نسخہ بطور ہدیہ ضرور بھیجتے تھے۔ آیت اللہ طباطبائی اور آیت اللہ شاہرودی کے ساتھ مسائل تفسیر وفقہ پر خط وکتابت تھی۔ مگر فقہی مسائل کو اکثر مرجع تقلید فقیہ بزرگ آیت اللہ خوئی سے دریافت کرتے تھے۔ حجۃ الاسلام آقا سید محمد موسوی سرپرست نجفی ہاوس (بمبئی) جب بھی تبلیغی دورپر کشمیر آتے تھے تو ان سے ملے بغیر نہیں رہتے۔ تقریباً چالیس سال قبل جب انجمن نصرۃ الاسلام سرینگر کی دعوت پر علامہ سید علی نقی کشمیر تشریف لائے تو مرحوم سے ملنے کے لیے ان کے گھر چلے گئے۔

علمائے کشمیر میں حجۃ الاسلام حاجی آقا سید یوسف موسوی جب بھی علاقہ جڈی بل تشریف لاتے تو شیخ صاحب سے ضرور ملنے جاتے تھے۔ چنانچہ بعض قضایائے دینی کو اُن کے پاس بھیج دیتے اور پیچیدہ مسائل میں ان کی رائے دریافت کرتے تھے۔ علمائے اہلسنت میں مرحوم مولوی محمد فاروق صاحب انہیں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور مرحوم شیخ محمد عبداللہ (سابق وزیراعلیٰ کشمیر) آپ کے ساتھ نہایت ہی احترام سے پیش آتے تھے۔ انقلاب ایران کے بعد امام راحل آیت اللہ خمینی کے ساتھ بھی ان کے تعلقات تھے اور کشمیر میں آپ امام کے وکیل تھے۔ آستان قدس رضوی کی طرف سے انہیں ادارہ میں تحقیقی وعلمی کام کرنے کی دعوت بھی دی گئی تھی اور آیت اللہ مازندرانی نے خصوصی طور ایران میں آکر رہنے کا مشورہ دیا تھا۔

فقہ اور علم کلام میں انہیں ید طولیٰ حاصل تھا۔ وسعت مطالعہ کا حال آپ کے کتبخانہ کو دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ بکثرت وہ کتابیں جن پر آپ کی لکھی ہوئی عربی اور فارسی زبان میں حواشی موجود ہیں اور وہ خطوط جو مراجع عظام اور علمائے کرام نے آپ کو فقہی مسائل کے جواب میں لکھے ہیں۔ اگر انہیں مرتب کیا جائے تو ایک کتاب تیار ہو جائے گی۔

زندگی کے آخری دو سالوں میں اکثر بیمار رہتے اور موت کے منتظر تھے۔ سوموار ۱۵ جنوری ۲۰۰۰ء کو کفن کے لوازمات و مستحبات کو درست کر کے رکھا اور اپنے احباب و اقارب کو وصیتیں کیں۔ ۲۲ جنوری سے علیل ہوگئے اور ۲۳ کو اسپتال (صورہ میڈیکل انسٹی چیوٹ) میں داخل کئے گئے۔ چار روز تک اشد نگرانی میں رہے۔ اقرباء کو جمعرات یا جمعہ کا اشارہ دے چکے تھے۔ بے جانہ ہوگا اگر ان سے متعلق ایک ایسا واقعہ بیان کیا جائے جو ان کے صاحب کرامت ہونے کی دلیل ہے۔

محقق معاصر مولانا غلام علی گلزار صاحب ناقل ہیں کہ میں پنجشنبہ ۲۰ جنوری کو علامہ مرحوم کی عیادت کو گیا۔ انہوں نے اپنی تالیفات کے بارے میں مجھے چند وصیتیں کیں اور شیخ محمد صادق صاحب جو ان کے پاؤں دبا رہے تھے، تبسم فرما کر اُن سے کہا کہ کل جو واقعہ پیش آیا تھا آپ کو اجازت ہے کہ ان سے بیان کریں۔ واقعہ یوں ہے کہ ان کے انتقال سے ایک ہفتہ پہلے یعنی روز چہار شنبہ ۱۹ جنوری دوپہر کے قریب ایک صاحب سے علماء و عارفین کے روحانی کمالات کے بارے میں ایک بحث کے دوران مرحوم نے اُن کے سوال آپ کیا کر سکتے ہیں؟ کے جواب میں فرمایا کہ میں زلزلہ رونما کر سکتا ہوں۔ اُس شخص کو یقین نہ آیا اس پر شیخ صاحب غضبناک ہوگئے۔ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام (سورہ رحمٰن آیت ۲۶ و ۲۷) چنانچہ یہ پڑھنا تھا کہ فوراً زلزلے کا ایک جھٹکا آگیا۔

علامہ شیخ محمد ہادی صاحب ۲۰ شوال ۱۴۲۰ھ (۲۸ جنوری ۲۰۰۰ء) اول ظہر رحلت کر گئے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر کئی بار اس دلدوز خبر کا اعلان کیا گیا۔ آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر لوگوں کا سیلاب جڈی بل میں اُمڈھ آیا۔ نماز جنازہ حجۃ الاسلام سید عبدالباقی رضوی نے پڑھائی اور اپنے آبائی مقبرہ بابا مزار جڈی بل میں دفن ہوئے۔ وفات کی خبر اخباروں اور جریدوں میں شائع ہوئی مساجد اور امام بارگاہوں میں قرآن خوانی کا خصوصی اہتمام بڑے شد و مد سے جاری رہا اور علاقے میں ہر طرف سیاہ جھنڈے لہراتے نظر آ رہے تھے۔

اولاد

آپ کی دختر شیخ محمد عباس بن شیخ عبد العلی کے حبالہ نکاح میں ہے اور فرزند ڈاکٹر شیخ محمد شفیع صاحب ڈیپارٹمنٹ آف لائبریریز دانشگاہ کشمیر کے سرپرست ہیں۔

آثار

۱. شرح خطبہ زہرا علیہا السلام (اُردو)؛ غیر مطبوعہ۔
۲. رسالہ در اہمیت نماز جمعہ (اُردو)؛ غیر مطبوعہ۔
۳. النکت الاعتقادیۃ (ترجمہ فارسی)؛ آغاز: بعد از حمد و ثنا بہ درگاہ ایزد تعالیٰ و تقدیم تحیات و بدرود بے پایان...انجام: اللهم ثبتنا علی الحق واهدنا الی صراط مستقیم بحق حبیبک محمد وآلہ الطاہرین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔
۴. علامہ شیخ مفید کی تصنیف لطیف مع حواشی علامہ ھبۃ الدین شہرستانی کا فارسی میں ترجمہ ہے۔ جو روز دوشنبہ ۲۴ ذی الحجہ الحرام ۱۴۱۶ھ کو مکمل ہوا ہے۔ فارسی سے اسے غلام علی گلزار صاحب نے اُردو میں منتقل کیا ہے اور یہ دونوں تراجم ایک ساتھ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ (جولائی ۱۹۹۸ء) کو کشمیر میں چھپ چکے ہیں۔
۵. امثال القرآن؛ یہ علی اصغر حکمت اور شیخ محمد ہادی صاحب کی مشترک کوششوں کا نتیجہ ہے۔ ۶۰۔۱۹۵۹ء میں ایران کے یہ محقق بطور سفیر ہند کشمیر آئے۔ انہوں نے علامہ ابو عبد اللہ انصاری کی تفسیر قرآن کے ایک قدیمی نسخہ (برٹش میوزیم) کی تحقیق کا کام اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ چنانچہ انہیں ماہر عربی و فارسی دان کی تلاش تھی۔ آخرکار انہیں مولانا کے دروازہ پر ہی دستک دینا پڑی۔ سفیر موصوف شیخ صاحب کے تبحر علمی سے بہت متاثر ہوئے۔ اس کا نام دونوں نے امثال القرآن تجویز فرمایا اور یہ علمی کاوش شائع ہو چکی ہے۔[1]

---

[1]۔ غروب آفتاب ص۱۱۔۳۲؛ مکتوب ڈاکٹر شیخ محمد شفیع۔

﴿۱۸۴﴾

سید احمد موسوی

(۱۴۲۰ھ)

آپ اچھ گام (بڈگام) میں رہتے تھے اور ابتدائی تعلیم بھی یہیں مدرسہ مفتاح العلوم میں حاصل کی۔ پھر سلطان المدارس میں داخلہ لیا اور یہاں سے فارغ ہو کر نجف چلے گئے۔ کشمیر لوٹنے کے بعد خدمت دین میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ آپ علامہ سید محمد موسوی اچھ گاموی کے داماد اور شیخ مہدی حسین نجفی کے ہم زُلف تھے۔ موصوف علاقہ دیوسر میں درس و تدریس کے علاوہ نماز جمعہ و جماعت پڑھاتے تھے۔ آپ کا انتقال ۶ ذی القعدہ ۱۴۲۰ھ (۲۰۰۰ء) میں ہوا۔[1]

﴿۱۸۵﴾

سیدہ نثار فاطمہ

(۱۴۲۰ھ)

سیدہ نثار فاطمہ آیت اللہ سید محمد موسوی اچھ گاموی کی دختر اچھ گام تحصیل بڈگام میں پیدا ہوئیں۔ انہوں نے اپنی والدہ، والد اور چچا مولانا سید جعفر موسوی سے تعلیم حاصل کی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد مرحومہ نے اپنے علاقے کی عورتوں میں ایک انقلابی کیفیت پیدا کی۔ آپ قبل از ازدواج اچھ گام میں عورتوں کو تعلیم قرآن کے علاوہ احکام شرعی سکھاتی تھیں۔ پھر حجۃ الاسلام شیخ مہدی حسین (دیکھئے احوال) کے ساتھ شادی ہو جانے کے بعد انہوں نے خندہ میں اپنے گھر کو دارالتبلیغ میں بدل دیا۔ دینی امورات میں اچھ گام، سنزی پورہ، چھترگام اور سٹھسو کی عورتیں انہی کی طرف رجوع کرتی تھیں۔ تبلیغ

---

[1] مکتوب مولانا سبط محمد شبیر قمی۔

نماز کی خاطر عورتوں کو نماز عیدین باجماعت پڑھاتی تھیں اور اس کے علاوہ مجالس عزا سے خطاب کرنا ان کا خاص شیوہ تھا۔ ایام عزا کے علاوہ مرحومہ ائمہ طاہرین کی مجالس میلاد اور دعائیہ محافل کا انعقاد بھی کرواتی رہیں۔

مرحومہ کی روحانیت کے پیش نظر بیشتر مرد وزن ان سے خصوصی دعائیں اور قرآنی نسخے حاصل کر کے اپنی مرادیں پاتے تھے۔ ان تمام مصروفیات کے باوجود امور خانہ داری میں ان سے کبھی کوئی کوتاہی سرزد نہ ہوئی۔ اپنے مرحوم برادر سید ظفرالحسن کے اکلوتے فرزند حجۃ الاسلام سید محمد سبطین اور اپنے فرزند حجۃ الاسلام شیخ سبط محمد شبیر کو دینی تعلیم دلانے میں انہوں نے اہم رول ادا کیا۔

۲۶ جنوری ۲۰۰۰ء کے روز مرحومہ تجدید وضو کے بعد کمرے میں داخل ہو کر لیٹ گئیں۔ کلمہ اور دیگر آیات قرآنی کی تلاوت میں مصروف ہوئیں۔ یہاں تک کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ جنازے کے ہمراہ علماء اور عوام کا جم غفیر تھا۔ حجۃ الاسلام حاجی سید عبدالباقی رضوی نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے برادر سید ظفرالحسن کے پہلو میں اچھ گام تحصیل بڈگام میں دفن ہوئیں۔[۱]

﴿۱۸۶﴾

سید مصطفےٰ موسوی صفوی

(۱۴۲۳ھ)

حجۃ الاسلام حاجی سید مصطفےٰ ۱۳۴۲ھ کو بڈگام میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد علامہ سید احمد موسوی (م ۱۳۶۴ھ) اور والدہ آقا سید حسین ہمدانی واعظ کی دختر تھیں۔ آپ نے تعلیم کا ابتدائی مرحلہ اپنے گھر میں طے کرنے کے بعد نجف کی راہ لی۔ عراق سے واپسی کے بعد اپنے عموی بزرگوار اور خسر علامہ سید یوسف موسوی کے ساتھ رہ کر تبلیغی خدمات انجام دیں۔ جامعہ باب العلم میں درس بھی دیتے رہے اور ساتھ ساتھ انجمن شرعی شیعان میں نائب صدر کی حیثیت سے بہترین کارنامے انجام دیئے۔ پھر جب آقا

۱۔ مکتوب مولانا سید محمد سبطین موسوی۔

سید یوسف ۱۴۰۲ھ میں رحلت کر گئے تو آپ انجمن شرعی شیعیان کے صدر مقرر ہوئے اور تمام ذمہ داریاں آپ کے کندھوں پر آ گئیں۔ جنہیں آپ نے بخوبی نبھایا۔

آپ نے تمام زندگی مومنان کشمیر اور مذہب اہل بیت کی خدمت میں گزاری۔ کشمیر کے مختلف مقامات پر جمعہ و جماعت قائم کروائی اور خود تادم مرگ امام باڑہ حسن آباد میں نماز جمعہ پڑھاتے رہے۔ آپ کی زیر قیادت سال بھر محافل و مجالس کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ایام محرم میں جلوس ہائے عزا کی خود رہبری فرماتے تھے۔ شرعی عدالت میں تمام مقدمات کی خود شنوائی کرتے تھے اور آپ نے تقریباً آٹھ ہزار مقدمات کو نمٹایا ہے۔ آپ عرصہ دراز تک مجلّہ الارشاد کے مدیر بھی رہے چنانچہ آپ کے بہت سے مضامین اس مؤقر رسالے میں چھپ چکے ہیں۔

مولانا سید مصطفےٰ نہایت ہی متقی، قناعت پسند اور دنیا سے کنارہ کش تھے۔ مصائب و آلام نے گھیر لیا مگر اُف تک نہ کی۔ پہلے فرزند ارجمند مولانا سید محمد حسین داغ مفارقت دے گئے۔ اس کے بعد ہی ان کے بیٹے سید صفی الدین بھی ایک حادثہ میں جاں بحق ہوئے۔ اور پھر سید مہدی صاحب کی شہادت بھی اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ عالم پیری میں جس باپ کے سامنے اپنے لخت جگر کے ٹکڑے رکھے جائیں اس کے دل پر کیا گذرے گی۔ یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن آپ نے اس مصیبت پر بھی صبر کیا اور دوسروں کو بھی مصائب حضرت سید الشہدائؑ کے ذکر سے تسلی دیتے تھے۔ آخری عمر میں کئی امراض لاحق ہوئے۔ بہت علاج کرایا گیا۔ دہلی کے اسپتال میں بھی کچھ دیر زیر علاج رہے۔

مگر وقت موعود آ چکا تھا۔ بالآخر ۱۲ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ (۲۱ اگست ۲۰۰۲ء) کو اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔ جوں یہ خبر ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے نشر کی تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ ان کی رہائش گاہ بڈگام پہنچے۔ پھر کل صبح جب ان کا جنازہ برآمد کیا گیا تو پانچ لاکھ لوگوں نے اس میں شرکت کی۔ اس روز تمام دفاتر، مدارس اور بازار بند رہے۔ نماز جنازہ مولانا سید حسن موسوی نے پڑھائی اور اپنے آبائی مقبرہ میں سپرد خاک ہوئے۔ ہندوستان، پاکستان، ایران، برطانیہ اور امریکہ میں جابجا تعزیتی مجلسیں ہوئیں۔[1]

[1]۔ عارف وارستہ ص ۱۱۔۱۲؛ محبوب ملت ص ۱۳۔۲۹۔

﴿۱۸۷﴾

سید ابوالحسن رضوی

(۱۴۲۴ھ)

مرحوم سید مہدی نسواسکندرپورہ تحصیل بیروہ کے مشہور روضہ خوان تھے۔ انہوں نے دعا کی تھی کہ فرزند عالم دین ہو چنانچہ ۱۳۶۴ھ (۴ مارچ ۱۹۴۶ء) میں خدائے تعالیٰ نے انہیں سید ابوالحسن رضوی جیسے لائق اور دیندار فرزند عطافرمایا۔ سید ابوالحسن نے مقدمات کشمیر میں ہی تمام فرمائے۔ والد کی خواہش تھی کہ بیٹے کو اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے عراق بھیجوں مگر مالی حالت خراب ہونے کی وجہ سے اُن کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔

بالاخر مرحوم مولانا سید محمد جعفر اچھ گاموی کی وساطت سے مولانا سید ابوالحسن لکھنؤ روانہ ہوئے۔ جہاں آپ کا داخلہ سلطان المدارس میں کرایا گیا۔ پھر وہاں سے نجف گئے جہاں مسلسل پانچ سال تک علماء سے کسب فیض کرتے رہے۔ اس دوران اگرچہ آپ کے والد محترم کا انتقال ہوا لیکن آپ کی تعلیم پر کوئی اثر نہ پڑا۔ پانچ سال کے بعد وطن مراجعت فرما کر تبلیغ میں مشغول ہوگئے اور یہی تبلیغ باعث ہوئی کہ انہیں اپنا آبائی گاؤں چھوڑ کر میر گنڈ پٹن بارہمولہ میں سکونت اختیار کرنی پڑی۔ پوری عمر آل جموں وکشمیر شیعہ ایسوسی ایشن نامی دینی تنظیم سے وابستہ رہے۔ امام باڑہ جڈبیل کے علاوہ دوسرے اہم مقامات پر مجالس عزا سے خطاب کرتے تھے اور امام جماعت کی حیثیت سے بھی فرائض انجام دیئے۔ ۱۴۲۴ھ (۱۵ ستمبر ۲۰۰۳ء) میں حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کرگئے۔ نماز جنازہ مولانا مولوی افتخار حسین انصاری صاحب نے پڑھائی اور اپنے ہی گاؤں میں دفن ہوئے۔ آپ کے دو فرزند سید محمد حسین اور سید عابد رضا دونوں تحصیل علوم اسلامی میں مشغول ہیں۔[1]

۱۔ مکتوب آقای سید محمد حسین رضوی۔

﴿۱۸۸﴾

سید محمد رضا حسینی ہمدانی

(۱۴۲۵ھ)

آقا سید محمد رضا ۱۹۲۴ء کو حسن آباد سرینگر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا سید قاسم حسینی ہمدانی (م۱۳۶۱ھ) اور والدہ سید ابراہیم شاہ بن قاسم شاہ جلالی کی صاحبزادی تھیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی اور پھر اورینٹل کالج سے منشی فاضل، ادیب فاضل اور مولوی فاضل کی سندیں حاصل کیں۔

آپ نے عرصہ دراز تک سرکاری مدرسے میں بحیثیت اُستاد فرائض انجام دیئے۔ آقا سید رضا منکسر المزاج، خوش اخلاق اور متواضع عالم تھے۔ ان کے دسیوں فکر انگیز مضامین مجلّہ الارشاد میں شائع ہوئے ہیں۔ آپ بہت عمدہ شعر کہتے تھے۔ علامہ حاجی سید یوسف موسوی صفوی (م۱۴۰۲ھ) کی دختر آپ کی زوجہ تھیں۔ آپ نے بروز پنجشنبہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ (یکم جولائی ۲۰۰۴ء) میں انتقال فرمایا اور اپنے آبائی قبرستان حسن آباد میں دفن ہوئے۔ تاریخ وفات یہ ہے:

ز حیات پیک ممات گفت سر راه منزل آخري
که برفت پیکر آگهي، بگزشت عاملي متقي
نه مجال کن نه سوال کن درین امر مالک دو جهان
پی وصل روح رضا بخوان "همه دم رضاً بقضائه"

(۲۰۰۴ء)

اولاد

۱. مرحوم سید مجتبیٰ؛
۲. سید حمید؛

۳. سید مفضل۔

آثار

تحفة الابرار في ترجمة جامع الاخبار (اُردو حدیث)؛ فقیہ آل محمدؐ شیخ صدوق (م۳۸۱ھ) کی مشہور کتاب جامع الاخبار کا اُردو ترجمہ ہے جو انہوں نے حجۃ الاسلام آقا سید محمد موسوی نجفی (سرپرست نجفی ہاؤس بمبئی) کی فرمائش پر کیا تھا۔ طبع: حسن آباد سرینگر۔

﴿۱۸۹﴾

سید باقر معرکہ دار

(۱۴۲۵ھ)

آپ ۲۷ جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ کو جڈیبل سرینگر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد آقا سید حسن مشہور روضہ خوان تھے۔ اُنہوں نے میر شمس الدین عراقی (م۹۳۲ھ) کی سوانح حیات فارسی زبان میں لکھی ہے۔ یہ رسالہ بیاض حسن کے نام سے معروف ہے اور ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔

مولانا سید باقر نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور مروجہ تعلیم کا آغاز امامیہ اسکول جڈیبل سے کیا۔ پھر اورینٹل کالج میں داخلہ لیا اور یہاں مولوی عالم پاس کیا۔ حجۃ الاسلام سید احمد موسوی صفوی (م۱۳۶۴ھ) نے آپ کو سونہ پاہ بیروہ میں تدریس پر مامور فرمایا اور آپ نے کئی سالوں تک یہ خدمت انجام دی۔ ادھر جب آپ کے والد رحلت کر گئے تو میر بحری (سرینگر) کے طلبہ اُستاد سے محروم ہو گئے اور انہوں نے مولانا سید احمد سے گزارش کی کہ آقا سید باقر کو میر بحری منتقل کیا جائے۔ درخواست منظور ہو گئی اور آپ سونہ پاہ کے بجائے میر بحری میں درس دینے لگے اور یہ سلسلہ تب تک چلا جب تک صحت مند تھے۔ آپ نے مسجد (علی پارک) میں زندگی بھر امام جماعت کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے۔

مولانا سید مصطفیٰ موسوی صفوی (م ۱۴۲۳ھ) کی غیر حاضری میں امام باڑہ حسن آباد میں نماز جمعہ بھی پڑھاتے تھے۔ آپ نہایت ہی پرہیزگار، متورع اور صفات حسنہ کے مالک تھے۔ ۱۳ رمضان ۱۴۲۵ھ (۲۸ اکتوبر ۲۰۰۴ئ) کو جڈیبل میں انتقال کرگئے اور اپنے جد امجد میر عراقی کے مقبرہ میں سپرد خاک ہوئے۔

اولاد

۱. ڈاکٹر سید محمد؛
۲. ڈاکٹر سید کاظم۔

آثار

۱۔ صبح طالع (اُردو۔ تذکرہ)؛ سات ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل یہ کتاب میر شمس الدین عراقی کی سوانح حیات ہے۔ مؤلف نے اختر درخشان (سید محمد باقر موسوی) بہارستان شاہی (تحقیق ڈاکٹر اکبر حیدری) تحفۃ الاحباب (ملا محمد علی) اور اپنے والد کی بیاض سے بہت استفادہ کیا ہے۔ طبع: سرینگر کشمیر ۲۰۰۷ء (با تحقیق سید مہدی الحسن رضوی)

۲۔ شجرۃ طیبۃ (اُردو انساب)؛ میر عراقی کی نسل کا نسب نامہ ہے۔[1]

---

[1]۔ مقدمہ صبح طالع؛ مکتوب ڈاکٹر سید کاظم۔

﴿۱۹۰﴾

شیخ محمد علی

(ح۔ ۱۴۲۷ھ)

آپ کے والد کا نام شیخ عبد الرحیم تھا۔ ابتدائی تعلیم کشمیر میں حاصل کر کے نجف اشرف تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے ایران ہجرت فرمائی۔ شہر قم کو اپنا مسکن بنالیا اور تادم مرگ مذہب حقہ کی خدمت میں مشغول رہے۔ جن کشمیری طلبہ کو آپ کی زیارت نصیب ہوئی ہے ان کا بیان ہے کہ آپ انتہائی متقی اور پرہیزگار تھے۔ اور نہایت ہی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کا انتقال حدود ۱۴۲۸ھ کو قم میں ہوا اور وہیں پیوند خاک ہوئے۔

﴿۱۹۱﴾

مصطفیٰ حسین انصاری

(۱۴۲۷ھ)

خطیب اہل بیت مولانا مصطفیٰ حسین انصاری ۶ جمادی الثانی ۱۳۶۴ھ (۲۱ مارچ ۱۹۴۵ء) کو خانقاہ سوختہ نواکدل سرینگر میں ایک معروف علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام مولوی حسن علی انصاری اور دادا علامہ فضل علی انصاری تھے۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد گرامی سے پڑھیں اور مروجہ تعلیم کا آغاز مقامی تعلیمی ادارے سے کیا اور گورنمنٹ ہائی اسکول رنگ ٹینگ نواکدل سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے لکھنؤ تشریف لے گئے اور یہاں سے ممتاز الافاضل کی سند لے کر نجف اشرف چلے گئے جہاں حسب ذیل علماء کے محضر سے استفادہ کیا۔

۱. علامہ سید ذیشان حیدر جوادی؛

۲. آیت اللہ شیخ محمد علی مقدس افغانی؛
۳. آیت اللہ سید عبد الکریم رضوی کشمیری؛
۴. شہید مظلوم آیت اللہ سید محمد باقر صدر؛
۵. آیت اللہ سید ابوالقاسم موسوی خوئی؛
۶. آیت اللہ سید محسن حکیم۔

عراق میں جب اسلام دشمن بعثی حکومت کا یلغار حوزہ علمیہ نجف پر ہوا تو مولانا انصاری اپنے بعض رفقاء کے ہمراہ پاکستان چلے گئے اور تعلیم کو جاری رکھتے ہوئے لاہور بورڈ پنجاب سے ایف۔اے (F.A) کی ڈگری حاصل کر کے وطن مالوف آ گئے۔ ۵ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ (۱۲اکتوبر ۱۹۶۵ء) کو آپ کی شادی کشمیر کے معروف سیاسی و سماجی شخصیت نواب مرحوم آغا سید حسین شاہ جلالی صاحب کو پوتی کے ساتھ ہوئی۔ تکمیل تحصیل کی خاطر پھر سے راہی نجف ہوئے۔ ۱۹۶۸ء میں مولانا دوسری مرتبہ نجف سے ہو کر پاکستان چلے گئے۔ اس بار آپ کے مراسم پاکستان کے مفکرین اور علماء سے مزید استوار ہو گئے۔ آپ نے خود بھی ان سے استفادہ کیا اور انہیں بھی اپنی علم و آگہی سے فائدہ اٹھانے کا بھرپور موقعہ فراہم کیا۔ جن فضلاء سے پاکستان میں آپ کے قریبی روابط تھے۔ ان میں علامہ رشید ترابی، علامہ اظہر حسین، مولانا طالب جوہری اور مولانا محمد اسماعیل کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ ۱۹۷۱ء کو خطیب اہل بیت واپس کشمیر آ گئے اور پھر وہ اس قدر مشغول ہوئے کہ تمام عمر معرکے سر کرنے میں گذر گئی۔

مولانا انصاری نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز عہد شباب میں تحریک موئے مقدس کے دوران ۲۷ دسمبر ۱۹۶۳ء کو کیا۔ ایکشن کمیٹی جموں و کشمیر کے سربراہ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ انہیں ۶۶۔۱۹۶۵ء میں قید و بند کی صعوبتیں سنٹرل جیل سرینگر میں برداشت کرنی پڑیں۔ مگر مولانا کے کردار میں کوئی فرق نہیں آیا اور نہ ہی قدم ڈگمگائے بلکہ اُن کو حوصلہ ملتا گیا اور ہمت بڑھتی ہی چلی گئی۔ آپ تمام عمر اتحاد المسلمین جموں و کشمیر نامی تنظیم کے ساتھ وابستہ رہے اور تین دفعہ اس کے صدر بھی مقرر ہوئے۔ نئی نسل میں مذہبی رجحان پیدا کرنے کے لیے آپ نے "یوتھ اتحاد المسلمین" کی داغ بیل ڈالی اور جوان نسل کے اندر سیاسی شعور کی بیداری میں اہم رول ادا کیا۔ شیعیان کشمیر کے متحدہ سیاسی فورم نہضت

انقلاب اسلامی کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے ۹۳-۱۹۹۲ء میں حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر سعودی عرب اور ایران کے حکام کو مسئلہ کشمیر کے حوالہ سے آگاہ کیا۔ کشمیر میں نفاذ شریعت کے لیے زندگی بھر کوشاں رہے۔ اس محکوم قوم کی فکری تربیت فرمائی اور انہیں علم دین و دنیا کی طرف رغبت دلاتے رہے۔

فن خطابت انصاری صاحب کو ورثہ میں ملا تھا۔ انہوں نے اپنی خطابت کا لوہا تادم حیات منوایا۔ اپنے پرائے سبھی ان کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ ان کا وعظ افسانوں اور سستی نکتہ آفرینی کے بجائے تحقیق پر مبنی ہوتا تھا اور شاید اسی وجہ سے آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا جن میں زیادہ تر علم شناس لوگ شامل تھے۔ مولانا مرحوم نے ایک عرصہ تک جامع مسجد سجاد آباد چھتہ بل میں امام جمعہ کے فرائض انجام دیئے اور گاؤ کدل سرینگر کی مسجد سے بھی منسلک رہے۔ چونکہ یہ مسجد قلب شہر میں واقع ہے اور ہر سو دیگر مسالک کے لوگ آباد ہیں اس لیے یہاں مناظرانہ طرز بیان اختیار کر کے مذہب اہل بیت کے اصول و عقائد سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہے۔ آپ کی تبلیغ سے نہ صرف شیعہ بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی آپ کے زبردست گرویدہ اور معتقد ہوگئے۔ آپ نے کشمیر، پاکستان، جموں، پونچھ، بنگلور، لکھنؤ، دہلی، بمبئی، حیدرآباد اور مدراس وغیرہ میں بھی مذہب شیعہ کی تبلیغ و ترویج احسن طریقہ سے کی۔

علامہ انصاری کے قلمی جہاد سے کوئی بھی شخص بے خبر نہیں ہے۔ تحریری کام آپ نے زمانہ طالب علمی سے شروع کر دیئے تھے۔ ماہنامہ سفینہ کو آپ کے عمدہ مضامین نے چار چاند لگائے۔ انہوں نے زندگی کا بیشتر حصہ مطالعہ کتب اور تالیف و تحقیق میں گذرا۔ انہیں دیگر ادیان کی کتابوں پر بھی بڑی قدرت حاصل تھی۔ عدیم الفرصت ہونے کے باوجود بھی یہ مرد مجاہد ایک پل کے لیے بھی لکھنے سے نہیں چونکے۔ انہوں نے قلم اور قرطاس کو بالائے طاق رکھ کر کبھی بھی اس مقدس فریضہ سے اپنا دامن بچانے کی کوشش نہیں کی بلکہ انگاروں کے اس میدان میں اُتر کر اپنی ثابت قدمی کا ثبوت پیش کر کے اپنے ہمعصر علمائے کشمیر میں ممتاز مقام کے حامل قرار پائے۔ مولانا کے تحریرات نہایت ہی شستہ اور شیرین ہے ان کی ژرف نگاری ان کی تالیفات سے روشن ہے۔ تقریباً ہر موضوع پر قلم فرسائی کی اور جس موضوع کا انتخاب کیا اس کا حق ادا کر دیا ہے۔ شیعیان کشمیر کو حق ہے کہ وہ ان کی قلمی کاوشوں پر فخر کریں۔

آخری ایام میں انہیں سرطان لاحق ہوا اور علاج کی غرض سے بمبئی اور دہلی بھی لے جایا گیا مگر بے سود۔ آخر کار شب جمعہ ۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ (۱۵ اپریل ۲۰۰۶ء) کی وہ گھڑی آ ہی گئی کہ مولانا مصطفیٰ انصاری صورہ میڈیکل انسٹیٹیوٹ میں ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئے۔ یہ جانگداز خبر پورے کشمیر میں آگ کی طرح پھیلی۔ مسجدوں اور امام بارگاہوں سے قرائت قرآن کی آوازیں آرہی تھیں۔ پوری رات علاقہ جڈیبل میں شب عاشورہ کا سا سماں تھا۔ پھر بروز جمعہ صبح دس بجے کشمیر کے نامور علماء سیاسی قائدین اور مفکرین کی موجودگی میں ہزاروں لوگوں نے بلالحاظ مذہب وملت اپنے اس قائد کی نماز جنازہ حجۃ الاسلام حاجی سید عبدالباقی رضوی کی اقتدا میں خمینی چوک علمگری بازار جڈیبل میں ادا کی۔ اور بابامزار جڈیبل میں سپرد خاک ہوئے۔

ارباب فن نے ان کی وفات پر قطعات قلمبند کئے۔ ہم یہاں ذاکر آغا سید ابوالحسن موسوی ضیغم صاحب کے کشمیری مرثیہ پر اپنے کلام کو تمام کرتے ہیں۔

خطیب اہل بیت

هر مسلمانس چه لازم از کرون اظهار غم
از کران ماتم چه قبر از ودان اهل قلم

از چه تاريكي جهانس منز گامژ افتاب لوس
متعلم عالم معلم از چه كران افسوس

مدرسن بییه ژاٹھالن مکتبن خاموشیا
از فقیهن عابدن بیه سالکن بے هوشیا

كرسيو پيٹه وسي تهه پيے استاد شاگردن بنيوو
ساري واويلا كران هے هے زمانس كيا بنيوو

شبنمن اوش هور برگن پیٹه ودن هیوت بلبلو
پوشۂ وارن منز تهرين تهره لج ته ژمٹن هيوت گلو

انصاري خاندانس ضرب كاري لوگ سنگين
يم آسي آمتي هر زمانس منز كران تبليغ دين

تتهي گلستانس اندر پهولمت گلاب اكه شوب دار
مصطفےٰ حسين انصاري اكه مبلغ باوقار

روشني تمه آفتابچ اس پهاليا مژ رويو
سوكه موكه دود اُبره سايس عالمس اندر چه شور

از لباس سُند سک استبرقک تس پيو خيال
تشنه دلن كيوت چه ژهانڈان كوثرك آب زُلال

واعظ خواناه خوش بياناه لعل بدخشان اوس
گٹه جهلچ دور كران نور سوي بخشان اوس

مولوي سندي ارتحالن كور ملت زير و زبر
گو پريشان قوم از سانين اميدن لج تبر

دوستن تهندين ييه بوزته پيو دلس اندر يه غم
يا الٰهي كونه ستاوين ٹُله پتهر پيمژ علم

سوي مقرر سوي مفكر سوي مفسر سوي اديب
سوي جواب هر مسائل زينت منبر خطيب
سونبرته جوهر فروش تهاوي لالن هندي انبار
علمكن سوداگرن كيوت خالص لولوي تابدار

لوله باپارس اندر سوجرک ته دُرجرک کیاه سوال
اهل دل زانن قدر موختس ته عرفانک چه مال
شب جمعه کُنترهم ربیع الاول
سال ژوداه شته ستووهآو فرمان اجل

يا الله تته مرقدس سلسبيلک آب تراو
کوثر کیو گلاب پاشو ستي کرُس چهره کاو
بيه تسنده علمكي ذخائر تا قيامت پوشه ناو
دون جهانن منز درخشان هميشه تهند ناو تهاو

اولاد

مولانا کے تین فرزند ہیں سب سے بڑے سجاد انصاری صاحب ہیں جو روز نامہ "کشمیر اوبزرور" کے ایڈیٹر اور پبلشر ہیں۔ انہوں نے مجھے اپنے والد کی کچھ کتابیں ہدیتاً دی تھیں اور دو شاہد انصاری اور حامد انصاری ہیں۔

آثار

۱. **آفتاب نبوت (اُردو)**؛آغاز: قوم کے قلم کارو! قوم کے ادیبو! میری یہ ناچیز پیش کش جو کہ آپ لوگوں کے سامنے......انجام: میرے خیال میں یہی ایک صورت ہے مسلمانوں کو صحیح راستہ بتانے کی، گھر پر گردان کرنے سے اپنے قیمتی لمحات کو ضائع نہیں کیا جائے۔ مولانا کی یہ پہلی تصنیف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور سیرت پر مبنی ہے۔ طبع: سفینہ پبلکیشنز سرینگر کشمیر ۱۳۹۱ھ (۱۹۷۰ء)
۲. **کروٹ (اُردو)**؛تاریخ سے متعلق یہ کتاب بڑی گرانقدر ہے۔ مؤلف نے تاریخ کو مسخ کرنے والوں کے چہروں سے نقاب کشی کی ہے، مطبوعہ۔
۳. **انتقام (اُردو)**؛ناول کے طرز پر لکھی گئی یہ کتاب انتقام مختار کے بارے میں ہے۔ طبع: سفینہ پبلکیشنز سرینگر کشمیر۔

۴. **قبیلہ (اُردو)**؛ مطبوعہ، کشف الانیق فی شرح قانون العمیق (کشمیری)؛ یہ قرآن شریف کی پارہ اول کا کشمیری ترجمہ و تفسیر ہے۔ طبع: سفینہ پبلکیشنز سرینگر کشمیر ۱۹۷۷ء
۵. **آخری تبسم (اُردو)**؛ حیات حضرت علی اصغر بن امام حسین علیہم السلام، طبع: سفینہ پبلیکیشنز سرینگر کشمیر۔
۶. **گلستان تطہیر کی مہکتی کلیاں (اُردو)**؛ آیت تطہیر کی مکمل تفسیر، شان نزول اور اس کے سیاق و سباق سے متعلق بحث ہے۔ طبع: سفینہ پبلیکیشنز سرینگر کشمیر۔
۷. **سیرت النبی ﷺ (اُردو)**؛ پیامبر اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ، طبع: سفینہ پبلشرز سرینگر۔
۸. **مرد آہن (اُردو)**؛ حیات امیر المومنین علیہ السلام، طبع: سفینہ پبلکیشنز سرینگر۔
۹. **جلوہ طور**؛ آغاز: چند دن پہلے مکرم و محترم برادر اکبر مولانا مولوی محمد عباس انصاری دام ظلہ......انجام: " لایا تون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا"۔ فاضل مؤلف نے اس میں حسب ذیل سوالوں کے جوابات مرحمت فرمائے ہیں۔ (۱) کیا سرور کائنات ﷺ اَن پڑھ تھے۔ (۲) کیا سرور کائنات سے لغزشیں سرزد ہوتی تھیں۔ (۳) کیا حسین علیہ السلام انبیاء سے افضل ہیں، (۴) کیا حضور ﷺ کی انتہائی عقیدت کے اظہار ہی کی وجہ سے امام حسین شہید کئے گئے (۵) کیا حج پر جانے کے بعد مدینہ منورہ جانا ضروری نہیں؟ سنت رسول اللہ (اثبات عزاداری) طبع: سفینہ پبلکیشنز سرینگر کشمیر ۱۹۸۰ء۔
۱۰. **خیابان (اُردو)**؛ آغاز: لیجئے اور ایک تالیف پیش خدمت ہے گو کہ کسی مخصوص عنوان کو لے کر کتاب کی تالیف......انجام:... میں گناہوں میں سے ایک گناہ کی بھی بخشش کا مستحق نہیں ہوں۔ اس میں سائنس، تفسیر، تاریخ، فقہ، حدیث سے متعلق ۲۸۴ سوالات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ طبع: ساحل پبلکیشنز سرینگر ۲۰۰۳ء۔

۱۱. **امام غائب بجواب امام غائب (اُردو)**؛آغاز: مورخہ ۱۱ماہ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ بمطابق ۱۸ماہ جنوری ۱۹۸۱ء مجھے سعید پورہ......انجام: ...... فرمان رسولﷺپر اعتراض کرنے سے کہاں سے کہاں پہنچ گیا...سوپور کے کسی سُنی پروفیسر کے کتابچہ کا رد ہے۔ علمائے اہل سنت کی معتبر کتابوں سے حضرت امام غائب کی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ طبع سفینہ پبلکیشنز سرینگر کشمیر ۱۹۸۱ء۔

۱۲. **المیزان (اُردو)**؛اصول الدین، فروع دین، فقہی مسائل، اعمال و فرائض، واجبات و مستحبات، آداب تہذیب معاشرت ادعیہ و زیارات درج ہیں۔ طبع: سفینہ پبلکیشنز سرینگر کشمیر۔

۱۳. **اسلام میں حق طلاق (اُردو)**؛حقوق زن اور طلاق کے بارے میں اہم نکتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ طبع: سفینہ پبلکیشنز۔

۱۴. **نور سے نار تک (اُردو)**؛یہ رسالہ شیعیان کشمیر کی ابتر صورتحال اور پسماندگی کے علل و اسباب جاننے کے لیے تحریر کیا ہے۔ مطبوعہ۔

۱۵. **میرے جگر کا لہو (اُردو)**؛اس میں مؤلف نے قوم کے تئیں اپنا درد دل بیان کیا ہے۔

۱۶. **مجرم (اُردو عقائد)**؛بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ ہدایت دکھانے کے لیے تالیف فرمائی ہے۔ اس میں زیادہ تر آخرت سے متعلق بحث ہے۔ طبع: کشمیر ۲۰۰۴ء۔

۱۷. **تفسیر منہاج القرآن (اُردو تفسیر ۲ جلد)**؛پہلی جلد میں سورہ حمد اور سورہ بقرہ اور دوسری جلد میں سورہ آل عمران، سورہ النساء اور سورہ المائدہ کی مکمل تفسیر ہے۔ طبع: کشمیر۔

۱۸. **خیابان (اُردو)**؛مؤلف نے تقریباً ایک سو سے زیادہ اہم سوالات کے جوابات مرحمت فرمائے ہیں۔ طبع کشمیر۔

۱۹. **رخت سفر (اُردو عقائد)**؛مولانا انصاری کی یہ آخری تصنیف قیامت و معاد کے بارے میں ہے۔ طبع: کشمیر ۲۰۰۴۔

۲۰. **عمید مدنی بجواب کلید لدنی (اُردو۔ کلام)**؛طبع: کشمیر۔

۲۱. **غنا سے زنا تک (اُردو۔ عقائد)**؛ طبع: کشمیر۔

۲۲. **پیارے بچوں کی پیاری باتیں (اُردو)**؛ طبع: کشمیر۔

۲۳. **قتیل نینوا (اُردو۔ تذکرہ)**؛ حضرت امام حسین کا مکمل زندگی نامہ ہے۔ فاضل مؤلف نے خارجیوں کے اقوال کو بھی رد کیا ہے۔ طبع: سرینگر کشمیر ۲۰۰۷ء

۲۴. **آندھی (اُردو)**؛ غیر مطبوعہ۔

۲۵. **ارمان (اُردو)**؛ طبع سرینگر کشمیر۔

۲۶. **آخری تاجدار (اُردو تذکرہ)**؛ غیر مطبوعہ۔

۲۷. **مرد متناہی**؛ غیر مطبوعہ۔

۲۸. **بغاوت**؛ غیر مطبوعہ۔

۲۹. **مقام رسول عند الفریقین**؛ غیر مطبوعہ۔

۳۰. **طوفان**؛ غیر مطبوعہ۔

۳۱. **مجالس محرم**؛ غیر مطبوعہ۔

۳۲. **خطبات جمعہ**؛ غیر مطبوعہ۔

۳۳. **دفاع حق**؛ غیر مطبوعہ۔

۳۴. **خیر الدارین**؛ غیر مطبوعہ۔

۳۵. **نہج البلاغۃ (کشمیری)**؛ مولانا نے کشمیری زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے اور مبسوط شرح بھی لکھی ہے۔[1]

۱۹۲

شیخ محمد موسیٰ

[1]۔ ماہنامہ سفینہ خطیب اہلبیت نمبر جمادی الاول والثانی ۱۴۲۷ھ۔ جلد ۴۸ شمارہ ۵۔۶؛ مکتوب سجاد حیدر انصاری۔

(۱۴۲۹ھ)

مولانا شیخ محمد موسیٰ مدرسہ مفتاح العلوم میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد تبلیغ اور تدریس کا فریضہ انجام دینے لگے۔ انہوں نے اپنے علاقہ میں بلاامتیاز شیعہ و سنی ۸۰ فیصد طلباء و طالبات کو اسلامی تعلیم سے آراستہ کیا۔ موصوف بڑے نیک سیرت، پرہیزگار اور خوش اخلاق عالم تھے۔ حال ہی میں ان کا انتقال ۳ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ (۸ جون ۲۰۰۸ء) کو ہوا اور اچھ گام میں دفن ہوئے۔

فصل نہم

ان علماء کے حالات ہیں جن کے سنوات وفات نہ مل سکے

﴿۱۹۳﴾

ابراہیم، سید موسوی

مولانا سید ابراہیم موسوی مہوارہ میں رہتے تھے۔آپ نے ابتدائی تعلیم کشمیر میں حاصل کی اور پھر مزید تعلیم حاصل کرنے نجف اشرف گئے۔ تعلیم مکمل کر کے وطن لوٹے اور تاوفات تبلیغ مذہب حقہ میں مصروف رہے۔

﴿۱۹۴﴾

ابوالقاسم، سید

سید ابوالقاسم بن سید محمود نزیل کشمیر

آثار

الرد علی ابطال الرمل۔[۱]

﴿۱۹۵﴾

احمد علی، ملا

ملا محمد علی پادشاہ کے فرزند ملا احمد علی بھی عالم و فاضل تھے۔

اولاد

۱۔ ملا حسن (میرزا ابوطالب خان کے امام باڑے (لکھنؤ) میں دفن ہیں)؛

۱۔ الذریعہ ج۱۰؛ ص۱۷۵۔

۲. ملا محمد تقی (دیکھئے احوال)۔[1]

۱۹۶

باقر، سید

آپ میر سید حسین سمنانی (م ۷۹۲ھ) کے اقارب میں سے بڑے جلیل القدر اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ میر سید علی ہمدانی کے ساتھ اشاعت اسلام میں خدمات انجام دیں۔ آپ پرگنہ وچھن پارہ کے ویری سرن نامی گاؤں میں ایک ٹیلے پر مدفون ہیں۔[2]

۱۹۷

باقر، سید

آپ ۷۹۸ھ میں وارد کشمیر ہوئے۔ مولانا سید باقر کا شمار کشمیر کے اکابر علماء میں ہوتا ہے۔ ان کی ایک کتاب "نور" کا تذکرہ کحل الجواہر میں ملتا ہے۔ آپ لاولد فوت ہوئے۔ آخری آرام گاہ موضع مولہ شولہ (بڈگام) میں پائی۔[3]

---

[1]۔ نجوم السماء ص ۳۷۵؛ خورشید خاور ص ۶۲۔
[2]۔ تاریخ حسن ج ۳ ص ۱۱۱۔
[3]۔ کحل الجواہر ص ۵؛ تنبیہ العباد ص ۳۹۔

﴿۱۹۸﴾

جمال الدین محدث، سید

آپ میر سید علی ہمدانی (م۷۸۶ھ) کے احباب میں سے تھے اور ان ہی سے تعلیم و تربیت پائی۔ صاحب واقعات کشمیر نے آپ کو "قطب ارباب یقین" جیسے لقب سے یاد کیا ہے۔ سلطان قطب الدین نے میر ہمدانی سے گذارش کی تھی کہ مولانا سید جمال الدین کو کشمیر میں مستقل طور پر رہنے کی اجازت دے دیں تاکہ آپ کشمیر کے نو مسلمانوں کو علوم اسلامی پڑھائیں۔ میر ہمدانی نے قبول کیا اور سید جمال الدین آخری عمر تک درس و تدریس میں مصروف رہے۔ آپ کو علم حدیث میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ اس لیے محدث کہلاتے تھے۔ آپ دریائے جہلم کے مغربی کنارے پر فتح کدل کے متصل محلّہ عروۃالوثقیٰ میں دفن ہیں۔ یہ محلّہ اب آروٹ کے نام سے مشہور ہے۔[۱]

﴿۱۹۹﴾

حسن راہنماجڈیبلی، شیخ

علامہ شیخ حسن راہنماجڈیبل سرینگر میں رہتے تھے۔ آپ فقیہ اہل بیت اور مجتہد شیعیان کشمیر تھے۔ آپ کی تبلیغ سے شیعہ مسلک کو کرگل اور سکردو کے گرد و نواح میں رواج ملا۔ چک امراء کے نزدیک آپ کو کافی قدر منزلت تھی۔ ان کے آپسی تنازعے بابا خلیل اللہ کے ہمراہ صلح و آشتی سے طے کرتے تھے۔ جب شمس چک کپواری اور یعقوب شاہ کے درمیان تنازعہ پیدا ہوا تو شیخ حسن اور بابا خلیل اللہ کی مداخلت سے ہی یہ قرار پایا کہ سوپور سے کامراج تک کا علاقہ شمس چک کی تحویل میں رہے گا۔ اور باقی تمام ملک پر یعقوب شاہ کا قبضہ ہوگا۔ صلح کے بعد بابا خلیل اور شیخ حسن کو شمس چک کپواری اور علی

۱۔ واقعات کشمیر ص ۹۳؛ تاریخ حسن ج ۳ ص ۱۸۔۱۹؛ تنبیہ العباد ص ۳۸۔

ماگرے دعوت کے بہانہ سے قتل کرنے کے لیے لے گئے۔[۱] مگر جب سنگھپور کے نزدیک بارہ ترٹ کے دریا کو عبور کیا تو شمس چک کے نوکر نے حسین ملک کے خادم سے اس راز کا انکشاف کیا۔ اس نے جا کر اپنے مالک کو بتایا۔ حسین ملک نے دونوں علماء کی حفاظت کے لیے اپنے سپاہی ان کے ساتھ سرینگر بھیج دیئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے سارا ماجرا یعقوب شاہ کو سنایا۔ وہ اتنا غضبناک ہوا کہ اسی وقت فوج کے ہمراہ سوپور گیا مگر شمس چک مارے ڈر کے جڈیبل میں شیخ ابراہیم کے یہاں چھپ گیا۔ وہاں سے پکڑ کر اسے قید کیا گیا۔

بعض مورخین نے شیخ حسن کو شہید میر سید دانیال (م۹۵۷ھ) کا پوتا بتلایا ہے۔ ایسا ممکن ہے لیکن وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہمارے پاس اس بات کے ٹھوس شواہد موجود نہیں کہ شیخ حسن اور سید حسن ایک ہی شخص تھے۔ صاحب تحل الجواہر نے شیخ حسن کے ایک رسالہ المقامات سے کافی استفادہ کیا ہے مگر انہوں نے آپ کے نسب کے بارے میں کچھ بھی نہیں لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔[۲]

۱۔ شمس چک کپواری اور علی ماگرے جو دونوں سنی مسلک کے پیرو تھے۔ شیخ حسن اور بابا خلیل اللہ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ مگر خوش قسمتی سے یہ راز فاش ہو گیا اور حسین ملک نے ان کی حفاظت کے لیے اپنے سپاہی بھیج دیئے۔ اب ذرا خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کا دونوں بزرگوں پر الزام دیکھئے۔ موصوف لکھتے ہیں کہ لوگ ان دو مذہبی رہنماؤں کو جو ہر مرتبہ نفاق و فتنہ کا باعث بن رہے تھے۔ انہیں مار ڈالنا چاہتے تھے... (واقعات کشمیر ص۲۲۱)

اے کاش صاحب واقعات کشمیر یہ بتلاتے کہ کب یہ دو بزرگ فتنہ کا باعث ہوئے؟ حالانکہ خود بھی دیدہ مری کو اس بات کا اعتراف ہے کہ انہی کی وجہ سے یعقوب شاہ اور شمس چک کے درمیان صلح ہوئی۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ دونوں امن پسند علماء لوگوں کو جھگڑا کرنے پر آمادہ کریں۔ خواجہ صاحب نے بڑی اچھی طرح سے اپنے ہم مسلکوں کا دفاع کیا ہے۔ بقول شاعر

خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم　　　انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

اور انہیں بری کرنے کی خاطر شیخ حسن اور بابا خلیل پر صرف اس وجہ سے بے بنیاد الزام عائد کیا ہے کیونکہ وہ شیعہ تھے۔ موصوف کے متضاد بیانات ہی ان کی عصبیت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

۲۔ شیعیان کشمیر ص ۱۱۴۔ ۱۱۵؛ تاریخ حیدر ملک ص ۱۹۷۔ ۱۹۸۔

﴿۲۰۰﴾

حسن یوسف، شیخ

مولانا شیخ حسن یوسف بن احمد میرزا بن محمد میرزا بن محمد ابراہیم بن خیرۃ اللہ بن ملا مہدی کشمیری حائری المعروف بہ اخباری جلیل القدر عالم تھے۔ آپ کی دادی ملا محمد جواد بن ملا محمد علی پادشاہ (م ۱۲۷۴ھ) کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کربلا میں سکونت کرتے تھے۔ آغا بزرگ تہرانی نے ان کے بعض نگارشات کو دیکھا تھا۔[۱]

﴿۲۰۱﴾

حُسین، سید

آپ نے میر سید محمد ہمدانی (م ۸۵۴ھ) کے دوش بدوش دین اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ آپ سید نور الدین کے مزار واقع متصل زینہ کدل کے سامنے دفن ہیں۔ ان کا مرقد خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کے مطابق ایک کوچے کے اندر خستہ حالت میں موجود تھا۔[۲]

۱۔ نقباء البشر ج ا ص ۴۵۵۔
۲۔ تاریخ حسن ج ۳ ص ۲۸؛ واقعات کشمیر ص ۱۰۸؛ تنبیہ العباد ص ۳۹۔

﴿۲۰۲﴾

حسین، قاضی سید شیرازی

قاضی سید حسین شیراز (ایران) میں قاضی تھے۔ آپ میر سید محمد ہمدانی (م ۸۵۴ھ) کے ساتھ ۷۹۶ھ میں کشمیر تشریف لائے۔ سلطان سکندر آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اس نے آپ کو کئی گاؤں بطور جاگیر دیئے۔ سرزمین کشمیر پر شرعی احکام جاری کرنے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔

مولانا شیرازی نے احادیث رتینہ پر مشتمل ایک رسالہ مرتب فرما کر میر سید محمد ہمدانی کی نظروں سے گذارا۔ لیکن بعض علماء ان حدیثوں کو معتبر نہیں جانتے تھے۔ آپ کی ذریت آج بھی کشمیر میں موجود ہے۔ ان میں سے میری ملاقات مفتی جلال الدین حسینی ساکنہ حول (سرینگر) سے ہوئی تھی جو کئی کتابوں کے مؤلف ہیں۔ قاضی سید حسین کا مقبرہ فتح کدل سرینگر میں مشہور ہے۔[۱]

﴿۲۰۳﴾

حیدر، سید

مورخ حسن نے آپ کو میر سید حسین سمنانی (م ۷۹۳ھ) کا برادر زادہ لکھا ہے۔ آپ نے انہی سے تربیت پائی اور اُن کی خدمت میں تن و من سے کوشش کرتے رہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ میر سمنانی کے باورچیخانہ میں ہر روز ایک خروار چاول پکتے تھے اور آپ کوئی چیز استعمال کئے بغیر گرم چاول اپنے ہاتھوں سے بانٹ دیتے تھے۔

آقا سید حیدر نے میر سید علی ہمدانی (م ۷۸۶ھ) کے ہمراہ تبلیغ اسلام میں بہت جد و جہد کی۔ آپ امیر سید حسین سمنانی کے ساتھ کولہ گام میں محو آرام ہیں۔[۲]

۱۔ واقعات کشمیر ص ۱۰۵؛ تاریخ حسن ج ۳ ص ۲۹۔

۲۔ تاریخ حسن ج ۳ ص ۱۰۔۱۱؛ واقعات کشمیر ص ۳۸۔

﴿۲۰۴﴾

داؤد، شیخ

شیخ داؤد کشمیری الاصل تھے۔ آپ نے میر سید تاج الدین ہمدانی کے دست حق پر بیعت کی اور ان کی شاگردی اختیار فرمائی۔ آپ اپنے مرشد کے مزار واقع شہاب الدین پورہ (سرینگر) میں دفن ہیں۔ صاحب خوارق السالکین نے شیخ داؤد کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے۔

چراغ بزم عرفان بود داؤد — بہار باغ ایمان بود داؤد
عزیز مصر احسان بود داؤد — غزال دشت ایقان بُود داؤد.[۱]

﴿۲۰۵﴾

زیرک، سید

آپ میر سید حسین سمنانی (م ۷۹۲ھ) کے عزیز واقارب میں سے تھے۔ انہی سے روحانی تربیت پائی تھی۔ آپ صاحب کرامات بزرگ تھے۔ اسلام کی نشر واشاعت میں میر سید علی ہمدانی (م ۷۸۶ھ) کے ساتھ شاندار خدمات انجام دیں۔ آپ سید باقر کے مقبرہ میں وچھن پارہ کے ویری سرن گاؤں میں دفن ہیں۔[۲]

۱۔ خوارق السالکین ص ۹؛ تاریخ حسن ج ۳ ص ۲۰۰۔

۲۔ تاریخ حسن ج ۳ ص ۱۱۔

﴿۲۰۶﴾

صادق، سید رضوی

مولانا سید صادق رضوی نے ابتداء میں مفتاح العلوم (اچھ گام) میں تعلیم حاصل کی اور پھر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے نجف گئے۔ وطن واپس آنے کے بعد تبلیغ میں مصروف رہے۔ آپ قریہ ٹینگن میں رہتے تھے۔ آپ مولانا سید جعفر موسوی (م ۱۳۸۴ھ) کے داماد تھے۔ آپ کا مدفن ٹینگن میں ہے۔ اس سے زیادہ آپ کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ حالانکہ میں خود ان کے گھر گیا جہاں میری ملاقات موصوف کے داماد مولانا سید عباس سے ہوئی۔ مگر افسوس وہ ان کا سنہ وفات تک نہ بتا سکے چہ جائیکہ حالات زندگی۔

﴿۲۰۷﴾

صالح، سید رضوی

السيد صالح[1] بن السيد حسين القمي بن السيد محمد بن السيد احمد بن السيد منهاج بن السيد جلال بن السيد قاسم بن السيد علي بن السيد حبيب بن السيد حسين بن السيد ابي عبد الله بن السيد احمد نقيب قم بن السيد محمد الاعرج بن السيد احمد بن موسيٰ المبرقع بن الامام ابي جعفر محمد بن علي الجواد عليهم السلام.

---

[1]۔ آیت اللہ سید محسن امین عاملی نے اعیان الشیعہ ج ۹ ص ۱۸۰ اور علامہ سید محمد حسین حسینی جلالی نے جریدۃ النسب ص ۱۲۰ پر آقای سید صالح رضوی کا شجرہ اسی طرح نقل کیا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں کیونکہ سید صالح رضوی بارہویں صدی ہجری میں انتقال کر گئے۔ اور سید حسین قمی کا انتقال نویں صدی ہجری میں ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سید حسین قمی سید صالح کے جد اعلیٰ تھے نہ کہ والد جیسا کہ مشجرات سادات رضویہ میں نقل کیا گیا ہے۔

علامہ سید صالح رضوی نہایت ہی متقی پرہیزگار اور جید عالم دین تھے۔آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ زیارات مشاہد مقدسہ میں گذارا۔آخری دفعہ سفر زیارت کرنے کے بعد مشہد الرضا سے واپس آرہے تھے کہ بمقام کابل (افغانستان) انتقال کرگئے۔اہل کابل آپ کے مزار کی زیارت کو آتے ہیں۔

اولاد

سید صفدر رضوی (دیکھئے احوال)۔[1]

﴿۲۰۸﴾

ظہیر الدین، ملا

ملا ظہیر الدین کشمیری ملا جواد کے بیٹے اور ملا محمد علی پادشاہ کے پوتے تھے۔آپ کا شمار افاضل لکھنؤ میں ہوتا ہے۔آپ متقی اور پرہیزگار عالم تھے۔مرزا محمد علی کشمیری جب ۱۲۸۶ھ میں نجوم السماء تحریر فرمارہے تھے۔اس وقت آپ کی اولاد لکھنؤ میں موجود تھی۔[2]

﴿۲۰۹﴾

عبداللہ، سید موسوی

السید عبد الله بن السید سلیمان بن السید جعفر بن السید ابراهیم بن السید عسکري بن السید احمد بن السید حیدر بن السید علي بن حاج السید محمد بن الشهید السید علي الموسوي

مولانا سید عبداللہ بزرگ عالم تھے۔آپ کربلا میں لاولد انتقال کرگئے۔[1]

---

[1]۔ نجوم السماء ص ۴۱۴؛ نقباء البشر ص ۶۷۱؛ فرشتگان جهان ص ۳؛ اعیان الشیعہ ج۹ ص ۱۸۰۔

[2]۔ الکرام البررۃ ج۲ ص ۶۸۳؛ خورشید خاور ص ۲۱۴۔

﴿۲۱۰﴾

عبد اللہ، ملا بحرینی

آپ ملا محمد کے فرزند ارجمند تھے اور ملا محمد برادر زادہ ملا محمد مقیم تھے۔ ملا عبد اللہ صاحب کربلا میں کسب فیض کرتے رہے۔ اُنہوں نے جو خط سیادت پناہ سید احمد بن سید باقر کو لکھا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ موصوف چہاردہ سال سے کربلا میں علوم اہلبیت حاصل کر رہے تھے۔

﴿۲۱۱﴾

عبد اللہ، سید رضوی قمی

مولانا سید عبد اللہ رضوی قمی کے والد محترم کا نام میر سید حسین قمی (م۱۸۱۷ھ) تھا۔ آپ صاحب علم و فضل اور تقویٰ و پرہیزگاری کے حامل تھے۔ مورخ حسن آپ کے بارے میں لکھتا ہے کہ آپ سید حسن قمی کے فرزند اور میر میرک اندرابی کے سسر تھے۔ آخری عمر میں آپ نے ایک سُنی نما رافضی کی دختر سے عقد کیا جس سے سید احمد پیدا ہوئے۔ پھر جب آپ کا انتقال ہو گیا تو سید احمد کی پرورش نانا نے مذہب شیعہ کے مطابق کی۔ آپ کی ذریت، آج بھی موجود ہے اور آپ کا مرقد قریہ احمد پورہ میں معروف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سید حسن قمی کا مزار شیعوں کے تصرف میں چلا گیا۔ اہل تشیع اس کی زیارت کو جاتے ہیں اور اہلسنت وہاں بالکل جاتے ہی نہیں ہیں۔

معلوم نہیں مورخ حسن کو کہاں سے یہ واقعہ الہام ہوا ہے۔ ان کا یہ بیان حسب ذیل وجوہات کی بناء پر باطل ہے۔

اول: سید حسن قمی لاولد تھے البتہ اُن کے برادر میر سید حسین قمی کے بیٹے کا نام سید عبد اللہ تھا۔

---

[1] مشجرات سادات موسویہ۔

دوم: سید عبد اللہ حدوداً ۸۸۵ھ میں انتقال کر گئے اور اس وقت ان کے بچے اتنے کمسن تھے کہ نانا نے پرورش کر کے انہیں شیعہ بنادیا جیسا کہ حسن نے لکھا ہے۔ پھر جب سید عبداللہ کی دختر شادی کے قابل ہو گئیں تو ان کے نانا جو کہ متعصب شیعہ تھے، کیونکر ان کی شادی ایک اہلسنت عالم سے کرتے؟

سوم: مورخ حسن نے میر میرک اندرابی کی ولادت ۹۹۱ھ میں بتلائی ہے اور پھر مورخ حسن کے مطابق انہوں نے چالیس سال عبادت و ریاضت میں گذارے اور آخری عمر میں سید عبد اللہ قمی کی دختر سے عقد کیا۔ اور ۹۹۰ھ میں انتقال کر گئے۔ سید عبد اللہ قمی کی دختر والد کی وفات کے وقت زیادہ سے زیادہ پانچ سال کی ہو گیں۔ اس حساب سے ان کی تاریخ ولادت تقریباً ۸۸۰ھ ہے۔ اگر ہم میر میرک اندرابی کی شادی کی تاریخ ۹۷۰ھ قرار دیں تو اس وقت سید عبد اللہ کی بیٹی ۹۰ سال کی تھی۔ بھلا اس عمر میں بھی کوئی شادی کرتا ہے؟ اور پھر حسن کا یہ کہنا کہ انہوں نے چھ بیٹوں اور دو بیٹیوں کو جنم دیا ہے۔ یہ سب بعید از عقل معلوم ہوتا ہے۔[1]

﴿۲۱۲﴾

عبد الرحیم، شیخ

آپ اسکندر پورہ میں سکونت کرتے تھے۔ مقدمات کی تکمیل کے بعد نجف اشرف تشریف لے گئے اور کئی سال تک علمائے کرام سے کسب فیض کرتے رہے۔ آیت اللہ شیخ علی اصغر (م ۱۳۵۳ھ) کی دختر آپ کی زوجہ تھیں۔ ان سے ایک فرزند شیخ محمد علی پیدا ہوئے جن کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ افسوس یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ نے کب اور کہاں انتقال فرمایا۔

[1] ۔ تاریخ حسن ج ۳ ص ۶۲، ۶۱، ۶۵۔

﴿۲۱۳﴾

عزیز اللہ، منشی

آپ ملا سعید الدین ہمدانی کی نسل سے منشی خاندان کے اعاظم علماء میں سے تھے۔ فقیر نے منشی نذیر احمد صاحب ساکنہ حبہ کدل (سرینگر) کے پاس کچھ مخطوطات دیکھے جو ان کے علم و فضل پر گواہ ہیں۔ انہوں نے پورے قرآن کا ترجمہ و تفسیر فارسی زبان میں لکھی ہے جو آج بھی منشی نذیر احمد صاحب کے پاس محفوظ ہے۔

﴿۲۱۴﴾

علی، سید موسوی

مولانا سید علی بن مصطفےٰ موسوی نے کشمیر میں ولادت پائی اور خصوصی تلمذ آیت اللہ سید مہدی موسوی (م ۱۳۰۹ھ) سے رہا۔ مزید تحصیل کے لیے عتبات عالیات گئے۔ آپ نے اپنے اُستاد آ قا سید مہدی کی وفات پر مرثیہ کہا ہے جو رسالہ نیت مطبوعہ کے آخر پر مولانا سید محمد باقر موسوی صاحب نے درج کیا ہے۔ آپ کا انتقال کربلا میں ہوا ہے۔

﴿۲۱۵﴾

علی اکبر، سید

آپ میر سید محمد ہمدانی (م ۸۵۴ھ) کے رفقاء میں سے تھے۔ کشمیر کے گرد و نواح میں آپ نے دین ناب محمدی کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ اپنے دور کے معروف عارف تھے۔ محلّہ تاشوان میں آپ کا مزار موجود ہے۔ یہ علاقہ اب ان ہی کے نام سے محلّہ سید علی اکبر کہلاتا ہے۔[1]

﴿۲۱۶﴾

علی حسن، مرزا

آثار

مفید الحجاج (فقہ اُردو)؛ طبع: بمبئی ہند۔[2]

﴿۲۱۷﴾

فضل علی، ملا بحرینی

آپ کے والد کا نام ملا محمد تھا۔ آپ اپنے برادر ملا عبد اللہ کے ساتھ کربلا میں چودہ سال تک تحصیل علم کرتے رہے۔ ملا عبد اللہ کے حالات میں ہم لکھ چکے ہیں کہ انہوں نے ایک خط اپنے احباب کے لیے

---

[1]۔ تاریخ حسن ج ۳ ص ۲۷؛ تنبیہ العباد ص ۳۹۔

[2]۔ امامیہ مصنفین ج ۲ ص ۲۱۔

کشمیر روانہ فرمایا تھا۔ اس میں آپ کا تذکرہ بھی موجود ہے اور آخر پر دونوں بھائیوں کی مہریں بھی ثبت ہیں۔

﴿۲۱۸﴾

قاسم، سید موسوی

مولانا حاج سید قاسم بن سید نقی بن سید صادق بن سید قاسم بن سید اکبر موسوی گوم احمد پورہ (ماگام) میں سکونت کرتے تھے۔ آپ نے کشمیر کے افاضل سے استفادہ کر کے پھر نجف میں علمائے اعلام سے کسب فیض کیا۔ آپ کو صرف و نحو میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ پنتالیس سال تبلیغ میں سر گرم رہے اور بعد رحلت اپنے آبائی مقبرہ گوم احمد پورہ میں دفن ہوئے۔

اولاد

۱. سید ابوالحسن؛ مولانا سید ابوالحسن نے پہلے اپنے والد سے تعلیم حاصل کی اور پھر لکھنؤ میں سلطان المدارس سے صدر الافاضل پاس کیا۔ تمام عمر دین اسلام کی خدمت کی۔ ماگام میں نماز جمعہ کی داغ بیل ڈالی اور اٹھارہ سال تک یہاں نماز جمعہ و جماعت پڑھاتے رہے۔ آپ کے کئی موقر مضامین ماہنامہ الارشاد میں شائع ہو چکے ہیں۔

۲. سید اسد اللہ؛ آپ نے مقامی علماء سے فیض پا کر نجف کی راہ لی۔ اور واپسی کے بعد پوری زندگی مذہب حقہ کی خدمت میں گزاری۔ مولانا سید اسد اللہ انجمن شرعی شیعیان کے اہم مبلغ تھے۔ اپنے برادر آقا سید ابوالحسن کی وفات کے بعد اُن کے جانشین قرار پائے۔ آپ گوم احمد پورہ میں دفن ہیں۔ آج کل آپ کے فرزند مولانا سید نور اللہ تبلیغی خدمات میں مصروف ہیں۔

۳. سید صادق؛

۴. سید محمد؛

۵. سید منظور۔

﴿۲۱۹﴾

محسن، حکیم

آپ بڑے عالم و فاضل تھے۔ کلام، طب، تاریخ، انشائ، موسیقی اور خط میں مہارت رکھتے تھے۔ فیض اللہ خان کے عہد میں رامپور میں رہے اور احمد علی خان کے زمانے میں وہاں سے دہلی ہجرت کر کے سکونت اختیار کی۔ (۱)

﴿۲۲۰﴾

محمد، شیخ کشمیری

آپ ملہ پورہ (اسکندر پورہ) میں سکونت کرتے تھے۔ ابتدائی تعلیم کشمیر میں حاصل کرنے کے بعد نجف اشرف تشریف لے گئے اور مرتے دم تک وہیں رہے۔ علامہ شیخ شبیر حسین ہندی آپ کے داماد تھے۔ مولانا حاجی سید عبد الباقی رضوی نے انہیں نجف میں دیکھا تھا۔

﴿۲۲۱﴾

محمد، میرزا ہمدانی

میرزا محمد ہمدانی نے میر سید علی ہمدانی (م ۷۸۶ھ) کے ہمراہ کشمیر ہجرت فرمائی۔ آپ شہر ہمدان کے برجستہ علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ نے کشمیر، بلتستان اور تبت وغیرہ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے اور ترویج شریعت میں مصروف رہے۔ آپ کی نسل سے ملا میرزا محمد امین (دیکھئے احوال) جیسے نامی

۱۔ نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۴۱۷۔ ۴۱۸۔

فاضل و شاعر گذرے ہیں۔ اور خود میرزا محمد امین کے فرزند کے پوتے شہید رابع مرزا محمد کامل (دیکھئے احوال) جیسے بلند پایہ فقیہ، متکلم، طبیب اور شاعر تھے۔[۱]

﴿۲۲۲﴾

محمد، شیخ پرے

مولانا محمد شیخ محمد پرے کا تعلق جڈیبل کے پرے خاندان سے ہے۔ کشمیر میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم نجف اشرف میں حاصل کی۔ اور شائد وہیں انتقال کرگئے۔[۲]

﴿۲۲۳﴾

محمد، سید حسینی

علامہ سید محمد کے والد کا نام سید ہاشم حُسینی تھا۔ لفظ حسینی سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ حضرت امام حسین کی نسل سے تھے۔

آثار

فوائد الغري (عربي فقه)؛آغاز: الحمد لله الذي نجانا من متابعة اهل الاراء و منانا بموالاة الائمة النجباء و شرفنا باالاقتفاء بآثار العلمائ......جلد اول در بیان اصول دین و امور اعتقادی، جلد دوم در بیان فقہ،اس کا اصل نسخہ کتابخانہ آیت اللہ العظمٰی مرعشی (قم) میں زیر نمبر ۶۷۴۶ موجود ہے۔[۳]

۱۔ ضمیمہ شجرہ طیبہ جز۲ ص۶؛ گلستان زہرا ص۱۸۔

۲۔ مکتوب مولانا حاجی سید عبد الباقی رضوی۔

۳۔ فہرست کتابخانہ مرعشی ج۱۷، ص۳۰۰۔

۲۲۴

محمد، سید موسوی

مولانا سید محمد بن باقر بن سید حسین بن سید مہدی بن سید حسین بن سید علی موسوی مہوارہ میں پیدا ہوئے۔آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ مفتاح العلوم (اچھ گام) میں حاصل کر کے نجف کا رُخ کیا۔آپ مہوارہ میں دفن ہیں۔آپ کے فرزند مولانا سید محمد حسین موسوی کاشان (ایران) میں مقیم ہیں۔

۲۲۵

محمد، سید موسوی اردبیلی

علامہ سید محمد موسوی اردبیلی، شہید سید حیدر موسوی (م۸۲۲ھ) کے برادر تھے۔ آپ لاولد انتقال کر گئے۔ آپ کا مزار ہبک ٹینگو بانگل میں معروف ہے۔اس پر ایک چوبی قبہ موجود تھا۔ مگر زمانہ کی دست برد سے اس کی حالت خستہ ہو چکی تھی۔ مرحوم مولانا محمد جواد انصاری صاحب نے اسے پھر سے تعمیر کروایا۔

۲۲۶

محمد، سید کرمانی

آپ میر سید محمد ہمدانی (م۸۵۴ھ) کے ہمراہ لوگوں کی ہدایت کرتے رہے۔ بڑے جلیل القدر سید تھے۔ محلّہ تاشوان اردو بازار (سرینگر) میں دفن ہیں۔آپ کا مزار شریف مقام فیض و برکت ہے۔[1]

[1]۔ تاریخ حسن ج۳ ص۳۱؛ واقعات کشمیری ص۱۱۱؛ تنبیہ العباد ص۲۸۔

﴿۲۲۷﴾

محمد، افضل سید

آپ میر سید محمد ہمدانی (م ۸۵۴ھ) کے ہمرکاب علوم دین اور شرعی احکام کی نشر و اشاعت میں مصروف رہے۔ آپ معنوی کمالات کے حامل تھے۔ عمر بھر لوگوں کو راہ ہدایت دکھاتے رہے۔ آپ میر سید محمد مدنی کے مزار کے قریب مزار شعراء میں دفن ہیں۔[۱] مرحوم حاجی سید افضل جلالی صاحب نے آپ کی قبر پر روضہ تعمیر کروایا۔ یہ محلّہ آپ ہی کے نام پر محلّہ سید افضل کے نام سے موسوم ہے۔[۲]

﴿۲۲۸﴾

محمد، تقی ملا

ملا محمد تقی کے والد ملا احمد علی اور دادا ملا محمد پادشاہ تھے۔ آپ زیور علم و فضل سے آراستہ تھے۔ ۱۲۸۶ھ میں آپ کی اولاد لکھنؤ میں پائی جاتی تھی۔[۳]

﴿۲۲۹﴾

محمد صادق، ملا ہمدانی

آپ ملا عبد الرشید بن ملا سعید الدین ہمدانی کے صاحبزادے تھے۔ اپنے بزرگوں کی طرح علم و فضل میں کمال پایا اور عمر بھر مذہب حقہ کی نشر و اشاعت میں مصروف رہے۔ آپ ہی نے پہلی مرتبہ سیاسی

۱۔ نہیں معلوم خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے کیونکر آپ کا مدفن بہاء الدین گنج بخش کے مقبرہ میں لکھا ہے۔ حالانکہ آپ کا مزار بہت مشہور ہے۔

۲۔ تاریخ حسن ج ۳ ص ۳۳؛ واقعات کشمیر ص ۱۱۲؛ تنبیہ العباد ص ۳۹۔

۳۔ نجوم السماء ص ۳۷۵؛ خورشید خاور ص ۳۴۷؛ الکرام البررۃ ج ۱ ص ۲۰۸۔

حالات ناسازگار ہونے کی وجہ سے اپنے آبائی محلّہ خانقاہ معلیٰ سے بابا پورہ حبہ کدل ہجرت فرمائی۔ آپ کے فرزندان ملاابی طالب اور ملاغالب اپنے دور کے جید علماء میں سے تھے۔[۱]

﴿۲۳۰﴾

محمد، سید بخاری

مولانا سید محمد بن باقر شاہ بخاری کشمیری نے لکھنؤ میں نشو نما پائی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم سید العلماء سید حسین نقوی (م ۱۲۷۳ھ) سے حاصل کی اور پھر عتبات تشریف لے گئے۔ تکمیل تحصیل کے بعد واپس لکھنؤ تشریف لے آئے۔ آپ لکھنؤ میں درس وتدریس کے علاوہ رشد وہدایت کا کام انجام دیتے رہے۔ آپ اکثر علوم میں ماہر تھے۔ صاحب تکملہ نے آپ کے بارے میں عجیب و غریب چیزیں تحریر فرمائی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔[۲]

﴿۲۳۱﴾

محمد، سید حسینی عاملی

علامہ سید محمد بن علی حسینی عاملی کشمیر میں سکونت کرتے تھے۔ آپ عالم، فاضل، فقیہ، نحوی، شاعر اور نہایت ہی صالح تھے۔ صاحب امل الآمل شیخ حر عاملی (م ۱۱۰۴ھ) نے آپ کو اپنا معاصر لکھا ہے۔[۳]

۱۔ شیعیان کشمیر ص ۱۸۷۔۱۸۸۔

۲۔ تکملہ نجوم السماء ج ۱ ص ۴۵۴۔۴۵۵۔

۳۔ نجوم السماء ص ۹۷؛ طبقات اعلام الشیعہ ص ۵۲۸؛ امل الآمل ج ۱ ص ۱۶۹۔

﴿۲۳۲﴾

محمد کاظم، سید

سید محمد کاظم نام اور سید قاضی کے نام سے معروف تھے۔ آپ میر سید علی ہمدانی (م۷۸۶ھ) کے تربیت یافتگان میں سے تھے۔ انھی کے ساتھ کشمیر تشریف لائے۔ لتہ پورہ میں تبلیغ کا فریضہ انجام دینے پر مامور ہوئے۔ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے آپ کو "مظہر مفاخر و مجمع مکارم" جیسے صفات سے یاد کیا ہے۔ آپ صاحب کرامات بزرگ تھے چنانچہ جب میر ہمدانی پانپور میں مقیم تھے تو انہیں فتوحات نامی ایک کتاب کو دیکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چونکہ آپ اُن کے کتابخانہ کے نگراں تھے اس لیے آپ سے کتاب طلب فرمائی۔ آپ نے کتاب تلاش کی مگر ہاتھ نہ آئی گویا یہ کتاب شہر طالقان میں رہ گئی تھی۔ سید محمد کاظم نے پل جھپکتے ہی یہ کتاب طالقان سے لاکر میر ہمدانی کی خدمت میں پیش کی۔ آپ کا مزار لتہ پورہ میں موجود ہے۔[۱]

﴿۲۳۳﴾

مسعود، سید

آپ میر سید تاج الدین حسینی ہمدانی کے اصحاب میں سے بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ آپ اپنے اُستاد میر سید تاج الدین کے فرمان کے موجب ملکوں اور شہروں کی سیر کرتے ہوئے کشمیر میں داخل ہوئے۔ اس وقت سلطان شہاب الدین کا بیٹا مرزا حسن خناق کی بیماری سے قریب المرگ تھا۔ اس نے سید مسعود کے دُعا سے ہی شفاء پائی۔ سلطان نے آپ سے کشمیر میں رہنے کی گذارش کی مگر آپ راضی نہ ہوئے۔ اپنے اُستاد کے حالات و کمالات سنا کر کہا کہ میں ان کی خدمت کے بغیر یہاں نہیں رہ سکتا۔ سلطان نے میر سید تاج الدین سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور ایک خط ان کے لیے روانہ فرمایا۔ جب سید

۱۔ تاریخ حسن ج۳ ص۱۹؛ واقعات کشمیر ص ۹۳۔ ۹۴۔

مسعود اُستاد کے پاس پہنچے تو انہوں نے سلطان کے اوصاف بیان کئے اور اُن کا نامہ بھی دے دیا۔ پھر میر سید تاج الدین اپنے خانوادہ اور چند اصحاب کو ساتھ لے کر ۷۶۲ھ میں وارد کشمیر ہوئے۔ سید مسعود بھی ان صحابیوں میں شامل تھے۔آپ بعد وفات سید تاج الدین کے مقبرہ میں دفن ہوگئے۔ [۱]

﴿۲۳۴﴾

مصطفیٰ، ملا انصاری

ملا مصطفیٰ انصاری صاحب کے والد ملا عباس اور داد املا فضل علی انصاری (م ۱۲۶۳ھ) تھے۔آپ نے اپنے فرزند ملا حیدر علی انصاری (م ۱۳۳۳ھ) کی کتاب "بالقرۃ فی تحقیق الغرۃ" پر عربی زبان میں تقریظ لکھی ہے۔

﴿۲۳۵﴾

ملک یوسف کشمیری

آثار

نور الہدایۃ (فارسی کلام)؛آغاز: حقیقت حمد مختص بجناب حضرت وجودیت۔ [۲]

۱۔ تاریخ حسن ج ۳ ص ۸۔۹۔

۲۔ کشف الحجب ص ۵۹۲۔

﴿۲۳۶﴾

میر مرتضیٰ، سید

سید میر مرتضیٰ بن محمد کشمیری شاگرد علامہ سید دلدار علی غفرانمآب (م ۱۲۳۵ھ)

آثار

میزان المقادیر (عربی فقہ)؛آغاز: بحمدک یا من لا یفی بوزن آلائہ اثقال الجبال ولا یحیط بیسیر من جزیل نعمائہ مکیال الخیال...اس کا مخطوطہ کتابی آیت اللہ مرعشی نجفی بن سید محمود تبریزی قم میں موجود ہے۔[1]

۱۔ الذریعہ ج ۲۳ ص ۳۲۴۔

فہارس

- فہرست اسماء
- فہرست اماکن
- فہرست کتب

منابع

فہرست اسماء

فہرست کتب

فہرست اماکن

منابع

- مطبوعات
- مخطوطات
- رسائل

کتابیات

﴿مطبوعات﴾

۱) آثار محمدی/ مہدی حسین نجفی/ لکھنؤ، ہند/ ۱۹۵۳ء۔
۲) آفتاب خوبان/ سید علی اکبر صداقت/ قم، ایران/ ۱۳۸۴ھ ش۔
۳) احوال وآثار واشعار میر سید علی ہمدانی/ ڈاکٹر محمد ریاض/ اسلام آباد، پاکستان۔
۴) اسوہ عارفان/ صادق حسن زادہ/ قم، ایران/ ۱۳۸۴ھ ش۔
۵) اعیان الشیعہ/ سید محسن امین عاملی/ نجف، عراق/ بیروت، لبنان/ ۱۴۰۳ھ۔
۶) امیر کاروان/ سید عبد الحسین مصطفیٰ موسوی/ قم، ایران۔
۷) اوراد فتحیہ/ سید علی ہمدانی/ تحقیق: سید کمال الدین حسین ہمدانی/ علی گڑھ، ہند۔
۸) ایقاظ العباد/ سید یوسف موسوی صفوی/ بڈگام، کشمیر/ ۱۳۷۰ھ۔
۹) بالقرۃ فی تحقیق الغرۃ/ ملا حیدر علی انصاری/ لاہور، پاکستان۔
۱۰) برصغیر کے امامیہ مصنفین/ سید حسین عارف نقوی/ اسلام آباد، پاکستان۔
۱۱) بہارستان شاہی/ نا معلوم/ تحقیق: ڈاکٹر اکبر حیدری/ بڈگام، کشمیر/ ۱۹۸۲ء۔
۱۲) تاریخ اقوام کشمیر/ محمد الدین فوق/ سرینگر، کشمیر/ ۲۰۰۴ء۔
۱۳) تاریخ حسن/ پیر غلام حسن کھویہامی/ سرینگر، کشمیر۔
۱۴) تاریخ کشمیر/ سید علی/ سرینگر، کشمیر/ ۱۹۹۴ء۔
۱۵) تاریخ کشمیر/ ملک حیدر چاڈورہ/ ترجمہ و تحقیق: رضیہ بانو/ دہلی، ہند/ ۱۹۹۱ء۔
۱۶) تاریخ کشمیر/ محمد الدین فوق/ سرینگر، کشمیر۔
۱۷) ترجمۃ الصلوٰۃ/ ابو الحامد منشی حسن/ امرتسر، ہند/ ۱۳۱۸ھ۔
۱۸) ترجمۃ الکنی والالقاب/ شیخ عباس قمی/ تہران، ایران/ ۱۳۵۱ھ۔

۱۹) تذکرہ اطبائے اودھ / حکیم سید کمال الدین حسین ہمدانی / دہلی، ہند / ۲۰۰۸ء۔
۲۰) تذکرہ بے بہاء فی تاریخ العلمائ / سید محمد حسین نوگانوی / دہلی، ہند۔
۲۱) تذکرہ علمای امامیہ پاکستان / سید حسین عارف نقوی / اسلام آباد، پاکستان / ۱۴۰۴ھ۔
۲۲) تذکرہ مجید در احوال الشہید / سید سبط الحسن ہنسوی / طبع سوم۔
۲۳) تکملۃ نجوم السمائ / میرزا محمد مہدی کشمیری / قم، ایران۔
۲۴) تنبیہ الامۃ الی الاحادیث الائمۃ / سید محسن جلالی / تحقیق: سید محمد باقر جلالی / قم، ایران / ۱۴۲۴ھ۔
۲۵) تنبیہ العباد فی الاحوال مولوی محمد جواد / منشی جعفر / سرینگر، کشمیر۔
۲۶) جریدۃ النسب لمعرفۃ من انتسب الی خیر أب / سید محمد حسین جلالی / اردن / ۱۴۱۸ھ۔
۲۷) جمال آفتاب (ضمیمہ اسوہ عارفان) / محمود طیار مرغی / قم، ایران / ۱۳۸۴ھ ش۔
۲۸) جواہر اللاآلی فی سلسلۃ آل الجلالی / سید محمد حسین جلالی / شیکاگو، امریکا / ۱۴۲۳ھ۔
۲۹) چاند میری زمین پھول میرا وطن / سید محمد انیس کاظمی / سرینگر، کشمیر / ۲۰۰۸ء۔
۳۰) چودھویں صدی / منشی محمد اسحاق / سرینگر، کشمیر۔
۳۱) چہل اسرار / سید علی ہمدانی / سرینگر، کشمیر / ۱۴۲۳ھ۔
۳۲) الحبل المتین / سید محسن حسینی کشمیری / شیکاگو، امریکا / ۱۴۲۶ھ۔
۳۳) خزینہ احمدی المعروف بہ گنجینہ محمدی / سید رسول شاہ / سرینگر کشمیر / ۱۹۵۷ء۔
۳۴) خصال الشیعہ / شیخ محمد مہدی نجفی / تحقیق: سید محسن علی سبزواری / لاہور، پاکستان / ۱۳۲۷ھ۔
۳۵) خلاصۃ المناقب / نورالدین جعفر بدخشی / تحقیق: ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر / اسلام آباد، پاکستان / ۱۹۸۸ء۔
۳۶) خلاصۃ المناقب / نورالدین جعفر بدخشی / ترجمہ و تحقیق: ڈاکٹر شمس الدین احمد، سرینگر کشمیر۔
۳۷) خورشید خاور / سید سعید اختر رضوی / بہار، ہند / ۱۴۲۲ھ۔
۳۸) دفع المغالطہ / میرزا سید محمد علی رضوی / بمبئی، ہند / ۱۳۰۸ھ۔

۳۹) الذریعہ الی تصانیف الشیعہ/ آغا بزرگ تہرانی/ بیروت، لبنان/ ۱۴۰۳ھ۔
۴۰) راج ترنگنی/ جونہ راجہ/ ترجمہ و تحقیق: ڈاکٹر شمس الدین احمد/ سرینگر، کشمیر/ ۲۰۰۷ء۔
۴۱) رشحات کوثر/ سید محمد انیس کاظمی/ سرینگر، کشمیر/ ۱۳۹۱ھ۔
۴۲) روح و ریحان/ سید علی اکبر صداقت/ قم، ایران/ ۱۳۸۰ھ ش۔
۴۳) ریاض العلماء و حیاض الفضلائ/ میرزا عبد اللہ افندی/ تحقیق: سید احمد حُسینی/ قم، ایران/ ۱۴۰۱ھ۔
۴۴) رود کوثر/ شیخ محمد اکرام/ دہلی ہند۔
۴۵) السادۃ فی السیادۃ السادۃ/ سید ابوالقاسم رضوی/ لاہور، پاکستان/ ۱۳۰۸ھ۔
۴۶) شاہ ہمدان حیات اور کارنامے/ ڈاکٹر شمس الدین احمد/ سرینگر، کشمیر/ ۲۰۰۷ء۔
۴۷) شباب کشمیر/ محمد الدین فوق/ سرینگر، کشمیر/ ۱۹۹۳ء۔
۴۸) شجرہ طیبہ/ سید باقر معرکہ دار/ سرینگر، کشمیر۔
۴۹) الشجرۃ الطیبۃ/ ڈاکٹر سید فاضل موسوی صفوی خلخالی/ قم، ایران/ ۱۴۱۴ھ۔
۵۰) شہید علمائے حق/ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی/ لکھنؤ ہند/ ۲۰۰۸ء۔
۵۱) شیخ محمد علی حزیں حیات اور کارنامے/ شمیم اختر/ لکھنؤ، ہند/ ۲۰۰۳ء۔
۵۲) شیعیان کشمیر/ حکیم غلام صفدر ہمدانی/ دہلی، ہند/ ۱۳۸۹ھ۔
۵۳) صاحب مودۃ القربی/ حکیم سید کمال الدین حسین ہمدانی/ علی گڑھ، ہند/ ۱۴۰۴ھ۔
۵۴) صبح طالع/ سید باقر معرکہ دار/ سرینگر، کشمیر/ ۲۰۰۷ء۔
۵۵) ضمیمہ الشجرہ الطیبۃ/ ڈاکٹر سید فاضل موسوی صفوی خلخالی/ قم، ایران/ ۱۴۱۴ھ۔
۵۶) عارف وارستہ/ سید عبد الحسین مصطفے موسوی/ بڈگام، کشمیر۔
۵۷) غروب آفتاب/ غلام علی گلزار/ سرینگر، کشمیر/ ۱۴۲۰ھ۔
۵۸) فصل الخطاب فی جواب مشاکیک الانساب/ ملا حیدر علی انصاری/ لاہور، پاکستان۔
۵۹) فرشتگان جهان/ سید محمد نقی رضوی/ لکھنؤ، ہند/ ۱۴۲۴ھ۔

۶۰) فہرس التراث اہل البیت/ سید محمد حسین جلالی/ تحقیق: سید محمد جواد جلالی/ قم، ایران۔

۶۱) فہرست کتابخانہ راجہ محمود آباد/ مرکز تحقیقات فارسی/ دہلی، ہند/۱۴۰۸ھ۔

۶۲) فی کشمیر/ سید محمد حسین جلالی/ بڈگام، کشمیر/ ۱۴۲۳ھ۔

۶۳) قبس من سیرۃ الشہید الجلالی/ حیدر قاسم اسدی حلی/ قم، ایران/ ۱۴۲۴ھ۔

۶۴) قصۃ الثقافۃ الاسلامیۃ فی کشمیر/ شفیق الرحمٰن خان قاسمی/ کپوارہ، کشمیر/ ۱۴۲۴ھ۔

۶۵) کحل الجواہر/ سید علی موسوی/ لاہور، پاکستان/ ۱۲۹۴ھ۔

۶۶) کشف الحجب والاستار/ سید اعجاز حسین کنتوری/ کلکتہ، ہند۔

۶۷) کشمیر سلاطین کے عہد میں/ محب الحسن/ ترجمہ: علی حماد عباسی/ اعظم گڑھ، ہند/۱۳۸۶ھ۔

۶۸) کلیات حکیم حبیب اللہ/ سید انیس کاظمی و یاسین منظر/ سرینگر، کشمیر/ ۱۹۸۱ء۔

۶۹) کلیات حکیم محمد عظیم و منشی محمد یوسف/ مقبول ساجد/ سرینگر، کشمیر/ ۲۰۰۰ء۔

۷۰) کلیات منشی صفدر علی/ مقبول ساجد/ سرینگر، کشمیر/ ۲۰۰۰ء۔

۷۱) گلستان زہرا/ سید محمد انیس کاظمی/ بڈگام، کشمیر/ ۲۰۰۷ء۔

۷۲) ماثر رحیمی/ عبد الباقی نہاوندی/ کلکتہ، ہند/ ۱۹۲۴ء۔

۷۳) مجالس المومنین/ شہید قاضی سید نور اللہ شوستری/ تہران، ایران/ ۱۲۹۹ھ۔

۷۴) مجموعۃ الرسائل/ سید محمد ہمدانی/ سرینگر، کشمیر/ ۱۹۹۴ء۔

۷۵) مختصر تاریخ کشمیر/ محمد امین پنڈت/ سرینگر، کشمیر/ ۱۹۹۳ء۔

۷۶) مروج اسلام در ایران صغیر/ ڈاکٹر پرویز اذکائی/ ہمدان، ایران/ ۱۳۷۰ھ ش۔

۷۷) مسألۃ الغنائ/ سید مہدی موسوی صفوی/ قم، ایران/ ۱۴۰۴ھ۔

۷۸) مشعل/ سید اکبر ہاشمی/ سرینگر، کشمیر۔

۷۹) مطلع انوار/ سید مرتضیٰ حسین فاضل/ لاہور، پاکستان/ ۱۴۰۲ھ۔

۸۰) منار الہدیٰ/ محمد حسین اعلمی حائری/ تحقیق: شیخ احمد حائری/ قم، ایران/ ۱۴۲۳ھ۔

۸۱) من ایام الجلالی فی القاسم/ شہید شیخ وہاب قاسم اسدی/ نجف، عراق/ ۱۳۹۶ھ۔

۸۲) میر سید علی ہمدانی/ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر/ سرینگر کشمیر/ ۱۹۹۱ء۔
۸۳) نجوم السماء فی تراجم العلمائ/ مرزا محمد علی کشمیری/ تحقیق: میر ہاشم محدث/ تہران، ایران/ طبع اول: ۱۳۸۲ھ ش، طبع دوم: ۱۳۸۷ھ ش۔
۸۴) نزہۃالخواطر و بہجۃالمسامع والنواظر/ عبدالحہ بن فخر الدین حسنی/حیدرآباد، ہند/ ۱۳۸۲ھ
۸۵) نقباء البشر فی القرآن الرابع عشر/ آغابزرگ تہرانی/تعلیقات: سید عبدالعزیز طباطبائی/ مشہد، ایران/ ۱۴۰۴ھ۔
۸۶) واقعات کشمیر/خواجہ محمد اعظم دیدہ مری/ترجمہ: ظہور شداد اظہر/ سرینگر، کشمیر/ ۲۰۰۳ء۔

﴿مخطوطات﴾

۱) بیاض حسن/ سید حسن معرکہ دار/ ذاتی کتب خانہ۔
۲) تاریخ کشمیر/ سید علی/ کتب خانہ حکومت جموں و کشمیر۔
۳) تحفۃ المجالس/ سید محمد ہمدانی/ کتب خانہ حکومت جموں و کشمیر۔
۴) جامع الرضوی/ ملا عبد الغنی ہمدانی/ کتب خانہ حکومت جموں و کشمیر۔
۵) خوارق السالکین/ احمد بن صبور/ کتب خانہ حکومت جموں و کشمیر۔
۶) سلسلۃ المشائخین/ ملا احمد خطیب/ کتب خانہ حکومت جموں و کشمیر۔
۷) فتحات الکبرویہ/ عبد الوہاب نوری/ کتب خانہ حکومت جموں و کشمیر۔

﴿رسائل﴾

۱) آلو (دوماہہ)/ شمارہ ۵ نومبر ۲۰۰۷ء۔

۲) الارشاد (ماہنامہ)/ شمارہ: ذی القعدہ ۱۳۸۷/ شعبان ۱۳۸۴/ بڈگام، کشمیر۔

۳) پہچان (ہفتہ وار)/ ج ا شمارہ ۸ جمعہ ۲۸ ستمبر ۲۰۰۷ئ/ سرینگر، کشمیر۔

۴) سرفراز/ کانفرنس نمبر ۱۹ اپریل ۱۹۵۸ء۔

۵) سفینہ (ماہنامہ)/ خطیب اہل بیت نمبر/ ج ۴۸ شمارہ ۵-۶، جمادی الاول والثانی ۱۴۲۷ھ/ سرینگر، کشمیر۔

۶) شعاع عمل (ماہنامہ)/ نومبر ۲۰۰۵ئ/ لکھنؤ، ہند۔

۷) یادگاری مجلّہ/ ۱۴۲۴ھ/ دہلی، ہند۔

اجازات

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الرحيم المنّان الواحد الأحد حمداً لا يقدّر بمقدار ولا يحصى بعدد الذي جعل العلماء ورثة الأنبياء الكرام

واسطة لتبليغ رسالة الشرع وإعلاء [illegible] الأنام الذي [illegible] الحياة وشفاء [illegible] الفضل وعظيم الأجر

والصلاة والسلام على محمد أشرف سفراء الله وآله الأمناء ما أشرق الصبح ودجى الظلام وبعد فلا يخفى أن جناب

السيد الحسيب النسيب ذي الفضل الباهر والشرف الفاخر العالم النبيل والفاضل الجليل الموفق المؤيد المسدد

السيد محمد [illegible] دام الله علاه وكثّر أمثاله ممن قضى شطراً من عمره وأفنى قوّته من دهره في تحصيل الكمالات

الدينية والكمالات [illegible] المعارف الإلهية [illegible] حتى نال المراد وبلغ مرتبة الاجتهاد

فحقّ له أن يعمل [illegible] مراعياً للاحتياط [illegible] الإفراط والتفريط وأرجو أن لا ينساني

من صالح الدعاء فإنه لا يضيع أجر المحسنين وهو حسبنا ونعم الوكيل في [illegible] محرم [illegible] ١٣ (الأحقر عبد الحسين [illegible])

اجازه اجتهاد آیت الله العُظمیٰ شیخ عبد الحُسین رشتی غروی

به آیت الله سید محمد موسوی (م۱۳۷۸ه)



بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله المتوحد بالعز والبقاء المتفرد بالعظمة والكبرياء المتفضل على عباده بالنعم والآلاء والصلوة والسلام على خاتم الرسل وسيد الانبياء محمد المبعوث بالشريعة السهلة السمحاء وعلى اوصيائه الائمة النجباء النقباء الهادين الى المحجة البيضاء ما دامت الارض والسماء

اما بعد فان احق الفضائل بالتعظيم واولها باستحقاق التقديم هو العلم اذ به يكتسب الانسان رفعة القدر في حيوته وجزيل الاجر وجميل الذكر بعد وفاته والعلماء ورثة النبيين وسادة المسلمين وقد من الله تعالى بهم على عباده المؤمنين فجعلهم قادة يقتبس آثارهم ويقتدى بفعالهم ويستضاء بانوارهم ومنهم العالم العامل ذو الشرف الرفيع والفضل الجميع الورع التقى الصالح الامين معتمد العلماء الاعلام وثقة الاسلام السيد محمد الملقب بصدر الافاضل نجل المرحوم المغفور له السيد مصطفى الكشميري فانه اطال الله بقائه غادر وطنه وهاجر عن مسكنه ونفر للتفقه في الدين وجاور مشهد جده امير المؤمنين عليه افضل الصلوة والسلام وصرف مدة غير قليلة من عمره في تحصيل العلوم الدينية والمعارف الالهية وحضر ابحاث العلماء الاعلام والجهابذة العظام وجد واجتهد حتى بلغ ما اراد بل الى فوق المراد فلما رأيناه ... والصلاحية من جميع الجهات ووجدناه امينا على الدين والدنيا اجزنا له ان يروى عنا جميع ما صحت لنا روايته بحق اجازتنا من المشايخ العظام والاساتذة الاعلام وحفظة الاخبار والآثار المروية عن نبي الاسلام واوصيائه الائمة الامام صلوات الله عليهم اجمعين لاسيما ما اودعه المشايخ الابرار رضوان الله عليهم في الكتب الاربعة المشهورة الكافي والفقيه والتهذيب والاستبصار ورخصناه في اقامة الجمعة والجماعة وان يتصدى لما لا يجوز التصدي له الا بالاذن من الحاكم الشرعي الجامع لشرائط الولاية العامة من التصرف في اموال الصغار والمجانين والغائبين عند مسيس الحاجة اليه مراعيا في ذلك غبطتهم والنظر في الاوقاف التي لا متولى لها شرعا اصلا او عارضا وتجهيز الاموات الذين لا ولى لهم وقبض الوجوه الشرعية الواجبة والمندوبة كالخمس والزكوة والمظالم ومجهول المالك وحق الامام ارواحنا له الفداء وغيرها من الحقوق الالهية الواجبة والمندوبة واذنا له ان يصرف منها مقدار حاجته مقتصدا في ذلك ثم يوصل الينا البقية ان شاء الله تعالى والمامول منه ايده الله تعالى وسدده الحزم في جميع اموره وملازمة الاحتياط في اقواله وافعاله ونرجو من اخواننا المؤمنين وفقهم الله تعالى لمرضاته ان يغتنموا نعمة وجوده ويطيعوه وياخذوا عنه معالم دينهم ويراجعوه فيما احتاجوا اليه من المسائل الشرعية ويعتمدوا عليه فيما يرويه من فتاوينا الفقهية ويراعوه ويعينوه في اموره ... وهو ادام الله تاييده ان لا ينسانا من دعواته في جميع الحالات خصوصا عند مظان الاستجابة ان شاء الله تعالى والسلام عليه ... ورحمة الله وبركاته

حرر في شهر شعبان المعظم ۱۳۵۸

محمد حسين الغروي الاصفهاني

اجازه اجتهاد آیت الله العُظمیٰ شیخ محمد حُسین غروی اصفهانی به علامه سید محمد موسوی (م۱۳۷۸ ھ)



بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی فضّل العلماء العاملین علی کافة الطبقات سوی الانبیاء المرسلین واوصیائه

والائمة الهداة المهدیین والصلاة والسلام علی خیر الخلق خاتم النبیین وعلی آله الطاهرین

حجج الله علی الاولین والآخرین ولعنة الله علی اعدائهم اجمعین من الآن الی قیام یوم الدین

وبعد فان جناب السید العالم الفاضل [illegible] العلماء والاعلام ثقة الاسلام [illegible]

الآغا سید محمد الکاظمی [illegible] سلمه الله تعالی ممن هاجر من وطنه الی الغری لتحصیل العلوم

الدینیة من العقلیة والنقلیة وحضر لدی الاعیان مدة فی تنقیح المباحث [illegible] سنین

حتی حصل له بحمد الله والمنة الکمالات الصوریة والمعنویة وبلغ الرتبة

من الاجتهاد مقرونا بالصلاح والرشاد فلیشکر الله علی هذه النعمة

العظمی والموهبة الکبری شکرا له دائم توفیقه [illegible] الروایة مقتدیا بالسلف

الصالحین واحتفاء بمشایخنا الماضین ما [illegible] واجزت له ان یروی عنی

علی ما صح له روایته وساغت لی اجازته عن اساتیدنا الکرام [illegible] والله

الحلال والحرام فمنهم استادی العلامة آیة الله التقی المتقی [illegible] الشیرازی

[illegible] السید العلامة الحجة السید حسن الصدر نور الله مرقدهما [illegible]

وصایته [illegible] مشایخنا الثقات من سلوک جادة التقوی والاحتیاط فانه سبیل النجاة

وصلاح الدارین وفلاح النشأتین فی ۱۲ رجب ۱۳۶۱ الاحقر محمد کاظم الشیرازی

اجازه اجتهاد آیت الله العُظمیٰ محمد کاظم شیرازی به آیت الله سید محمد موسوی (م۱۳۷۸ ه)



بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله المتوحد بالفرد والبقاء والمتفرد بالعظمة والكبرياء المتفضل على عباده بالنعم والآلاء والصلوة والسلام على خاتم
وسيد الانبياء محمد المبعوث بالشريعة السهلة السمحاء وعلى آله الائمة الهادين الى المحجة البيضاء ما دام الارض والسماء وبعد
فقد قضت البراهين العقلية والنقلية بان العلم احسن عماد واتقن سناد اذ به يعرف الله تعالى ويوحد ويطاع ويعبد وقد
رفع الله به في كل جيل اقواماً فايد بهم الدين ومدحهم في كتابه المبين بقوله عز من قائل هل يستوي الذين يعلمون والذين
لا يعلمون انما يتذكر اولوا الالباب الا وان منهم العالم العامل ذو الفضل الباهر والشرف الظاهر الورع التقي النقي الامين
فخر العلماء الاعلام وثقة الاسلام وسليل السادات العظام السيد محمد ابن المرحوم السيد مصطفى الكشميري فانه
سلمه الله تعالى ممن هاجر عن وطنه الى الغري لتحصيل علوم الدينية من العقلية والنقلية وصرف مدة غير قليلة من عمره في
تحصيل علوم الدينية والمعارف الالهية وقد حضر في بحثي برهة من الزمان وجد واجتهد حتى حصل له الكمالات الصورية
والمعنوية وبلغ مرتبة الاجتهاد مقروناً بالصلاح والسداد ثم انه دام توفيقه استجازني في الرواية اقتداءً بالسلف الصالحين
واقتفاءً بمشايخنا الماضين فاجبت مسئوله واجزت له ان يروي عني ما صحت لنا روايته وساغت لنا اجازته عن
المشايخ العظام والاساتذة الكرام سيما ما اودعه المشايخ الثلاثة رضوان الله تعالى عليهم في الكتب الاربعة والمأمول منه
الاحتياط فانه سبيل النجاة ويوصي اخواننا المؤمنين وفقهم الله تعالى لمرضاته ان يغتنموا الفرص وجوده ويطيعوه ويأخذوا
منهم معالم دينهم كما نرجو منه ان لا ينسانا من دعواته في جميع الحالات خصوصاً عند مظان الاستجابات انشاء الله تعالى
والسلام عليه وعليهم جميعاً ورحمة الله وبركاته

محمد الحسين آل كاشف الغطاء

وقع في مدرستنا العلمية في النجف الاشرف
٢٥ ربيع المولود المبارك

اجازه اجتهاد آیت الله العُظمیٰ شیخ محمد حُسین آل کاشف الغطاء به آیت الله سید محمد موسوی (م۱۳۷۸ ﮪ)

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی أشرف الأنبیاء
والمرسلین محمد وآله الطیبین الطاهرین واللعن الدائم علی أعدائهم
أجمعین من الآن إلی قیام یوم الدین وبعد جناب مستطاب عماد العلماء
الأعلام التقی الزکی السید محمد الکشمیری دامت توفیقاته مدتی از عمر شریف خود را در
حوزه مقدسه علمیه نجف اشرف صرف در تحصیل علوم شرعیه و کسب کمالات و معارف الهیه نموده
و بحمد الله تعالی حائز مراتب فضل و کمال گردیده لذا از طرف اینجانب مجاز میباشند در تصدی
امور حسبیه که تصدی بآنها در زمان غیبت ولی عصر ارواحنا فداه متوقف باذن حاکم شرع
انور و فقیه جامع الشرائط است و نیز مجازند در اخذ حقوق شرعیه و صرف در موارد لازم
و هم چنین مجازند در اخذ سهم مبارک امام علیه افضل الصلاة والسلام و صرف مقداری
از آن در امور معاشیه خود بنحو کفاف و عفاف با مراعات کمال احتیاط و ارسال
باقی باینجانب که در حفظ حوزه مقدسه علمیه نجف اشرف بمصرف برسد و برادران
مؤمنین و مقلدین اینجانب لازم است که از وجود جناب معظم بهره مند و مستفیض شوند و احترامات
لائقه بمقام ایشان کما هو حقه بکنند و اوصیه بملازمة التقوی والاحتیاط فی جمیع
الامور وان لا ینسانی من صالح دعواته فی مظان الاجابة

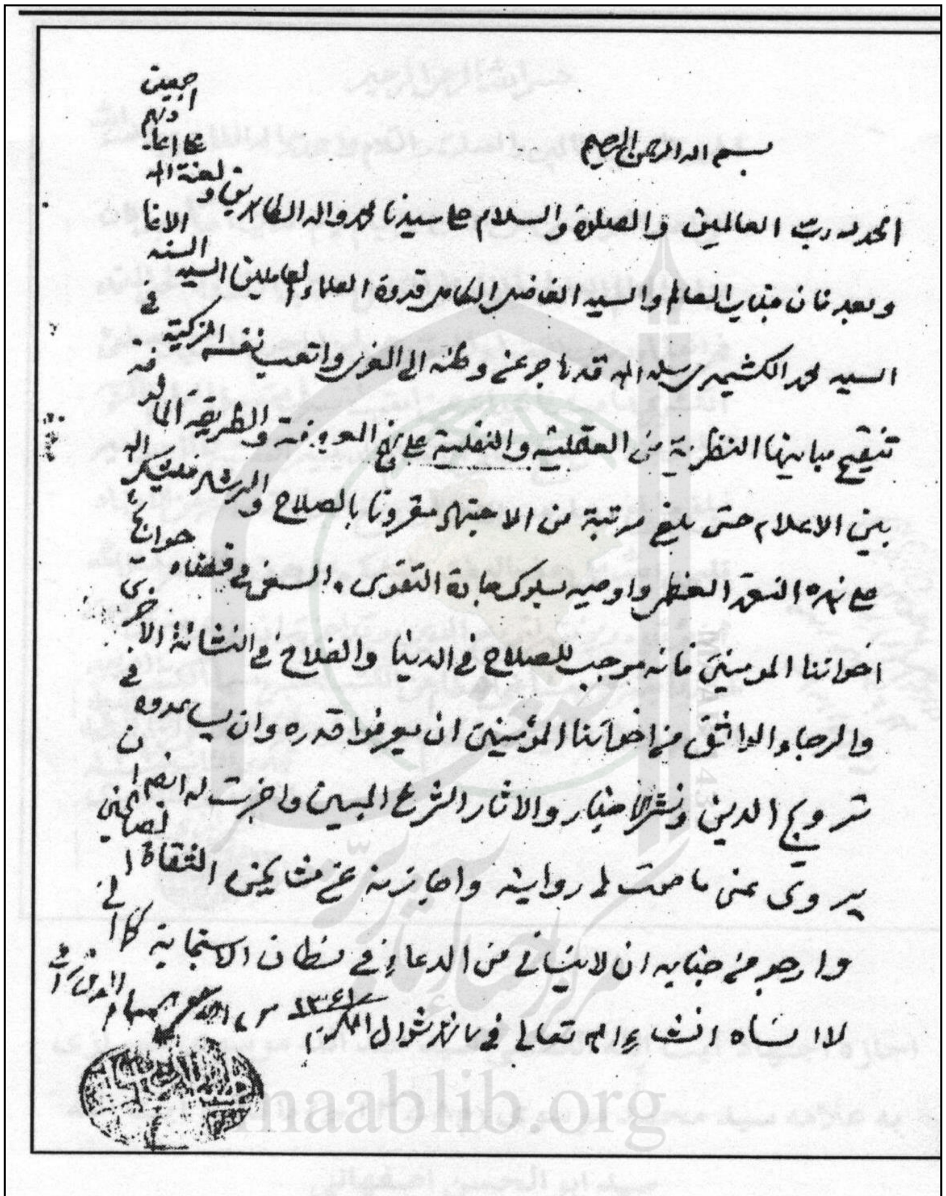
محسن الطباطبائی الحکیم

٢٥ ذق ١٣٧٧

اجازه آیت الله العُظمیٰ سیدمحسن حکیم طباطبائی به علامه
سید محمد موسوی (م۱۳۷۸ ﻫ)


بسم الله الرحمن الرحیم
الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی خیر خلقه واشرف بریته
محمد وآله الطیبین الطاهرین ولعنة الله علی اعدائهم اجمعین اما بعد فلا یخفی
فضل العلماء وانهم ورثة الانبیاء ومدادهم افضل من دماء الشهداء
قال الله تعالی هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ومنهم العالم العامل
والفاضل الکامل السید السند والحبر المعتمد التقی النقی والزکی الصفی عماد
الاسلام وثقة الاسلام السید محمد الکشمیری دامت افاضاته فانه قد بذل
کثیراً من عمره الشریف فی تحصیل العلوم الدینیة وجد واجتهد حتی نال مرتبة
عالیة من العلم ودرجة سامیة من الفضل مع ما فیه من التقوی والورع وقد
اجزته فی تصدی الامور الشرعیة الحسبیة المتوقفة علی اذن الحاکم الشرعی
وهو وکیل عنی ومجاز من قبلی فی اخذ الحقوق الشرعیة وقبضها مثل الزکوة
والمظالم ومجهول المالک والاثلاث والاوقاف العامة وصرفها فی مصارف
المقررة الشرعیة المطهرة وسهم الامام علیه السلام بان یصرف الی اهله
الثلث فی مصارفه اللازمة ومصارف اهل العلم والطلاب والسادات
العلویات والفقراء المضطرین وغیر ذلک [illegible] سهم الامام علیه السلام
وان یرسل الینا بالبقیة الی النجف الاشرف لمساعدة الطلاب واهل العلم و[illegible]
فی الامور اللازمة للحوزة العلمیة ان شاء الله تعالی وقد اجزته ان یروی عنی کلما صحت لی
روایته عن مشایخی العظام رضوان الله علیهم والرجاء ان لا ینسانی من الدعاء کما لا انساه ان شاء الله
فی ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۷۳
الاحقر عبد الله الموسوی [illegible]

اجازه اجتهاد آیت الله العُظمیٰ سید عبد الله موسوی به علامه
سید محمد موسوی (م۱۳۷۸ھ)



بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد وآله الطاهرين ولعنة الله على اعدائهم اجمعين

وبعد فان جناب العالم والسيد الفاضل الكامل قدوة العلماء العاملين السيد السند الآغا

السيد محمد الكشميري سلمه الله قد هاجر عن وطنه الى الغري واتعب نفسه الزكية في

تنقيح مبانيها النظرية من العقلية والنقلية على طريقة الائمة

بين الاعلام حتى بلغ مرتبة من الاجتهاد مقرونا بالصلاح والرشاد فليشكر الله

على هذه النعمة العظمى واوصيه بسلوك جادة التقوى والسعي في قضاء حوائج

اخواننا المؤمنين فانه موجب للصلاح في الدنيا والفلاح في النشأة الاخرى

والرجاء الواثق من اخواننا المؤمنين ان يعرفوا قدره وان يساعدوه في

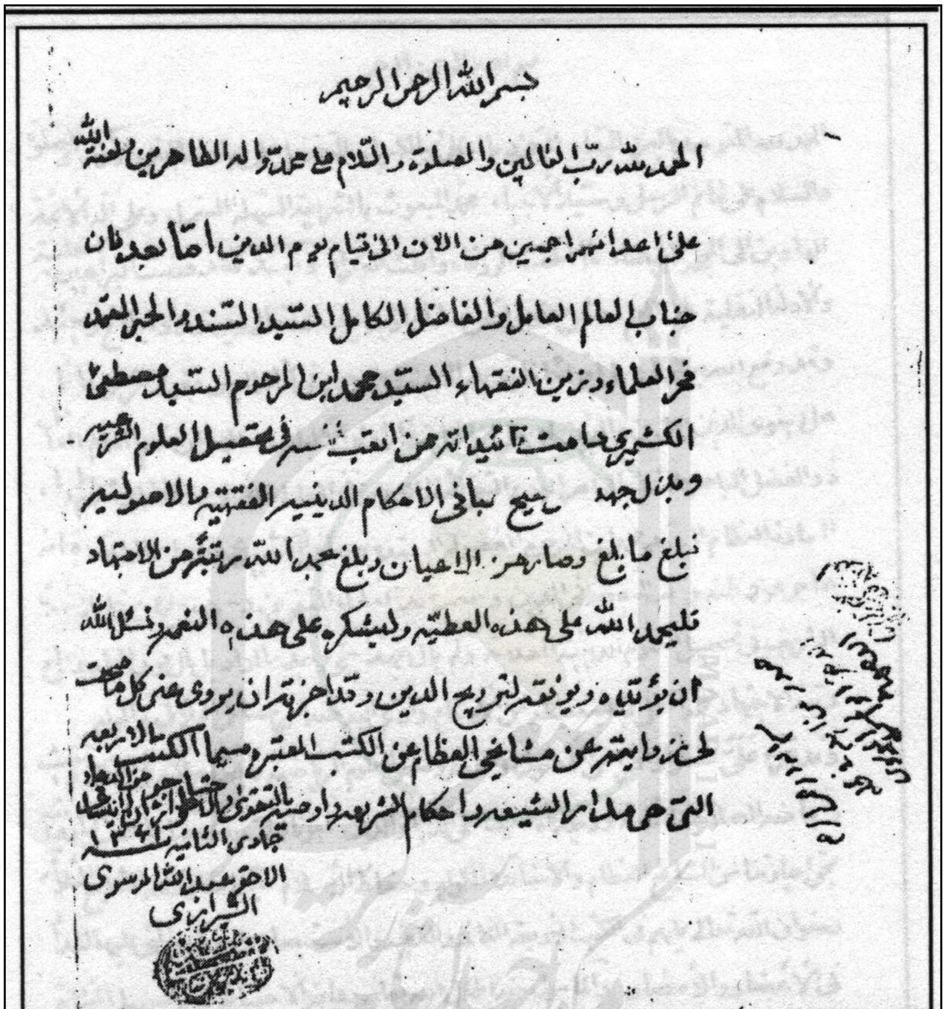
ترويج الدين ونشر الاحكام والآثار الشرع المبين واجزت له ان

يروي عني ما صحت لي روايته واجازته عن مشايخي الثقاة

والرجاء من جنابه ان لا ينساني من الدعاء في مظان الاستجابة كما اني

لا انساه ان شاء الله تعالى في [illegible] شوال المكرم ١٣٤١ [illegible] ضياء الدين العراقي

اجازه اجتهاد آیت الله العُظمیٰ شیخ ضیاء الدین عراقی به آیت الله سید محمد موسوی (م۱۳۷۸ ه)



بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على محمد وآله الطاهرين ولعنة الله
على اعدائهم اجمعين من الان الى قيام يوم الدين اما بعد فان
جناب العالم العامل والفاضل الكامل السيد السند والحبر المعتمد
فخر العلماء وزين الفقهاء السيد محمد ابن المرحوم السيد مصطفى
الكشميري دامت تاييداته ممن اتعب نفسه في تحصيل العلوم الشرعية
وبذل الجهد [illegible] في مباني الاحكام الدينية الفقهية والاصولية
فبلغ ما بلغ وصار من الاعيان وبلغ بحمد الله مرتبة من الاجتهاد
فليحمد الله على هذه العطية وليشكره على هذه النعمة واسأل الله
ان يؤيده ويوفقه لترويج الدين وقد اجزته ان يروي عني كل ما صحت
لي روايته عن مشايخي العظام من الكتب المعتبرة سيما الكتب الاربعة
التي هي مدار الشيعة في احكام الشريعة واوصيه بالتقوى

جمادى الثانية سنة ۱۳

الاحقر عبد الله الموسوي
الشيرازي

اجازه اجتهاد آیت الله العُظمیٰ سید عبد الله موسوی شیرازی
به علامه سید محمد موسوی (م۱۳۷۸ ه) با تائید آیت الله
سید ابو الحسن اصفهانی

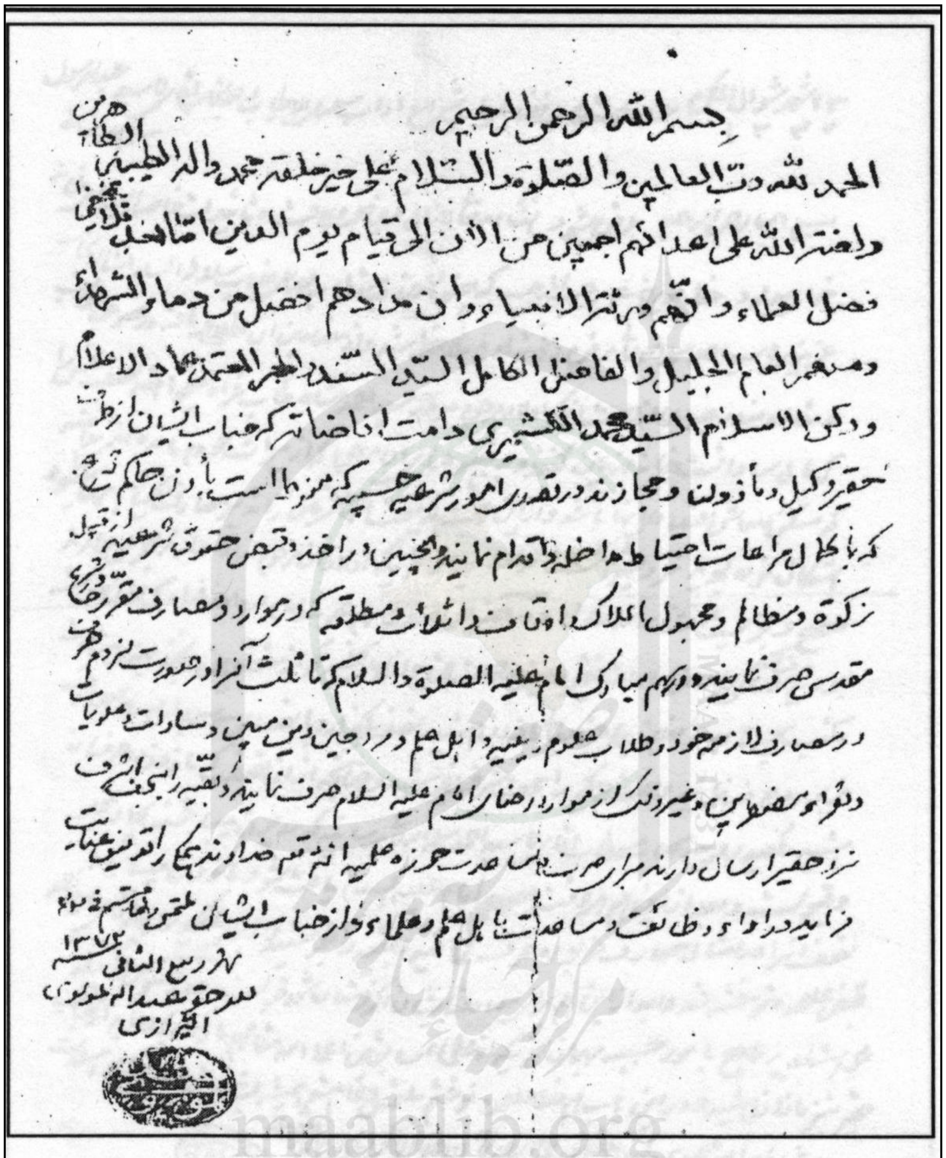

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله المتوحد بالعز والبقاء المتفرد بالعظمة والکبریاء المتفضل علی عباده بالنعم والآلاء والصلوة والسلام علی خاتم الرسل وسید الانبیاء محمد المبعوث بالشریعة السهلة السمحاء وعلی آله الائمة الهادین الی المحجة البیضاء ما اظلت الخضراء واقلت الغبراء وبعد فقد قضت البراهین العقلیة والادلة النقلیة بان العلم احسن عاد واثمن [illegible] الی الله تعالی [illegible] وقد دفع الله به فی کل جیل اقواماً [illegible] الدین [illegible] فی کتابه المبین بقوله عز من قائل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب الا وان ممن [illegible] العالم العامل ذو الفضل الباهر والشرف الزاهر الورع التقی [illegible] العلماء الاعلام [illegible] السادة العظام السید محمد ابن المرحوم المغفور له السید مصطفی الکشمیری [illegible] فی الدین [illegible] العلماء المتبحرین [illegible] الشریف فی تحصیل العلوم الدینیة المقدسة ولم یال جهداً حتی وجد [illegible] المراد بل فوق المراد وبلغ درجة الاجتهاد فله العمل بما یستنبطه من الاحکام وادی الیه نظره من مسائل الحلال والحرام وقد قرء علی شطراً وافراً من الاصول والفقه وبعض العلوم الریاضیة مما یحتاج الیه فی الفقه وحیث رأینا منه الصلاحیة التامة ووجدناه امیناً علی الدنیا والدین اجزنا له ان یروی عنا ما صحت لنا روایته بحق اجازتنا من المشایخ العظام والاساتذة الکرام وحفاظ الاسلام سیما ما اودعه المشایخ الثلاثة رضوان الله تعالی علیهم فی الکتب الاربعة الکافی والفقیه والاستبصار والتهذیب التی علیها المدار فی الاعصار والامصار والمأمول منه اطال الله بقاءه رعایة الاحتیاط فانه سبیل النجاة ونرجو من اخواننا المؤمنین وفقهم الله تعالی لمرضاته ان یطیعوه ویأخذوا منه معالم دینهم ویتعلموا منه المسائل الشرعیة ویغتنموا نعمة وجوده ویراعوا جانبه ویعاونوه علی امر دینه ودنیاه کما نرجو من جنابه ان لا ینسانا من دعواته خصوصاً فی خلواته وعقیب صلواته ان شاء الله تعالی والسلام علیه وعلیهم ورحمة الله وبرکاته

حرره بیده الجانی اسد الله الزنجانی

فی شهر صفر الخیر ۱۳۶۲

اجازه اجتهاد آیت الله العُظمیٰ اسد الله زنجانی به علامه سید محمد موسوی (م۱۳۷۸ ه)


بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على خير خلقه محمد وآله الطيبين الطاهرين

ولعنة الله على اعدائهم اجمعين من الآن الى قيام يوم الدين اما بعد فلا يخفى

فضل العلماء وانهم ورثة الانبياء وان مدادهم افضل من دماء الشهداء

ومنهم العالم الجليل والفاضل الكامل السيد السند الحبر المعتمد عماد الاعلام

وركن الاسلام السيد محمد الكشميري دامت افاضاته كه جناب ايشان از طرف

حقير وكيل و ماذون و مجازند در تصدى امور شرعيه حسبيه كه منوط است باذن حاكم شرع

كه با كمال مراعات احتياط و ملاحظه اقدام نمايند و همچنين در اخذ و قبض حقوق شرعيه از قبيل

زكوة و مظالم و مجهول المالك و اوقاف و اثلاث مطلقه كه در موارد و مصارف مقرره شرع

مقدس صرف نمايند و در سهم مبارك امام عليه الصلوة والسلام كه تا ثلث آن را در صورت لزوم

در مصارف لازمه خود و طلاب علوم دينيه و اهل علم و مروجين دين مبين و سادات علويات (?)

و ذوى الحقوق (?) و مصلحين (?) و غير ذلك از موارد رضاى امام عليه السلام صرف نمايند و بقيه را بنجف اشرف

نزد حقير ارسال دارند براى صرف در مساعدت حوزه علميه ان شاء الله تعالى خداوند همگى را توفيق عنايت

فرمايد در اداى وظائف و مساعدت با اهل علم و علماء و از جناب ايشان ملتمس دعا هستم فى مواقع (?)

ربيع الثانى سنه ۱۳۷۲

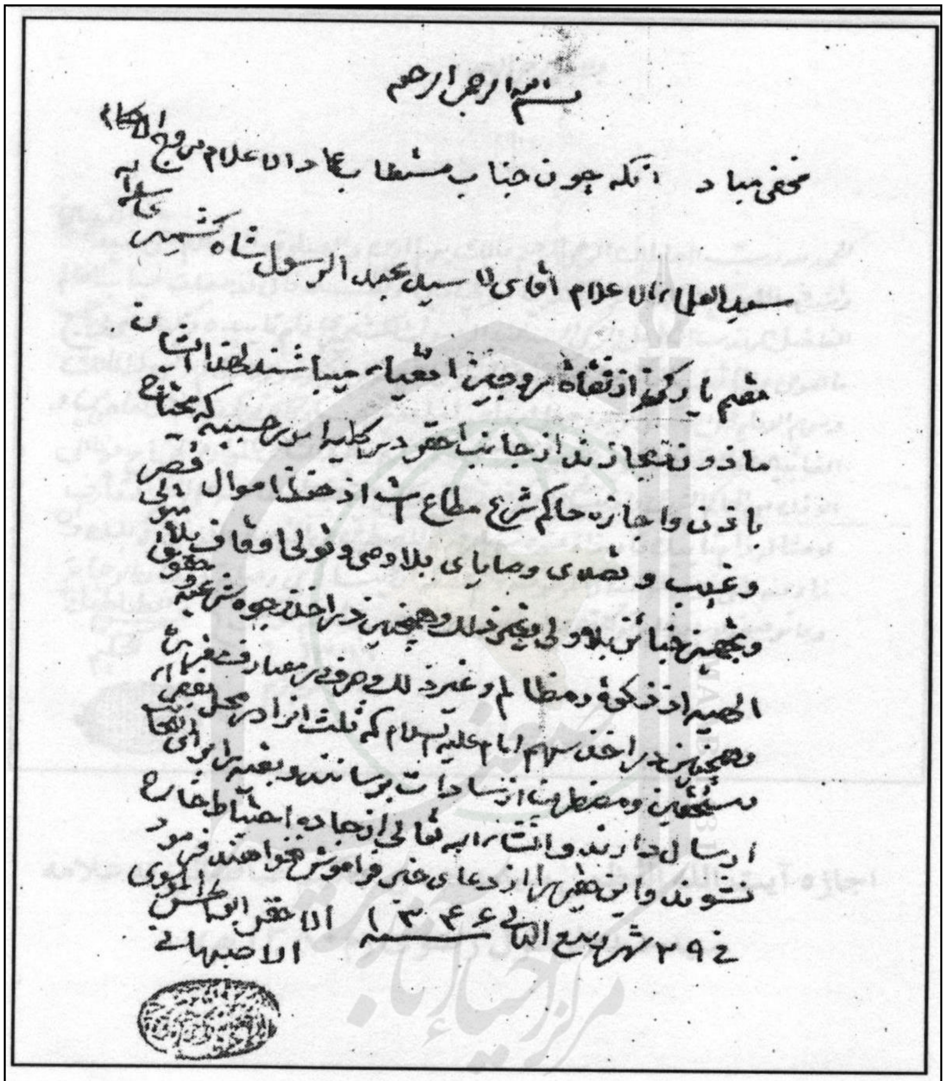
الاحقر عبدالله الموسوى الشيرازى

اجازه آیت الله العُظمیٰ سید عبد الله موسوی شیرازی به علامه سید محمد موسوی (م۱۳۷۸ ه)



نامه آیت الله العُظمیٰ سید ابوالحسن اصفهانی به حجة الاسلام

سید عبد الرسول رضوی (م ۱۳۸۰ ه)


بسم الله الرحمن الرحیم

مخفی مباد آنکه چون جناب مستطاب عماد الاعلام مروج الاحکام
سید العلماء الاعلام آقای آقا سید عبد الرسول شاه کشمیری [illegible]
مقیم [illegible] از ثقات مروجین [illegible] می‌باشند لهذا ایشان
مأذون و مجازند از جانب احقر در تکفل امور حسبیه که محتاج
باذن و اجازه حاکم شرع مطاع است از قبیل اموال قصر
و غیب و تصدی وصایای بلاوصی و تولی اوقاف بلا متولی
و تجهیز جنائز بلا ولی و غیر ذلک و همچنین در اخذ وجوه شرعیه و حقوق
الهیه از زکوة و مظالم و غیر ذلک و صرف در مصارف [illegible]
و همچنین در اخذ سهم امام علیه السلام که ثلث آنرا در محل [illegible]
مستحقین [illegible] سادات برسانند و بقیه را [illegible]
ارسال دارند [illegible] احتیاط را از دست ندهند
[illegible] از دعای خیر فراموش نفرمایند
فی ۲۹ شهر ربیع الثانی سنه ۱۳۴۶ الاحقر ابو الحسن الموسوی
الاصفهانی

اجازه آیت الله العُظمیٰ سید ابو الحسن اصفهانی به حجة الاسلام سید عبد الرسول رضوی (م ۱۳۸۰ ه)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين الرحمن الرحيم مالك يوم الدين والصلوة والسلام على سيد النبيين
واشرف المرسلين محمد وآله الطاهرين الغر الميامين وبعد فاني قد جعلت جناب العالم
الفاضل المهذب الكامل الزكي السيد عبد الرسول الكشميري دام تاييده وكيلا عني في جميع
ما هو من وظائف الحاكم الشرعي كقبض الحقوق الشرعية من الزكوة ورد المظالم ومجهول المالك
وسهم الامام عجل الله تعالى فرجه وجعل ارواحنا فداه وغيرها وكالتصدي لحفظ مال القاصرين و
الغائبين والاذن في تجهيز الاموات الذين لا ولي لهم وغير ذلك من الموارد المحتاج فيها الى
الاذن من الحاكم الشرعي واذنت له في التصرف في الحقوق الشرعية مقتصدا وجاريا على النهج المتعارف
لوجوه البر دام تاييده فان زاد عنده شيء صرفه في المضطرين من المؤمنين الذين هم في بلده وان
زاد عنه شيء ارسله الينا والمرجو منه دام فضله ان لا ينسانا من دعواته في مظان الاجابة
وما توفيقي الا بالله عليه توكلت واليه انيب وهو حسبنا ونعم الوكيل

محسن الطباطبائي الحكيم

١٣٦٦

١٩ محرم الحرام

اجازه آیت الله العُظمیٰ سید محسن حکیم طباطبائی به علامه سید عبد الرسول رضوی (م١٣٨٠ ھ)

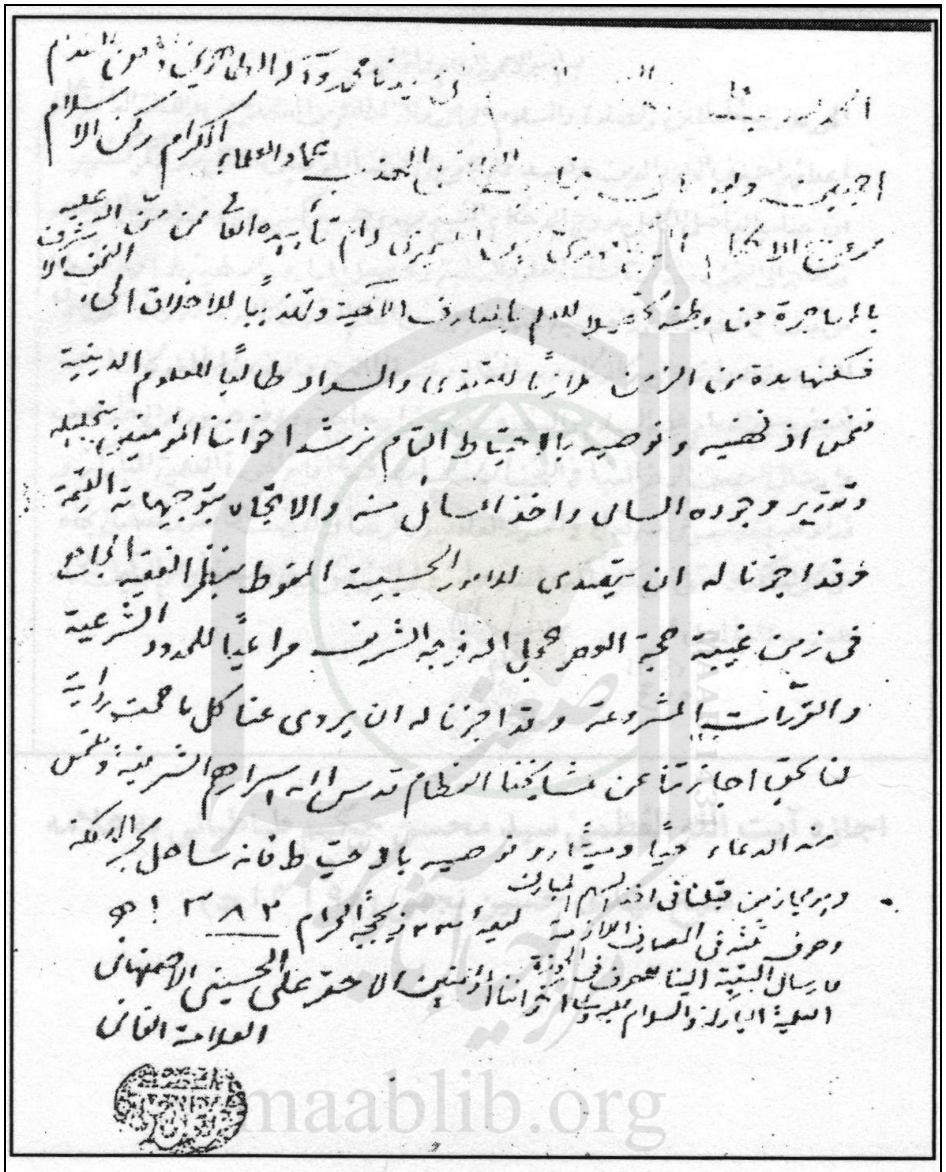
بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد وآله الطاهرين
وبعد فقد جعلت ولدنا العلامة الزكي السيد محمد تقي جلالي دام توفيقه
متولياً على عرصة خان الوقف الواقعة في ناحية القاسم عليه السلام والتي
كانت سابقاً موقوفة على أن تكون خاناً يأوي إليه الزائرون ونظراً
إلى سقوطه عن الانتفاع الذي قصده الواقف بسبب هدمه وعروض الخراب
عليه فأصبحت تلك العرصة صدقة مطلقة أمرنا وكيلنا السيد المذكور
ببنائها ليكون قسم منها مدرسة دينية وقسم آخر يكون داراً يسكنها
العالم الديني الذي يحل في تلك الناحية ويقوم بوظائفه الدينية
من تعليم الأحكام ونشر الحلال والحرام والتوجيه الديني الصحيح ويكون
منصوباً من قبل المرجع العام في التقليد الذي يرجع إليه أهل الناحية
كما جعلته متولياً على الدكاكين المبنية في أرض الخان المذكور ليصرف
منافعها في مصالح المدرسة والدار المذكورين والله سبحانه ولي التوفيق

محسن الطباطبائي الحكيم

٢٨ ذق ٥

وقف نامه مدرسه قاسم مرجع بزرگ آیت الله العُظمیٰ سید محسن حکیم طباطبائی به آیت الله شهید جلالی (م ۱۴۰۲ ه)



الحمد لله ... سيدنا محمد وآله الطاهرين ...
اجمعين وبعد ... الجناب ... عماد العلماء الكرام ركن الاسلام
... من اشرف ...
بالمهاجرة من وطنه ... ولقد ... الاشتياق الى
فسكنها مدة من الزمن ... والسواد طالبا للعلوم الدينية
فنحن اذ نهنيه ونوصيه بالاحتياط التام نرشد اخواننا المؤمنين بتجليله
وتوقير وجوده ... واخذ ... منه والايصال بتوجهاته القيمة
وقد اجزنا له ان يتصدى للامور الحسبية المنوط ... الى الفقيه الجامع
في زمن غيبة حجة العصر عجل الله فرجه الشريف مراعيا للحدود الشرعية
والقربات المشروعة وقد اجزنا له ان يروي عنا كل ما صحت روايته
لنا بحسب اجازاتنا عن مشايخنا العظام قدس الله اسرارهم الشريفة ونلتمس
منه الدعاء حيا وميتا ونوصيه بالاحتياط فانه ساحل بحر الهلكة
... في ... المبارك
لعيد ... ذي الحجة الحرام ١٣٨٢ هـ
... الاحقر علي الحسيني الاصفهاني
العلامة الفاني

اجازه آیت الله العُظمیٰ سید علی حُسینی اصفهانی معروف به علامه فانی به شیخ مهدی حسین نجفی (م۱۴۱۹ه)



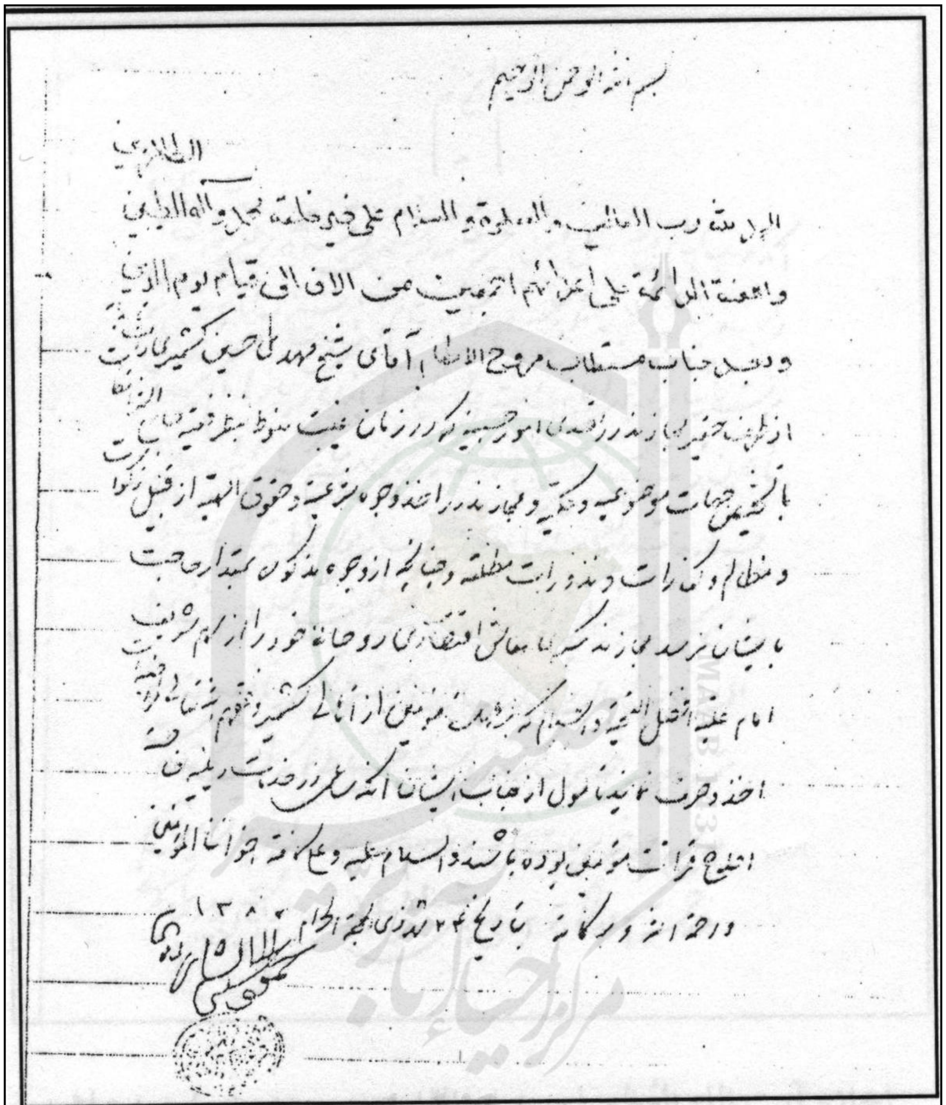
بسم الله الرحمن الرحيم وله الحمد

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على محمد وآله الطاهرين المعصومين واللعنة الدائمة على
أعدائهم أجمعين إلى يوم الدين وبعد فلا يخفى على إخواننا المؤمنين أهالي سرينگر كشمير
أن جناب الفاضل الكامل مروج الأحكام الشيخ مهدي حسين كشميري وفقه الله تعالى لمراضيه
قد هاجر إلى النجف منذ مدة لطلب العلوم الدينية وتحصيل المعارف الإلهية ولذا فهو مأذون
من قبلنا في التصدي للأمور الحسبية المتوقفة على إذن الحاكم الشرعي كما أنه مأذون في قبض الحقوق
الشرعية المنطبقة عليه كالزكاة ورد المظالم ومجهول المالك والنذور المطلقة كما أن له أن
يقبض سهم الإمام عليه السلام والتصرف فيه بمقدار حاجته ودفع ضرورته إلى حد النصف
وإرسال النصف الآخر إلينا في النجف الأشرف لنصرفه في إقامة الحوزة العلمية المباركة و
قد أوصيته بتقوى الله تعالى في السر والعلانية والرضا والغضب فإن تقوى الله تعالى النجاة
من كل هلكة وعتق من كل ملكة والله سبحانه ولي التوفيق وهو حسبنا ونعم الوكيل والحمد
لله رب العالمين

محسن الطباطبائي
الحكيم

١٣٨٦
٢٥ ج

اجازه آیت الله العُظمیٰ سید محسن حکیم طباطبائی به علامه شیخ مهدی حسین نجفی (م ۱۴۱۹ ﻫ)



بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی خیر خلقه محمد و آله الطاهرین

واللعنة الدائمة علی اعدائهم اجمعین من الان الی قیام یوم الدین

و بعد جناب مستطاب مروج الاحکام آقای شیخ مهدی حسین کشمیری دامت تأییداته

از طرف حقیر مجازند در تصدی امور حسبیه که در زمان غیبت منوط بنظر فقیه جامع الشرائط است

با تشخیص جهات موضوعیه و حکمیه و مجازند در اخذ وجوه شرعیه و حقوق الهیه از قبیل زکوات

و مظالم و کفارات و نذورات مطلقه و هر آنچه از وجوه مذکوره بمقدار حاجت

با ایشان برسد مجازند صرف نمایند ... خود را از سهم شریف

امام علیه افضل التحیة والسلام ... مؤمنین از اهالی کشمیر ...

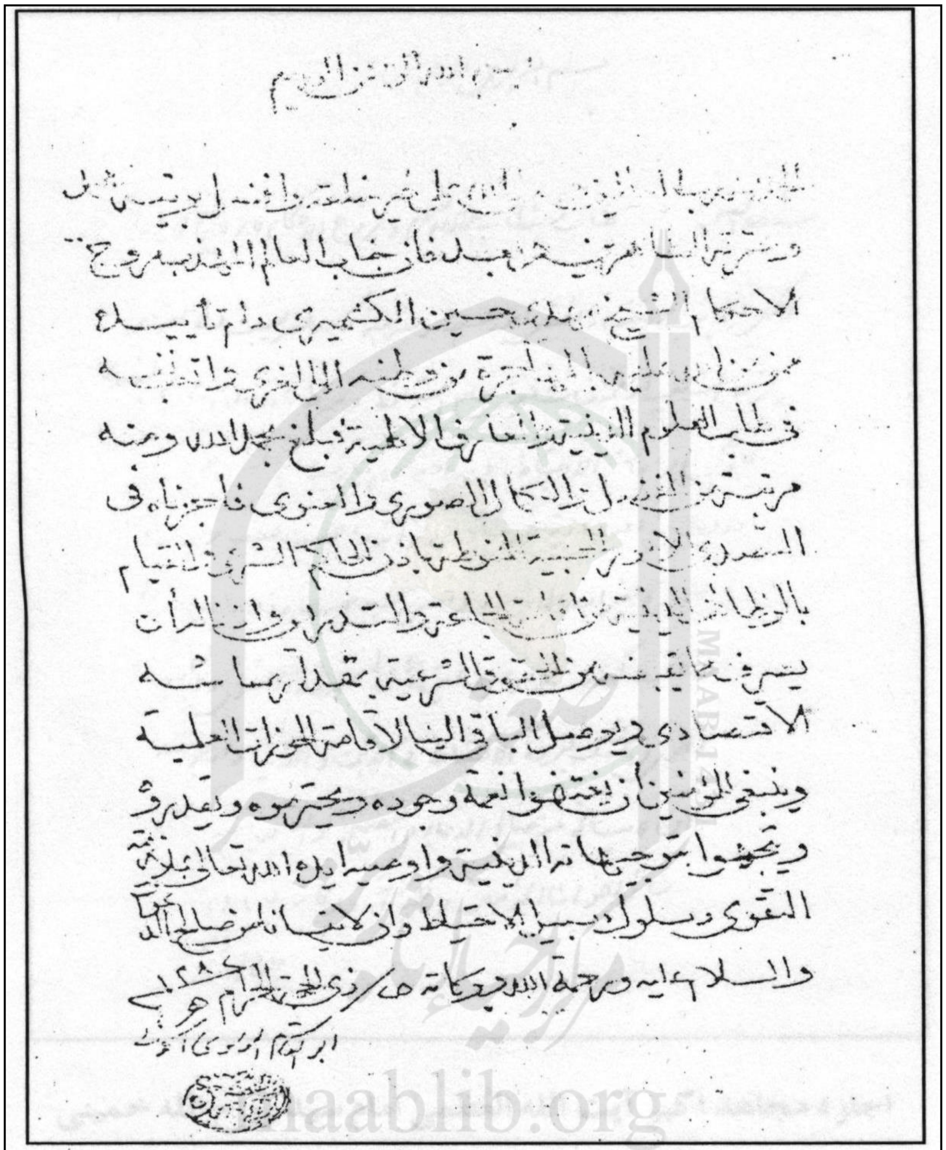
اخذ و صرف نمایند مأمول از جناب ایشان آنکه ... در خدمات دینیه

... مؤمنین بوده باشند والسلام علیه و علی کافة اخواننا المؤمنین

ورحمة الله و برکاته بتاریخ ۲۴ شهر ذی الحجه الحرام ۱۳۸۲

محمود الحسینی الشاهرودی

اجازه آیت الله العُظمیٰ سید محمود شاهرودی به علامه شیخ مهدی حسین نجفی (م ۱۴۱۹ ﻫ)



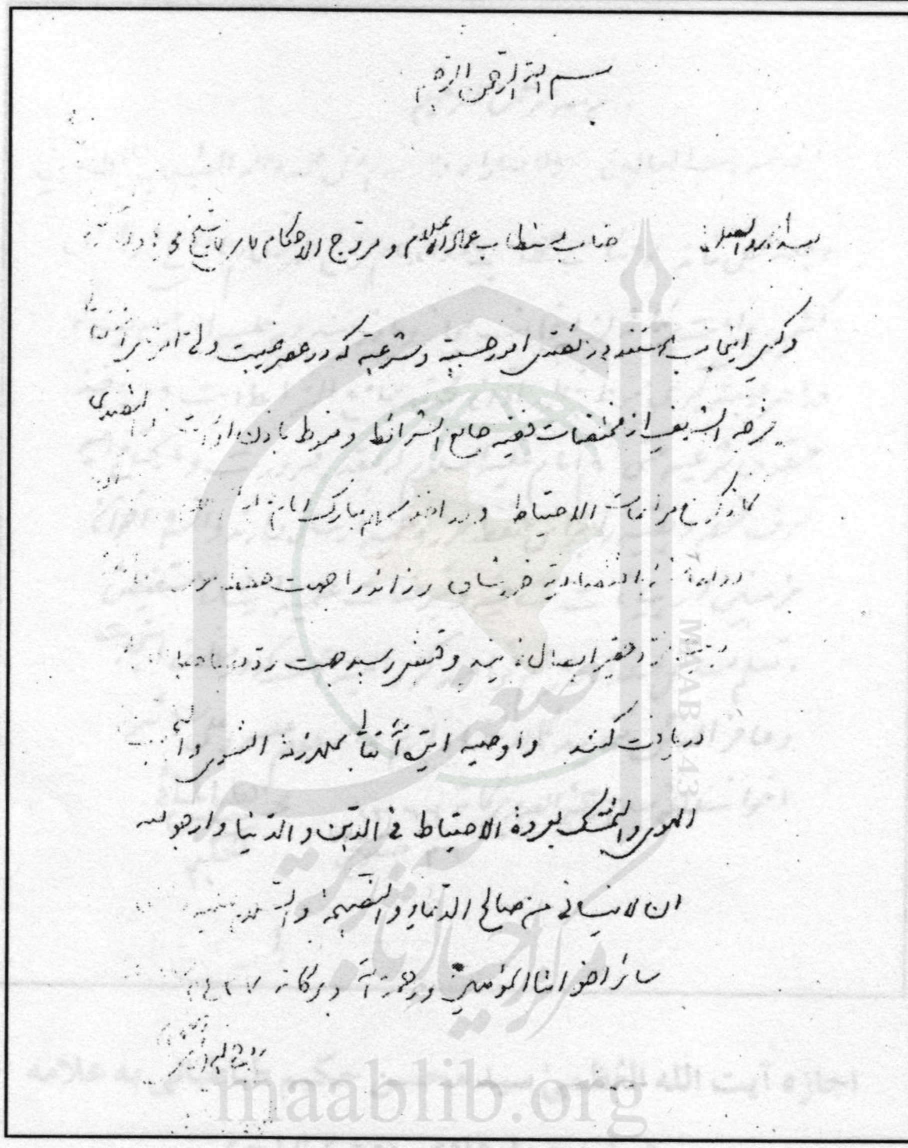
بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة على خير خلقه وأفضل بريته محمد وآله
وعترته الطاهرين وبعد فإن جناب العالم المهذب مروج
الأحكام الشيخ مهدي حسين الكشميري دام تأييده
ممن [illegible] الهجرة عن وطنه الأصلي والتلبس
في طلب العلوم الدينية [illegible] فبلغ بحمد الله ومنه
مرتبة من الفضل في الكمال الصوري والمعنوي فأجزناه في
التصدي للأمور الحسبية المنوطة بإذن الحاكم الشرعي والقيام
بالوظائف الدينية من إقامة الجماعة والتدريس وأن له أن
يصرف ما يقبضه من الحقوق الشرعية بمقدار ما يسد به
الاقتصاد ويوصل الباقي إلينا لإقامة الحوزات العلمية
وينبغي للمؤمنين أن يعترفوا نعمة وجوده ويحترموه ويقدروه
ويحفظوا [illegible] الدينية وأوصيه أيده الله تعالى بملازمة
التقوى وسلوك سبيل الاحتياط وأن لا ينساني من صالح الدعاء
والسلام عليه ورحمة الله وبركاته [illegible] ذي الحجة الحرام [illegible]

أبو القاسم الموسوي الخوئي

اجازه دیگر آیت الله العُظمیٰ سید ابو القاسم موسوی خوئی به

علامه شیخ مهدی حسین نجفی (م ۱۴۱۹ ھ)



بسم الله الرحمن الرحیم

بسمه تعالی [illegible] جناب مستطاب عماد الاعلام و مروج الاحکام آقای شیخ محمد هادی [illegible]

وکیل اینجانب هستند در تصدی امور حسبیه و شرعیه که در عصر غیبت ولی امر [illegible]

[illegible] از مختصات فقیه جامع الشرائط و مشروط باذن او است [illegible]

که [illegible] مراعات الاحتیاط و در اخذ سهم مبارک امام [illegible]

[illegible] را جهت [illegible]

[illegible] ایصال نمایند و [illegible] رسید جهت [illegible]

دریافت کنند و اوصیه ایده الله تعالی بملازمة التقوی و [illegible]

التعهد و التمسک بعروة الاحتیاط فی الدین و الدنیا و ارجو منه

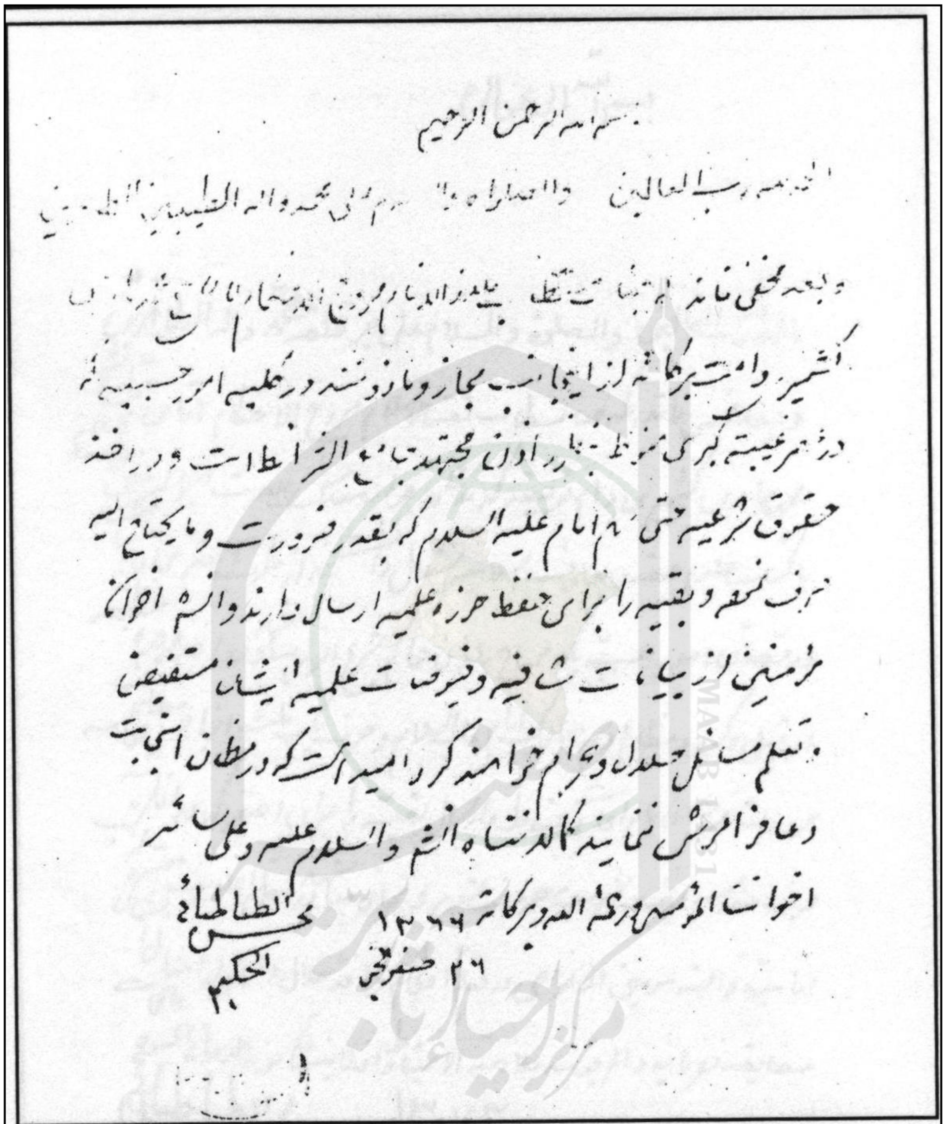
ان لاینسانی من صالح الدعاء و النصیحة و السلام علیه و علی

سائر اخواننا المؤمنین و رحمة الله و برکاته [illegible]

[illegible]

اجازه مجاهد اکبر آیت الله العُظمیٰ امام سید روح الله خمینی

به علامه شیخ محمد هادی (م ۱۴۲۰ ه)



بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی محمد وآله الطیبین الطاهرین

وبعد مخفی نماند که جناب [illegible]

کشمیری دامت برکاته از اینجانب مجاز و مأذون هستند در تصدی امور حسبیه که

در عصر غیبت کبری منوط است به اذن مجتهد جامع الشرائط است و در اخذ

حقوق شرعیه حتی سهم امام علیه السلام که بقدر ضرورت و ما یحتاج الیه

صرف نمایند و بقیه را برای حفظ حوزه علمیه ارسال دارند و انشاء الله اخوان

مؤمنین از بیانات شافیه و افاضات علمیه ایشان مستفیض

و تعلم مسائل حلال و حرام خواهند کرد امید است که در مظان استجابت

دعا فراموش ننمایند کما لا ننساه ان شاء الله والسلام علیه و علی سائر

اخوانه المؤمنین ورحمة الله وبرکاته ۱۳۶۶

۲۶ صفر

محسن الطباطبائی الحکیم

اجازه آیت الله العُظمیٰ سید محسن حکیم طباطبائی به علامه شیخ محمد هادی (م۱۴۲۰ھ)

بسم الله الرحمن الرحیم

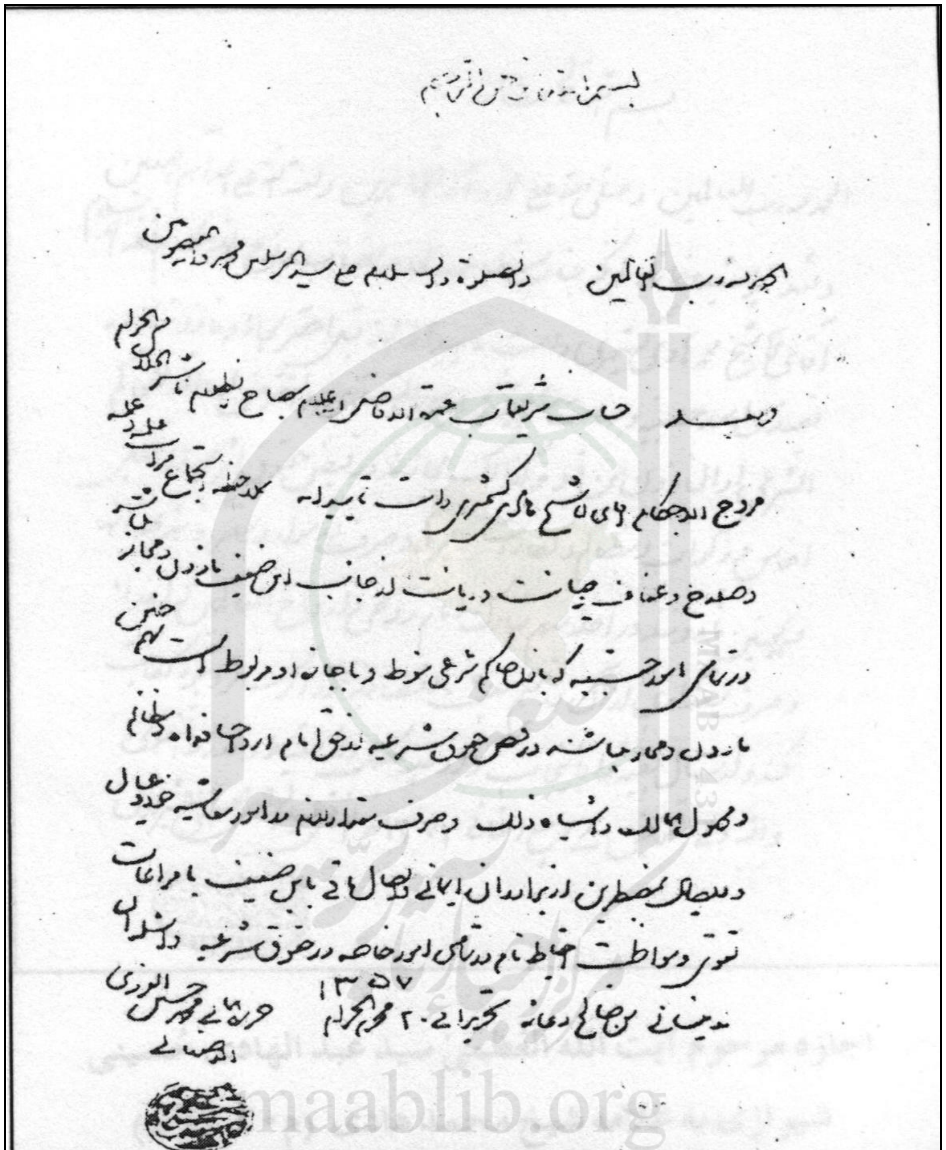
الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی خیر خلقه محمد وآله الطاهرین
وبعد مخفی نماند اینکه جناب مستطاب ثقة الاسلام مروج الاحکام آقای آقا شیخ
محمد هادی کشمیری دام توفیقه که مدتی در جوار مقدس حضرت امیرالمؤمنین علیه السلام
با کسب علوم حقه و معارف اسلامیه اشتغال داشته‌اند از طرف احقر مجاز می‌باشند
در تصدی امور حسبیه که محتاج باذن حاکم شرع انور می‌باشد و در اخذ وجوه منطبقه
از قبیل زکوة و مظالم و سهم مبارک امام علیه السلام و صرف یک ثلث آنرا در مصارف
ضروریه خود و شئون مانند آن با مراعات احتیاط وارسال بقیه را برای احقر که در امارت
حوزه مقدسه نجف اشرف مصروف شود و مجاز می‌باشند در نقل احادیث معتبره از ائمه
امامیه والبته مؤمنین آن نواحی در تعلم احکام و اخذ حلال و حرام از امثال ایشان
مضایقه ننمایند والمرجو منه ملازمة الاحتیاط و ان لا ینسانی من الدعاء المرجو

محسن الطباطبائی الحکیم

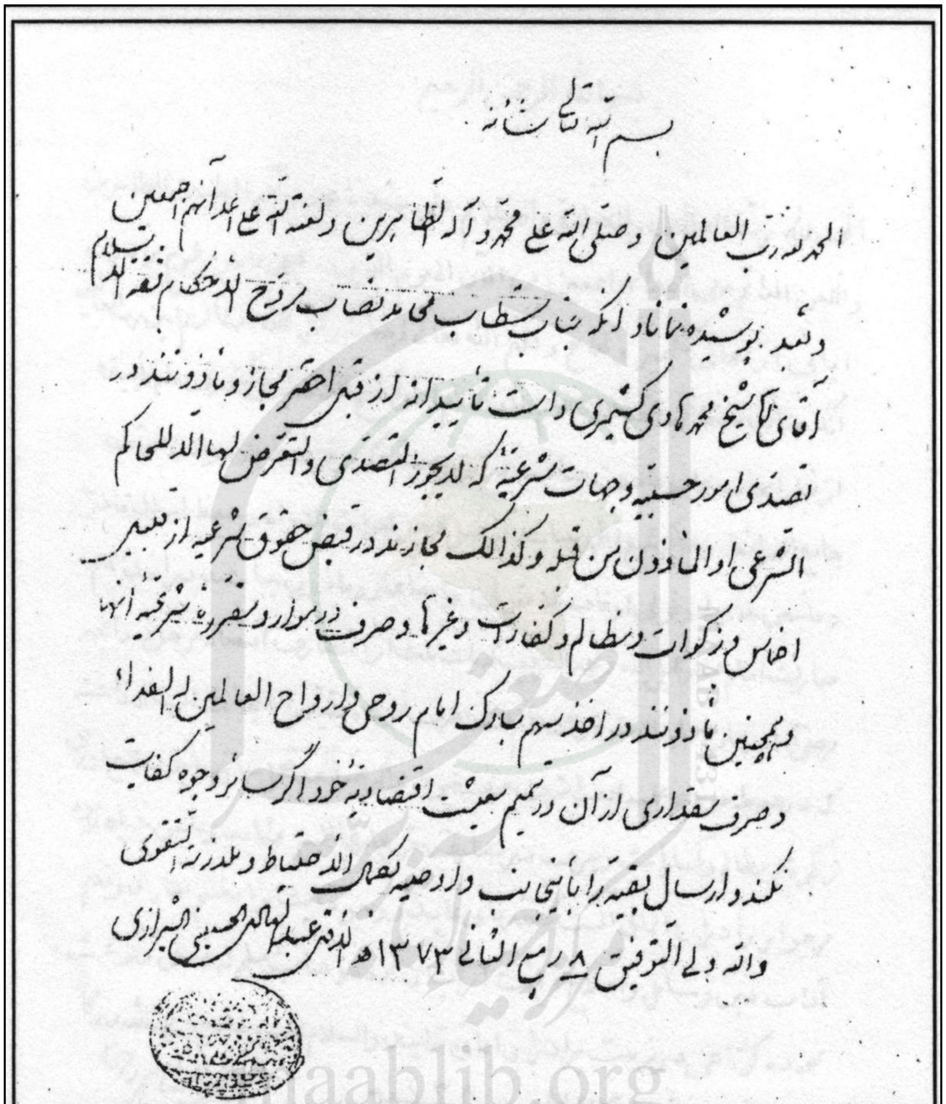
۲۸ ص ۱۳۷۳

اجازه دیگر مرجع بزرگ آیت الله العُظمیٰ سید محسن حکیم

به علامه شیخ محمد هادی (م۱۴۲۰ھ)


بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله الطاهرين
و بعد جناب شریعتمآب عمدة الفضلاء [illegible]
مروج الاحکام [illegible] تأییداته [illegible]
و صلاح و عفاف و دیانت [illegible] از جانب این ضعیف ماذون و مجاز
در تمامی امور حسبیه که باذن حاکم شرعی منوط و با اجازه او مربوط است [illegible]
ماذون و مجاز می باشند در قبض حقوق شرعیه [illegible]
[illegible]
[illegible] این ضعیف با مراعات
تقوی و مواظبت [illegible] در تمامی امور خاصه در حقوق شرعیه [illegible]
[illegible] تحریراً ٢٠ محرم الحرام ١٣٥٧ حرره [illegible] محمد حسین الغروی الاصفهانی

اجازه آیت الله العُظمیٰ محمد حسین اصفهانی به علامه شیخ محمد هادی (م۱۴۲۰ﻫ)



بسم الله تعالی شأنه

الحمد لله رب العالمین و صلی الله علی محمد و آله الطاهرین و لعنة الله علی اعدائهم اجمعین

و بعد پوشیده نماناد اینکه جناب مستطاب ملاذ الانام حجة الاسلام ثقة الاسلام

آقای آقا شیخ محمد هادی کشمیری دامت تأییداته از قبل احقر مجاز و مأذونند در

تصدی امور حسبیه و جهات شرعیه که لا یجوز التصدی و التعرض لها الا للحاکم

الشرعی او المأذون من قبله و کذلک مجازند در قبض حقوق شرعیه از قبیل

اخماس و زکوات و مظالم و کفارات و غیرها و صرف در موارد مقرره شرعیه آنها

و همچنین مأذونند در اخذ سهم مبارک امام روحی و ارواح العالمین له الفداء

و صرف مقداری از آن در ترمیم معیشت اقتصادیه خود اگر سایر وجوه کفایت

نکند و ارسال بقیه را با اینجانب و اوصیه بملازمة الاحتیاط و ملازمة التقوی

والله ولی التوفیق ٨ ربیع الثانی ١٣٧٣ هـ الاحقر عبدالهادی الحسینی الشیرازی

اجازه مرحوم آیت الله العُظمیٰ سید عبد الهادی حُسینی شیرازی به علامه شیخ محمد هادی (م ۱۴۲۰ هـ)

بسم الله الرحمن الرحیم

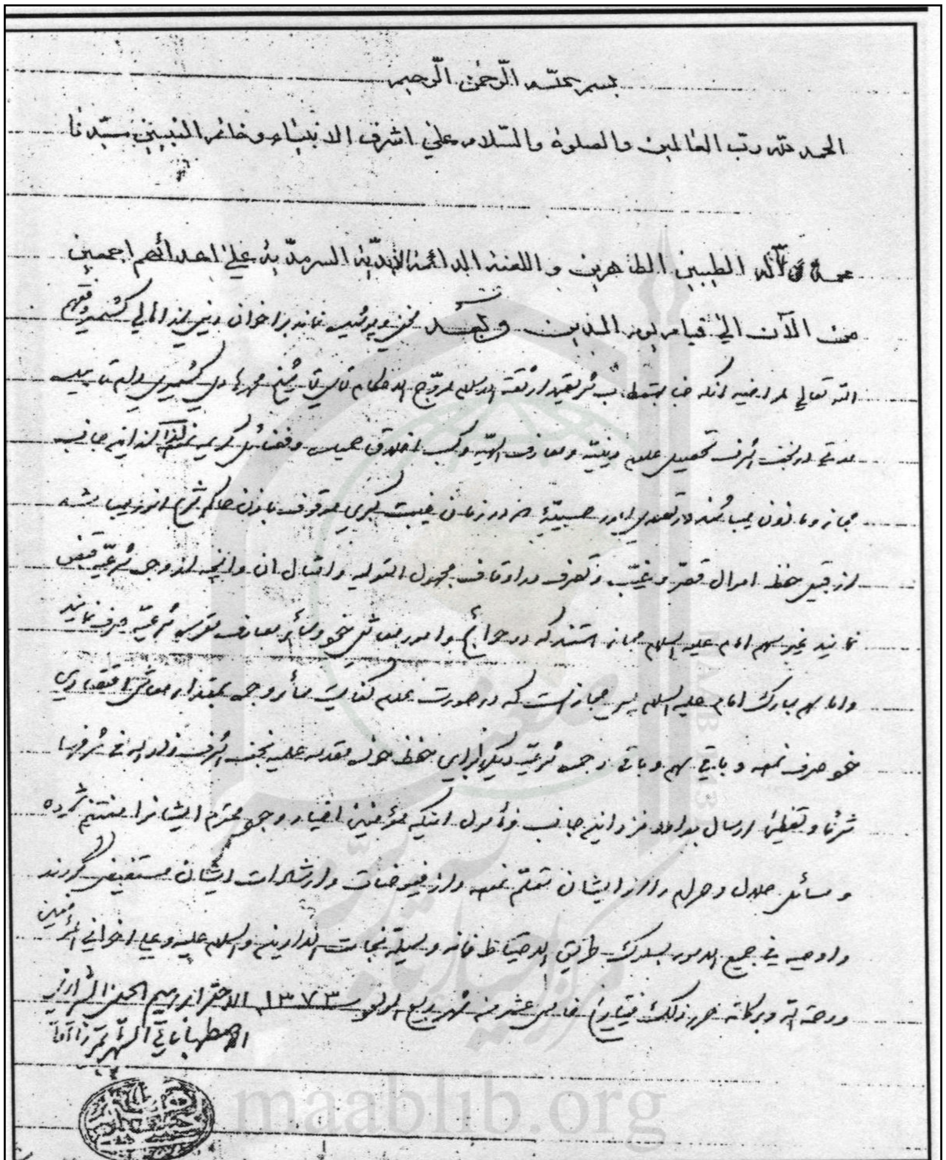
الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد وآله الطیبین الطاهرین
واللعن الدائم علی اعدائهم اجمعین من الآن الی یوم الدین مخفی نماند بر عموم برادران
ایمانی از اهالی کشمیر ولداخ وفقهم الله تعالی لمرضاته وکثر الله امثالهم آمین رب العالمین
آنکه جناب مستطاب ثقة الاسلام ملاذ الانام آقای آشیخ محمد هادی کشمیری دام تأییده
از قبل اینجانب مجاز و مأذون میباشند در امور حسبیه که موقوف باجازه واذن مجتهد
جامع الشرائط وحاکم شرع اطهر میباشد از قبیل تجهیز اموات بلا ولی وحفظ اموال قاصرین
وغائبین بلا ولی وتولی اوقاف بلا متولی وایضاً مجاز و مأذون میباشند در اخذ سهم
مبارک امام عصر عجل الله فرجه الشریف که یک ثلث آنرا بمصارف اقتصادی خود واعیه
مرضی امام زمان علیه الصلوة والسلام است صرف نموده بقیه را باینجانب ارسال داشته
که در حفظ حوزه علمیه نجف اشرف مصرف شود واگر بخواهد تحمل امتثال نماید در جمع آوری
زکوة ومظالم وکفارات وصرف در مصارف مقرره آنها البته مناسب و ماجور خواهد بود
مرجو از برادران ایمانی آنست که قدردانی نماید وجود ایشانرا مغتنم بشمارند وتعلم
آداب دین ومسائل واصلاح قرائت از ایشان نموده وجناب معظم له سعی وکوشش
نموده کوتاهی در تربیت برادران ایمانی ننمایند والسلام علیه وعلیهم ورحمة الله وبرکاته

تاریخ ۲۲ شهر ذیحجة الحرام ۱۳۸۰ سنه

الاحقر محمود الحسینی الشاهرودی

اجازه آیت الله العُظمیٰ سید محمود حسینی شاهرودی به

علامه شیخ محمد هادی (م ۱۴۲۰ ه)



بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على اشرف الانبياء وخاتم النبيين سيدنا

محمد وآله الطيبين الطاهرين واللعنة الدائمة الابدية السرمدية على اعدائهم اجمعين

من الآن الى قيام يوم الدين وبعد [illegible] كشميري دامت [illegible]

الله تعالى [illegible] شيخ محمد هادی کشمیری دامت تاییداته

مدتی در نجف اشرف تحصیل علوم دینیه و معارف الهیه و کسب اخلاق حمیده و فضائل کریمه نموده لذا از جانب

مجاز و ماذون میباشند در تصدی امور حسبیه که در زمان غیبت کبری موقوف باذن حاکم شرع انور میباشد

از قبیل حفظ اموال قصر و غیب و تصرف در اوقاف مجهول التولیه و امثال آن و آنچه از وجوه شرعیه قبض

نمایند غیر سهم امام علیه السلام مجاز هستند که در حوائج خود و امور معاش خود صرف نمایند

واما سهم مبارک امام علیه السلام نیز مجاز است که در صورت [illegible] بمقدار معاش اقتصادی

خود صرف نموده و باقی سهم و باقی وجوه شرعیه دیگر را برای حفظ حوزه مقدسه علمیه نجف اشرف

شرفا و تعظیما ارسال بدارند [illegible] مؤمنین [illegible] وجود محترم ایشان را مغتنم شمرده

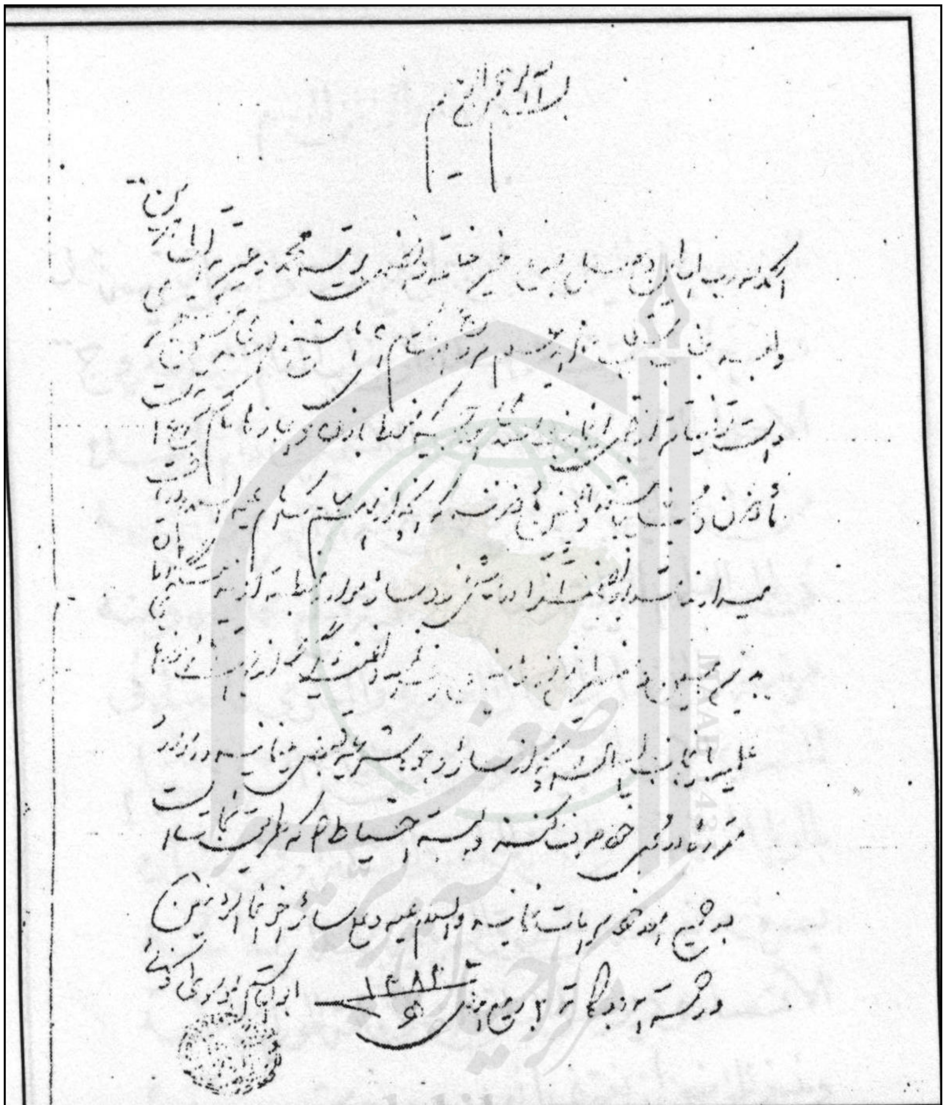
و مسائل حلال و حرام را از ایشان [illegible] از فیوضات و ارشادات ایشان مستفیض گردند

و اوصیه فی جمیع الامور [illegible] طریق الاحتیاط [illegible] والسلام علیه و علی اخوانی المؤمنین

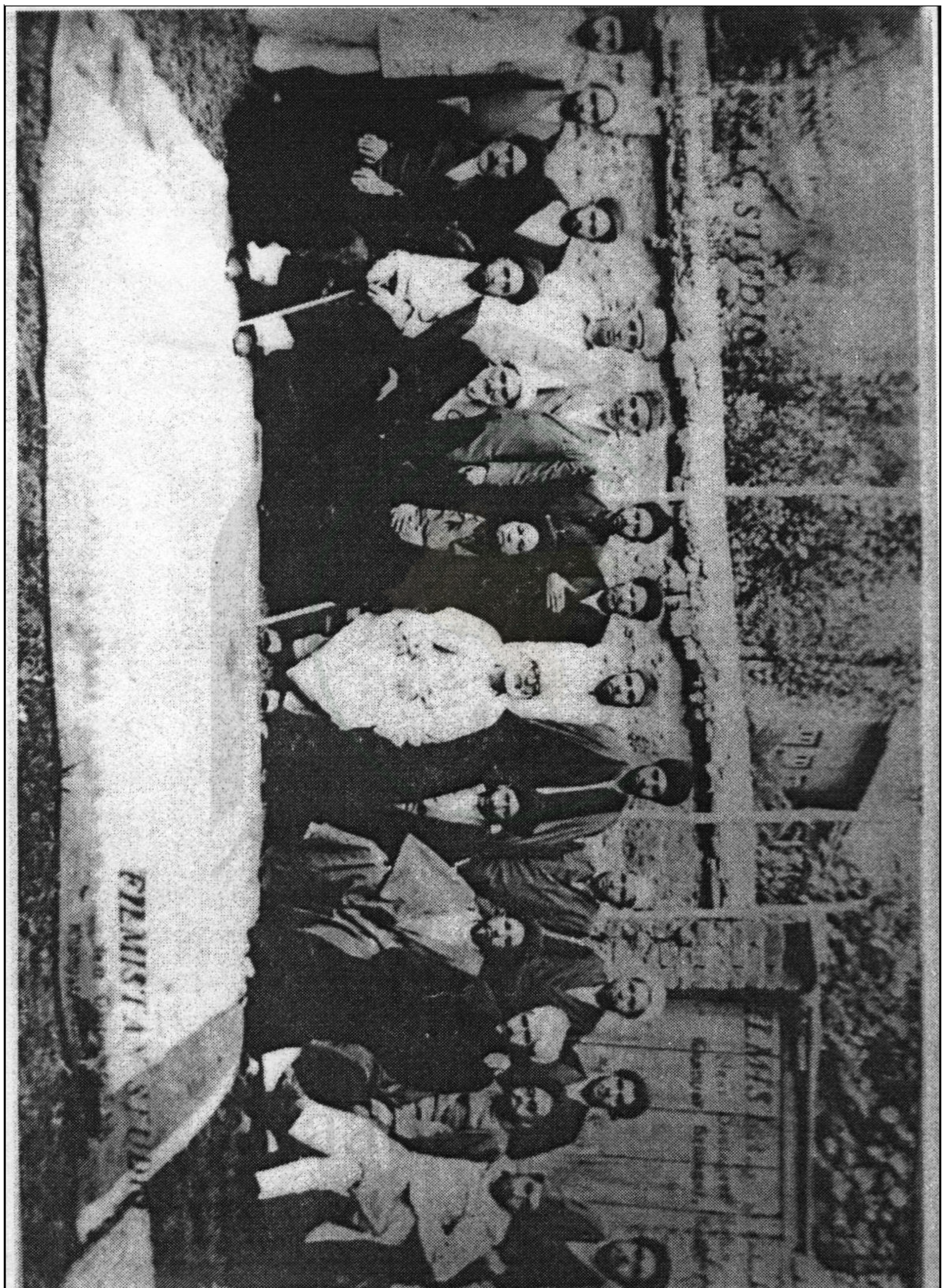
ورحمة الله وبركاته [illegible] خامس عشر من شهر ربيع المولود ١٣٧٣ الاحقر ابراهيم الحسيني [illegible]

الاصطهباناتي [illegible]

اجازه آیت الله العُظمیٰ سید ابراهیم حسینی شیرازی به علامه شیخ محمد هادی (م ۱۴۲۰ ھ)



اجازه آیت الله العُظمیٰ سید ابوالقاسم موسوی خوئی به علامه شیخ مهدی حسین نجفی (م۱۴۱۹ھ)



علمائے کشمیر کی یادگار تصویر

خبرِ غم

انا للہ و انا الیہ راجعون

یہ کتاب طباعت کے آخری منزلوں سے گزرے رہی تھی کہ میرے شفیق دادا آقای سید مظفر الزمان حسینی ہمدانی ۸ بجے صبح بروز یکشنبہ ۲۸ ماہ رجب ۱۴۳۱ ہجری/۱۱ جولائی ۲۰۱۰ کو انتقال کر گئے۔

مرحوم کی ولادت ۴ دسمبر ۱۹۲۸ کو نینی تال (ہند) میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم یہیں پر حاصل کی لیکن والد کی بے وقت موت کی وجہ سے آپ پھر جے پور اپنے چچا مرحوم آقای سید علی حسینی ہمدانی کے پاس منتقل ہو گئے۔ اپنی تعلیم کو یہاں پر پایہ تکمیل تک پہنچایا اور شعر و شاعر میں اپنے پسر عمو مرحوم سید محمد اکبر جے پوری کے ہمراہ شاعری یگانہ اطہر ہاپوڑی سے استفادہ کیا اور ان سے اپنے اشعار کی اصلاح لی۔

آپ کی پہلی شادی اسی چچا کی فاضلہ دختر شہزادی کلثوم سے ہوئی۔ محترمہ کشمیر کی پہلی اردو شاعرہ تھیں۔ ساز شکستہ، شاعرات واقبال لاہوری، شمع حرم، کربلا میں خواتین کا حصہ اور یادگار کلثوم جیسی تمام کتابیں محترمہ کی وفات کے بعد ان کے برادر مرحوم سید اکبر جے پوری کی کوشش سے شائع ہوئیں۔ ۱۹۴۴ء میں مرحوم سید مظفر الزمان اور مرحوم سید اکبر جے پوری نے جے پور کو خیر باد کہا اور اپنے وطن کشمیر آکر ساکن ہو گئے۔

یہاں ابتدائی سالوں میں ہی شہزادی کلثوم کا انتقال ہو گیا اور پھر دادا مرحوم کی دوسری شادی مرحوم غلام احمد خان حسن آبادی کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی۔ کشمیر میں تو پہلے اپ نے مرحوم نواب سید حسین شاہ جلالی صاحب کے مدرسہ امامیہ اسکول میں استاد کی حیثیت سے خدمات انجام دی۔ لیکن جلالی صاحب کے انتقال کے بعد آپ نے سرکاری ملازمت اختیار کی اور ۱۹۸۰ میں بحیثیت رجسٹرار سبکدوش ہو گئے۔ ۱۹۸۸ء تک آپ کے مقالات ماہنامہ سفینہ اور الارشاد میں چھپتے رہے اور بعض دینی تنظیموں کے رکن رہ کر بہت سی قومی اور دینی خدمات انجام دی۔

لیکن ۱۹۸۸ء میں آپ کے پوتے سید عامر عباس کی بے جا موت نے آپ کو دل پر داشتہ کر دیا اور آپ نے تقریباً گوشتہ نشینی اختیار کر لی ابھی یہ صدمہ بھلا نہ پائے تھے کہ آپ کے جوان سال فرزند سید ناصر اقبال کو تین دسمبر ۱۹۹۲ء میں بے جرم و خطاء شہید کیا گیا اور پھر آپ سنبھل نہ سکے۔ اگرچہ زندہ رہے۔

اس حال میں کبھی بھی اف تک نہیں کی اور لوگوں کی خدمت کرتے رہے، راقم نے آپ کی چوکھٹ پر سکھ، عیسائی، ہندو، شیعہ سنی، غرض ہر ملت کو دعاؤں کے لیے آتے دیکھا ہے۔

اگرچہ موصوف تند مزاج تھے لیکن کبھی کسی کے لے برا نھیں سوچتے تھے۔ یتیموں پر مہربان تھے اور حاجت مندوں کی حاجت روای کرنا۔ پوری زندگی شعائر رہا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام سنتے ہی گریہ کرنے لگتے تھے:

رضوان جنت مجھے دیتے رہے صدا
میں نے مڑ کے نہ دیکھا کربلا جاتے

ان کی مستقل سوانح حیات و مقالات اور اشعار کو بہت جلد قارئین کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ خدا سے دعا کرتا ہوں کہ مرحوم کو جوار اہل بیت علیہم السلام میں جگہ عطاء کرے اور آپ سے سورہ فاتحہ کی التماس ہے۔

Encyclopedia
of
Shi'ites in Kashmir

(History of Shi'ite Clerics)

Vol-I

By:

Sayed Mohsin Hussaini Kashmiri

Publishad By:

The Indian Sub-continental Literal Revival Centre

Ph:0098-251-8742696,8848746
Cell: 0098-935-9360794
E-mail: maab1431@yahoo.com

Invested By

Al-Siraat Islamic Network